

تحلیاتِ انور

جلد اول

تالیف

مولانا محمد اسحاق دکنی پورہ السنت و السنت و السنت

حضرت مفتی محمد انور رحمانی

رکنِ شہادت و ارشادِ برہانہ فیہ اعدادک ماہان

ناشر

مکتبہ اہل بیت

پانی پتہ محلہ روضہ ملک انوار کتب خانہ لاہور ۱۹۹۹۹۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تحلیلاتِ انور

جلد اول

تالیف

مناظر اسلام، وکیل اہل سنت والجماعت
حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی دام ظلہ
رئیس شعبہ دعوت، ارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان

عنوانات و ترتیب و تصدیق

مولانا نعیم احمد
استاذ جامعہ خیر المدارس ملتان

ناشر

مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان

فہرست "تجلیات انور"

صفحہ نمبر	عنوانات
۱۶	ابتدائیہ (از مصنف کتاب)
۱۹	حقیقت ختم نبوت اور مرزا کے چند جھوٹ
۲۸	اونی، نائیونی اور سوتی جرابوں پر مسح کا حکم
۲۸	اہمیت نماز، اہمیت وضو
۲۹	فرائض وضو
۳۳	جرابوں پر مسح غیر مقلد علماء کی نظر میں
۴۲	منام بصورت قیام رمضان
۴۲	فنی تراویح اور معنی افوی سے مناسبت
۴۴	آہد اور کعات تراویح
۴۵	ادب نبوی ﷺ
۴۷	تضعیف محدثین
۴۹	حقیقت جرح
۵۱	نماز تراویح اور غیر مقلدین
۵۱	آہد اور تراویح
۵۷	مسلب غیر مقلدین
۵۹	حریم شریفین
۶۱	تکبیرات عیدین
۶۳	مکی، مدنی یا دہلوی
۶۴	علمائے حریمین اور انفرادی عید
۶۵	حقیقت حال

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : تجلیات انور (جلد اول)
 تالیف : مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد انور اکاڑوی صاحب
 ترتیب و تصحیح : مولانا نعیم احمد صاحب مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان
 کمپوزر : حافظ محمد نعمان حامد (Mobile No. 0300-7334677)
 ناشر : مکتبہ امدادیہ فی بی ہسپتال روڈ ملتان
 (Phone No. 061-4544965)



کتاب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
 قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی
 دارالاشانت، اردو بازار کراچی

شرعی امور : اس کتاب کی حج کی حقیقت کو پیش کی گئی ہے۔ اگر اس کے باوجود کہیں کتابی غلطیاں نظر آئیں تو
 نشانی فرمائیں تاکہ ایڈیشن میں ان کی حج کی جاسکے۔ بجز انکم اللہ احسن الجزاء فی الدارين (ادارہ)

۶۵	دلائل احناف
۶۸	تابعین عظام
۷۲	مسئلہ تکبیرات کے متعلق جھوٹ
۷۴	احکام و تکبیرات عید
۷۵	کیا عید سے بعد ساقط ہو جاتا ہے؟
۷۷	عائتے کا عرف
۷۹	دلائل مسلک معروف
۸۰	مخالف روایات کا جواب
۸۱	تعداد تکبیرات زوائد
۸۱	دلائل احناف
۸۲	صدقۃ الفطر
۸۳	مسائل قربانی اور تکبیرات عید
۸۳	قربانی کا فلسفہ
۸۳	حکم قربانی
۸۷	غیر مقلدین اور شوافع وغیرہ میں فرق
۸۹	قربانی کے جانور
۹۰	عیدین میں چھ زائد تکبیریں ہیں
۹۵	اصحاب ظواہر اور غیر مقلدین میں فرق
۹۹	ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری متوفی ۴۵۶ھ
۱۰۱	اسی قابلیت
۱۰۶	نتائج ظاہریت و غیر مقلدیت
۱۱۱	رسالہ ”غیر مقلدین کی فقہ کے دو سو مسائل“ کے بارہ میں ضروری وضاحت

۱۱۲	حقیقت واقعہ
۱۱۵	مرفوع، موقوف، مقطوع
۱۲۱	ایک خط کا جواب..... کیا غیر مقلدین کی نماز صحابہؓ والی نماز ہے؟
۱۲۱	سوال نمبر ۱: دوام رفع یدین کی دلیل کا جواب
۱۲۱	سوال نمبر ۲: امام اعظم رحمہ اللہ کے دور کی نماز
۱۲۱	سوال نمبر ۳: غیر مقلدین کی تاریخ پیدائش
۱۲۶	تحقیق یا تشکیک
۱۲۸	تحقیق اور حق تحقیق... اور ایک مکالمہ
۱۳۵	مسئلات میں
۱۳۷	فقہ حنفی کی معروف کتاب ”در مختار پر اعتراضات“ کا محققانہ جواب
۱۳۸	مسئلہ نمبر ۱: جانور سے بدفعی کرنے سے غسل لازم ہوتا ہے اور نہ وضو وقتا ہے جب تک انزال نہ ہو
۱۴۰	مسئلہ نفقہ وضو و غسل
۱۴۱	مسلک غیر مقلدین
۱۴۳	مسئلہ نمبر ۲: صاحب تنویر کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ ہاتھی اور کتے کی کھال پاک ہے
۱۴۵	مسئلہ نمبر ۳: امام کی ابتدائی شرائط میں اگر برابری ہو تو امام بنایا جائے جس کی بیوی خوبصورت ہو اور اگر اس میں کمی ہو تو پھر امام بنایا جائے جس کا سر بڑا اور مضبوط ہو اور وضو کی وضاحت شارح نے ذکر کی ہے
۱۴۷	مسئلہ نمبر ۴: اگر زنا کا اندیشہ ہو تو مشیت زنی کرے تو کوئی وبال نہ ہوگا۔ ابن ماجہ فرماتے ہیں کہ اگر زنا سے بچاؤ کا یقین ہو تو مشیت زنی کرنا واجب ہے۔
۱۴۷	مسلک غیر مقلدین
۱۴۹	مسئلہ نمبر ۵: روزہ کی حالت میں شرم گاہ کے علاوہ مجامعت کرے اور انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا

۱۴۹	مسئلہ غیر مقلدین
۱۴۹	مسئلہ نمبر ۶: اگر کوئی شخص جانور (گائے، بھینس، بکری وغیرہ) کے ساتھ برا کام کرے تو روزہ قاسد نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر میت (مردے) کے ساتھ بد فعلی کرے تو روزہ نہیں بگڑتا۔
۱۵۰	مسئلہ نمبر ۷: چار مہینے سے پہلے حمل کو گرادینا مباح ہے۔
۱۵۱	مسئلہ غیر مقلدین
۱۵۱	مسئلہ نمبر ۸: بیس صورتوں میں مرد کو بھی عورت کی طرح عدت گزارنی پڑے گی
۱۵۲	مسئلہ نمبر ۹: حربی کافروں یا باغیوں کی سلطنت میں زنا کرنے سے بھی حد نہیں
۱۵۳	مسئلہ نمبر ۱۰: اگر نابالغ غیر مکلف مرد بالغ عورت سے زنا کرے تو دونوں پر حد نہیں
۱۵۵	کتاب ”خطبات صفدر“ پر اعتراضات کے جوابات
۱۵۵	سوال نمبر ۱: قول تعالیٰ کیف تکفرون باللہ و حکمہم اموئنا لہ۔ میں تم بحکم سے حیات فی القبر ملا ہے۔
۱۵۵	سوال نمبر ۲: حیات اور سماں میں ابن ابیہام (صاحب فتح القدیر) صاحب عتاید صاحب کفایہ کا موقف
۱۵۵	سوال نمبر ۳: ان دونوں مسلوں (حیات و سماں) کے بارے میں کون کونسی کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں؟
۱۶۲	”تحفہ سنت کا نفرنس“ کے موقع پر موصولہ سوالات کے جوابات
۱۶۲	سوال نمبر ۱: کیا امام اعظمؒ کی کوئی تصنیف ہے؟
۱۶۵	سوال نمبر ۲: جب ہم امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں تو پھر فقہ حنفی میں امام صاحبؒ کے قول کو چھوڑ کر صاحبین کے قول پر فتویٰ کیوں دیا جاتا ہے؟
۱۶۷	سوال نمبر ۳: جب چاروں امام برحق ہیں تو تقلید ایک کی کیوں؟
۱۶۸	سوال ۴: اصول الشاشی ص ۷۷ پر لکھا ہے کہ حضرت انسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے قول پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا، حالانکہ یہ دونوں حضرات کثیر الروایات ہیں
۱۷۰	خیانت
۱۷۱	حقیقتِ حال

۱۷۲	سوال ۵: امام صاحبؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات ثابت نہیں۔ اس لئے اکمال فی اسماء الرجال مشکوٰۃ ص ۶۳۳ میں ہے کہ امام صاحبؒ نے چار صحابہؓ کا زمانہ پایا اور ان میں سے کسی سے بھی ملاقات ثابت نہیں۔
۱۷۳	احادیث
۱۷۵	مطالبہ!
۱۷۷	کیا فقہی مسائل قرآن کے مخالف ہیں
۱۷۷	تمہید
۱۸۱	اعتراض نمبر ۱: الہدایہ کا القرآن، ہدایہ قرآن کی طرح ہے؟
۱۸۳	خلاصہ
۱۸۳	اعتراض نمبر ۲: قدوری ص ۲۲ پر ہے کہ اگر تشہد کی مقدار کے اندر کوئی ایسا عمل کیا جو منافی نماز ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز ہو جاتی ہے، مثلاً جان بوجھ کر سلام کرنا یا گوز لگا دینا۔
۱۸۳	تلمیس نمبر ۱، تلمیس نمبر ۲
۱۸۵	تلمیس نمبر ۳
۱۸۵	مخالف قرآن و حدیث
۱۸۸	مکرمی جناب تشبیہ الرحمن صاحب (رحیم یار خان) کے سوالات کے جوابات
۱۸۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امام ابوحنیفہؒ کی بشارت
۱۸۸	اس سوال کا قرآن و سنت سے تعلق
۱۸۹	غیر مقلدین کا طرز عمل
۱۸۹	حقیقتِ حال
۱۸۹	نشرات
۱۹۲	جواب سوال نمبر ۲
۱۹۵	جواب سوال نمبر ۳

۱۹۷	جواب سوال نمبر ۴
۱۹۷	وحدت زمانیہ: مشغول، اتحاد و محمول، وحدۃ مکان، وحدۃ شرط، وحدت اضافت، وحدۃ جزو کل، اتحاد قیوۃ فعل، اتحاد زمان
۱۹۷	اتحاد محمول
۱۹۷	وحدۃ مکان
۱۹۷	وحدۃ شرط
۱۹۸	وحدت اضافت
۱۹۸	وحدۃ جزو کل
۱۹۸	اتحاد قیوۃ فعل
۱۹۸	اتحاد زمان
۲۰۰	جواب سوال نمبر ۵
۲۰۰	جواب سوال نمبر ۶
۲۰۱	جماعت المسلمین کے وساوس اور ان کے جوابات
۲۰۵	قبر دنیوی
۲۰۷	خدا کی قبر
۲۱۳	تعلیم القرآن والسنتہ پشاور کے شائع کردہ وساوس کے جوابات
۲۱۳	وسوسہ نمبر ۱: امام صاحبؒ پیغمبر تھے یا عالم دین؟
۲۱۳	وسوسہ نمبر ۲: امام صاحبؒ کا نام قرآن، حدیث، کلمہ طیبہ یا ایمان مجمل و مفصل میں ہے؟
۲۱۵	وسوسہ نمبر ۵: آیا امام صاحبؒ کی تقلید پر تمام امت متفق ہے؟
۲۱۶	وسوسہ نمبر ۶: آیا امام صاحبؒ کے بارے میں قبر و حشر میں سوال ہوگا؟
۲۱۷	وسوسہ نمبر ۸: امام صاحبؒ نے اپنی کس کتاب میں کہا ہے کہ اے لوگو! میری تقلید کرو اور میری بات مانو؟

۲۲۰	وسوسہ نمبر ۹: امام صاحبؒ نے کون سی کتابیں لکھی ہیں؟ کوئی تفسیر یا شرح حدیث لکھی ہو تو دکھاؤ؟
۲۲۲	وسوسہ نمبر ۱۰: صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، مقلد تھے یا غیر مقلد؟ اگر مقلد تھے تو ائمہ اربعہ میں سے کس مذہب کے مقلد تھے؟
۲۲۳	وسوسہ نمبر ۱۱: چوتھی صدی تک پوری امت کا کونسا مذہب تھا؟ یا جیسے فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار کی شرح طحاوی جلد ۱ ص ۵۱ میں لکھا ہے کہ یہ سب علماء غیر مقلد تھے تو آیا یہ سب گمراہ تھے؟
۲۲۵	وسوسہ نمبر ۱۲: ایک شخص امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ کے نام سے بالکل واقف نہیں اور نہ کبھی ان کا نام سنا اور وہ قرآن و حدیث پر غافل ہے تو یہ ناجی ہے یا گمراہ؟
۲۲۵	وسوسہ نمبر ۱۳: کیا ایک امام کی تقلید واجب ہے؟ اگر واجب ہے تو قرآن و حدیث سے دلیل دیں؟
۲۲۵	وسوسہ نمبر ۱۴-۱۵: قرآن و حدیث کے علاوہ کسی اور چیز سے (کسی شے کا) وجوب ثابت ہوتا ہے؟ اگر تقلید اتنی ہی ضروری ہے تو پھر قرآن و حدیث نے اس اہم امر کو بیان کیوں نہیں کیا؟
۲۲۶	وسوسہ نمبر ۱۶: کیا نبیؐ کے وصال کے وقت دین کامل تھا یا ناقص؟ اگر کامل تھا تو تقلید کی کیا ضرورت؟ اور امام صاحبؒ نے کس نقصان کو پورا کیا؟ اور اگر ناقص تھا تو آیت کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم (الآیۃ) کا کیا مطلب ہے؟
۲۲۶	وسوسہ نمبر ۱۷: آیا قرآن و حدیث تمام عالم کے لئے بالعموم اور بالخصوص مسلمانان عالم کے حل کے لئے ناقص ہے؟
۲۲۷	وسوسہ نمبر ۱۸: آیا رسول اللہؐ نے ساری امت کو امام صاحبؒ کے حوالہ کیا ہے اور کیا بعض مسائل کی تکمیل ان کے لئے چھوڑی ہے؟
۲۲۷	وسوسہ نمبر ۱۹: آیا نبیؐ نے وقت وصال امام صاحبؒ کی تقلید کا حکم کیا تھا یا قرآن و حدیث پر عمل کرنے کی وصیت کی تھی؟
۲۲۸	وسوسہ نمبر ۲۰: قرب قیامت میں جب امام مہدیؑ ظاہر ہوں گے اور عیسیٰؑ آسمانوں سے اتریں گے تو یہ دونوں کون سے مذہب کے مقلد ہوں گے؟

۲۲۸	دوسرے نمبر ۲۱: امام صاحبؒ کے دو شاگردوں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے اپنے استاذ کے مذہب کے دو حصوں کی مخالفت کی ہے، تو آیا وہ ان کی مخالفت کی وجہ سے گمراہ ہو گئے؟
۲۳۰	دوسرے نمبر ۲۲
۲۳۱	چند شبہات کے جوابات
۲۳۲	مسئلہ نمبر ۱: عصر کا وقت ایک مثل سے شروع ہوتا ہے.....
۲۳۶	متدلات امام اعظم ابو حنیفہؒ
۲۳۹	اصل مسئلہ کلمات اقامت
۲۴۱	اکبری اقامت
۲۴۲	مسئلہ الحمدیث
۲۴۳	مطالبہ
۲۴۵	تیسرا، چوتھا، پانچواں اور چھٹا مسئلہ: (ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، سینہ پر ہاتھ باندھنا،..... الخ)
۲۴۶	اصل عبارات
۲۴۷	اعتراض و جواب
۲۴۹	دلائل احناف
۲۶۲	مسئلہ نمبر ۱۳: (دیکھ کر قرآن پڑھنے سے نماز فاسد نہ ہوگی.....)
۲۶۳	اصل مسئلہ
۲۶۷	مسئلہ نمبر ۱۴: (انکساری کے لئے سر کھول کر نماز پڑھنا درست ہے)
۲۶۹	اصل مسئلہ
۲۷۳	وساوس

۲۷۷	ضرورت اتحاد
۲۷۷	صورت اتحاد
۲۷۸	محمود احمد عباسی..... رفض کی تائید یا تردید
۲۷۹	اسلاف پر سب و شتم
۲۷۹	کم نہی یا کج نہی
۲۸۰	مودودی صاحب اور مسلک اکابر میں فرق
۲۸۱	وکالت یزید
۲۸۴	اسلاف سے بدگمانی
۲۸۶	ایک خط کا جواب..... مسئلہ فسق یزید
۲۹۰	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صف نعال
۲۹۴	حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی کی تقریظ کا سابق
۲۹۵	اصحاب ثلاثہ اور حضرت علیؑ میں فرق مراتب اور بعض بزرگوں میں تقابل
۲۹۶	حامد رضا خان صاحب کی شاگردی
۲۹۶	غیر صحابی کا صحابی سے تقابل
۲۹۸	دفاع معاویہؓ
۲۹۸	دفاع معاویہؓ یا دفاع قاضی صاحبؒ
۲۹۹	توضیح عبارات
۳۰۲	حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو حضرت امیر معاویہؓ کی زیارت
۳۰۳	بیعت یزید

۳۴۲	جواب سوال نمبر ۲
۳۴۳	جواب سوال نمبر ۳
۳۴۸	اصل مسئلہ
۳۵۰	حکم روایت بالمعنی
۳۵۳	مولانا حبیب اللہ صاحب ڈیروی مدظلہ پر اعتراض
۳۵۹	حقیقت حال
۳۶۰	نگے سر نماز کا مسئلہ
۳۶۳	تھنہ الہدیث
۳۶۶	اصل بات
۳۶۹	ہمارا سوال
۳۷۰	دوسری حدیث
۳۷۱	حضرت شیخ الہندؒ پر وضع حدیث کا الزام
۳۷۲	حقیقت حال
۳۷۵	خدائی گرفت
۳۷۹	صاحب ہدایہ پر وضع حدیث کا اعتراض
۳۸۰	غیر مقلدین کی حالت
۳۸۳	نسخ ابن ابی شیبہ
۳۸۵	تنبیہ
۳۸۵	چور پچائے شور
۳۸۶	نخل وضع یدین میں غیر مقلدین کی بددیانتیاں اور خیانتیں اور جھوٹ

۳۰۹	عوامی انداز یا علمی
۳۱۰	حضرت شاہ ولی اللہ کا مسلک
۳۱۳	حضرت حسینؑ کی یزید کی بیعت پر آمادگی
۳۱۸	واضح حکم کو چھوڑ کر مبہم استدلال
۳۱۸	صاحب نیراس
۳۱۹	لفظ امیر المؤمنین
۳۲۰	امام زین العابدینؑ
۳۲۳	حضرت نعمان بن بشیرؓ..... خلاصہ
۳۲۵	مسئلہ تکفیر و لعن یزید
۳۲۷	مومن کو کافر کہنا کفر ہے
۳۲۸	جوابا عرض ہے!
۳۲۹	حافظ ابن تیمیہ اور یزید
۳۳۲	بارہ خلفاء
۳۳۳	مسئلہ لعنت... فاسق و فاجر بنانا یا بتانا
۳۳۴	حضرت حسینؑ کا سر
۳۳۷	چند سوالات کے جوابات
۳۳۷	”حضرت سید انور شاہ صاحب اور تحریف قرآن“
۳۳۸	حقیقت حال
۳۴۰	حضرت شاہ صاحبؒ اور مسئلہ حفاظت قرآن

۳۹۴	غیر مقلدین کا نذر گناہ بدتر از گناہ
۳۹۷	فارسی میں قرآن کا مسئلہ
۴۱۵	امام ابو حنیفہؒ کی ذہانت اور ان کے حیرت انگیز واقعات
۴۱۵	حکایت نمبر ۱، مسئلہ نمبر ۱
۴۱۶	مسئلہ نمبر ۲، مسئلہ نمبر ۳، مسئلہ نمبر ۴، مسئلہ نمبر ۵
۴۱۷	حکایت نمبر ۲
۴۱۷	حکایت نمبر ۳، حکایت نمبر ۴
۴۱۸	حکایت نمبر ۵
۴۱۹	حکایت نمبر ۶، حکایت نمبر ۷
۴۲۰	حکایت نمبر ۸
۴۲۱	
۴۲۲	ایک خط کا جواب
۴۲۳	سوال نمبر ۱: دعائے قنوت سے پہلے رفع یدین.....؟
۴۲۵	سوال نمبر ۲: مرد اور عورت کا ہاتھ باندھنے میں فرق؟
۴۲۶	سوال نمبر ۳: مسئلہ تلفظ بیت نماز و روزہ.....؟
۴۲۹	سوال نمبر ۵: بریلویوں، دیوبندیوں کا مذہب حنفی کس آیت یا حدیث میں ہے؟
۴۲۹	غیر مقلدین جواب دیں
۴۳۰	دوسرے نمبر ۶: امام ابو حنیفہؒ کے دوام کا ثبوت؟ باوجودیکہ دائمی امامت رسول اللہ ﷺ کی ہے؟
۴۳۱	دوسرے نمبر ۷: احناف کے متعدد فرقے مثلاً سنی، وہابی، دیوبندی، بریلوی الخ وغیرہ کیوں ہیں؟ باوجودیکہ سب کا امام ایک ہے، نیز ان میں سے حق پر کون ہے؟

۴۳۲	کی وہابی
۴۳۳	یلودی، دیوبندی، چشتی، قادری نقشبندی
۴۳۵	دوسرے نمبر ۸: رسول اللہ ﷺ سے بارہ نگیریں ثابت ہیں، چھ نگیریں کہاں سے ثابت ہیں؟
۴۳۶	دوسرے نمبر ۹: تم حنفی کیوں کہلاتے ہو؟ نعمانی کیوں نہیں کہلاتے؟ باوجودیکہ امام صاحب کا نام نعمان ہے؟
۴۳۶	دوسرے نمبر ۱۰: حضرت عیسیٰؑ جب آئیں گے تو مذاہب اربعہ میں سے کسی کی پیروی کریں گے؟
۴۳۸	دوسرے نمبر ۱۱: امام ابو حنیفہؒ کس کی فقہ پر عمل کرتے تھے؟
۴۳۸	دوسرے نمبر ۱۲: جس آیت یا حدیث کی وجہ سے تم نے مذہب بنالئے ہیں، ان پر عمل کر کے صحابہؓ نے صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی مذہب کیوں نہ بنائے؟ کیا صحابہؓ سے ان آیتوں یا حدیثوں پر عمل کرنا رہ گیا تھا؟
۴۳۹	دوسرے نمبر ۱۳: اسلام کا انکار کفر ہے تو پھر تمہارے مذہب کا منکر کافر ہے یا نہیں؟ اگر کافر نہیں تو پھر مذہب حنفی اسلام کیسے ہوا؟
۴۴۰	دوسرے نمبر ۱۴: مذہب حنفی اسلام ہے تو صحابہؓ نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟
۴۴۰	دوسرے نمبر ۱۵: حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ۳ فرقوں میں سے ایک حق پر ہوگا، لیکن تم چار یا پانچ کو حق پر مانتے ہو، تو تم سچے ہو یا حضور ﷺ.....؟
۴۴۲	”الخیر الساری فی تشریحات البخاری“ استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم صدر مدرس جامعہ خیر المدارس، ملتان کے درسی افادات کا مجموعہ

ابتداء

از حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی دامت برکاتہم (مستف کتاب)



حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد: اللہ تعالیٰ نے حق و باطل، کفر و اسلام، توحید و شرک، بدعت و سنت کے اختلافات کو جو دوسے کر انسانوں کی قوت نظریہ کا امتحان لیا ہے کہ کون راہِ ہدایت اختیار کرتا ہے اور کون ضلالت کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔ اس دارالامتحان میں انسانوں کی راہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت سے محکمین (انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین) کا انتخاب فرمایا کہ وہ وقتاً فوقتاً اولادِ آدم کو شیطاںِ الجن و الانس کے اغوا سے بچاتے رہیں اور شیطانی وسوسوں کو تقریر، تحریر اور مناظرہ کے ذریعے دور کرتے رہیں۔ ہر زمانہ میں اہل حق نے یہ فرض سمجھا ہوا کیا۔ ماضی قریب میں اور بہت سے اس میدان کے شہسواروں کے ساتھ ساتھ انتخابِ الہی اور بعض بزرگوں کی دعاؤں نے ایک سکول ماسٹر کو اس فریضہ کی لمانجی کے لئے منتخب فرمایا۔ میری مراد مناعلم اسلام، مکمل اہل سنت برادرِ مکرم حضرت مولانا محمد امین مندر صاحب اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ ہیں، جنہوں نے ساری زندگی عیسائیت، مرزائیت، اہل رفض، منکرین حدیث، منکرین فقہ، غرضیکہ ہر باطل فرقہ کے مناظرین کے دانت کھنکھائیے۔ تقریر و مناظرہ کے علاوہ ان کی بہت سی تحریرات بھی ان کی یادگار ہیں۔ ان کے جامعہ خیر المدارس کی تدریس کے دوران مابنامہ "الخیر" میں ان کے لائحہ ہست کی رو میں بابائے مضامین چھپتے رہے۔ ان کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اور کچھ مضامین جو انہوں نے اپنی زندگی میں لکھے، کتابی شکل میں شائع ہوئے اور وہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ بخیر و خوبی مولانا خیم احمد صاحب، مالکِ مکتبہ اداویہ کو یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

برادرِ مکرم نور اللہ مرقدہ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد حضرت مولانا محمد حنیف صاحب حفظہ اللہ، مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان کے حکم اور بعض اکابر کے مشورہ سے بندہ خیر المدارس آ گیا اور مابنامہ مضامین کا سلسلہ اور الدعوة والارشاد کے شعبہ کے ساتھ بندہ منسلک ہو گیا۔ ان مضامین کی برادرِ مکرم نور اللہ مرقدہ کے مضامین کے ساتھ نسبت سورج کے مقابلہ میں چراغ کی نسبت سے بھی کم ہوگی۔ مگر مولانا خیم احمد صاحب مدظلہ کے اصرار پر، بلکہ ان کی محنت سے وہ

مصاحف بنی ہو گئے ہیں اور انہوں نے یہ "برعکس نام نبند زنگی را کاغذ" کے محاورہ کے مطابق "نام تجلیات انور" تجویز کیا ہے۔ ان کے حسن ظن کے مطابق اگر مالکِ کائنات میری الٹی سیدھی فرما دے تو یسید اللہ سینا بھیم حسانات کا مظاہرہ ہوگا اور مشنوی شریف کے مصرع "خون بنا ف تاؤ مشکے سے کئی" کا مصداق بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ خیر کو قارئین کے لئے راہِ ہدایت کا ذریعہ اور بندہ و ناشرین کے لئے ذخیرہ آخرت بنائیں اور اس کے شر سے عوام کی حفاظت اور بندہ ناچیز کی پروردہ پوشی فرمائیں۔ اہل غلم حضرات علمی کوتاہی پر متنبہ فرمائیں تو بندہ کے پاس مکتور ہوں گے۔ اگر قارئین کو کوئی بات پسند آئے تو اس میں والدین کی دعاؤں اور برادرِ مکرم حضرت اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ کی محنت اور اساتذہ کرام کی شفقت اور "آپاں کہ خاک را بنظر کیسا کنند" کے مصداق حضرت اقدس منبعِ رحمت و شفقت آیہ من آیات اللہ مولانا و بالفصل اولنا شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہ و یر اللہ مضجعہ، چک نمبر ۱۱/۱ والوں اور حضرت اقدس عزت اولیاء محقق ناموس صحابہ و اہل بیت، پاسدارِ مسلک اہل سنت علمائے دیوبند سید نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات کا دخل ہوگا۔ اس لئے ان حضرات کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے۔ نیز برادرِ مکرم پروفسر مولانا محمد افضل صاحب احوال اللہ بقائے خاص توجہ بھی اس میں شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفاء کا مہ عاجلہ مسترہ عطا فرما کر دین کی خدمت کی توفیق عنایت فرمائیں۔

مولانا خیم احمد صاحب مدظلہ نے کچھ حالات لکھنے کا کہا ہے۔ خاندانی حالات تو "الخیر" ۱۵ ذی قعدہ اور "تجلیات مندر" کے شروع میں آ گئے ہیں۔ بندہ کی پیدائش چک نمبر 55/2-L اوکاڑہ کی ہے۔ برادرِ مکرم حضرت مولانا محمد امین صاحب اوکاڑہ کوئی سے سترہ یا اٹھارہ سال چھوٹے ہیں۔ سات بھائیوں میں وہ سب سے بڑے اور میں سب سے چھوٹا ہوں۔ ابتدائی دو کلاسیں چک نمبر 55 یعنی پیدائشی گاؤں میں پاس کیں۔ باقی تین کلاسیں عید گاہ اوکاڑہ میں پڑھ کر پرائمری کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ اس کے بعد جامعہ عثمانیہ گول چوک اوکاڑہ میں حضرت قاری خدا بخش صاحب مدظلہ سے حفظ کیا۔ اس کے بعد جامعہ رشیدیہ سایہ وال میں فارسی سے لے کر ہدایہ اولین تک پڑھا۔ ۱۹۴۱ء کے سال درمیان میں چند مہینے جامعہ انور یہ اوکاڑہ میں حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب سے ۱۹۴۱ء اور شرح جامی کی تکمیل اور شرح ابن قتیل پڑھیں۔ پھر تحریک ختم نبوت ۱۹۴۳ء میں گرفتار ہو کر سایہ وال جیل میں جانا ہوا۔ اس کے بعد حضرت مولانا مختار احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے مشورہ سے جامعہ دارالعلوم کبیر والا میں چار سال گزار کر یہیں دورہ حدیث پاک سے فراغت حاصل کی۔ اگست کے بعد چند ماہ جامعہ مجددیہ سایہ وال میں، پھر محمد پور سنسارال جامعہ قادریہ میں، اس کے

بعد جامعہ عربیہ اسلامیہ بورے والا، پھر جامعہ رشیدیہ ساہیوال، اس کے بعد دوبارہ جامعہ عربیہ اسلامیہ بورے والا میں، پھر ایک سال دارالعلوم کبیر والا اور اس کے بعد تاحال جامعہ خیر المدارس ملتان میں شعبہ التخصص فی الدعوة والا رشاد کی تدریس کی ذمہ داری نبھا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس ذمہ داری کا صحیح حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)۔

زمانہ طالب علمی میں اساتذہ کرام کی شفقتیں استحقاق سے زائد رہیں۔ ایک واقعہ طلباء کرام کی مہرت کے لئے لکھ کر مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ جامعہ رشیدیہ میں شب جمعہ کو کسی استاد صاحب کی نگرانی میں طلبہ کی بزم منعقد ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ استاذی المکرم حضرت مولانا حافظ محمد صدیق صاحب مدظلہ العالی کی سرپرستی میں بزم کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد حضرت حافظ جی صاحب مدظلہ نے فرمایا کوئی طالب علم نظم پڑھے۔ میری نکلاں کے طلباء نے میرا نام لیا۔ حضرت تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا کہ کوئی اور پڑھے۔ دوبارہ پھر بعض طلباء نے میرا نام لیا۔ حضرت نے کچھ سکوت کے بعد فرمایا عبید اللہ عارفی نظم پڑھے۔ انہوں نے نظم پڑھی۔ پروگرام کے بعد حضرت نے مجھے اپنے گھر بلوایا اور پوچھا کہ کیا تو نظمیں پڑھا کرتا ہے؟ میں نے کہا حضرت! اپنے کمرہ میں بیٹھ کر کچھ اشعار وغیرہ پڑھ لیتا ہوں۔ مجمع میں پڑھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ فرمایا کہ میں تجھے ایک نصیحت کرتا ہوں۔ شعر و شاعری بلکہ تقریروں کا شوق بھی دل سے نکال دے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ تو دل لگا کر کتابیں پڑھ اور پھر مدرس بن۔ اگر ان کاموں میں تو پڑ گیا تو پڑھ نہیں سکے گا۔ پھر وقت کے ایک مشہور خطیب (جو اس وقت اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے ہیں) کا نام لے کر فرمایا کہ تیرا دل بھی چاہتا ہوگا کہ فلاں خطیب بنوں، مگر وہ ہمارا شاگرد ہے، اس کے پاس صرف لغاعی ہے، علم نہیں۔ پھر فرمایا کہ مقرر بننے کے لئے دو چیزوں میں سے ایک چیز ضروری ہے۔ یا تو انتخابی علم ہو اور اپنے علم کے زور پر تقریر کرے، یا انتخابی بے حیا ہو جو منہ میں آئے بکھارے، وہ بھی ایک دن اعلیٰ مقرر بن جائے گا۔ پھر پوچھا کہ بتانا دو مقررہوں میں سے بجز مقررہوں سا ہے؟ میں نے کہا کہ جو علم کی بنا پر تقریر کرے۔ فرمایا کہ پھر میری خواہش یہی ہے کہ تو علم میں پیش قدمی کر، فی الحال تقریر کا شوق چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ تجھے یہ نعمت بھی عطا فرمادیں گے۔ حضرت کی اس نصیحت نے بندہ کو طالب علمی کے زمانہ میں بہت فائدہ دیا کہ سوائے اسباق کے اور تمام اطراف سے توجہ ہٹ گئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت حافظ جی صاحب کو دونوں جہانوں میں اس کا اجر عظیم عطا فرمائیں، آمین۔

کتبہ محمد انور اوکاڑوی

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان (۸/ اگست ۲۰۰۵ء)

حقیقت ختم نبوت

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رحمتہ للعالمین پر درود و سلام کے بعد قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا سلسلہ سے آدم علیٰ مینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع فرمایا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گیا۔ اگرچہ یہودی آخری نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آخری نبی قرار دیتے ہیں مگر یہ مدعی است اور گواہ چست والا معاملہ ہے کیونکہ نہ ہی حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنے آخری نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبی ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ قرآن کہتا ہے:

﴿يُجَادُوهُ مَكْتُوبًا عَنْهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ﴾

کہ آنحضرت ﷺ کو وہ لوگ توراۃ و انجیل میں مذکور پاتے ہیں۔

ومبشوا برسول بانہی من بعدی اسمہ احمد۔ (التفہ)

یعنی عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسے رسول کی بشارت دیتے کہ جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا توراۃ و انجیل کے محرف ہونے کے باوجود بھی آج ان میں حضور اقدس ﷺ کا نام ۱۰ بار میں پیشگوئیاں موجود ہیں، ان آیات کے نازل ہونے کے وقت اگر توراۃ و انجیل آپ کی پیش گوئیاں نہ ہوتیں تو کفار کو آپ کے خلاف شور کرنے کا ایک بڑا موقع میسر آجائے۔ ان کا خاموش رہنا قرآن پاک کی مذکورہ آیات کے سچا ہونے کی اظہار من الشمس دلیل بنتی ہے۔ دلائل المنہجہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی

اکرم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ اتفاق بیمار ہو گیا تو آپ اس کی بیمار پرسی کیلئے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ اس کا باپ اس کے سر ہانے کھڑا ہوا تو رات پڑھ رہا تھا آنحضرت ﷺ نے اس سے کہا کہ اے یہودی میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تو رات نازل فرمائی ہے کہ کیا تو تو رات میں میرے حالات اور صفات اور میرے ظہور کا بیان پاتا ہے؟ اس نے انکار کیا تو بینا بولایا رسول اللہ ﷺ یہ غلط کہتا ہے تو رات میں ہم آپ کا ذکر اور آپ کی صفات پاتے ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اب یہ مسلمان ہے انتقال کے بعد اسکی تجمیر و تدفین مسلمان کریں پاپ کے حوالہ نہ کریں۔ (معارف قرآن ۸۰) تو رات میں ہے یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹوں کو یہ کہہ کر بلوایا کہ تم سب جمع ہو جاؤ تاکہ میں تم کو بتاؤں کہ آخری دنوں میں تم پر کیا کیا گزرے گا۔ اے یعقوب کے بیٹو جمع ہو کر سنو اور اپنے باپ اسرائیل کی طرف کان لگاؤ اور پھر فرمایا یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹنے کی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا جب تک شیوہ نہ آئے اور تو میں اس کی مطیع ہوں گی۔ (پیدائش ۳۹۔ ۱۰، ۲۰، ۱) شیوہ وہی ہوگا جس نے فتح خیبر کے وقت یہودیوں کی حکومت ختم کی اور تمام دنیا کی قومیں اس کی مطیع ہیں، یعقوب بن سفیان باسناد حسن حضرت عائشہ سے راوی ہیں کہ ایک یہودی مکہ میں بغرض تجارت رہتا تھا جس شب میں آپ پیدا ہوئے تو مجلس میں قریش سے یہ دریافت کیا کہ اس شب میں تم میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے، قریش نے کہا ہم کو معلوم نہیں۔ یہودی نے کہا اچھا ذرا تحقیق تو کر کے آؤ آج کی شب میں اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے دونوں شانوں میں ایک علامت ہے (یعنی مہر نبوت) وہ دو درات تک دودھ نہ پئے گا ایک جنمی نے اس کے منہ پر انگلی رکھ دی ہے لوگ فوراً اس مجلس سے اٹھے اور اس کی تحقیق کی معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن عبد المطلب کے لڑکا پیدا ہوا ہے۔ یہودی نے کہا مجھ کو بھی چل

لکھا یہودی نے جب دونوں شانوں کے درمیان علامت (مہر نبوت) دیکھی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو کہا کہ نبوت بنی اسرائیل سے چلی گئی۔ اے قریش والو یہ مولود تم پر ایسا حملہ کرے گا کہ جس کی خبر مشرق سے لیکر مغرب تک پھیل جائے گی (فتح الباری بحوالہ یہ تہ مصطفیٰ ۴۳) اس راویت سے بھی معلوم ہوا کہ شیوہ یہی ہے جس نے نبوت اور حکومت بنی اسرائیل کی ختم کر نی ہے آخری دنوں کے لفظ سے معلوم ہوا کہ وہ نبی آخری ہوگا اس کے بعد نبوت ختم ہو جائے گی تو رات کی مذکورہ پیشین گوئی کے مصداق موسیٰ علیہ السلام بھی نہیں لکھا۔ انہوں نے یہوداہ کی سلطنت ختم نہیں کی بلکہ باقی رکھی اور ان کی نبوت تمام قوموں کے لئے بھی نہیں تھی۔ تو رات میں جا بجا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہیں۔ کاتھولک نیل میں تو رات کا تعارف ہی یہ ہے کہ جس پر عمل کرنے سے اسرائیل قوم خدا کی مہربانیوں سے لائق بن جاتی ہے۔ (اسفار مضہ: ص ۱) بلکہ موسیٰ علیہ السلام تو اپنے بعد بھی کسی کی انتظار میں قوم کو چھوڑ کر جاتے ہیں۔ چنانچہ ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا۔ میں ان کے لئے نئی ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا (استثنا: ۱۸: ۱۸) معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام پر نبوت کو ختم سمجھنا تو رات کے خلاف ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بھی آخری نبی نہیں کیونکہ وہ بھی اپنے بعد ایک آنے والے رسول کی بشارت دے کر گئے۔ واضح ہو کہ انجیل ایک یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہی خوشخبری کے ہیں۔ مسیحی علیہ السلام بھی اپنے بعد آنے والے رسول کی خوشخبری دے کر گئے ہیں اس لئے ان کا نبی بھی آخری نبی ہونے کا نہیں چنانچہ انجیل میں ہے کہ اس وقت سے یسوع نے منادی کرنا یہ کہنا شروع کیا کہ تو بہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔ (متی: ۵: ۱۷) موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بارہ شاگردوں کو بھی یہ حکم دیا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور ماریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بیخیزوں کے پاس

جانا اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہت قریب آچکی ہے۔ (متی ۱۰:۸۵) اور فرمایا کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہوگا کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں تصور وار ٹھہرائے گا۔ (یوحنا ۱۶:۷-۸) معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کسی آنے والے کی خوشخبری دیکر اس کی انتظار میں چھوڑ کر گئے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے آخری نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ دعویٰ ہماری کتاب قرآن پاک میں ہے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ پہلے نبیوں کی مثال موہی پھول کی سی ہے کہ وہ اپنے موسم میں بہار دکھاتا ہے مگر موسم ختم ہوتے ہی وہ بھی ختم ہو جاتا ہے گرمی کا پھول گرمی میں سردی کا سردی میں خوشبودے گا۔ رات کی رانی رات کو مہکتی ہے اور دن کو اس کی مہک ختم ہو جاتی ہے دن کے رجبہ کی بہار دن کو ہوگی رات کو ختم ہو جائے گی۔ مگر ایک پھول سدا بہار ہوتا ہے کہ موسم بدلتے رہیں لیکن اسکی آب و تاب میں فرق نہیں آئے گا۔ ہمارے نبی سدا بہار پھول ہیں اور انکی خوشبو تمام عالم کیلئے ہے۔

﴿وما ارسلناک الا رحمة للعالمین﴾ (انبیاء: ۱۰۷) ”یعنی ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمہ بنا کر بھیجا ہے۔“

﴿وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا﴾ (سبا: ۲۸) ”ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے بشیر، نذیر بنا کر بھیجا ہے۔“

﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَلَ الْفُرْقَانُ عَلٰی عَبْدِہٖ لَیْکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ (الفرقان: ۱) ”بڑی برکت والی ہے وہ ذات جس نے فیصلہ کی کتاب اپنے بندہ پر نازل کی تاکہ وہ تمام جہانوں کیلئے ڈرانے والا ہو جائے۔“

پہلی آسمانی کتابوں میں بعد میں آنے والے کی پیشگوئیاں تھیں مگر اس کتاب میں

﴿یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک﴾ تو ﴿وما انزل من بعدک نہیں۔ معلوم ہو جس ذات والا صفات کے سب منتظر تھے وہ تشریف لا چکی اب ان کے مدد نازل وحی کا دروازہ بند ہو گیا اور قیامت تک بند رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی خاتم النبیین ﷺ کا جہان پہنایا۔ (احزاب: ۴۰)

اور خود بھی فرمایا: انا خاتم النبیین (بخاری ۵۰۱)

کہ میں آخری نبی ہوں۔ نیز فرمایا:

لیس نبی بعدی۔ اور ایک نسخے میں لا نبی بعدی۔ ہے۔

(بخاری ص ۶۳۳ ج ۲)

یعنی میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ قدہ نے ختم نبوت پر دلالت کرنے والی ایک سو آیات اور دو سو سے زائد احادیث جمع کی ہیں اور وجہ سے تمام امت کا فیصلہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے وہ کفر ہے خواہ وہ سیلہ کذاب ہو یا سیلہ پنجاب۔ اس مسئلہ کی اہمیت اس سے واضح ہوتی ہے کہ نبی اقدس ﷺ کے ساتھ مختلف لڑائیوں میں شہید ہونے والے صحابہ کرام کی تعداد ۲۵۹ ہے جبکہ ختم نبوت کے دفاع کیلئے یرامہ کی لڑائی میں سیلہ کذاب کے لشکر کا مقابلہ کرتے ہوئے صحابہ و تابعین کی تعداد (۱۲) سو ہے جن میں سات سو قاری تھے۔ اسد الغابہ میں ہے کہ حضرت حبیب بن زید انصاریؓ کو آنحضرت ﷺ نے سیلہ کذاب کے پاس مہربان کیا اس نے حضرت حبیب سے کہا کہ تم محمد ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو آپ نے فرمایا ہاں، سیلہ نے کہا کہ تم میرے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو آپ نے فرمایا ہاں۔ میں تیری بات نہیں سنتا سیلہ بار بار یہ سوال کرتا رہا اور وہ یہی جواب دیتے رہے اور

سیلہ نے آپ کا ایک ایک عضو کاٹ کر آپ کو شہید کر دیا۔ بہر حال جہاں حضور ﷺ نے

اپنے آخری نبی ہونے کا اعلان فرمایا وہاں بہت سے جھوٹے مدعیان نبوت کی پیشین گوئی فرمائی جو عند اللہ نبی ہونے کی وجہ سے پوری ہوئی۔ بہت سے لوگوں نے مختلف اعتراض کی بنا پر دعویٰ نبوت کیا۔ متحدہ ہندوستان میں انگریزی کے منحوس قدم آنے کے بعد انہوں نے مسلمانوں میں لڑاؤ اور حکومت کر دینے کی پالیسی کو اپنایا اور مذہبی آزادی کا اعلان کر دیا۔ مذہبی آزادی کا مطلب یہ تھا کہ ہر شخص آزاد ہے۔ دعویٰ اسلام کے ساتھ خدا کا انکار بھی کرے تو اس کو حق حاصل ہے، انبیاء علیہم السلام کو گالیاں دے ضروریات دین کا انکار کرے، اسلام کے اولین گواہ صحابہ کرام کو۔ حاذق اللہ کا فر کہے آئمہ مجتہدین کو شیطان اور ان کی اجا کو شرک قرار دے۔ اس کو رکھنے والا کوئی نہیں۔ کیونکہ وہ مذہباً آزاد ہے۔ اس کام کیلئے اس نے بہت سے جعلی پیر، جعلی ائمہ، جعلی نبی، اصلی پیروں، اصلی محدثین اور اصلی نبی کے مقابلہ میں کھڑے کر دیئے۔ ان میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے اوٹ پٹانگ دعووں کے ساتھ اپنے غلطی نبی ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا اور اس غلطیت کو کبھی سیرت صدیقی کی کھڑکی سے تعبیر کر کبھی فنا فی الرسول کا عنوان دیا اور ۱۹۰۱ء میں "ایک غلطی کا ازالہ" کے نام سے ایک اشتہار شائع کیا۔ اور اس میں لکھا کہ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر تازل ہوتی ہے اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صد بار دفعہ۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۳)

نیز لکھتا ہے کہ وہ مکالمات البیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں انہیں سے ایک یہ وحی اللہ ہے:

هو الذی اوسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ۔

اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۳۲)

پھر کہتا ہے! اسی کتاب میں، اس مکالمے کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار۔ رحماء بینہم۔

اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی (ایک غلطی کا ازالہ ص ۴)

مولوی ظفر علی خان نے کہا تھا:

مسلمہ کے جانشین گروہ کونوں سے کم نہیں

کتر کے جیب لے گئے پیغمبری کے نام سے

مگر مرزا صاحب کی کتب کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ: صرف جیب کتر انہیں

صاف۔ وحی چور بھی تھا۔ کہ حضور اقدس ﷺ کی وحی چوری کر کے اپنی طرف منسوب کر لیتا تھا۔

بہر حال مرزا صاحب کا فنانی الرسول ہونے کا دعویٰ کرنا اور یہ کہنا کہ "نبوت کی

تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھل ہے یعنی فنانی الرسول کی۔ پس جو

ممنوع اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وحی نبوت کی چادر پہنائی

جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۵)

اور اس کی مزید یہ وضاحت کرنا کہ اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ

باعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پایا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا

اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمد ہے۔ گو ظلی طور پر۔

(ایک غلطی ص ۶)

اس فنانی الرسول کا نتیجہ یہی نکلا کہ حضور ﷺ کا کس نوعیت مرزا کی زندگی میں

آگیا۔ اب مرزا نے جو بدکرداریاں کی ہیں وہ نوعیت مرزا کا حضور ﷺ کی طرف منسوب ہوں گی،

اس لئے ماننا پڑے گا کہ فنایت والا جو مفہوم مرزا نے ذکر کیا ہے وہ بھی مرزا میں نہیں پایا جاتا۔

کیونکہ مرزا صاحب نے ساری زندگی جھوٹ بولے ہیں اور ہمارے پیغمبر ﷺ کا لقب ہی

الصادق تھا۔ جھوٹ ان کے قریب بھی نہیں آیا۔

مرزا کے چند جھوٹ:

(۱) ضرور تھا قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیش گوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا وہ اس کو کافر قرار دیں گے اور اس کے قتل کیلئے فتوے دیئے جائیں گے اور اس کی سخت توہین کی جائیگی اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔ (اربعین نمبر ۳)

یہ افتراء علی اللہ اور افتراء علی الرسول ہے نہ قرآن میں یہ بات مذکور ہے نہ کسی حدیث میں۔

(۲) یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ تورات کے بعض صحیفوں میں یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں یہ خبر دی ہے اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں۔ (کشتی نوح ص ۹)

(۳) وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی کہ هذا خلیفۃ اللہ المہدی اب سوچو کہ یہ حدیث کس مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہے (شہادت القرآن ص ۴۱)

صحیح بخاری یہ وہ کتاب ہے جس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے۔ (کشتی نوح)

محترم حضرات اور اس جیسے ہزاروں جھوٹ ہیں جو مرزا نے بولے تو کیا مرزا میں محمدی چہرہ انور باللہ منعکس ہوا ہے۔ اس فانی الرسول کے لفظ سے نفوذ باللہ حضور اقدس ﷺ کو بدنام کرنا چاہتا ہے۔ اور کافروں بلکہ مسلمانوں کے سامنے یہ اپنا ٹکس محمدی دکھا کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ان کو متغیر کرنا چاہتا ہے۔ اور سیرت صدیقی کہہ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کو بھی وادار کرنا چاہتا ہے حقیقت یہ ہے کہ سیرت محمدیہ علی صاحبہا

الصلوة والسلام اور سیرت صدیق اور مرزا کی زندگی میں رات اور دن اندھیرے اور ابالے سیاہ اور سفید کی طرح تضاد ہے۔ حضور ﷺ کا نکل یا ٹکس مرزا میں آجائے یہ تو محال ہے البتہ نکل کا معنی سایہ اور تاریکی بھی آتا ہے تو ظلی نبوت کا معنی تاریکی اور اندھیرے میں رکھنے والی نبوت کیا جائے تو درست ہے کیونکہ مرزا اور تمام مرزائی نو ایمان سے کٹ کر کفر کی تاریکی میں گر چکے ہیں۔

ہاں البتہ نکل بمعنی ٹکس پر لطیفہ یاد آیا کہ مشہور ہے کہ: ایک کتے کے منہ روٹی کا ٹکڑا تھا پانی میں اس نے اپنا ٹکس دیکھا اور سمجھا کہ یہ کوئی اور کتا ہے اس لالچ میں کہ اس کے منہ کا ٹکڑا اس سے چھین لوں پانی چلا گیا کہ وہی نتیجہ یہ نکلا کہ جو ٹکڑا پہلے منہ میں تھا وہ بھی گر گیا اسی طرح مرزا نے ٹکس رسالت کے پیچھے چلا گیا لگا کر اپنا پہلا ایمان بھی گنوا دیا۔

اللہ تعالیٰ تمام امت محمدیہ کو ایسے گمراہ کن دجال اور کذاب لوگوں سے بچنے اور اپنے ایمان کو محفوظ رکھنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ (آمین یا ارحم الراحمین)



بٹکر یہ مابینہ "ملیہ" فیصل آباد

اُونی، نائیلونی اور سوتی جرابوں پر مسح کا حکم

اہمیت نماز:..... برادرانِ اسلام! جن چیزوں پر اسلام کی بنیاد ہے ان میں کلمہ کے بعد اہم چیز نماز ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ (عنکبوت: ۴۵) حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کا ذکر ہوا کہ وہ رات کو نماز پڑھتا ہے اور صبح کو چوری کرتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جس نماز کا ذکر کرتا ہے وہ غنقریب اس کو (چوری سے) روک دے گی۔ (ابن کثیر فی التفسیر، صفحہ ۳۲۷، جلد ۵) نیز حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے۔ حضرت علیؓ سے بھی یہی الفاظ منقول ہیں۔ (کنز العمال، صفحہ ۱۱۵، جلد ۷) حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اور کفر کے درمیان نماز کا ترک کرنا ہے۔ (کنز العمال، صفحہ ۱۳۳، جلد ۷) یعنی نماز کا ترک بالآخر انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے نماز کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں اور بے وضو کی نماز نہیں ہے۔ (مسند بزار، بحوالہ کنز العمال، صفحہ ۱۳۳، جلد ۷) مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ نماز دین کا ایک اہم رکن ہے، اس کا تارک ہر قسم کے گناہ میں مبتلا ہوتا ہے حتیٰ کہ کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور نماز کی پابندی تمام گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

اہمیت وضو:..... نماز کے لئے طہارۃ شرط ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً

منقول ہے کہ تم میں سے کسی کی نماز قبول نہیں ہوتی جبکہ بے وضو ہو جائے یہاں تک کہ وضو کرے۔ (مسلم، بحوالہ کنز العمال، صفحہ ۱۲۵، جلد ۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کی جاتی۔ اس روایت کو ابو عوانہ نے حضرت ابو بکرؓ سے، طبرانی نے حضرت ابن مسعودؓ سے، مسند احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان نے والد ابو یوسف سے، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت عمرؓ اور ابن ماجہ نے حضرت انسؓ اور ابو بکرہ رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے۔ (کنز العمال) ان روایات سے معلوم ہوا کہ اگر وضو درست نہ ہو تو نماز نہیں ہوگی۔

فرائض وضو:..... قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے وضو میں پاؤں کے دھونے کا حکم دیا ہے اور اہل سنت کا اسی پر اجماع ہے۔ احادیث میں بھی پاؤں کے دھونے پر سختی کی گئی۔ چند روایات نقل کی جاتی ہیں۔

- (۱) حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک آدمی وضو کرے آیا، اس کے پاؤں کی پشت پر انگوٹھے کے ناخن کی مثل ایسی جگہ تھی جس کو پانی نہیں پہنچا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ واپس جا کر اپنا وضو کامل کر تو اس نے وضو کامل کیا۔ (کنز العمال، صفحہ ۱۸۵، جلد ۹)
- (۲) حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے نماز کے لئے وضو کیا اور اپنے پاؤں کی پشت پر ایک ناخن کی جگہ چھوڑ دی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واپس جا کر اچھی طرح وضو کر، وہ لوٹ گیا، پھر وضو کر کے اس نے نماز پڑھی۔ (کنز العمال، صفحہ ۱۸۵، جلد ۹)

- (۳) ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک آدمی کو اس حالت میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس کے پاؤں سے ناخن کی مقدار جگہ (وضو میں) چھوٹی ہوئی تھی، تو حضرت عمرؓ نے اس کو وضو اور نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ (مسند عبد الرزاق)

(۴) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر۔ (مسند احمد و ترمذی)

وضو کو کامل کرنے، اعضا و عضو تک مبالغہ کے ساتھ پانی پہنچانے اور غفلت کی وجہ سے اعضا و عضو میں سے کسی جگہ کے خشک رہ جانے پر عذاب کا ہوتا متدرجہ بالا روایات کے علاوہ درج ذیل احادیث سے ثابت ہے۔

لقیط بن صبرہؓ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۱۱، جلد ۱)، ابن مسعودؓ (صفحہ ۱۲، جلد ۱)، حسن بصریؓ (صفحہ ۱۲)، ابوبکر العدنیؓ (صفحہ ۱۲)، ابوسلمہؓ (صفحہ ۲۶)، حضرت جابرؓ (صفحہ ۲۶)، عبد اللہ بن عمرؓ، ابو ہریرہؓ، عبد الرحمن بن ثابتؓ (صفحہ ۲۶)، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عمرؓ، ابوالحکمؓ (صفحہ ۱۹) "تکرمہ، عروہ، ربيع" (صفحہ ۲۰)

ان اور ان جیسی بہت سی روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اصل پاؤں میں دھونا ہے، البتہ موزوں پر مسح متواتر روایات سے ثابت ہے اس لئے موزوں والی حالت اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ ابن منذرؒ عبد اللہ بن مبارک سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ مسح علی الخفین کے بارہ میں صحابہ سے کوئی اختلاف منقول نہیں کیونکہ جس کسی صحابی سے مسح کا انکار منقول ہے اس سے اس کا اثبات بھی روایت کیا گیا ہے۔ (فتح الباری، صفحہ ۴۰۴، جلد ۱)

نیز ابن حجرؒ نقل فرماتے ہیں کہ حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ موزوں پر مسح متواتر ہے اور بعض حفاظ حدیث نے موزوں پر مسح کے راویوں کو جمع کیا تو ان کی تعداد اسی سے تجاوز کر گئی جن میں عشرہ مبشرہ، صحابہ کرامؓ بھی ہیں اور ابن ابی شیبہ وغیرہ کتب میں حضرت حسن بصریؓ کا یہ فرمان منقول ہے کہ مجھ سے ستر صحابہ کرامؓ نے موزوں پر مسح کی روایت بیان کی ہیں۔ (فتح الباری، صفحہ ۴۰۴، جلد ۱) در مختار میں تحفۃ المستقباء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ موزوں پر مسح کا ثبوت اجماع بلکہ تواتر کے ساتھ ہے، اس کے راوی آسی (۸۰) سے زائد ہیں جن میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ (الدر المختار مع الشامیہ، صفحہ ۱۲۶۵، جلد ۲۶۶) ابو

ابو محمد بن عبد الرحمن الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ سفر میں موزوں پر مسح اجماع مسلمین سے جائز ہے۔ اس کے جواز کے منکر خوارج ہیں۔ (رحمۃ الامۃ، صفحہ ۲۱) ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ فرماتے ہیں کہ موزوں پر مطلقاً مسح کا جائز ہونا قول مشہور ہے اور جمہور فقہاء امصار کا یہی قول ہے۔ (بدایۃ المجتہد، صفحہ ۱۳، جلد ۱) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ موزوں پر مسح ایسی سنت سے ثابت ہے جو قریب ہے کہ متواتر ہو۔ (شرح فقہ اکبر، صفحہ ۹۰) علامہ کرمیؒ فرماتے تھے کہ موزوں پر مسح کے منکر پر مجھے کفر کا خوف ہے کیونکہ اس کے بارہ میں آثار چیز تواتر میں ہیں۔ (معلیٰ کبیر، صفحہ ۱۰۴) بہر حال موزوں کے بغیر پاؤں کے دھونے کا حکم ہے، البتہ جو موزے حکم میں جرابیں ہیں یعنی پورا چمڑا چڑھا ہوا یا عربی جوتے کے برابر چمڑا ہوا ہو تو وہ موزہ حکم میں ہیں۔ بعض حضرات نے ایسی جرابیں جو اپنے موناپے کی وجہ سے پنڈلی پر ٹھہری ہوں اور ان میں فوراً پانی نہ داخل ہو اور تین میل بغیر جوتا کے چلنے سے نہ پھینک ان تین شرطوں کی وجہ سے اس کو حکماً موزہ ہی قرار دے کر ان پر مسح کو جائز قرار دیا ہے۔ زمانہ حال کی عام قی، ادنی، نامیلون کی جرابوں پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایسی ایسی پتلی ہوں کہ ان میں پانی فوراً نفوذ کر جاتا ہے تو ان پر بالا اجماع مسح جائز نہیں۔ (بدائع الصراح، صفحہ ۱۰، جلد ۱) ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن دمشقی شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز نہیں مگر یہ کہ مجلد ہوں۔ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ رحمہم اللہ کے نزدیک اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جب اتنی موٹی ہوں کہ پاؤں پر پاتی فوراً نہ جائے تو مسح جائز ہے۔ (رحمۃ الامۃ، صفحہ ۲۲) شیخ حامد مرزا فقہ علی المذاہب الاربعہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ جراب پر مسح کے جواز کی شرائط ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ ہیں کہ وہ ایسی موٹی ہو کہ بغیر کسی روکنے والی چیز کے خود پنڈلی پر ٹھہری ہوں۔ وہ باریک جراب جو خود پنڈلی پر نہ ٹھہرے اس پر مسح جائز نہیں ہے۔ (المسائل التسع شائع کردہ مکتبۃ الایمان مدینہ منورہ، صفحہ ۲۱)

نوٹ:..... یہ رسالہ ۱۴۰۵ھ میں مدینہ منورہ سے شائع ہوا ہے جس میں جرابوں

کے مسؤ کے علاؤہ رفء یدین ، ٹائف کے نیچے ہاتھ بانءھنا جسے کے قبل سنؤوں ۱۰ اءان وغیرہ عباداء ٲر اءرت صفوں کو سیدھا کرنا تسبیح ہاتھ میں رکھنا وغیرہ نو مسائل ٲر فقء حنفی کے مطابق سیر حاصل بؤٹ کی گئی ہے۔ بہر حال دو ٲر حاضر کی سؤنی ، آؤنی ، ٹیکلون کی جرابوں ٲر بالاء اتفاق مسؤ جائز نہیں ، ان ٲر مسؤ کرنے والے کا وضوء نہیں ہوگا اور ایسے امام کے پیچھے نماز بھی نہیں ہوگی۔ ایسی تمام نمازیں جو ان جرابوں ٲر مسؤ کر کے ٲڑھی گئی ہیں یا ایسے امام کے پیچھے ٲڑھی گئی ہو جس نے جرابوں ٲر مسؤ کر کے نماز ٲڑھائی ہو ان کا لوٹنا ضروری ہے۔

ہمارے برصغیر میں لاء ہیء کی تحریک کے بعد بھی عرصہ دراز تک یہ مسئلہ اتفاقی رہا کہ ان جرابوں ٲر مسؤ جائز نہیں۔ حضرت شادولی اللہ صاحب محدث دہلوی سے قبل تو سوال ہی ٲیدا نہیں ہوتا کہ ان جرابوں ٲر مسؤ کے مسئلہ ٲر عمل ہوتا کیونکہ یہاں ہمیشہ فقء حنفی کے مفتی ٲر قول ٲر عمل ہوتا رہا ہے۔ اس حقیقت کو علامہ احسان الہی صاحب ظہیر نے بھی تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ شادولی اللہ کی تحریک سے قبل تو لوگ اپنے مسائل کے حل کے لئے فقء سے سر موٹواؤ نہ کرتے تھے۔ (فتاویٰ علماء حدیث ، صلیء ۸ ، جلد ۱)

حضرت شادولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ کے بعد بھی لاء ہیء کی تحریک نے اس مسئلہ کو نہیں ٹھیکڑا ، کیونکہ اس تحریک لاء ہیء کا سب سے ٲہلا فتویٰ فتاویٰ نذیریہ اور آخری فتاویٰ ثنائیہ تھا ، جیسا کہ علامہ احسان الہی صاحب بھی اس حقیقت کو ان الفاظ میں تسلیم کرتے ہیں : "اس سلسلہ کا ٲہلا مجموعہ فتاویٰ نذیریہ تھا جو شاکل حضرت مولنا سید نذیر حسین محدث دہلوی کے فتاویٰ یا ان کی تصدیقات ٲر مشتمل تھا اور آخری مجموعہ فتاویٰ ثنائیہ تھا جو شیخ الاسلام مولنا ثناء اللہ امرتسری کے فتاویٰ اور مولنا شرف الدین کی تعلیقات ٲر مشتمل ہے۔"

(فتاویٰ علماء حدیث ، صلیء ۸ ، جلد ۱)

اس مسئلہ کا وجود ٲہلے فتاویٰ میں نہیں بلکہ ٲہلے تمام اکابرین غیر مقلد جمہور ائمہ کی

ان جرابوں ٲر مسؤ کی تردید کرتے تھے۔ البتہ آخری مجموعہ فتاویٰ میں مولوی ثناء اللہ ٲر فتویٰ ۱۹۳۸ء نے ۲۴ / اکتوبر ۱۹۳۰ء کو ان جرابوں ٲر مسؤ کے جواز کا فتاویٰ دیا جس کی حاشیہ ٲر مولوی شرف الدین غیر مقلد نے کردی۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ جرابوں ٲر مسؤ نے کا مسئلہ معرکہ الآراء ہے۔ مولنا (ثناء اللہ) نے جو لکھا ہے یہ بعض ائمہ امام شوافع ٲر ہر کا مسلک ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بھی یہی مسلک ہے ، مگر یہ مسلک صحیح نہیں ، اس کے دلیل صحیح نہیں ہے۔ استدلال حدیث جامع ترمذی سے کیا جاتا ہے جو یہ ہے :

عن المغيرة بن شعبه قال تروضا النبي صلى الله عليه وسلم ومسح على الجوربين والنعلين قال ابو عيسى هذا حديث حسن صحيح انتهي اخرجہ ايضا ابو داؤد و ابن ماجه و احمد وغيره وان حسن وصححه البرمذی لكنه ضعفه المحدث الكبير عبدالرحمن بن مهدي وابوداؤد و شرح البخاری علی بن المدینی وغيرهم وقالو الرواية عن المغيرة المسح على الخفين لا الجوربين وفي الباب عن ابي موسى وغيره ولا يثبت شي منها كما في المطولات اور نیز یہ کہ حدیث مذکورہ بلفظ مسح علی الجوربین والنعلین ہے اور دہمینی مع ہے۔ یعنی جوربین کے ساتھ نعلین ٲر ، دونوں ٲر مسؤ کیا نہ کہ صرف جوربین ٲر ، لہذا نہ جوربین ٲر مسؤ کا استدلال اس حدیث سے ثابت نہ ہوا اور نہ صرف نعلین ٲر بھی مسؤ کرنا ام ہوگا : واللازم باطل فالملزوم مثله نیز نیل الاوطار میں بحوالہ قاموس وغیرہ اب کا معنی خف کبیر لکھا ہے اور خف چرمی ہوتا ہے اور اگر جورب سؤنی ، آؤنی بھی تسلیم کیا جائے کہ ہوتی تھی یا ہوتی ہے تو ٲھر اس چیز کا ثبوت ہونا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جورب ٲر مسؤ کیا تھا وہ کس قسم کی تھی ؟ ولم یثبت عنه و اذا جاء الاحتمال حل الاستدلال باں چند صحابہ رضوان اللہ علیہم سے مسح علی الجوربین ثابت ہے تو اس کا وہاب یہ ہے کہ یہ ایسا نہیں کہ اس میں اجتہاد کو دخل نہ ہوتا لکنما حدیث مرفوع ثابت ہو۔ اس

میں اجتہاد کو بھی دخل ہے اور علت منصوصہ نہیں جس سے استدلال صحیح ثابت ہو، پھر صحابہؓ سے علت بھی منقول نہیں کہ کیا ہے.....؟ نہ ہی روایت صاحب دینی سے۔ نیز پھر یہ بھی ثابت نہیں کہ صحابہؓ نے صرف جو زمین پر مسح کیا یا مع النعلین پر بلکہ بعض صحابہؓ سے جو زمین کے ساتھ ہی نعلین پر ثابت ہے، جیسے حضرت علیؓ اور براء ابن عازبؓ اور ابو مسعود انصاریؓ کے جو رب کی تعین بھی ثابت نہیں کہ کس قسم کی تھیں، چڑی یا غیر چڑی پھر یہ مسئلہ نہ قرآن سے ثابت ہو اور حدیث مرفوع صحیح سے نہ اجماع نہ قیاس صحیح سے نہ چند صحابہؓ کے فعل اور اس کے دلائل سے اور غسل رجليں نص قرآنی سے ثابت ہے، لہذا خف چڑی (جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے) کے سوا جو رب پر مسح ثابت نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۴۳۱، ۴۳۲، جلد ۱)

جرابوں پر مسح غیر مقلد علماء کی نظر میں:

فتاویٰ نذیریہ میں عبدالرحمن مبارک پوری کا فتویٰ مصدقہ میاں نذیر حسین صاحب یہ ہے کہ مذکورہ (اُونی، سوتی) جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۹۲، جلد ۱) مولانا عبد الجبار صاحب غزنوی فرماتے ہیں جرابوں پر مسح کرنا حدیث صحیح سے ثابت نہیں۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۹۹، جلد ۱) مولوی علی محمد سعیدی مرتب فتاویٰ علمائے حدیث لکھتے ہیں، صحیح مسلک یہ ہے کہ رقیق جراب پر مسح کرنے سے احتیاط کرنی چاہئے جیسا کہ مولانا عبید اللہ مبارک پوری نے مرعاۃ شرح مشکوٰۃ میں طول طویل بحث کے بعد فیصلہ احتیاط پر کیا ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۱۰۰، جلد ۱) شیخ حسین بن محسن انصاری فرماتے ہیں، حاصل یہ کہ ثقہ حفاظ اثبات کی متواتر صحیح احادیث ایسے حفاظ جن پر نقد رجال میں اعتماد کیا جاتا ہے ان کی صحیح احادیث میں جرابوں اور جوتیوں پر مسح کا ذکر نہیں، ان میں صرف موزوں پر مسح کا ذکر ہے تو جرابوں اور جوتیوں پر مسح کی روایت شاذ ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۱۱۶، جلد ۱) مولوی عبدالستار دحلوی اور مولوی محمد گوندلوی کے شاگرد اور علامہ احسان الہی ظہیر کے استاد مولوی ابوالبرکات

غیر مقلد فرماتے ہیں، کہ جرابوں پر مسح کرنے کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے نہ علماء نے جرابوں پر مسح کرنے کو موزوں پر مسح کے ساتھ قیاس کیا ہے۔ (فتاویٰ برکاتیہ، صفحہ ۱۸) نیز فرماتے ہیں: "... احتیاطاً علماء نے جرابیں مونئی ہونے کی شرط لگائی ہے، یعنی صاحب عون المعبود اور تحفۃ الاحوذی وغیرہ کے معنفین نے نیز امام احمدؒ سے بھی جرابیں مونئی ہونے کی شرط مروی ہے، امام ابو حنیفہؒ جرابوں پر مسح کے قائل نہیں ہیں لیکن ان کے شاگرد رشید امام محمدؒ نے جرابوں پر مسح کو جائز قرار دیا ہے، لیکن اس وقت جبکہ وہ مونئی ہوں۔"

(فتاویٰ برکاتیہ، صفحہ ۱۸)

پھر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں: "... اقرب الی الصواب یہی ہے کہ مونئی جرابوں پر مسح کیا جائے۔" (فتاویٰ برکاتیہ، صفحہ ۱۸) مولانا نے مسح والی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، لہذا قیاس کو صحیح قرار دیا ہے اور حدیث کو اس کا موید قرار دیا ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ: "... امام ابن تیمیہ جرابوں کے مونئا ہونے کو اہمیت نہیں دیتے اور نہ شرط ہی لگاتے ہیں۔" (فتاویٰ برکاتیہ، صفحہ ۱۸) مولوی عبید اللہ مبارک پوری غیر مقلد فرماتے ہیں کہ: "... میرے نزدیک رائج یہ ہے کہ جرابیں جب ایسی مونئی ہوں کہ بغیر (رہڑ یا دھاگے وغیرہ سے ناقل) نہ ہنسنے کے پنڈلی پر ٹھہری رہیں اور ان میں (مسل) چلنا ممکن ہو تو ان پر مسح جائز ہے۔ ورنہ وہ موزوں کے حکم میں ہیں اور اگر ایسے نہ ہوں تو ان پر میرے نزدیک مسح کے جائز ہونے میں تاہل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے کہ شک والی چیز کو چھو کر اس چیز کو اختیار کر جس میں شک نہ ہو۔" (مرعاۃ المفاتیح، صفحہ ۵۸۲، جلد ۱) غیر مقلدین کے شیخ انکل فی انکل میاں نذیر حسین صاحب اس سوال کے جواب میں کہ مروجہ اُونی اور سوتی جرابیں جو مونئی نہ ہوں اور متعل بھی نہ ہوں ان پر مسح جائز ہے یا نہیں، جبکہ اس کی حدیث ضعیف ہے اور ائمہ کرام نے ترمذی کی تصحیح کو قبول نہیں کیا، آیا ان جرابوں کو موزوں پر مسح پاؤں کے ساتھ اور دفع حرج کی علت کی بنا پر قیاس کرنا درست ہے یا مونئی ہونے اور

عدم اخذ ماہ کی قید بھی بڑھانا ضروری ہے جیسا کہ ائمہ نے یہ قید لگائی ہے۔ مفصل فتویٰ صادر فرماتے ہیں جس کے چند اہم مقامات کا ترجمہ ہم ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مذکورہ جرائد پر مسیح جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے جواز پر کوئی صحیح دلیل قائم نہیں ہے اور وہ تمام مستدلات جن سے قائلین جواز استدلال کرتے ہیں ان میں ظاہری خدشات ہیں اور ان کے مستدلات قہر ہیں۔ (۱) حدیث مرفوعہ (۲) افعال صحابہ (۳) قیاس حدیث مرفوعہ تو وہی ہے جس کو ترمذی وغیرہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے استدلال میں یہ خدشہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس سے استدلال جائز نہیں ہے۔ امام ابو داؤد نے اس کو روایت کرنے کے بعد فرمایا کہ عبدالرحمن بن مہدی اس حدیث کو اس لئے بیان نہیں کرتے تھے کہ مغیرہ بن شعبہ کی معروف روایت موزوں پر مسیح کی ہے اور یہ جرائد پر مسیح حضرت ابو موسیٰ اشعرئی سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جرائد پر مسیح کیا اور یہ روایت نہ متصل ہے نہ قوی (انتہی)۔

امام بیہقی نے اپنی سنن میں فرمایا کہ ابو محمد یحییٰ بن منصور نے فرمایا کہ: "میں نے مسلم بن حجاج کو دیکھا کہ وہ اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے تھے اور فرمایا کہ (اس روایت کے راوی ناقل) ابوقیس اودی بذیل بن شریحیل اس جراب کے لفظ کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے، خصوصاً ان کے ان جلیل القدر محدثین کی مخالفت کے ساتھ جنہوں نے اس حدیث کو حضرت مغیرہ سے موزوں پر مسیح کا لفظ نقل کیا ہے اور فرمایا کہ ظاہر قرآنی کو ابوقیس اور بذیل جیسے لوگوں کی وجہ سے نہیں چھوڑا جائے گا۔" یحییٰ بن منصور فرماتے ہیں کہ: "میں نے امام مسلم کی اس حکایت کو ابو العباس محمد بن عبدالرحمن الدغولی سے بیان کیا تو میں نے ان کو سنا فرماتے تھے کہ میں نے علی بن عمر بن شیبان سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے ابوقد امہ سرخی کو سنا وہ فرماتے تھے کہ عبدالرحمن بن مہدی نے کہا کہ میں نے سفیان ثوری سے کہا کہ اگر تو مجھ سے ابوقیس کی حدیث بذیل سے بیان کرے تو میں اس کو تجھ سے قبول نہیں کروں گا تو سفیان نے

لہذا یہ حدیث ضعیف ہے، پھر امام بیہقی نے امام احمد بن حنبل سے اپنی سند سے یہ بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث صرف ابوقیس اودی سے نقل کی جاتی ہے اور عبدالرحمن بن مہدی اس حدیث کی روایت کرنے پر انکار کرتے تھے اور انہوں نے اس کو منکر قرار دیا اور بیہقی نے علی بن المدینی سے سند کے ساتھ ذکر کیا کہ مسیح کے بارہ میں مغیرہ بن شعبہ کی روایت کو حضرت مغیرہ سے اہل مدینہ اور اہل کوفہ اور اہل بصرہ نے روایت کیا ہے اور بذیل بن شریحیل نے حضرت مغیرہ سے اس روایت کو نقل کیا، مگر اس نے جرائد پر مسیح کا ذکر کیا۔ پس اس نے تمام لوگوں کی مخالفت کی اور بیہقی نے یحییٰ بن معین سے بھی سند سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ سب لوگ اس روایت کو موزوں کے لفظ سے ذکر کرتے ہیں، سوائے ابوقیس کے اور بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں فرمایا کہ جو رہین اور نعلین پر مسیح کو ابوقیس اودی نے بذیل بن شریحیل سے، انہوں نے حضرت مغیرہ سے نقل کیا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جورین اور نعلین پر مسیح کیا اور یہ حدیث منکر ہے، اس کو سفیان ثوری، عبدالرحمن بن مہدی، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین علی بن مدینی اور مسلم بن حجاج نے ضعیف قرار دیا ہے اور حضرت مغیرہ سے معروف موزوں پر مسیح کی روایت ہے۔ (فتاویٰ ندویہ، صفحہ ۱۹۳، ۱۹۴، جلد ۱)

اس کے بعد میاں صاحب ابن دقیق العید کے قول کہ: "ابوقیس کی روایت دوسری روایات کے معارض نہیں بلکہ اس نے ایک امر زائد کا ذکر کیا ہے جو دوسرے راویوں نے نہیں کیا۔" کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ماقبل سے تیرے لئے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ مسیح کے بارہ میں مغیرہ بن شعبہ کی حدیث کو نقل کرنے والے تمام اہل مدینہ و اہل کوفہ اور اہل بصرہ ان الفاظ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں موزوں پر مسیح کیا سوائے بذیل بن شریحیل کے کہ جس نے جو رہین اور نعلین کے الفاظ ذکر کئے ہیں تو اس نے تمام راویوں کی مخالفت کی ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس کی یہ روایت باقی راویوں کی روایت کے معارض اور منافی ہے کیونکہ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا

ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بین اور اعلین پر مسیح کیا نہ (کہ) موزوں پر اور باقی راویوں کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسیح کیا نہ جو بین اور اعلین پر تو ابن دقیق العید کا یہ قول کیسے درست ہوگا کہ اس کی روایت جمہور کی روایت سے معارض و مخالف نہیں اور ابن دقیق العید کا یہ قول کہ یہ جمہور کی روایت کے معارض نہیں بلکہ یہ ان کی روایت پر زیادتی ہے تو یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ جمہور کی روایت میں موزوں پر مسیح کا ذکر اور ہذیل نے اس لفظ (مسح علی الخنین) پر لفظ جو بین والعلین زائد نہیں کیا اس کو اچھی طرح سمجھو۔ علاوہ اس بات کے کہ ہذیل بن شریحیل کی روایت کو ضعیف قرار دینے پر سفیان ثوری، عبد الرحمن بن مہدی، ابن معین، احمد بن حنبل، ابن مدینی، مسلم، ابوداؤد، اور نسائی جیسے لوگ متفق ہیں تو ان جلیل القدر محدثین کے اتفاق کے بعد ابن دقیق العید کا قول کچھ نفع مند نہیں۔ بہر حال ترمذی کا اس حدیث کو حسن صحیح کہنا تو نووی نے بقول صاحب فتح القدر فرمایا کہ ان جلیل القدر محدثین میں سے ہر ایک اگر اکیلا ہوتا تو امام ترمذی پر مقدم تھا (چہ جائیکہ یہ سب اس کی تضعیف پر متفق ہیں) باوجود اس بات کے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ، صفحہ ۱۹۲، جلد ۱) اس کے بعد میاں صاحب یہ احتمال نقل کر کے کہ جو رب کا معنی موزہ بھی ہے جیسا کہ شوکانی، امیر میانی اور طبری کے اقوال سے ثابت ہے، فرماتے ہیں کہ ہمارا مقصود بھی یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں پر مسیح نہیں کیا، پھر فرماتے ہیں کہ حاصل یہ ہے کہ جہاں پر مسیح کے بارہ میں حدیث مرفوعہ صحیح نہیں ہے تو جہاں پر مسیح جائز قرار دینے والوں کا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ (مخلص فتاویٰ نذیریہ، صفحہ ۱۹۵، جلد ۱) پھر میاں صاحب نے علامہ طبری اور خطابی کی یہ توجیہ نقل فرمائی ہے کہ یہ مسیح منعل جہاں پر تھا کیونکہ اگر صرف جہاں پر چلیں اور چلیں پر علیحدہ علیحدہ مسح ثابت ہوتا تو لازم آتا کہ صرف چلیوں پر بھی مسح جائز ہوتا حالانکہ صرف چلی پر مسح کے یہ لوگ بھی قائل نہیں جو صرف جہاں پر مسح کے جواز کے قائل ہیں۔

اس کے بعد میاں صاحب نے یہ احتمال بھی ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قسم کی جہاں پر مسیح فرمایا اور کسی خاص قسم کی تعیین کی، اس لئے ضرورت ہے کہ یہ حدیث فعلی ہے اور اس میں عموم نہیں کہ ہر قسم اس میں داخل ہو، اگر یہ حدیث قبولی ہوتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں پر مسح کا حکم دیا ہوتا تو عموم مراد ہو سکتا تھا، تو اس صورت میں مجلد جہاں مراد ہوگی جو موزہ کے حکم میں ہے اور اس پر یقیناً مسح جائز ہے کیونکہ جو موزہ کے حکم میں نہیں اس پر مسح پر دل مطمئن نہیں اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ: "شک والی بات کو چھوڑ کر یقینی بات کو اختیار کرو۔"

اس کے بعد آثارِ صحابہ کرام کا جواب دیتے ہوئے میاں صاحب فرماتے ہیں کہ ان افعالِ صحابہ میں اجتہاد کی گنجائش ہے (تو یہ حکم مرفوع نہیں ہوں گے) لہذا قائل استدلال نہیں ہیں۔ پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ صحابہ کرام نے کس قسم کی جہاں پر مسح کیا تھا، یہ نکتہ راویوں نے یہ تو بیان کیا ہے کہ (بعض) صحابہ کرام نے جہاں پر مسح کیا ہے اور اکثر راویوں میں یہ وضاحت نہیں کہ وہ جہاں کیسی تھیں اور یہ اصول معلوم ہے کہ فعل مثبت میں عموم نہیں ہوتا اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ صحابہ کرام ہر قسم کی جہاں پر مسح کے قائل تھے یا بعض قسموں پر قائل تھے اور بعض پر قائل نہیں تھے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ مسح جو بین مع العلین پر فرمایا صرف جو بین پر۔ حضرت ابوسعود انصاری، حضرت علی اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو بین مع العلین پر مسح تھا۔ (تو یہ مسح محل نزاع سے خارج ہے) اور اس کے ساتھ فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ جہاں کو موزوں پر قیاس کرتے ہیں تو یہ بھی غلطی ہے کیونکہ قیاس کی علت یہاں منصوص نہیں تو موزوں پر مسح کی علت یقیناً معلوم نہیں ہوگی کہ کیا ہے اور قیاس علت غیر منصوصہ سے محض ظنی ہوگا تو اس جیسے قیاس سے قرآن اور حدیث متواتر سے ثابت ہونے والا پاؤں کو دھونے والا حکم کیسے چھوڑا جائے گا۔ پھر فرماتے ہیں، حاصل یہ کہ سوال میں ذکر کی گئی مردہ جہاں پر مسح کے جواز کی دلیل نہ کتاب

اللہ سے، نہ شفیق رسول اللہ سے اور نہ اجماع سے اور نہ ہی قیاس صحیح سے ثابت ہے، جیسا کہ تجھے معلوم ہو چکا اور کتاب اللہ سے پاؤں کا دھونا ثابت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسیح کی رخصت دی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جرائدوں پر مسیح کی رخصت ثابت نہیں تو ان جرائدوں پر مسیح کیسے جائز ہوگا۔ (مختصر فتاویٰ نذیریہ، صفحہ ۱۹۵ تا ۱۹۷)

نوٹ:.....

یہ فتویٰ عبدالرحمن مبارکپوری کا تحریر کردہ اور میاں خدیر حسین صاحب کا مصدقہ ہے۔ ان اکابرین غیر مقلدین کے فتاویٰ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آج کل کے غیر مقلدین مروجہ جرائدوں پر مسیح کر کے صرف قرآن و سنت کے منکر نہیں بلکہ اپنے اکابر کے مسلک سے بھی غداری کر رہے ہیں اور ان کے پاس دلیل صرف قیاس غیر صحیح ہے۔ اب افسوس یہ ہے کہ جو لوگ دن رات قیاس کی تردید کرتے ہیں اور دوام کو یہ ذہن دے رہے ہیں کہ مقلدین ائمہ کے قیاس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور ہم صرف قرآن و سنت کو مانتے ہیں تو یہ بات واضح ہوگئی کہ زبان پر ہی قرآن و حدیث کے الفاظ ہیں اور وہ بھی صرف عوام کو دھوکا دینے کے لئے ورنہ یہ بات مسلم ہے کہ اگر دعویٰ خاص ہو تو دلیل بھی خاص ہونی چاہئے۔ جب اختلاف باریک جرائدوں میں ہے تو باریک کالفظ کسی روایت میں نہ ملے تو دعویٰ ثابت نہیں ہوتا اور یہ بات بہت سے مقامات پر یہ حضرات بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً ذوالعابد الجنازہ کے قائلین ذوالعابد کے بارے میں جتنی غمن آیات و احادیث ہیں ان سے اپنے مدعا پر استدلال کرتے ہیں مگر غیر مقلدین بھی اس کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ دعویٰ خاص کے لئے دلیل خاص ہونی چاہئے۔ دلیل عام اس جگہ کام نہیں دے گی، اسی طرح اذان سے قبل درود کے اثبات میں اہل بدعت تمام درود و پاک کے متعلق آیات و احادیث دلائل میں تحریر کر دیتے ہیں جن میں اذان کا کہیں نام و نشان نہیں ہوتا، مگر تمام غیر مقلدین اس عام استدلال کو جائز قرار نہیں دیتے۔

اسی طرح قبر پر اذان کا جواز دعویٰ خاص ہے جب تک دلیل خاص نہیں ہوگی اس وقت تک عمومی فضائل اذان کی روایات غیر مقلدین زمانہ کے نزدیک بھی قابل استدلال

نہیں ہوگی، اگر کوئی نماز جنازہ اور عیدین کی نماز سے قبل عمومی فضائل اذان کی روایت پیش کر کے ان مقامات میں اذان کے جواز کا دعویٰ کر دے تو بالاقطاع یہ استدلال مردود ہوگا، بالکل اسی طرح مطلق جو رب کے لفظ سے دور حاضر کی باریک جرائدوں پر استدلال قطعاً درست نہیں ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ:..... دور حاضر کی رقیق جرائدوں کو مطلق جو زمین کے مفہوم میں نہ

اللہ تعالیٰ نے داخل کیا، نہ اللہ کے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے، نہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے، نہ ان کے شاگرد ہذیل بن شرحبیلؓ نے، نہ ان کے شاگرد ابوقیسؓ نے، نہ ان کے شاگرد سفیانؓ نے، نہ ان کے شاگرد وکیعؓ نے، نہ ان کے شاگرد محمود بن غیلانؓ اور قتادہؓ نے، نہ ان کے شاگرد رشید امام ترمذیؒ نے، بلکہ امام ترمذیؒ نے ترمذی شریفؒ میں شعبین (مونی) کی قید ذکر کر کے باریک جرائدوں کی تردید فرمادی۔ چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اہل حق اس حدیث کے موافق فرماتے ہیں کہ جرائد جب مونی ہوں تو ان پر مسیح کیا جائے گا اگرچہ وہ مجلد یا مطبع نہ ہوں تو مونی کی قید سے انہوں نے بھی موجودہ جرائدوں کو اس حکم سے نکال دیا۔

اسی طرح جتنے صحابہ کرامؓ کے نام اس سلسلہ میں ذکر کئے جاتے ہیں ان میں سے کسی نے بھی دقیق جرائدوں کو ان میں داخل نہیں کیا۔ چودہ سو سال کے عرصہ میں آٹھویں صدی ہجری کے ابن تیمیہؒ کے علاوہ کسی اور شخص کا نام نہیں ملتا، ان کے مسلک کو قرآن و سنت کے نام سے پھیلا کر موجودہ جرائدوں پر مسیح کروایا جاتا ہے اور عوام کی نمازوں کو ضائع کیا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ:..... ان جرائدوں پر مسیح کرنے سے نہ دھوکا، نہ نماز ہوگی، اگر

ان جرائدوں پر مسیح کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ بھی نہیں ہوگی۔ زندگی میں ایسی پڑھی ہوئی نمازوں کو ادا کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فہم اسلام کے مطابق قرآن و سنت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور فہم سلباء سے عقائد و اعمال کو بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

قلّت منام بصورت قیام رمضان

برادران اسلام پر یہ بات واضح ہے کہ رمضان المبارک گناہوں کو جلا کر ختم کر دینے والا مہینہ ہے، کیونکہ اصلاح نفس کے تمام مجاہدات (قلّت طعام، قلّت منام، قلّت کلام، قلب اختلاط مع الانام یعنی تھوڑا کھانا، تھوڑا سونا، تھوڑا بولنا، لوگوں سے میل جول کم رکھنا) کی اس مبارک مہینہ میں مشق کرائی جاتی ہے۔ کم سونے سے نفس کی اصلاح مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی کرتے ہیں، یہاں تک کہ بعض غیر مسلم اس مجاہدہ کے لئے نمک کی سلاخیاں آنکھ میں لگاتے ہیں تاکہ نیند ختم ہو جائے۔ بعض بندو اپنی چوٹی کو رسی کے ساتھ باندھ کر رسی کو پھت سے باندھ لیتے ہیں تاکہ نیند کا جھٹکا لگتے ہی آنکھ کھل جائے، لیکن مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ان تمام مشقتوں سے بچا کر تھوڑا سا مجاہدہ کرایا کہ عشاء کے بعد اپنی عبادت یعنی تراویح میں لگا دیا اور سحری کے وقت کھانا کھانے کے لئے رات کے آخر سے بھی کچھ نیند کی کمی کر دی۔ یہ مجاہدہ اگرچہ معمولی ہے لیکن سُنّتِ نبویہ ﷺ کے عین مطابق ہے، اس لئے مسلمان کو اس میں وہ اُجر ملتا ہے جو غیر مسلم کو کثیر مشقت پر بھی نہیں ملتا۔

معنی تراویح: تراویح "ترویج" کی جمع ہے جس کا معنی آرام پہنچانا ہے اور شرعی اصطلاح میں رمضان کی اس خاص سُنّتِ موکدہ نماز کو تراویح کہا جاتا ہے جو عشاء کے بعد سے فجر تک پڑھی جاسکتی ہے۔ عام معمول عشاء کے متصل بعد پڑھنے کا ہے۔

معنی لغوی سے مناسبت: اس نماز کو تراویح اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس نماز کی ہر چار رکعت پر نفس کو راحت پہنچانا مستحب ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ وسلم رات کو چار رکعت پڑھتے، پھر کچھ دیر آرام کرتے تو بہت کم ایسے نماز پڑھتے یہاں تک کہ مجھے ان پر رحم آتا تو میں عرض کرتی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی تمام لغزشیں معاف فرمادی ہیں (تو اتنی مشقت کیوں؟) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہوں؟ (بیہقی صفحہ ۴۹، جلد ۲) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک میں لغو بترویح کے الفاظ امام کے راحت اور آرام پر دلالت کرتے ہیں جو (چار رکعت کے بعد) اترے میں راحت آرام کی اصل ہے۔ (حوالہ بالا) امام بیہقیؒ نے اس روایت کے راوی ابو عمرو بن زیاد پر یہاں قوی نہ ہوئے کا اور باب خل الخمر میں صاحب مناکیہ کا حکم لگایا ہے، مگر علامہ مارونی متوفی ۷۴۵ھ نے ناقدانہ انداز میں فرمایا کہ ابن حبان اور ان کے علاوہ ایک جماعت نے اس کی توثیق کی ہے جس کو بیہقیؒ نے ذکر نہیں فرمایا۔ (الجوہر النہی مع تحقیق، صفحہ ۴۹، جلد ۲) مقدم یہ ہے کہ یہ حسن درجہ سے کم درجہ کا راوی نہیں ہے بلکہ تابعی اول کی وجہ سے یہ روایت درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہے۔

حادثہ: امام بیہقیؒ نے اس روایت سے قبل زید بن وہب کی ایک اور روایت نقل کی ہے کہ: کان عمر بن الخطاب بروجنافی رمضان یعنی بین الترویج بین لدو ما یذهب الرجل من المسجد الی سلع یعنی حضرت عمر بن الخطابؓ رمضان میں ہمیں دو ترویجوں کے درمیان اتنی دیر راحت کا موقع دیتے تھے کہ جتنی دیر میں آدمی مسجد نبوی سے سلع نامی پہاڑی تک جاسکے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی صفحہ ۴۹، جلد ۲) اسی طرح ابوالحسناء کی روایت میں پانچ ترویجوں کا ذکر حضرت علیؓ سے ملتا ہے۔ (بیہقی صفحہ ۴۹، جلد ۲) نیز ثعلبہ رقی سے نقل کرتے ہیں کہ ابو البھر ی پانچ ترویج پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صلیہ ۴۹۳، جلد ۲) اور سعید بن جبیر کی روایت میں (فرض سمیت) چھ ترویجوں کا ذکر ہے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۹۳، جلد ۲) اس سے معلوم ہوا کہ تراویح کے ہم معنی اور ہم بارہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کے زمانے میں بھی استعمال ہوتے رہے ہیں۔

تعداد رکعات تراویح:..... آج کل یہ مسئلہ نااہلوں کے ہاتھ آنے کی وجہ سے محل نزاع بنا ہوا ہے۔ اس مسئلہ کو سمجھنے سے پہلے چند تمہیدی باتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

۱: دنیا میں شاذ اور متروک اقوال ملتے ہیں مگر تمام اہل فن معروف اور غیر متروک اقوال کو لیتے اور اس کے مد مقابل کو ترک کر دیتے ہیں۔ مثلاً متواتر آیات کے مقابلہ میں شاذ قراءتوں کو نہ قبول کیا جاتا ہے نہ ان کو نماز میں پڑھنا درست ہے۔ اگر کوئی سند صحیح سے بھی شاذ قراءۃ کو بیان کرے تو وہ قابل قبول نہ ہوگی، اسی طرح خبر متواتر یا مشہور یا خبر واحد صحیح کے مقابلہ میں شاذ روایات بالاتفاق متروک ہوتی ہیں شاذ روایات کو متواتر روایات کے مقابلہ میں عوام میں پھیلا نا خدمت دین نہیں بلکہ دین کی تباہی کی ایک صورت ہے۔ اسی طرح فقہ کے مفتی بہ اقوال کے مقابلہ میں غیر مفتی بہ اقوال کو عوام میں پھیلا نا فقہ کی خدمت نہیں بلکہ اس فن کی تباہی ہوگی۔ غلبہ القیاس علم صرف، علم نحو، علم طب، علم اصول حدیث، علم اصول تفسیر وغیرہ سب علوم میں معروف مسائل کے مقابلہ میں غیر معروف مسائل کو عوام میں پھیلا نا ان علوم کی خدمت نہیں بلکہ ان کی تباہی کا ذریعہ بنے گا۔

۲: اسی طرح ہمیشہ محکم کو مؤول پر ترجیح ہوتی ہے مؤول کو محکم کے مقابلہ میں ذکر کرنا عقل اور نقل کے خلاف ہے۔

۳: جب تک دلائل میں تطبیق ممکن ہو تو ان میں تعارض والا معنی پیدا کرنا درست نہیں مگر آج کل ہر باطل فرقہ ان اصولوں کو نظر انداز کر کے عوام کو گمراہ کرتا ہے۔ تعداد رکعات تراویح میں بھی آج کل شہرت یافتہ روایات کو چھوڑ کر غیر شہرت یافتہ اور محکم کے مقابلہ میں غیر محکم روایات کو پیش کیا جاتا ہے اور مختلف روایات میں تطبیق کی بجائے تعارض پیدا کرنے کی کوشش

لی جاتی ہے۔

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:..... حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:..... ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرين رکعة والوتر یعنی یہ جتنی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعت اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۹۳، جلد ۲) اس حدیث پر صحابہ کرام کے زمانے میں اجماع ہو گیا ہے اس لئے تلقی امت بالقبول کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف نہیں بلکہ صحت کے درجہ کو پہنچ گئی ہے۔ علامہ شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قاضی ابویوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے تراویح کے بارہ میں اور حضرت عمرؓ کے عمل کے بارہ میں پوچھا تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کو اپنی طرف سے نہیں گزرایا اور وہ اس میں بدعت سیدہ کے مرتکب نہیں اور نبیوں نے اس کا حکم کسی ایسی دلیل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی وجہ سے دیا ہوگا جو ان کے پاس تھا۔ (رد المحتار صفحہ ۴۳، جلد ۲)۔ فتاویٰ تاج خانہ میں ہے کہ قاضی ابویوسفؒ نے بیس رکعت کے بارہ میں سوال کیا تھا تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ مؤبدعتی نہیں تھے۔ (فیض الباری، صفحہ ۴۲، جلد ۲)..... علامہ اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ فرماتے ہیں کہ ہماری (بیس رکعت کی) دلیل وہ روایت ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے نقل کی گئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت اور اس کے بعد تین وتر پڑھتے تھے۔ (قاضی خان، صفحہ ۲۳۳، جلد ۱، بر حاشیہ عالمگیری)..... معلوم ہوا کہ چھٹی صدی کے اخیر تک اس روایت سے استدلال کیا جاتا تھا اور فقیہ کا کسی حدیث سے استدلال اس حدیث کی تصحیح شمار کی جاتی ہے۔ علامہ ظفر احمد صاحب عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ جب مجتہد کسی حدیث سے استدلال کرے تو وہ اس حدیث کی تصحیح ہوتی ہے جیسا کہ ابن ہمامؒ کی التحریر وغیرہ میں ہے۔ (شامی، صفحہ ۷۵، جلد ۲) اور تدریب الراوی میں ہے کہ ابوالحسن ابن انھار نے تنزیب الممدارک

اعلیٰ مؤطا مالک میں فرمایا ہے کہ فقہ کبھی حدیث کی صحت ایسے معلوم کرتا ہے کہ اس کی سند میں کوئی کذب نہ ہو اور وہ کتاب اللہ کی آیت یا بعض اصول شرعیہ کے موافق ہو تو یہ بات اس کو اس حدیث کے قبول اور اس پر عمل کرنے پر برا بیختہ کرتی ہے۔ (مقدمہ علماء السنن، صفحہ ۱۵) قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ آیت استخفاف میں بھی یہی فرماتے ہیں کہ:

وَلْيُمْكِنَ لَهُمْ دِينُهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ "یعنی جمادے گا ان کے لئے دین ان کا جو پسند کر دیا ان کے واسطے۔" (سورہ نور: ۵۳) صلاح الدین یوسف بھی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ یہ بات ضرور ہے کہ عہد خلافت راشدہ اور عہد خیر القرون میں اس وعدہ الہی کا ظہور ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دین کا غالبہ عطا فرمایا، اپنے پسندیدہ دین اسلام کو عروج دیا۔ (توضیح البیان، شائع کردہ شاہ فہد، صفحہ ۹۸۷)۔ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں یہ بھی اہل فہم و انصاف پر روشن ہو گیا کہ ان (خلفاء راشدین) کے زمانے میں ان کے ہاتھوں سے جو کچھ دین کے مقدمہ میں ظہور میں آیا اس نے رواج پایا جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حضرت فاطمہ الزہراءؓ کو نذک کا نہ دینا اور حضرت عمرؓ کا منہ سے منع کرنا اور تراویح کی تاکید اور حضرت عثمانؓ کا جمعہ میں ایک اذان کا بڑھا دینا وہ سب مجملہ دین پسندیدہ اور مصداق "مضمون" "ارتضیٰ لہم" ہے۔ غلطی ہذا القیاس اس زمانہ میں جس مسئلہ پر ان کی وجہ سے اجماع اور اتفاق ہو گیا وہ لاریت حق و صواب ہے۔ (ہدیۃ الشیعہ، صفحہ ۶۹)

معلوم ہوا کہ وعدہ قرآن بھی اس روایت کے مطابق پورا ہوا کہ خلافت راشدہ کے دور میں بیس رکعت کو کمین اور استقر از نصیب ہوا۔ لہذا اس قرآنی پیشین گوئی سے اس روایت کا صحیح ہونا نصف النہار کے سورج کی طرح آشکار ہو گیا اور معلوم ہوا کہ رضائے خداوندی کا عمل یہی بیس والی روایت ہے اور "رضائے خدا" ہی "رضائے مصطفیٰ" ہے۔ اب اس کے خلاف ہزار روایات بھی اگر کوئی پیش کرے جن کو کمین نصیب نہیں ہوئی تو ان کا پیش کرنا

دل ہے۔ ہمارا فریق مخالف سے مطالبہ ہے کہ کوئی ایسی ایک روایت پیش کریں جو اس کے مانف ہو اور خلافت راشدہ میں اس پر استقرار ہو؟

ضعیف محدثین:..... آج کل محدثین اور بعض علماء کی فہرست تیار کر کے

عوام کے سامنے پیش کی جاتی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ **سوال یہ**

ہے کہ جب ان محدثین نے ضعیف کہنے کے باوجود عمل اسی حدیث پر کیا ہے اور ساری زندگی میں رکعات پڑھی ہیں تو اسے ضعیف کہنے کا کیا فائدہ؟

سنیہ:..... ترمذی شریف کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات غنی نہیں کہ امام ترمذیؒ

بہت سی احادیث پر ضعف کا حکم لگا کر فرماتے ہیں کہ عمل اہل علم کے نزدیک اسی حدیث پر ہے

اس کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ بسا اوقات ایک روایت کا ضعف خارجی قرآن کی وجہ سے دور

ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن کی موافقت اور عمل تو اتر جس کو تلقی بالقبول کہتے ہیں۔ چنانچہ علامہ

بیوطیؒ فرماتے ہیں:..... یحکم للحديث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم

یکن لد اسناد صحيح (تدریب الراوی، صفحہ ۲۹) "یعنی جب کسی حدیث کو لوگ قبول کر

یں تو اس کی صحت کا حکم لگا دیا جاتا ہے اگرچہ اس کی سند صحیح نہ ہو۔" مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اس

کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:..... والقبول نارة يكون بالقول وتارة بالعمل

عليه ولذا قال المحقق في الفتح وقول الترمذي العمل عليه عند اهل العلم

فغضى قوة اصله وان ضعف خصوص هذا الطريق (جلد ۱، صفحہ ۱۸۸) یعنی

حدیث کا قبول کرنا کبھی قولاً ہوتا ہے کبھی عملاً اس طرح کہ اس پر امت کا عمل شروع ہو جائے۔

اسی وجہ سے محقق ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ ترمذیؒ کا یہ کہنا کہ اہل علم کے نزدیک

عمل اس حدیث پر ہے یہ اصل حدیث کی قوت کا تقاضا کرتا ہے اگرچہ یہ خاص سند ضعیف

ہو۔ (مقدمہ علماء السنن، صفحہ ۱۵)۔ نیز مولانا عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ سیوطیؒ نے

تعلقات میں ایک حدیث کے بارہ میں فرمایا کہ ترمذی نے اس کو ذکر کیا ہے اور حین نے کہا کہ امام احمد وغیرہ اس حدیث کو ضعیف کہتے تھے اور اہل علم کے نزدیک اس حدیث پر ہے تو امام ترمذی نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ حدیث اہل علم کے قول کی وجہ سے قوی ہوگئی ہے اور بہت سے لوگوں نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اہل علم کا اس حدیث کے مضمون کا قائل ہونا بھی ہے، اگرچہ اس کی سند جیسی سند پر اعتماد نہ کیا جاتا ہو۔ (صفحہ ۱۲) اور اسی (تعلقات) میں ہے کہ امام ترمذی نے فرمایا کہ ابن مبارک وغیرہ کی رائے صلوٰۃ التسبیح کی ہے، انہوں نے اس کی فضیلت بیان کی ہے اور علامہ بیہقی نے فرمایا کہ عبد اللہ بن مبارک صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے اور اس کو بعض صلحاء نے بعض صلحاء سے لیا ہے اور اس میں حدیث مرفوعہ کی تقویت ہے۔ (صفحہ ۱۳) بلکہ حدیث کو جب امت قبول کر لے تو وہ ہمارے نزدیک متواتر کے ہم معنی ہو جاتی ہے۔ علامہ جصاص نے احکام القرآن (صفحہ ۲۸۶، جلد ۱) میں فرمایا ہے: وقد استعملت الامة هذين الحديثين وان كان وروده من طريق الآحاد فصار في حيز المتواتر لان ما تلقاه الناس بالقبول من اخبار الآحاد فهو عندنا في معنى المتواتر یعنی امت نے ان دونوں حدیثوں پر نقصان عدت میں عمل کیا ہے اگرچہ ان کا ورود خبر واحد کے طریقہ پر ہے لیکن یہ متواتر کی جگہ ہیں کیونکہ جس خبر واحد کو امت قبول کر لے وہ ہمارے نزدیک متواتر کے معنی میں ہو جاتی ہے۔ (مقدمہ اعلاء السنن، صفحہ ۱۵، جلد ۱۶)

فائدہ:..... حدیث کی تصحیح و تضعیف کے تفصیلی اصول نہ قرآن پاک میں ہیں نہ حدیث پاک میں بلکہ مجتہدین کے اجتہاد پر مبنی ہیں، اگر کسی حدیث پر تمام امت کے فقہاء عمل شروع کر دیں تو وہ اجماع والی دلیل سے صحیح ہوگی اور اگر تمام فقہاء اس کو ترک کر دیں تو وہ بالاجماع ضعیف ہوگی اور اگر بعض عمل کریں اور بعض ترک کریں تو اس کی تصحیح و تضعیف

تامادی ہوگی۔ ہر مقلد اپنے امام کے قول کا مختلف ہوگا، دوسرے امام کا قول اس کے لئے ثابت نہیں ہوگا چہ جائیکہ کسی مقلد کا شاؤ قول اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

حقیقت جرح:.....

اس روایت پر جرح ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ واسطی کی وجہ سے کی جاتی ہے اور جرح اصولیاً تو حافظہ پر ہوتی ہے یا عدالت پر۔ اس کے حافظہ کے بارہ میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:..... ابراہیم بن عثمان العسی بالمؤحذہ الحافظ (فتح الباری، صفحہ ۹۶، جلد ۸) اور اس کی عدالت کے بارہ میں شعبہ متوفی ۱۶۰ھ فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹ بولا کرتا تھا لیکن علامہ ذہبی نے مفسر جرح ذکر کر کے اس کو رد کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ شعبہ نے اس کی اس لئے تکذیب کی ہے کہ اس نے حکم سے اور انہوں نے ابن ابی لیلیٰ سے نقل کیا کہ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ جنگ صفین میں ستر بدری صحابہ شریک ہوئے تھے تو شعبہ نے کہا اللہ کی قسم! اس نے جھوٹ بولا ہے۔ واللہ! میں نے حکم سے مذاکرہ کیا تو ہم نے صفین میں سوائے حضرت خزیمہ کے کسی بدری کو نہیں پایا۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ! شعبہ نے عجیب بات کہی ہے۔ کیا صفین میں حضرت علیؓ نہ تھے، کیا حضرت عمارؓ صفین میں نہیں تھے؟ (میزان الاعتدال، صفحہ ۳۷، جلد ۱) نیز حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ شعبہ باوجود ابراہیم سے بڑا ہونے کے ابراہیم سے روایت لیتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، صفحہ ۱۴۴، جلد ۱) جب خود ان سے روایت لیتے ہیں تو معلوم ہوا کہ انہوں نے جرح سے رجوع کر لیا تھا۔ ویسے مولانا مہد الحی صاحب لکھنؤی نے پہلے طبقہ کے متشددین میں شعبہ کو شمار کیا ہے۔ (دیکھئے الرفع السکلی، صفحہ ۳۰۶) تو جب شعبہ متشدد ہیں تو ان کی جرح اصول کے مطابق معتبر ہی نہیں۔ پھر ذہبی کے ذکر کردہ الفاظ میں غور کیا جائے تو ابراہیم بن عثمان حکم کے واسطے سے ابن ابی لیلیٰ کا قول ستر بدریوں کے صفین میں شریک ہونے کا نقل کرتا ہے اور شعبہ حکم سے اپنے مذاکرہ کا ذکر کرتا ہے تو اس میں ابراہیم بن عثمان کی تکذیب کا کوئی پہلو نہیں کیونکہ حکم نے ابراہیم سے ابن ابی لیلیٰ کا قول ذکر کیا اور شعبہ کے سامنے اپنی رائے کا خطاب کر دیا۔ اس میں کوئی تضاد نہیں

نماز تراویح اور غیر مقلدین

برادرانِ اسلام! اللہ رب العزت نے جس طرح جسمانی اور مادی چیزوں کے دم رکھے ہیں، موسم میں ہر ایک چیز سستی اور آسانی سے مل جاتی ہے اسی طرح روحانی موسم بھی رکھے ہیں جن میں روحانی اور ایمانی جلاء سستی اور آسانی سے مل جاتی ہے۔ انہی روحانی موسموں میں ایک موسم رمضان المبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر دیتے ہیں۔ (کنز العمال، صفحہ ۲۲ جلد ۸) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں بہ نسبت غیر رمضان سے بڑھ جاتی تھی۔ (بیہقی) نیز فرماتی ہیں کہ رمضان المبارک میں آپ ﷺ خود کمر بستہ ہو جاتے، جب تک رمضان گزر نہ جاتا آپ بستر پر نہ آتے۔ (شعب الایمان بیہقی) ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان کی نماز غیر رمضان سے بڑھ جاتی تھی۔

تعداد تراویح

۱۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۹۴ جلد ۲) یہ حدیث تلقی بالقبول کی وجہ سے صحیح ہے۔

۲۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات رمضان میں نکلے پھر لوگوں کو چوبیس رکعت (مع ۴ فرض) پڑھائیں اور تین وتر پڑھے۔ (تاریخ

کہ ابراہیم کی تکذیب کی جائے۔ ہاں اگر حکم یہ کہتے کہ میں نے ابراہیم سے ستر بدریوں کی شرکت والا قول ذکر نہیں کیا تو بات قابل غور تھی مگر اس صورت میں بھی احتمال رہتا ہے کہ بعض اوقات استاذ شاگرد سے ایک بات بیان کر کے اس کو بھول جاتا ہے اور شاگرد کو وہ بات یاد رہتی ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں:..... ان نسیان الراوی للحديث الذی رواد لا یقصد فی صحته عند جماہیر العلماء بل یجب العمل بہ یعنی راوی کا ایک روایت کو نقل کر کے بھول جانا اس روایت کی صحت میں عند الجہود قاذح نہیں بلکہ اس پر عمل واجب ہے۔

(نووی بر مسلم، صفحہ ۲۳۰، جلد ۲)

حاصل یہ کہ:..... ابراہیم پر صرف شعبہ کی جرح مفسر تھی تمام جارحین شعبہ کے تابع ہیں اور وہ جرح ختم ہو گئی۔ تو معلوم ہوا کہ بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم نصیب فرما کر ”سنت“ پر تاحیات عمل کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین!

رکعت پڑھتے پایا ہے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۹۳ جلد ۲)

۱۹: حضرت ابراہیم خنی متوفی ۹۶ھ فرماتے ہیں کہ میں نے تمام لوگوں (صحابہ و تابعین) کو رمضان میں بیس تراویح پڑھتے پایا ہے۔ (کتاب الاثار لابن یوسف، صفحہ ۴۱)

۲۰: ہشیر بن مشکل جو حضرت علیؑ کے شاگرد تھے، لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔ اس سند میں عظیم قوت ہے۔ (بیہقی سنن کبریٰ، صفحہ ۴۹۶)

۲۱: حضرت ابوالخثری (متوفی ۸۳ھ) یہ بھی حضرت علیؑ کے شاگرد ہیں (پانچ تروٹے

(۲۰ رکعت) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۹۳ جلد ۲)

۲۲: ابوالخضیب فرماتے ہیں کہ سید بن غفلا۔ (متوفی ۸۰ھ) ہمیں رمضان میں پانچ

تروٹے یعنی بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے۔ (بیہقی، صفحہ ۴۹۶ جلد ۲)

۲۳: نافع بن عمر فرماتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ (متوفی ۱۱۷ھ) ہمیں رمضان میں بیس

رکعت پڑھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۹۳ جلد ۲)

۲۴: سعید بن سعید فرماتے ہیں کہ علی بن ربیعہ لوگوں کو رمضان میں پانچ تروٹے اور تین

وتر پڑھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۹۳ جلد ۲)

۲۵: عبد الرحمن بن ابی بکر اور سعید بن ابی الحسن اور عمران العبدی (یہ تینوں

حضرت علیؑ کے شاگرد ہیں) جامع مسجد (بصرہ) میں پانچ تروٹے پڑھاتے تھے۔

(۲۷، ۲۶، ۲۵: عبد الرحمن بن ابی بکر اور سعید بن ابی الحسن اور عمران العبدی (یہ تینوں

حضرت علیؑ کے شاگرد ہیں) جامع مسجد (بصرہ) میں پانچ تروٹے پڑھاتے تھے۔

(قیام اللیل مروزی، صفحہ ۱۵۸)

۲۸: محدث ابوالخثری فرماتے ہیں کہ حضرت حارث رمضان میں رات کے وقت لوگوں کو

بیس رکعت اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۹۳ جلد ۲)

۲۹: امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے تمام متون میں بیس رکعت تراویح کو سنت

کہا گیا ہے۔ اسی طرح امام مالکؒ کے ہاں بیس تراویح ۶۶ افضل کل ۳۶ رکعات ہیں۔

خلاصہ کلام!

یہ ہے کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے دور میں کوئی شخص بیس رکعت سے کم کا

نہیں تھا۔ امام مالکؒ سے ۳۶، ۳۹ یا اسکا بیس کی روایات منقول ہیں، مگر ان میں بھی

اصل تراویح بیس ہی رہی ہے کیونکہ اہل مکہ ہر چار رکعت پر ایک طواف کر لیتے تھے۔ اہل مدینہ

باضیات سے محروم تھے تو انہوں نے ہر چار رکعت کے بعد چار نفل شروع کر دیئے تو (۲۰ +

۱۱ = ۳۱) رکعت ہوئیں اور بعض نے تین وٹروں کو ملا کر ۳۹ رکعت کا ذکر کر دیا اور بعض نے

کے بعد کے دو نفل ملا کر ۴۱ رکعت کا ذکر کر دیا۔ اسی کی طرف بدایۃ المجتہدین میں

ان رشد مالکی نے اشارہ کیا ہے۔ امام شافعیؒ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے جب سے دمشق

میں آیا ہے مکہ میں بیس تراویح کی جماعت دیکھتا ہوں اور یہی مجھے محبوب تر ہیں۔ (قیام

اللیل، صفحہ ۱۵۹) اور امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک بھی الغنی میں بیس تراویح کا نقل کیا ہے۔

(صفحہ ۸۰۳ جلد ۱)۔۔۔ اس کے بعد ائمہ اربعہ کا مسلک پورے عالم میں پھیل گیا اور مشرق و

مغرب میں بیس رکعت پڑھی پڑھائی جاتی رہی۔ ان کو کسی نے بدعت نہیں کہا یہاں تک کہ

۱۲۹۰ھ میں ہندوستان میں انگریز کے خلاف جہاد کی حرمت کا رسالہ الافتصاد لکھ کر انعام

میں جاگیر اور اپنی جماعت کے لئے ”اہل حدیث“ کا نام لائے گئے والے محمد حسین بنا لوی

نے یہ فتویٰ دیا کہ بیس رکعت تراویح کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں اور حضرت عمرؓ کا اور دیگر

صحابہؓ کا بیس کا عمل بھی ضعیف حدیثوں پر مبنی ہے۔ جس نے بیس رکعت پڑھی اس کی گیارہ

ات مسنون اسی طرح نہیں ہوئیں جیسے مغرب چار رکعت پڑھنے والے کی تین رکعت ادا

نہیں ہوتیں، کیونکہ نماز میں خاص وقت اور صورت کو دخل ہے۔ (مختصر فتویٰ مولوی محمد حسین

ہندوچ رسالہ تراویح، صفحہ ۲۱) اس کی تردید میں میاں نذیر حسین کے شاگرد میاوی غلام رسول

نہایت سنجیدہ لے غیر مقلد نے ”بیانچ“ نامی رسالہ تحریر کیا اور لکھا کہ محمد حسین نے ابن ابی شیبہ

کی حدیث کو ضعیف مانتا ہے اور موضوع نہیں کہا اور حدیث ضعیف پر فضائل میں عمل کا جائز ہونا ائمہ اسلام کا اتفاقی مسئلہ ہے بلکہ حدیث ضعیف ”تعد بطرق“ سے درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔ ”امعات“ میں ہے کہ جب حدیث ضعیف تعد بطرق کی وجہ سے ”حسن“ کے مرتبہ کو پہنچ جاتی ہے وہ بھی قابل استدلال ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ حدیث ضعیف فضائل افعال میں معتبر ہے، نہ اس کے علاوہ اس سے مراد مفرد حدیث ضعیف ہے نہ طرق متعددہ کے مجموعہ والی کیونکہ وہ تعد بطرق کی وجہ سے حسن ہے نہ ضعیف، اس بات کی ائمہ تصریح کی ہے۔ (یتابع صفحہ ۲۴، ۲۵) مترجم، صفحہ ۲۴، ۲۵ اور آگے فرماتے ہیں کہ ان احادیث کی حالت یہ ہے کہ صحابہ کرام کی دوسری فعلی احادیث صحیحہ سے انہوں نے قوت حاصل کر لی ہے۔ (ایضاً)

محمد حسین ہانوی نے کہا تھا کہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل و قول کی محبت ہوگی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر چلے گا اور جس کو اپنے بزرگوں اور مشائخوں کی زیادہ محبت ہوگی وہ اپنے بزرگوں کے قول و فعل پر چلے گا۔ (یتابع صفحہ ۲۶، ۲۷) جواب میں مولوی غلام رسول لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہ: ”تم میں سے ہرگز کوئی مومن نہیں ہوگا یہاں تک کہ میں اس کو اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں“ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ محبت کی غلامت یہی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلفائے راشدین کی بھی اتباع کریں اور سبب خلفاء کو منصب و بطی سے اور ذرا حوں سے پکڑنے والی حدیث نبوی کو ہم اپنا نصب العین بنائیں۔ (یتابع صفحہ ۲۷)

اور پھر فرماتے ہیں کہ ہمارا استدلال اس بارہ میں اولاً احادیث نبویہ اور ثانیاً صحابہ تابعین اور ائمہ اربعہ کا فعل ہے اور حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک مسلمانوں کے سوا اہل عظیم کا مشرق و مغرب میں عمل یہی ہے کہ وہ ۲۳ رکعت پڑھتے ہیں بخلاف

مالی ملتی کے جو اس کو بدعت اور خلاف سنت کہتا ہے اور شرعی حد سے تجاوز والا راستہ قرار کرتا ہے۔ (یتابع صفحہ ۲۸)

مسئلہ غیر مقلدین:

عام آدمی اس بارہ میں یہ سمجھتے ہیں کہ غیر مقلدین نفس تراویح کے قائل ہیں، چنانچہ آٹھ یا نین رکعت کا ہے جبکہ واقعہ یہ ہے کہ غیر مقلدین زمانہ حال تراویح کے مستقل زمانے کے قائل نہیں۔ چنانچہ صادق سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں: نماز تراویح اور تہجد (ات کی نماز) دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، رات کی نماز غیر رمضان میں جب سو کر سونے کے بعد پڑھی جائے تو تہجد کہلاتی اور اگر رمضان میں سونے سے قبل عشاء کے ساتھ پڑھی جائے تو اس کو تراویح کہتے ہیں۔ رمضان شریف میں روزہ کے سبب چنانچہ طبائع صیغ اور منہج صی ہو جاتی ہیں اور انظار و سیری کے بعد سونے اور پھر آدمی رات کے بیدار ہو کر تہجد کے لئے طویل قیام کرنا بہت مشکل ہے اس لئے نبی رحمت ﷺ نے رات کی نماز (تہجد) کو رمضان شریف میں عشاء کے ساتھ ہی پڑھ کر لوگوں کے لئے سہولت اور آسانی دیا کی تاکہ وہ تراویح کے بعد پوری طرح آرام کی فیند سوسیں اور پھر صبح صادق سے کچھ پہلے نچ کر سحری کھا کر روزہ کے لئے تازہ دم ہو جائیں۔ (مسائل الرسول صفحہ ۸۷)

یہی وجہ ہے کہ مسئلہ تراویح پر یہ لوگ حضرت عائشہؓ کی تہجد والی حدیث جو پورے سال کی نماز تہجد سے متعلق ہے استدلال میں پیش کرتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رمضان المبارک میں تہجد کے بعد تراویح پڑھنا درست نہیں حالانکہ تہجد اور تراویح میں کئی طرح سے فرق ہے:

- ۱۔ تہجد کا ذکر قرآن میں ہے، تراویح کا صرف حدیث پاک میں ہے۔
- ۲۔ تہجد سارے سال کی نماز ہے، تراویح رمضان کے ساتھ خاص ہے۔
- ۳۔ تہجد کا اصل وقت آخر رات ہے، تراویح کا اصل وقت عشاء کے متصل ہے۔

۳..... تراویح میں جماعت بالاتفاق مسنون ہے، تہجد میں جماعت نہیں۔

۵..... تراویح میں ختم قرآن سنت ہے نہ تہجد میں۔

۶..... تراویح کی تین رات جماعت کرانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا مجھے خطرہ ہے کہ یہ نماز فرض نہ ہو جائے حالانکہ تہجد فرض رہنے کے بعد اس کی فریفت منسوخ ہو چکی تھی۔ اس کے فرض ہونے کا احتمال نہیں تھا۔

۷..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں حضرت انسؓ وغیرہ کو نماز پڑھانے کے بعد بقول حضرت انسؓ فصلی صلوة لا یصلیہا عندنا کہ آپ ﷺ نے وہ نماز پڑھی جو ہمارے ساتھ نہیں پڑھی تھی۔ (مسلم، صفحہ ۵۳۲) اسی طرح قیس بن خاق فرماتے ہیں کہ حضرت طلح بن علیؓ رمضان میں ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے، شام ہمارے پاس ہو گئی اور انہوں نے افطاری کی۔ پھر اس رات انہوں نے ہمیں تراویح اور وتر پڑھائے، پھر اپنی مسجد میں جا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ (ابوداؤد، صفحہ ۲۰۳ جلد ۱) اسی طرح امام مالکؒ مسجد میں لوگوں کے ساتھ تراویح پڑھتے، وتر گھر میں نفیوں کے بعد پڑھتے۔ ابو محمد اور ابوالحسن زیات وتر تو تراویح کے بعد پڑھ لیتے پھر تہجد کے ساتھ وہ بارہ وتر نہ پڑھتے۔

(المذلل لابن الحاج، صفحہ ۲۹۹ جلد ۲)

۸..... تمام محدثین نے تہجد کے ابواب علیحدہ اور تراویح کے علیحدہ باندھے ہیں، اسی طرح فقہاء نے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ دو علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔

۹..... بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ساری رات جاگتے اور گھروالوں کو بھی جگاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تین راتوں میں جماعت کرائی۔ پہلی رات تہائی رات اور دوسری رات نصف رات تک نماز پڑھائی اور باقی رات بیداری کی صورت بھی نماز ہے۔ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک

۱۰..... من جاتے تو اس سے بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھنا ثابت ہوا۔ (بخاری، صفحہ ۳ جلد ۱)

۱۱..... محمد بن نصر مروزی نے قیام اللیل صفحہ ۷۷ پر ”باب التہجد“ میں تعہید کا خوب بیان کیا ہے کہ لوگوں کا مسجد سے جانے کے بعد دوبارہ مسجد میں آنا، اس سے معلوم ہوا کہ ماہ کرام اور تابعین میں تراویح کے بعد مسجد میں آ کر تہجد میں اختلاف تھا کہ تہجد مسجد میں ہے یا نہیں نفس تہجد میں اختلاف نہیں تھا۔

امام ابو حنیفہؒ خیرات الحسان، امام شافعیؒ طبقات شافعیہ وغیرہ، میاں نذیر حسین امیاد بعد الممات صفحہ ۱۳۸ بھی رمضان میں تہجد پڑھا کرتے تھے۔

(امام بخاری ہدی الساری، صفحہ ۲۵۳ جلد ۱)

حرمین شریفین:

غیر مقلدین اکثر حرمین شریفین کا نام لیا کرتے ہیں تو یاد رکھیں کہ مسجد حرام میں حرمت عمر کے دور سے آج تک بیس رکعت کی جماعت ہو رہی ہے اور مسجد نبویؐ ملی صاحبہا صلوة والسلام میں سوائے امام مالکؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور کے ہمیشہ بیس رکعت پڑھی جاتی ہیں۔ صرف ان ایام میں ۳۶ کی جماعت ہوتی تھی جن میں تراویح بیس ہی ہوتی تھیں۔ یہاں کہ پہلے گزرا آٹھ رکعت تراویح سے حرمین شریفین نا آشنا ہیں۔

فائدہ:

مدینہ سے شیخ غطیہ محمد سالم نے التروایح اکثر من الف عام فی مسجد النبی علیہ الصلوۃ والسلام شائع کی ہے جس میں ہر صدی کا ٹکل ذکر کیا ہے اور آٹھ کا الرکعت نہیں۔ اسی طرح جامعہ ام القریٰ مکہ کے استاذ شیخ محمد علی سبونی نے البیدی السوی الصحیح فی صلوۃ التروایح ۱۴۰۳ھ میں لکھی، جس میں لکھا ہے کہ آٹھ کا شور مچانے والے امت میں تفریق پیدا کر رہے ہیں۔ (صفحہ ۳۳) اور بیس رکعت کو مشرق وغرب

میں پہلے والا عمل قرار دیا اور فرمایا کہ یہی وہ مسلک حق ہے جس پر نبی کریم ﷺ ولایت کر رہی ہیں۔ یہی اسلاف کا عمل ہے اور ائمہ کا اس پر اجماع ہے۔ حضرت عمرؓ کے دور سے آج تک امت اس پر متفق رہی ہے اور بیس رکعت سنت کے خلاف نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين کی اتباع ہے بلکہ اس میں اتحاد بین المسلمین کی دعوت ہے۔ (صفحہ ۱۴۳، ۱۴۴)

اس کے مقدمہ میں عبداللہ بن ابراہیم انصاری نے ”مکرمین میں“ کے قول کو قول باطل اور اللہ تعالیٰ کے قرب سے دور کرنے والا اور ارباب اللہ بنیعی عبد ادا صلی کا مصداق قرار دیا ہے۔ (صفحہ ۱۱)

تو فکر کرنی چاہئے کہ حرم شریف والے تو اس آیت کے مصداق ابو جہل وغیرہ کے ساتھ ان کی نسبت بتاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم حرم والے ہیں۔

وکل یدعی حباً للبللی ولیلی لانقر لہم ہذاک

یہ رسالہ ۱۴۰۴ھ میں شائع ہوا۔ آج تک کسی غیر مقلد نے اس کی تردید میں کچھ نہیں لکھا۔ اللہ تعالیٰ امت کے انتشار کو دور کر کے سلف صالحین کے مسلک پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

تکبیرات عیدین

برادران اسلام! اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ نے عید کے دن کو خوشی کا دن بنایا ہے۔ اس کو عید کہا ہی اس لئے جاتا ہے کہ یہ دن زندگی میں بار بار آئے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یوم الفطر یوم الجوائز۔ یعنی عید الفطر کا دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات ملنے کا دن ہے۔ مگر لاندہب فرقہ جس طرح وضو، نماز، رمضان میں تراویح، نماز جنازہ پر امت میں اختلاف ڈالتا ہے۔ اسی طرح اس خوشی کے دن میں بھی مسلمانوں کا اتفاق و اتحاد اس فرقہ کو ایک سکیڈ کے لئے بھی پسند نہیں۔ حضور ﷺ نے اس دن اجتماعیت کو پسند فرمایا۔ ہمیشہ آپ ﷺ نے عید جماعت کے ساتھ پڑھائی۔ جماعت المؤمنین میں شامل ہونے کا حکم دیا مگر انہوں نے اس اجتماعیت کو ختم کرنے کے لئے فتویٰ جاری کر دیا کہ اکیلا آدمی بھی عید پڑھ سکتا ہے۔ (الرودۃ الندیہ صفحہ ۱۴۲، عرف الجادی صفحہ ۲۴۲) حالانکہ اکیلے عید کی نماز نہ حضور ﷺ سے قولاً ثابت ہے نہ فعلاً نہ تقریراً۔

تکبیرات عیدین:

اسی طرح اس علاقے میں جب سے اسلام آیا اس وقت سے متواتر عیدیں چھ زائد تکبیروں سے پڑھی جاتی تھیں، مگر ان لوگوں نے اس کو بھی محل نزاع بنالیا اور فتویٰ دیا کہ عیدین کی نماز بارہ تکبیروں سے پڑھنی سنت ہے۔ (فتویٰ مولوی محمد نفیس دہلوی بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث صفحہ ۱۸۸، جلد ۳) نیز انہی مولوی صاحب نے لکھا کہ ”چھ تکبیروں والی روایت سند سخت ضعیف ہے اور مدعی پر غیر دال ہے اس لئے قابل عمل نہیں ہے۔ تکبیر تحریرہ کے علاوہ بارہ تکبیریں ہونی چاہئیں (فتاویٰ علمائے حدیث صفحہ ۱۸۸، جلد ۳) مولوی عبد الجبار کھنڈیلوی

نے "الاختصاص" میں لکھا کہ عیدین کی نماز بارہ تکبیرات کے ساتھ مسنون ہے اور چھ تکبیرات کا صحیح ثبوت نہیں، اس لئے الحمد للہ کے لئے عیدین میں احناف کی اقتداء درست نہیں۔ (بحوالہ فتاویٰ سلفیہ، صفحہ ۷۳) جماعت فرماہ الحمد للہ (جس کی بنیاد سنہ ۱۳۱۳ھ میں رکھی گئی، خطبہ امارت، صفحہ ۲۶) نے فتویٰ دیا کہ "عیدین کی تکبیریں شریعت محمدیہ میں بارہ ہیں اور نو بھی، بعض صحابہ سے ثابت ہیں۔ جیسا کہ جامع ترمذی سے ظاہر ہوتا ہے اور تیرہ بھی بعض وقت کہنی ثابت ہیں، جیسا کہ مجمع الزوائد میں موجود ہے اور جو ماسوا ان کے ہیں وہ سب بدعت ہیں، کیونکہ بدعت اسی چیز کو کہتے ہیں کہ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ثابت نہ ہو اور لوگ اس کو اپنی طرف سے شرعی حکم سمجھ کر عوام الناس میں مروج کریں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ جو آج کل لوگوں میں صلوة عیدین کی تکبیریں چھ مروج ہیں یہ بالکل بدعت اور سب گمراہی ہیں کیونکہ ان کا ثبوت شریعت محمدیہ میں نہیں ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ، صفحہ ۱۳۷، جلد ۱) نیز لکھا کہ جو یہ چھ تکبیریں ہیں۔ یہ مذہبی تکبیر گھڑی گھڑائی ہے۔ خدا اور رسول کی طرف سے یہ حکم قطعاً نہیں اور جو کوئی کہے کہ یہ حکم خدا اور رسول کا ہے تو وہ شخص بڑا کاذب بلکہ کذاب ہے۔

(فتاویٰ ستاریہ، صفحہ ۱۳۸، جلد ۱)

بہر حال اس علاقے کے متواتر عمل کو انہوں نے بدعت اور گمراہی کہا اور پیکیروں میں اعلان ہونے شروع ہوئے کہ جس نے سنت کے مطابق عید کی نماز پڑھنی ہے وہ اور آجائیں، اسی طرح خوشی کا عید والا دن بھی لڑائی میں تبدیل ہو گیا اور انگریز کا اصول کہ لڑاؤ اور حکومت کرو کا میاب ہو گیا۔

نوٹ:۔۔۔۔۔ فتاویٰ ستاریہ میں جو بعض صحابہ کے حوالے سے نو تکبیرات کا مسلک لکھا

ہے یہ مسلک ہی ہمارا ہے کیونکہ اس میں چھ زائد تکبیریں ہیں اور ایک تکبیر تحریرہ اور دونوں رکوع کی دو تکبیریں ملا کر کل نو بنتی ہیں۔ مفتی صاحب کو یہ بھی پتہ نہیں کہ جن چھ کی تردید کر رہے ہیں اور ان کو بدعت اور گمراہی کہہ رہے ہیں وہی ان صحابہ کرام کا مسلک ہے۔ یہ تشریح آگے

ات میں آجائے گی۔

بعض روایات میں چار چار کا ذکر ہے۔ وہاں بھی پہلی رکعت میں تکبیر سمیت اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع سمیت چار چار مراد ہیں اور بعض میں ان کے دو آٹھ سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔

فی، مدنی یاد ہلوی:

آج کل یہ لوگ عوام کو کہا کرتے ہیں کہ ہمارا دین مکہ مدینہ والا ہے اور خفیوں کے اس کو فہم والا دین ہے۔ آپ نے اوپر محمد یونس و ہلوی کا فتویٰ پڑھ لیا ہے کہ تکبیر تحریرہ کے علاوہ بارہ تکبیریں ہونی چاہئیں۔ مکہ اور مدینہ میں آج کل حنبلیوں کی حکومت ہے جو تکبیر تحریرہ سمیت بارہ تکبیروں کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک پہلی رکعت چھ زائد تکبیریں قال مالک احمد مست فی الاولیٰ وخمس فی الثانیہ (رحمۃ الامہ، صفحہ ۶۲) یعنی امام مالک اور امام احمد پہلی رکعت میں چھ اور دوسری میں پانچ تکبیرات زائد کے قائل ہیں۔ پھر چھ مستحب تکبیریں کہے۔ (کتاب الفقہ ترجمہ الفقہ علی المذاہب الاربعہ مذہب جنابلہ، صفحہ ۵۵۲ جلد ۱) اسی طرح ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ پہلی رکعت میں سات تکبیریں تکبیر تحریرہ سمیت کہے۔ (المغنی، صفحہ ۲۳۸، جلد ۲) اسی طرح ابو الفرج حنبلی فرماتے ہیں پہلی رکعت میں چھ تکبیریں تکبیر تحریرہ کے بغیر کہے۔ (الشرح الکبیر مع المغنی، صفحہ ۲۳۸، جلد ۲)

نوٹ:۔۔۔۔۔ بعض غیر مقلدین نے آج کل یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ ہم تکبیر تحریرہ

سمیت سات تکبیروں کے قائل ہیں۔ لہذا ہمارا مسلک مکہ مدینہ والوں کا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ عوام کو یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی کی بات نہیں مانتے اس لئے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ زائد چھ تکبیریں تکبیر تحریرہ کے علاوہ ہیں اور ایسا یہ ہرگز نہیں کر سکتے، تو معلوم ہوا کہ یہ فقہاء کے اجتہادی مسائل چوری کر کے سنت نبویہ کا لیل لگاتے ہیں۔ بہر حال مکہ مدینہ والے جو چھ زائد تکبیریں تکبیر تحریرہ کے علاوہ کہتے

ہیں وہ امام احمد بن حنبلؒ کے اجتہاد کی وجہ سے کہتے ہیں اور اس مسئلہ نو فتنہ حنبلی کا مسئلہ کہتے ہیں نہ کہ فقہ محمدی کا اور یہ غیر مقلد اس کو فقہ محمدیہ کا مسئلہ بتا کر عوام میں پھیلاتے ہیں تو ان کی تکبیروں اور اہل حرمین کی تکبیروں میں سچ اور جھوٹ کا فرق ہو گیا، اور اگر یہ امام احمدؒ یا امام مالکؒ کے مقلد ہو جائیں جو ان کے ہاں شرک ہے تو بھی شرک کا ارتکاب کرنے کے باوجود ان کی تکبیرات تقلیدی ہوں گی نہ کہ تحقیقی اور اگر یہ تقلید گوارا نہیں کرتے اور پھر کہتے ہیں کہ ہماری تکبیرات مکہ مدینہ والی ہیں تو بھی یہ چور ثابت ہوں گے کہ فقہ حنبلی کا ایک مسئلہ چوری کر کے یہاں لے آئے اور چور کے بارہ میں قطع یہ حکم قرآنی ہے اور چوری کبیرہ گناہ ہے۔

علمائے حرمین اور انفرادی عید:

علمائے حرمین جو حنبلی ہیں وہ انفرادی عید کو جائز نہیں سمجھتے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ نماز عید کی شرائط میں سے وطن، تعداد اور اجازت امام ہے۔ (رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۶۲) تعداد سے مراد وہ تعداد ہے جو جمعہ کے لئے شرط ہے اور وہ چالیس آدمیوں کی تعداد ہے۔ (رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۵۸) اسی طرح ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: **وكدالك العدد المشروط للجمعة لانها صلاة عيد فاشبهت الجمعة** (المغنی، صفحہ ۲۵۳، جلد ۲) یعنی اسی طرح عید کے لئے وہ تعداد شرط ہے جو جمعہ کے لئے شرط ہے کیونکہ جمعہ کو بھی عید کہا گیا ہے اسی لئے عید جمعہ کے مشابہ ہو گئی۔

الطیفة:..... بندہ اوکا نوالا بنگلہ بچہ وطنی کے علاقے میں جمعہ وعید پڑھاتا ہے۔

ایک دفعہ عید کے دن غیر مقلدین کی مسجد میں اعلان ہو رہا تھا کہ عید کی نماز ساڑھے آٹھ بجے پڑھائی جائے گی۔ ایک حاجی صاحب جو وہاں رہ کر آئے تھے مجھے کہنے لگے یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ ہم مکہ مدینہ والوں کے ساتھ ہیں کیونکہ وہاں سورج نکلنے کے بعد کوئی ہوٹل میں چائے پینے چلا جائے تو اس کی عید کی نماز رہ جاتی ہے۔ یعنی وہ سورج کے تھوڑا سا بلند ہونے کے بعد اشراق کا وقت ہوتے ہی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر یہ واقعی مکہ مدینہ والے ہیں تو

کہ ہم سے ایک دن پہلے روزہ رکھنا اور ایک دن پہلے عید کرنی چاہئے کیونکہ وہاں روزہ بھی سے ایک دن پہلے ہوتا ہے اور عید بھی ایک دن پہلے ہوتی ہے، مگر یہ پوری عید وہاں سے میں لاتے یعنی ایسا نہیں کرتے کہ یہاں تیسواں روزہ ہو اور یہ لڑیں کہ سعودیہ میں عید ہو گئی ہے روزہ توڑ دو۔ عید کے دن شیطان کا روزہ ہوتا ہے۔ تم سب مکہ مدینہ کے منکر ہو وغیرہ۔ خود بھی اس دن یہاں روزہ رکھتے ہیں اگر یہ ایسا کریں کہ اس دن روزہ رکھیں تو سب کے ایک خادم حرمین نہیں بلکہ فتنہ باز سمجھے جائیں گے۔ صرف یہاں کے لوگ ناراض نہیں ہوں بلکہ اہل حرمین بھی ناراض ہوں گے، تو جب "کل" عید لانے والے خادم حرمین نہیں تو ان کا جزاء (تکبیرات) لانے والے کیسے مکہ مدینہ والے ہو سکتے ہیں؟

حقیقت حال:..... یہ ہے کہ جب یہ فتنہ ہندوستان میں پیدا ہوا اس وقت عرب میں خفیوں کی حکومت تھی اور یہاں انگریز کی اور مذہب حنفی کے مطابق چھ زائد تکبیروں کے ساتھ بالاتفاق نماز عید پڑھی جاتی تھی لیکن انگریز کو یہ اتفاق زہر قاتل معلوم ہوتا تھا اس لئے انہوں نے اس علاقے کے متواتر مسائل کے خلاف شاذ اقوال کو رائج کر کے مسلمانوں کو لڑایا، ان میں یہ تکبیرات عیدین والا مسئلہ بھی ہے اس لئے اگر یوں کہا جائے کہ بارہ تکبیرات محمدی (کیونکہ ان روایات کی ترجیح کا فیصلہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں) نہ تھا دی ہیں (کیونکہ یہاں کے لاندہب کسی مجتہد کے قائل نہیں) بلکہ انگریزی ہیں تو حق بخت رسید کا صحیح مصداق ہوگا۔

اہل احناف:

حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھی ابو عاصم فرماتے ہیں کہ سعید بن العاصؓ نے ابو موسیٰؓ سے فرمایا: حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کس طرح کیسے کہتے تھے؟ حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ نے فرمایا جتنا زہر تکبیروں کی طرح چار بار (ہر رکعت میں) کہتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا ابو موسیٰؓ نے سچ کہا تو حضرت

ابو موسیٰ الاشعرئی نے فرمایا کہ میں بصرہ میں جب اہل بصرہ کا امیر تھا اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا۔ ابو عائشہ فرماتے ہیں کہ میں سعید بن عاصؓ کے پاس خود حاضر تھا۔ (ابوداؤد، صفحہ ۱۶۳) اس کی سند حسن ہے (آثار السنن، صفحہ ۳۱۴)

فائدہ:..... پہلی رکعت میں تکبیر تحریرہ سمیت اور دوسری رکعت میں تکبیر و کوغ سمیت چار تکبیریں بنتی ہیں۔

۲..... ابو عبد الرحمن قاسم فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرامؓ نے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عید کے دن نماز پڑھائی تو چار چار تکبیریں کہیں، پھر نماز کے بعد ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، بھول نہ جانا جنازے کی تکبیروں کی طرح ہیں اور اپنا انگوٹھا بند کر کے چار انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔ (طحاوی، صفحہ ۳۷۷، جلد ۲) یہ حدیث حسن الاسناد ہے۔ (طحاوی، صفحہ ۳۷۷، جلد ۲)

۳..... حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ دور فاروقیؓ میں جنازے کی تکبیروں میں اختلاف ہوا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب تم اصحاب رسولؐ کا گروہ دو گوں پر اختلاف کرے گا تو تمہارے بعد لوگ بھی اختلاف کریں گے اور جب تم لوگ کسی چیز پر اتفاق کر لو گے تو لوگ بھی اس پر متفق رہیں گے تو کوئی ایسی شئی دیکھو جس پر تمہارا اتفاق ہو جائے۔ گویا حضرت عمرؓ نے ان کو بیدار کر دیا تو صحابہ کرامؓ نے کہا اے امیر المومنین! بہت اچھا جواب ہے، آپؐ کی رائے ہو، آپؐ ہمیں اشارہ کر دیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا بلکہ تم مجھے مشورہ دو میں تمہارے جیسا انسان ہوں تو انہوں نے آپؐ میں جادلہ خیال کیا تو ان کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ جنازے کی تکبیریں عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی تکبیروں کی طرح چار ہوں تو اس پر ان کا اتفاق ہو گیا۔

(طحاوی، صفحہ ۳۱۹، جلد ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں جنازہ کی تکبیروں سے پہلے عیدین کی تکبیروں کے چار ہونے میں اتفاق ہو چکا تھا۔ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ یہ ابراہیم نخعیؒ کی مرسل ہے اور مراسیل ابراہیم حجت ہیں۔ (اعلاء السنن، صفحہ ۲۱۸، جلد ۸)

حضرت عامر شعی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی رائے میں کی تکبیروں کے بارہ میں نو تکبیروں پر متفق ہو گئی تھی۔ پہلی رکعت میں پانچ (تکبیر تحریرہ تکبیر و کوغ سمیت) اور دوسری رکعت میں چار (تکبیر و کوغ سمیت)۔

(طحاوی، صفحہ ۳۷۷، جلد ۲)

حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص (ابو عائشہ) نے خبر دی جو سعید بن منہج کے پاس حاضر تھا کہ سعید بن العاصؓ نے بیعت رضوان میں شریک ہونے والے چار کرامؓ کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے عید کی تکبیروں کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے کہا آٹھ تکبیریں ہیں۔ مکحول کہتے ہیں میں نے اس کا تذکرہ ابن سیرین سے کیا تو انہوں نے کہا کہ سچ کہا، مگر تکبیر تحریرہ سے غافل ہو گیا۔ یعنی تکبیر تحریرہ سمیت نو بنتی تھیں۔

(ابن ابی شیبہ، صفحہ ۱۷۲، جلد ۲)

حضرت سرور فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ہم کو عیدین میں نو تکبیروں کا ملیم دیتے تھے۔ پہلی رکعت میں پانچ اور دوسری میں چار۔

(ابن ابی شیبہ، صفحہ ۱۷۳-۱۷۲، جلد ۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ کوفہ کے ایک امیر سعید بن عامر یا ولید بن عقبہؓ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور عبد اللہ بن قیسؓ رضی اللہ عنہم کی طرف پیغام بھیج کر کہا کہ یہ عید آگئی ہے تو تمہاری کیا رائے ہے.....؟ تو سب نے اپنا معاملہ عبد اللہ بن مسعودؓ کے سپرد کیا تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا نو تکبیریں کہے، ایک تکبیر ساتھ نماز شروع کرے پھر تین تکبیریں کہے، پھر سورت پڑھے پھر اللہ اکبر کہے پھر رکوع کرے پھر کھڑا ہو کر سورت پڑھے پھر چار تکبیریں کہے۔ ان میں سے ایک کے ساتھ رکوع کرے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۱۷۳، جلد ۲) اس روایت میں نو کی تشریح ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا نو رکعت ہیں۔

(ابن ابی شیبہ، صفحہ ۱۷۳، جلد ۲)

۹: ... عبد اللہ بن الحارث فرماتے ہیں کہ ہمیں ابن عباسؓ نے عید کے دن نماز پڑھائی تو نو تکبیریں کہیں۔ پانچ پہلی رکعت میں، چار دوسری رکعت میں۔ (ابن ابی شیبہ)

۱۰: ... محمد بن سیرین حضرت انسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ عیدین میں نو تکبیریں کہتے تھے، پھر انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث کی مثل راویت نقل کی (ابن ابی شیبہ)

۱۱: ... یوسف بن ماہک فرماتے تھے کہ ابن الزبیرؓ ہر رکعت میں برابر چار چار تکبیریں کہتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق، صفحہ ۲۹۱، جلد ۳) پہلی میں تحریمہ اور دوسری میں رکوع والی تکبیر سمیت۔

۱۲: ... عبد اللہ بن الحارث فرماتے ہیں کہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے بھی ابن عباسؓ کی طرح کیا۔ یعنی نو تکبیریں کہیں۔ (عبد الرزاق، صفحہ ۲۹۵، جلد ۳) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ کے مسلک کی مثل بہت سے صحابہؓ سے نقل کیا گیا ہے اور یہ اہل کوفہ کا قول ہے اور اسی کے قائل سفیان ثوریؒ ہیں۔ (ترمذی، صفحہ ۱۲۰، جلد ۱)

تابعین عظام:

۱: ... حضرت مسروقؒ اور حضرت اسودؒ دونوں عیدوں میں نو تکبیریں کہا کرتے تھے۔ (طحاوی، صفحہ ۳۷۳، جلد ۲)

۲: ... حضرت حسن امریؒ نو تکبیریں کہتے تھے۔ پانچ پہلی رکعت میں اور چار دوسری رکعت میں نماز والی تکبیروں کے ساتھ۔ (طحاوی، صفحہ ۳۷۳، جلد ۲)

۳: ... حضرت ابراہیم خنیؒ نو تکبیروں کے قائل تھے۔ (طحاوی)

۴: ... امام شعبیؒ فرماتے تھے، تین تین تکبیریں ہیں سوائے نماز کی تکبیروں کے۔ (ایضاً طحاوی)

۵: ... محمد بن سیرینؒ کا قول عیدین کی تکبیروں کے بارہ میں عبد اللہ بن مسعودؓ کے قول کی مثل تھا۔ (ایضاً)

۶: ... حضرت سعید بن المسیبؒ نو تکبیروں کے قائل تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، صفحہ ۷۷، جلد ۲)

۷: ... ابراہیم خنیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے شاگرد عید میں نو تکبیریں

کہتے تھے۔

۸: ... امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے۔ (طحاوی، صفحہ ۳۷۳، جلد ۲)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ بقیہ تمام نمازیں ان تکبیرات سے خالی ہیں اور عیدین کی تکبیروں میں اختلاف ہے تو نظر و فکر کا تقاضا یہ ہے کہ عیدین میں صرف اتنی تکبیروں کی زیادتی کی جائے جو اتفاقی ہے اور وہ یہی تین زائد تکبیروں کی زیادتی ہے۔ لہذا اس مسلک کو اختیار کرنا اولیٰ ہے۔

فائدہ: ... آج کل ان کی ایک نئی جماعت ”تحریک محمدی“ نے جنم لیا ہے۔ انہوں

نے بالکل زائد تکبیروں کا انکار کر دیا ہے کہ صرف دو رکعتیں بغیر زائد تکبیروں کے پڑھے۔ انہوں نے ایک دو ورقہ سوال جواب کی شکل میں شائع کیا ہے۔ تکبیرات والا حصہ ملاحظہ

فرمائیں: ... سائل: السلام علیکم! عبد اللہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کہیں کیا حال ہیں آپ کے۔ سائل: الحمد للہ سب خیر و عافیت ہے۔ عبد اللہ، سنائیں کیسے آنا ہوا آپ کہاں سے

تشریف لائے ہیں؟ سائل: میں یمنی کراچی سے آیا ہوں۔ مجھے پتہ چلا کہ آپ کے ہاں عید کی نماز بغیر زائد ۱۲ یا ۶ تکبیرات کے پڑھی جاتی ہے۔ کیا ۱۲ یا ۶ تکبیرات عیدین کسی صحیح حدیث

سے ثابت نہیں؟ عبد اللہ، تکبیرات عیدین کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، پھر ابو داؤد کی ترمذی بن شعیب کی بارہ تکبیرات والی روایت کے بارے میں لکھا ہے۔ اس کے راوی عمرو بن

شعیب کو مندرجہ ذیل اسماء و رجال کے ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔

۱: ... وقال الأجرى قلت لابی داؤد و عمرو بن شعيب عندك حجة

قال لا ولا نصف حجة (تہذیب التہذیب، صفحہ ۴۴، جلد ۸، میزان الاعتدال، صفحہ ۲۶۳، جلد ۳)

۲: ... وقال علی بن المدینی عن یحیی بن سعید حدیثہ عندنا و

(تہذیب التہذیب، صفحہ ۴۴، جلد ۸، میزان الاعتدال، صفحہ ۲۶۵، جلد ۳)

۳: ... وقال ابن ابی خثیمۃ عن ابن معین لیس بذاک

(تہذیب التہذیب، صفحہ ۴۴، جلد ۸)

۴..... وقال ابن حبان ذكره في الضعفاء (ميزان الاعتدال، صفحہ ۲۶، جلد ۳)
 ۵..... امام بخاری نے خود عمر ابن شعیب کو ضعیف میں ذکر کیا ہے۔ (درج الصغیر، ص ۲۷)
 ۶..... وقال ابو زرعة..... وانما انكروا رواية عن ابيه عن جده (تہذیب
 ۱..... تہذیب، صفحہ ۴۴) اس کے علاوہ آپ نے امام ترمذی کی کثیر بن عبد اللہ والی روایت کو اس
 باب میں سب سے اچھی کہا ہے تو اس میں کثیر بن عبد اللہ ضعیف ہے۔ قال ابن معین لیس
 بشئ وقال الشافعی و ابو داود رکن من ارکان الکذب وقال الدار قطنی
 وغیره متروک وقال ابو حاتم لیس بالمعین وقال النسائی لیس بثقة.
 (ميزان الاعتدال، صفحہ ۴۰، جلد ۳)
 سائل، اگر مذکورہ بالا احادیث ضعیف ہیں تو اس حدیث مبارکہ کو علماء کرام صحیح کہتے
 ہیں۔ جو یہ ہے کہ ابن سرح ابن وہب، ابن لہیعہ، خالد، ابن شہاب، عروہ، عائشہ کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہتے تھے اور دوسری
 رکعت میں پانچ تکبیریں کہتے۔ (ابوداؤد، صفحہ ۴۳۱، جلد ۱) عبد اللہ اس حدیث میں عبد اللہ بن
 لہیعہ راوی ضعیف ہے۔ اس کے بارے میں قال ابن معین ضعیف لا یحتج بہ ہے۔
 (ميزان الاعتدال، صفحہ ۴۷، جلد ۲) اس کے علاوہ اس حدیث کے نیچے ”ف“ علامہ وحید
 الزمان نے بھی اس کو ضعیف بسبب ابن لہیعہ لکھا ہے۔ سائل: اگر کوئی حدیث صحیح تکبیرات
 عیدین یعنی ۱۲ یا ۶ کی نہیں ملتی تو پھر سب علماء کیوں اس عمل کو کرتے ہیں اور عوام بھی کرتے
 ہیں؟ عبد اللہ: علماء چونکہ شروع سے کہتے آ رہے ہیں اگر اب اس عمل کو ترک کرتے ہیں تو
 ان کی توہین ہے کہ لوگ کہیں گے کہ مولوی صاحب! اتنی عمر آپ بے علم تھے کہ یہ غیر ثابت
 شدہ کام کرتے رہے۔ رہا معاملہ عوام کا تو وہ علم ہو جانے کے باوجود یہود و نصاریٰ کے طریقہ
 پر چل پڑے کہ اللہ فرماتا ہے:..... اتخذوا احبارہم و رهبانہم اربابا من دون اللہ
 (التوبہ) انہوں (یہود و نصاریٰ) نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا

ہے۔ گویا جو مولوی درویش حلال کہتے ہیں وہ باوہیل اسے حلال جانتے اور جو حرام کہتے اسے
 حرام جانتے۔ (پمفلٹ عید الاضحیٰ، مصنفہ ڈاکٹر عبد الجبار تحریک محمدی، صفحہ ۱۲) لیجئے اگر غرباء
 اباہدیت والوں نے چھ تکبیروں کو بدعت اور گمراہی کہا تھا تو یہ ڈاکٹر صاحب ان کے مولویوں کو یہود
 کے احبار و رہبان اور پوری جماعت کو یہودی اور نصرانی کہہ رہے ہیں۔ اولیاء اللہ کی توہین کا یہ دنیوی
 انتقام ہے۔ ولعذاب الآخرة اکبر لو کانوا یعلمون کاش! یہ جماعت آج بھی اپنے اس
 رویے سے باز آ جائے۔ واللہ الموفق

فائدہ:..... قارئین کرام! گزشتہ مضمون سے یہ بخوبی اندازہ لگا چکے ہوں گے کہ
 غیر مقلدین شاذ اور متروک روایات کو اس حلقہ میں رواج دینا چاہتے ہیں اور جو روایات
 ملاتے کے عمل کے موافق ہیں ان کو چھپاتا چاہتے ہیں، اگر عوام کے سامنے ان کا اظہار کر دیا
 جائے تو فوراً کہیں گے یہ ضعیف ہے۔ تو یاد رکھیں کہ بات ہمیشہ دلیل سے ہونی چاہئے اور غیر
 مقلدین کے ہاں دلیل صرف قول خدا یا قول مصطفیٰ علیہ السلام ہے اس لئے اگر وہ کسی حدیث
 کو صحیح کہیں تو بھی صحت قرآن و حدیث سے ثابت کریں اور اگر کسی حدیث کو ضعیف کہنا ہو تو
 اس کا ضعف بھی قرآن و حدیث سے ثابت کریں، امتیوں کے اقوال پیش کر کے مشرک نہ
 بنیں اور اپنا قیاس کر کے شیطان نہ بنیں۔ ہمارے ہاں اجماع اور قیاس بھی حجت ہیں، تو جس
 حدیث پر ائمہ اربعہ عمل کریں تو ہم اس کو دلیل اجماع سے صحیح تسلیم کریں گے اور اگر کسی حدیث
 کو ائمہ اربعہ ترک کر دیں تو ہم اجماع سے اس حدیث کو غیر مقبول کہیں گے اور اگر بعض ائمہ
 نے اس کو لیا اور بعض نے چھوڑ دیا تو ہم اس وقت اپنے امام صاحب کے عمل سے فیصلہ کریں
 گے، اگر انہوں نے اس حدیث کو ترک کر دیا تو ہم بھی ترک کر دیں گے اور اگر انہوں نے عمل
 کیا تو ہم بھی اس پر عمل کریں گے۔ اس وقت ہم کسی دوسرے مجتہد کا قول بھی نہیں مانیں گے
 چہ جائیکہ امتیوں اور مقلدوں کے صحت و ضعف کے اقوال۔

فائدہ:..... قارئین کو یہ بھی متنبہ کیا جاتا ہے کہ جس طرح یہ لوگ حدیث پوری

بیان نہیں کرتے اسی طرح یہ فقہ کا مسئلہ بھی پورا بیان نہیں کرتے بلکہ اکثر فقہ کی کتابوں کا نام لے کر عوام کو اپنا بنانے کے لئے جھوٹ بھی بولتے ہیں۔

مسئلہ تکبیرات کے متعلق جھوٹ:

۱-۲: نماز عیدین کی بارہ تکبیروں کی حدیث صحیح ہے۔ (ہدایہ، صفحہ ۶۶۶، جلد ۱، شرح وقایہ، صفحہ ۱۵۱، حقیقۃ الفقہ، صفحہ ۲۰۲)

۳-۳: عیدین کی چھ تکبیروں کی بابت ابن مسعود کا قول ہے۔ (ہدایہ، صفحہ ۶۶۵، جلد ۱، شرح وقایہ، صفحہ ۱۵۳، حقیقۃ الفقہ، صفحہ ۲۰۲)

قارئین کرام! ان دو سطروں میں یوسف جے پوری نے سفید نہیں سیاہ جھوٹ بولے ہیں۔ یہ دونوں باتیں نہ ہدایہ میں ہیں نہ شرح وقایہ میں۔ وقایہ کی مبادی یہ ہے:

یصلی بہم یکبیر الاحرام ثم یکبر ثلاثا وبقراء الفاتحة و سورہ ثم یرکع میکراً و فی الثانیۃ یمید بالقرآن ثم یرکبر ثلاثاً و آخری للركوع (شرح وقایہ، صفحہ ۱۹۳، جلد ۱) یعنی امام اوگوں کو عیدین کی نماز پڑھائے، تکبیر تحریمہ سے، پھر تین تکبیریں کہے اور فاتحہ اور سورہ پڑھے، پھر تکبیر کہتا دو رکوع کرے اور دوسری رکعت میں قراءۃ سے ابتدا کرے، پھر تین تکبیریں کہے اور ایک دوسری رکوع کے لئے۔

قارئین کرام! آپ نے اصل عبارت اور ترجمہ دیکھ لیا۔ اس میں کہیں بارہ تکبیرات والی روایت کا ذکر نہیں چہ جائیکہ اس کو صحیح کہا: دو اور نہ ہی چھ تکبیرات کو ابن مسعود کی طرف منسوب کیا ہے اور ہدایہ کے متن میں ہے: ویصلی الامام بالناس رکعتین یکبر فی الاولی للافتتاح وثلاثاً بعدھا ثم یرکع الفاتحة و سورۃ و یکبر تکبیرۃ یرکع بہا ثم یرکع الثانیۃ بالقرآن ثم یرکبر ثلاثاً بعدھا و یکبر رابعۃ یرکع بہا (ہدایہ، صفحہ ۱۵۳، جلد ۱) یعنی امام اوگوں کو دو رکعتیں پڑھائے، پہلی رکعت میں شروع کی تکبیر کہے اور اس کے بعد تین تکبیریں کہے، پھر فاتحہ اور سورہ پڑھے اور ایک تکبیر کہے۔

اس کے ساتھ رکوع کرے، پھر دوسری رکعت میں ابتدا، قراءۃ سے کرے، پھر اس کے بعد تین تکبیریں کہے اور چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع کرے۔ شرح میں لکھا کہ یہ ابن مسعود کا قول اور ہمارا قول ہے اور پھر حضرت ابن عباس کے قول کو ذکر کیا اور مرفوع روایت یہاں کوئی بھی ذکر نہیں کی۔ صاحب ہدایہ اپنا عمل قول ابن مسعود پر اور شوافع کا عمل قول ابن عباس پر کرتے ہیں۔ بارہ تکبیرات والی حدیث کی صحیح بالکل نہیں بلکہ قیاس سے تین والے قول کی ترجیح دہی کی ہے اور قول ابن مسعود سے بے پوری صاحب عوام کو یہ مغالطہ دے گئے ہیں کہ چھ زائد تکبیرات والا قول ہے اور بارہ تکبیرات والی حدیث نبوی، حالانکہ صاحب ہدایہ نے دونوں مذہبوں کی بنیاد اقوال پر رکھی ہے۔ البتہ علامہ ماروینی نے فرمایا کہ قول صحابی حکما مرفوع ہے تو اس صورت دونوں حکما مرفوع ہوں گے۔ یہاں بعض غیر مقلد مغالطہ دیتے ہیں کہ حقیقۃ الفقہ کے ہر صفحہ پر لکھا ہے کہ کتب مندرجہ فقہ سے مراد ان کے تراجم ہیں۔ تو یاد رکھیں کہ ترجمہ عربی عبارت کا ہوتا ہے اگر ترجمہ کی عربی عبارت اصل کتاب میں موجود ہو تو اس کو ترجمہ کہیں گے ورنہ ترجمہ کے نام سے تحریف ہوگی۔ ہمارا غیر مقلدین سے مطالبہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں عبارتوں کی عربی اصل کتابوں میں دکھادیں تو ان کو ترجمہ کہنا درست ہوگا اور اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو اس کو ترجمہ نہیں تحریف کہیں گے۔

اللہ تعالیٰ تمام اہل سنت والجماعت کو ایسے مغالطوں سے محفوظ رکھیں اور جو بھٹک چکے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو راہِ راست پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

احکام و تکبیرات عید

تمام تعریفیں خالق کائنات کے لئے ہیں اور درود پاک اُس ذات پر نازل ہو جنہوں کے وصول الی اللہ کے اُن مٹ نشانات اُمید محمدیہ کو دیئے اور فرمایا کہ علم تین قسم پر ہے: (۱) حکم آیت (۲) شقیف قائمہ (۳) فریضہ عادلہ (اجتہاد مجتہدین) اور بتا دیا کہ فریضہ عادلہ شقیف قائمہ تک اور سہ قائمہ آیت تک پہنچانے والی ہے اور آپ ﷺ کی آل اور صحابہ کرامؓ پر جنہوں نے ان علوم ثنا کو خود بھی مغبوطی سے پکڑا اور پھر امت کو بھی یہ امانت بالکم و کاست پہنچادی۔ حمد و ثناء و صلوة کے بعد قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان گنت انعامات میں سے ایک عید بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو گواہ بنا کر میرے اجتماع کی بخشش کا اعلان فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بہت سے احسانات بندوں کی طرف لوتے ہیں اور ہر سال اس میں خوشی کا اعادہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات عرف میں ہر فرحت و خوشی والی چیز کو عید کہہ دیا جاتا ہے جیسا کہ ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

عید و عید و عید صرن مجتمعه

وجه الحبيب و يوم العيد والجمعه

کہ میری تین عیدیں اکٹھی ہوتی ہیں، ایک محبوب کا چہرہ، دوسرا عید کا دن اور تیسرا جمعہ، اور کسی شاعر نے کہا ہے کہ۔

عید کی چچی خوشی تو دوستوں کی دید ہے

جو دوستوں سے دور ہے کیا خاک اس کی عید ہے

بہر حال یہ سن ایک ہجری سے لے کر آج تک اُمید مسلمہ خوشی کا دن مناتی آئی

بہ اور تمام مسلمان نماز عید کی صورت میں اپنے رب کے سامنے سجدہ شکر بجالاتے ہیں اور عمل کرتے ہیں کہ مسلمان کو ہر خوشی میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ عام حالات میں اگر پانچ وقت اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتے ہیں تو عید میں خوشی کے موقع پر ایک نخصی ماضری بھی اللہ تعالیٰ کے وبار میں ضروری ہے۔

کیا عید سے جمعہ ساقط ہو جاتا ہے؟

آج کل بعض لوگوں نے یہ مسئلہ چلایا ہے کہ عید پڑھنے والے پر جمعہ ضروری نہیں، چاہے پڑھے، چاہے نہ پڑھے۔ تو انہوں نے عید کی خوشی میں جمعہ کی فرضیت کا انکار کر دیا بلکہ مولوی وحید الزمان صاحب نے تو عید کے دن جمعہ کے ساتھ ظہر کے ساقط ہونے کا بھی تحریر فرمایا ہے جو کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔۔۔۔۔ والجمعة فی يوم العيد رخصته مطلقاً لاهل البلد وغيرهم فان شاء صلى العيد والجمعة كليهما وان شاء صلى العيد فقط ولم يصل الجمعة وفي سقوط الظهر خلاف وانحق جواز تركه ايضا "یعنی جمعہ عید کے دن میں مطلقاً شریعی اور غیر شریعی کے لئے رخصت ہے اگر چاہے تو عید کی نماز اور جمعہ دونوں پڑھے اور اگر چاہے تو صرف عید پڑھے اور جمعہ نہ پڑھے، اور ظہر کے ساقط ہونے میں اختلاف ہے اور حق ظہر کے ترک کا جواز ہے۔"

(نزل النابار، صفحہ ۱۵۵، جلد ۱) نیز فرماتے ہیں:۔۔۔۔۔ والذی رجحنا فی الہدیة عدم سقوط الظہر الا بصلوة: "یعنی دو مسلک جس کو میں نے ہدیۃ

الہدی میں ترجیح دی ہے صرف جمعہ کے دن عید نماز کی وجہ سے ہی ظہر کا ساقط ہونا ہے۔"

(نزل النابار، صفحہ ۱۵۵، جلد ۱) نواب مدتی حسن خاں فرماتے ہیں کہ نماز عید کے وجوب کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ جب جمعہ کے ساتھ ایک دن میں اکٹھی ہو جائے تو جمعہ کو ساقط کرنے میں ہے اور جو چیز خود واجب نہ ہو تو وہ واجب کو ماقبلاً کرنے والی نہیں ہوتی۔

ناروضۃ: ہندیہ، صفحہ ۲۱۲، جلد ۱)۔۔۔۔۔ نواب نور الحسن صاحب نے عرف الجاوی میں لکھی

ہے۔ فرماتے ہیں:..... وازادله وجوب اوست مسقط بودنش از برائے جمعه
نزد اتفاق در یک روز و غیر واجب مسقط واجب نمی تواند شد (عرف
الجاوی، صفحہ ۳۵، ۳۶) نیز فرماتے ہیں جب جمعہ اور عید ایک دن میں اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ کی
امام اور تمام لوگوں کو رخصت ہوتی ہے۔ (عرف الجاوی، صفحہ ۳۳) علامہ شوکانی بھی فرماتے
ہیں:..... وھی فی بوم العید رخصة "یعنی جمعہ عید کے دن میں رخصت ہے۔"
(الدرر البہیة مع الروضة، صفحہ ۱۳۱، جلد ۱) نواب صدیق حسن صاحب اس کی شرح میں
فرماتے ہیں:..... وظاهر احادیث الترخیص یשמّل من صلی العید ومن لم یصل
"یعنی رخصت دینے والی احادیث کا ظاہری مفہوم عید پڑھنے والوں اور نہ پڑھنے والوں سب کو
شامل ہے۔" (الروضة الندیہ، صفحہ ۱۳۲، جلد ۱)

مواوی محمد یونس قریشی فرماتے ہیں:..... "جمعہ کے روز اگر عید آ پڑتی تو جناب
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ نماز عید تو ادا فرماتے اور نماز جمعہ کی رخصت دیتے
کہ چاہے پڑھیں یا نہ پڑھیں مگر خود جمعہ بھی ترک نہ کرتے تھے۔" (دستور الملتی، صفحہ ۷۰، ۷۱)
صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:..... "کہ جمعہ کے روز اگر عید آ جائے تو عید کی نماز پڑھ لی
جائے اور پھر چاہے جمعہ پڑھیں یا نہ پڑھیں۔" (صلوۃ الرسول، صفحہ ۳۸۹) نیز فرماتے ہیں
اگر عید کے روز جمعہ ہو تو عید کی نماز پڑھنے کے بعد جمعہ پڑھیں اور اگر جمعہ نہ پڑھیں ظہر پڑھ
لیں تو بھی جائز ہے۔ (صلوۃ الرسول، صفحہ ۴۰۶) شیخ الرحمن زیدی لکھتے ہیں: "عید اگر
جمعہ کے دن ہو تو نماز عید پڑھنے کے بعد جمعہ پڑھ لیں یا ظہر، اختیار ہے۔"

(نماز نبوی، صفحہ ۲۵۹)

درج بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ ان حضرات میں سے بعض کے نزدیک عید
پڑھنے سے جمعہ کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے مگر ظہر کی فرضیت باقی ہے اور بعض کے نزدیک
جمعہ اور ظہر دونوں کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور بعض کے نزدیک عید پڑھے یا نہ پڑھے اس

امت پر عمل کر سکتا ہے۔ یہ ان حضرات کے اختلاف کا حال ہے جو لوگوں کو یہ باور کراتے
ہیں کہ ہم آپ کو فقہاء کے اختلافات سے نکال کر قرآن و سنت سے وابستہ کرنا چاہتے ہیں
انکہ فقہاء کی غلطی پر بھی اجر کا وعدہ ہے۔ (بخاری، صفحہ ۱۰۹۲) اور جبکہ غیر فقیہ کا فیصلہ مردود
ہے۔ (بخاری، صفحہ ۱۰۹۲) اور وہ جنہی اور خطا کا رہے۔ (ترمذی، صفحہ ۳۱۹)

ملاقے کا عرف:

مزاج شریعت یہ ہے کہ اختلافی اجتہادی مسائل میں علاقے کے متدین حضرات
کے معروف مسائل کو لیا جائے اور منکر کو چھوڑ دیا جائے، اسی کو نیکی قرار دیا گیا ہے اور قرآن
کے میں متعدد آیات میں معروف کا حکم اور منکر کی نفی کو خیرات ہونے اور ایمان داروں کی
امت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ دسویں پارہ میں معروف سے روکنا اور منکر کا حکم دینا
منافقوں کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ حضور قدس صلی اللہ علیہ وسلم بیعت اسلام میں بھی اس کا
استہام فرماتے تھے ولا یعصینک فی معروف "کہ کسی معروف میں یہ آپ ﷺ کی
فرمانی نہیں کریں گے۔" (الممتحنہ) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ
وہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں امت محبوبے اور دجال پناہوں گے۔ یا تو نکم من
لا حدیث بمعالم تسمعون انتم ولا تباہ کعبہ کعبہ بنو تمہارے پاس ایسی احادیث نے گزرتی
آئیں گے جو تم نے اور نہ تمہارے آباء و جدائے نے سنی تھیں نہ وہیں گے۔ تم ان کے پاس نہ جانا
اور ان کو اپنے پاس نہ آنے دینا کیوں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں۔

(مسلم، صفحہ ۱۰)

اس حدیث پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصول بتایا کہ معروف عمل
کے خلاف غیر معروف احادیث نہیں مانگے، اسی اور فتنہ کا سبب ہو گا، اور ایسے لوگوں کو کفر اب اور
دجال کہا ہے اور عوام کو ان سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ

فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ میں میرا ترک تہلیل کی طرف رجحان ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ مکاشفہ میں فرمایا کہ امام صاحب اور صاحبین کے مسلک سے خرچ نہ کرنا اور حکم ہوا کہ خبردار کبھی تو قوم کا مخالف ”فروع“ میں نہ ہونا اس لئے کہ یہ مناکحہ ہے حق کی مراد کا۔ پھر کھلا ایک نمونہ اس سے ظاہر ہوئی کیفیت و تطبیق سنت کے ساتھ فقہ حنفیہ کے اخذ کرنے سے ایک کے قول کے قول ثلاث یعنی امام اعظم اور صاحبین سے اور کشف ہوتی تخصیص ان کے عموماً کی اور ان کے مقاصد کا وقوف اور اقتضار اس پر جو لفظ سنت سے سمجھا جاتا ہے اور اس میں نہیں تاویل بعید اور نہ ضرب بعضی حدیث کے بعضی پر اور نہ ترک کرنا ہے حدیث صحیح کا ساتھ قول ایک کے امت میں سے اور یہ طریقہ اگر پورا کر دے اور کامل، اللہ تعالیٰ تو کبریت احرار اور اکسیر اعظم ہے۔ (فیوض الحرمین مترجم، صفحہ ۲۶) نیز فرماتے ہیں کہ مجھ کو بچو اور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حنفی مذہب میں ایک بہت اچھا طریقہ ہے وہ بہت موافق ہے اس طریقہ سنت سے جو تنقیح ہوا زمانہ بخاری اور اس کے ساتھ والوں کے اور وہ یہ ہے کہ اقوال ثلاث یعنی امام اعظم اور صاحبین سے جو قول اقرب ہو وہ لے لیا جائے، پھر بعد اس کے فقہائے حنفی کی پیروی کی جائے جو علمائے حدیث سے ہیں کیونکہ بہت چیزیں ہیں کہ امام اور صاحبین نے اصول میں نہیں بیان کیں اور نہ ان کی نفی کی ہے اور حدیثیں ان پر دلالت کرتی ہیں تو ان کا اثبات ضرور ہے اور سب مذہب حنفی ہیں۔ (فیوض الحرمین مترجم اردو، صفحہ ۳۵) اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ علاقے کے معروف عمل کے خلاف عمل کرنا مردود حق سے مناکحہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے رفع یدین کو محبوب کہنے کے باوجود یہ فرمایا کہ انسان کے لئے مناسب نہیں کہ ایسے فعل سے اپنے شہر کے عوام کو اپنے خلاف فتنہ میں مبتلا کر دے۔ (حجۃ اللہ البائذہ، صفحہ ۱۰، جلد ۲) بلکہ حضرت شاہ صاحب ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ جب کوئی جاہل انسان ہندوستان یا مادراہ انہر کے

اس میں رہتا ہو جہاں کوئی شافعی یا مالکی یا حنبلی عالم نہیں اور نہ ان مذاہب کی کتب ہیں تو اس ادب ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کی تہلیل کرے اور اس پر امام صاحب کے مذہب سے حرام ہے، اس لئے کہ وہ اس وقت شریعت کی رسی کو نکال چھینکے گا اور بیکار مہمل بن کر مکی گزارے گا۔ (الانصاف، صفحہ ۲۲) عید سے متعلق جمعہ کا مسئلہ بھی اس علاقے کے دین و عمل کے خلاف ہے۔ ائمہ اربعہ میں سے صرف حنابلہ کا مسلک ہے، جس علاقہ میں ہند ہوں وہاں تو اس کو بیان کرنا درست ہے۔ احناف کے علاقہ بلکہ شوافع اور مالکیہ کے بھی اس مسئلہ کو پھیلاتا فتنہ ہے۔ پھر حنابلہ بھی اتنے عموم کے قائل نہیں کہ جمعہ کے ساتھ نیت ظہر بھی ساقط ہو جائے۔ یہ تو اجماع امت کی مخالفت ہے۔ قاضی ابوالولید محمد بن احمد رشید مالکی متوفی ۵۹۵ھ فرماتے ہیں: .. اما اسقاط فرض الظہر والجمعة النہی من بدلہ لمکان صلاة العید فخرج عن الاصول جدا ”یعنی ظہر اور اس کے بدلہ کا ساقط کر دینا عید کی نماز کی وجہ سے یہ اصول شریعت سے بہت زیادہ خروج ہے۔“ (ردیہ المجتہد، صفحہ ۱۵۹، جلد ۱)

دلائل مسلک معروف:

بابہا الذین آمنوا اذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله (یہ سورۃ جمعہ، آیت ۹) ”یعنی اے ایمان والو! جب اذان ہو جمعہ کی تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور بھروسہ دو خیر و فروخت یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تمہیں سمجھ ہے۔“ اس آیت میں یوم عید کو حنفی قرار نہیں دیا، معلوم ہوا جیسے بقیہ ایام میں جمعہ فرض ہے اسی طرح یوم عید میں بھی فرض ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عیدوں میں اور جمعہ میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور هل اتک حدیث الغاشیہ پڑھا کرتے تھے اور بسا اوقات عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جاتے تو دونوں میں یہی سورتیں پڑھتے۔ (ترمذی، صفحہ ۱۰۲) معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ نہیں چھوڑا۔

۳:..... حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے منبر پر یہ فرماتے سنا ہے کہ لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آ جائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا جس کی وجہ سے وہ نافرمانین میں سے ہو جائیں گے۔ (رواہ مسلم، بیہقی، سنن کبریٰ، صفحہ ۱۷۱، جلد ۳)

۴:..... حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے بھی پہلی روایت کی مثل الفاظ منقول ہیں۔ (بیہقی فی السنن الکبریٰ، صفحہ ۷۲، جلد ۲)

۵:..... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ میں حاضر نہ ہونے والوں کی وجہ سے فرمایا، البتہ میرا ارادہ ہوا کہ میں ایک آدمی کو لوگوں کا امام بناؤں پھر جو جمعہ میں حاضر نہیں ہوئے ہیں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ (السنن الکبریٰ، صفحہ ۱۷۲، جلد ۳) ان تمام روایات میں عید اور غیر عید کا فرق نہیں جن پر جمعہ فرض ہے ہر حال میں فرض ہے خواہ عید ہو یا نہ ہو۔

مخالف روایات کا جواب:

جس روایت میں یہ ہے کہ جو واپس جانا چاہے چلا جائے اس سے مراد وہ باہر سے آنے والے لوگ ہیں جن پر جمعہ فرض ہی نہیں جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ:.....

۱:..... حضرت عثمانؓ نے اہل عوالیٰ کو کہا کہ تم میں سے جو جمعہ کا انتظار کرنا چاہے کر لے اور جو واپس جانا چاہے چلا جائے۔ (بخاری، صفحہ ۸۳۵، جلد ۲)

۲:..... حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو عیدیں اکٹھی ہو گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عوالیٰ سے فرمایا کہ تم میں سے جو بیٹھنا چاہے بیٹھ جائے اس پر کوئی تنگی نہیں۔ (کتاب الام، صفحہ ۲۳۹، جلد ۱)

۳:..... امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ دو عیدیں ایک دن میں جمعہ ہو جائیں تو پہلی سنت اور

ن فرض ہے، ان میں سے کسی کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ (جامع الصغیر، صفحہ ۱۱۳) امام شافعیؒ بھی فرماتے ہیں کہ عید کے بعد امام دیہاتیوں کو لوٹنے کی اجازت دے، لوگوں کے لئے جمعہ ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ (ملخص کتاب الام، صفحہ ۲۳۹، جلد ۱) ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ عید کی نماز کی وجہ سے جمعہ اور ظہر کا ساقط ہو جانا متروک ہے۔ (مجموعہ) اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا اور سقوط کی تاویل اہل عالیہ اور ان تمام لوگوں کے حق میں ہے جن پر جمعہ واجب نہیں۔

نوٹ:..... عالیہ اور عوالیٰ سے مراد وہ گاؤں ہیں جو مدینہ کے اطراف بلندی پر واقع

ہیں۔ نزدیک والا گاؤں مدینہ سے تین میل پر اور دور والا آٹھ میل پر واقع ہے۔

(لغات الحدیث، صفحہ ۱۹۱، جلد ۳)

تعداد تکبیرات زوائد:

اس مسئلہ میں بھی متواتر فقہ حنفی کا یہاں اختلاف کیا جاتا ہے کیونکہ یہاں چھ زائد تکبیرات سے عید پڑھی جاتی رہی ہے۔ یہاں بعض جماعتوں نے تو اجماع امت کو ترک کر دیا کہ عیدین میں زائد تکبیریں ہیں ہی نہیں۔ عام نمازوں کی طرح دو رکعتیں پڑھ لینی چاہئیں۔ (روائے اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں۔ اس نے بارہ یا چھ زائد تکبیریں کہنے والوں کو یہودی احبار اور یہان کہا ہے۔)

دلائل احناف:

ابو عبدالرحمن قاسم فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض صحابہ کرامؓ نے بیان کیا کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن نماز پڑھائی تو (تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع سمیت) چار چار تکبیریں کہیں، پھر ہماری طرف اپنے چہرے کو متوجہ کر کے فرمایا کہ نہ بھولنا جنازے کی تکبیروں کی طرح ہے اور انکو ٹھابند کر کے اپنی انگلیوں سے (چار کا) اشارہ کیا۔ (طحاوی، صفحہ ۴۳۸، جلد ۲) امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن الاسناد ہے۔ (طحاوی، صفحہ ۴۳۸)

مسائل قربانی اور تکبیرات عید

قربانی کا فلسفہ:

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن
الرحیم ۞ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۞ فصل لربک وانحر ۞ صدق اللہ
عظیم ۞

برادران اسلام! اللہ تعالیٰ نے جس طرح جسم انسانی کے مختلف امراض کے مختلف
اقیانوس پیدا فرمائے ہیں اسی طرح روحانی بیماریوں کے بھی متعدد علاج پیدا فرمائے۔
روحانی بیماریوں میں ایک خطرناک بیماری جب مال ہے جس کو حدیث پاک میں پانی سے
ماس کی طرح دل میں نفاق بڑھانے والا کہا گیا ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ مال کی محبت کی
سے باپ بیٹے، ماں بیٹی میں لڑائی ہوتی ہے۔ مال کی محبت قتل و غارت، رشوت، سود، دھوکہ
دہی، بخل، حرص، ہندم ادائے زکوٰۃ و حج وغیرہ ہزاروں بیماریوں کی جڑ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
مہربانیاں کے ذریعہ مال خرچ کر کے اس کی محبت کو دل سے نکالنے کی مختلف صورتیں پیدا
کیں، جن میں ایک قربانی ہے۔

حکم قربانی

سراج الامۃ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک قربانی واجب ہے بشرطیکہ مقیم
مذہب نصاب ہو اور یہ وجوب کا قول حضرت مجاہدؒ، کھولؒ اور شعبیؒ کا بھی ہے اور حضرت ابو
داؤدؒ سے بھی یہ وجوب منقول ہے۔ (محلی ابن حزم، صفحہ ۳۵۸، جلد ۷)

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھی ابو عائشہ فرماتے ہیں کہ سعید بن عامس نے ابو موسیٰ
اشعریؓ اور حذیفہؓ ابن یمان سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں
کیسے تکبیریں کہتے تھے تو حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کی
تکبیروں کی طرح (تکبیر تحریرہ کے علاوہ) چار تکبیریں کہا کرتے تھے تو حضرت حذیفہؓ نے
فرمایا کہ ابو موسیٰؓ نے سچ کہا ہے تو حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ میں بعمرہ میں جب بعمرہ
والوں کا امیر ہوتا تھا تو ایسے ہی تکبیریں کہا کرتا تھا۔ ابو عائشہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت سعید
بن عامسؓ کے پاس موجود تھا۔ (ابوداؤد، صفحہ ۱۱۳، جلد ۱، طحاوی، صفحہ ۲۳۹)

۲۔ حضرت کھولؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ کے قاصد
نے بیان کیا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں پہلی تکبیر کے علاوہ چار چار تکبیریں کہتے
تھے۔ (طحاوی، صفحہ ۲۳۹)

۳۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے بھی یہی تکبیر تحریرہ سمیت چار تکبیروں کا ذکر ہے۔
(مصنف عبدالرزاق)

صدقۃ الفطر:

جس پر زکوٰۃ واجب ہو یا ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال و اسباب ہے
جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی، تو قید کے دن اس پر صدقہ دینا واجب ہے چاہے وہ مال تجارت
ہو یا نہ ہو خواہ اس پر سال گزر ہو یا نہ گزر۔ اگر گندم یا گندم کے آٹے یا گندم کے ستو سے
صدقہ فطر ادا کرے تو احتیاطاً دو گلو ادا کرے یا دو کے آٹے یا دو کے ستو یا کھجور یا کشمش سے
صدقہ فطر ادا کرے تو اس سے دو گنا ادا کرے۔ یہ گندم کے نصف صاع والا مسلک حضرت
علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ، حضرت اسامہؓ
سے اسانید صحیحہ سے منقول ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے۔

(الروضة الندیہ، صفحہ ۳۱۵، جلد ۱)

روک دیا اور عتیر وہ ذبیحہ تھا جس کو رجب میں ذبح کرتے تھے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روک دیا اور قربانی کا حکم دیا۔ (مجمع الزوائد، صفحہ ۱۸، جلد ۴)۔

۱۴:..... حضرت علیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! قربانی کرو۔ الخ (مجمع الزوائد، صفحہ ۱۷، جلد ۴) والا امر للوجوب اور یہ وجوب قربانی کا مسئلہ ہمارے ہاں معروف چلا آ رہا تھا اور تمام احناف یا مروون بالمعروف پر عمل کرتے ہوئے صاحب انصاب پر وجوب قربانی کے قائل تھے مگر غیر مقلدین نے احناف میں آہستہ آہستہ قربانی کے عدم وجوب کو پھیلا نا شروع کیا اور یا مروون بالمتکون وینہون عن المعروف پر منافقانہ عمل کیا، مگر عوام کو دھوکا یہ دیتے ہیں کہ ہم خدایا رسول خدایا کو مانتے ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل معروف کے خلاف احادیث پھیلائے کو فتنہ اور گمراہی کا سبب قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جن علاقوں میں احناف کی اکثریت ہے وہاں عدم وجوب کے متعلق روایات فتنہ کا سبب بنیں گی۔ ہاں جہاں دوسرے ائمہ کے مقلدین ہیں وہاں ان کے مسلک کے مطابق ہی روایات ذکر کی جائیں گی جو عین مزاج شریعت ہے۔ بعض غیر مقلدین حضرت ابن عمرؓ کے قول ہی سن کر معروف (بخاری) سے عدم وجوب پر اسی طرح ومن ذبح بعد الصلوۃ فقد تم نسکھ واصاب سنة المسلمين (جس نے نماز کے بعد ذبح کیا تو تحقیق اس کی قربانی کامل ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقہ کو پالیا سے استدلال کرتے ہیں) مگر ان دونوں جگہ سے سیرۃ المسلمین اور طریق المسلمین کے معنی میں ہے جس میں فرائض و واجبات بھی داخل ہیں اور یہ سبیل المؤمنین بن کر ضروری قرار پائے گی۔ یہ بالکل ایسے ہے جیسے مجوس کے بارہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ ان کے بارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنواہم سنة اهل الكتاب (موطا امام مالک، صفحہ ۲۸، کتاب الزکوۃ) یعنی خراج اور جزیہ میں ان کے ساتھ اہل کتاب والا معاملہ کر دینا لفظ سنۃ فرض اور واجب کو بھی شامل ہے۔ امام

یہی نے حضرت ابن عباسؓ کے قول الختان سنة کی تشریح یہ کی ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت واجبہ ہے۔ اسی طرح علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين میں بہت سے واجب امور داخل ہیں۔ بالکل اسی طرح قربانی کو سنت کہنا اس کے وجوب کے منافی نہیں، اسی طرح نواب نور الحسن غیر مقلد نے من اراد ان يضحي فليمسك عن شعره واطفاره (مسلم) سے مطلقاً عدم وجوب قربانی پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اس حدیث میں قربانی کو ارادہ کے ساتھ معلق کیا ہے۔ (یعنی اگر ارادہ ہو تو کرے نہ ہو تو نہ کرے) (عرف الجاہلی، صفحہ ۲۲) علامہ ماردینی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ روایات میں بہت سے واجبات کو بلکہ احادیث کو بھی ارادہ کے ساتھ معلق فرمایا گیا ہے۔ جیسے من اراد الحج فليلب (جو حج کا ارادہ کرے وہ تلبیہ کہے) من اراد الجمعة فليغتسل (جو جمعہ کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ وہ غسل کرے) من اراد الحج فليتعجل (جو حج کا ارادہ کرے تو جلدی کرے) ان روایات میں ارادہ کو ارادہ سے معلق کرنے سے جس طرح ان کی فرضیت کی نفی پر استدلال غلط ہے اسی طرح قربانی کو ارادہ سے معلق کرنے سے عدم وجوب پر استدلال بھی غلط ہے۔

غیر مقلدین اور شوافع وغیرہ میں فرق:

یہ بات اچھی طرح ذہن میں بٹھانے کی ہے کہ ہمارا مقصد غیر مقلدین کی تردید ہے جو کہ غلط ہے، نہ کہ شوافع یا حنابلہ کی جو اہل سنت کے گردہ ہیں اور ان میں اور غیر مقلدین میں کین و آسان یا یوں سمجھو کہ سچ اور جھوٹ کا فرق ہے، کیونکہ ان ائمہ کے مقلدین ان اجتہادی مسائل کو اپنے مجتہد (امام شافعی یا امام احمد رحمہما اللہ) کی طرف منسوب کر کے اپنی فقہ کا مسئلہ کہتے اور احناف کے بارہ میں یہ نہیں کہتے کہ انہوں نے خدایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی بلکہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے امام کی مخالفت کی ہے اور اپنے امام (یعنی امام ابوحنیفہؒ) کا فقہ کا مسئلہ کہتے ہیں اور یہ بات بالکل سچ ہے جبکہ غیر مقلدین ان اجتہادی مسائل میں عوام کو یہ

روک دیا اور عتیرہ وہ ذبیحہ تھا جس کو رجب میں ذبح کرتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روک دیا اور قربانی کا حکم دیا۔ (مجمع الزوائد، صفحہ ۱۸، جلد ۴)۔

۱۳: حضرت علیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! قربانی کرو۔ الخ (مجمع الزوائد، صفحہ ۱۷، جلد ۴) والامور للوجوب اور یہ وجوب قربانی کا مسئلہ ہمارے ہاں معروف چلا آ رہا تھا اور تمام احناف یا مروون بالمعروف پر عمل کرتے ہوئے صاحب انساب پر وجوب قربانی کے قائل تھے مگر غیر مقلدین نے احناف میں آہستہ آہستہ قربانی کے عدم وجوب کو پھیلا نا شروع کیا اور یا مروون بالمنکر وینہون عن المعروف پر متفقہ عمل کیا۔ مگر عوام کو دھوکا یہ دیتے ہیں کہ ہم خدایا رسول خد کو مانتے ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل معروف کے خلاف احادیث پھیلائے کوفتہ اور گمراہی کا سبب قرار دیا ہے۔ معلوم: واکر جن علاقوں میں احناف کی اکثریت ہے وہاں عدم وجوب کے متعلق روایات فقہ کا سبب بنیں گی۔

ہاں جہاں دوسرے ائمہ کے مقلدین ہیں وہاں ان کے مسلک کے مطابق ہی روایات ذکر کی جائیں گی جو تین مزان شریعت ہے۔ بغیر غیر مقلدین حضرت ابن عمرؓ کے قول ہی سنہ و معروف (بخاری) سے عدم وجوب پر اسی طرح ومن ذبح بعد الصلوة فقد تم نسك واصاب سنة المسلمين (جس نے نماز کے بعد ذبح کیا تو تحقیق اس کی قربانی کامل ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقہ کو پایا ہے استدلال کرتے ہیں) مگر ان دونوں جگہ سے سیرۃ المسلمین اور طریق المسلمین کے معنی میں ہے جس میں فرائض و واجبات بھی داخل ہیں اور یہ سبیل المؤمنین بن کر ضروری قرار پائے گی۔ یہ بالکل ایسے ہے جیسے مجوس کے بارہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ ان کے بارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنواہم سنة اهل الكتاب (موطا امام مالک، صفحہ ۲۸، کتاب الزکوۃ) یعنی خراج اور جزیہ میں ان کے ساتھ اہل کتاب والا معاملا کر دینا لفظ سنۃ فرض اور واجب کو بھی شامل ہے۔ امام

یعنی نے حضرت ابن عباسؓ کے قول الختان سنۃ کی تشریح یہ کی ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت واجبہ ہے۔ اسی طرح علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين میں بہت سے وجوب امور داخل ہیں۔ بالکل اسی طرح قربانی کو سنت کہنا اس کے وجوب کے منافی نہیں۔ اسی طرح نواب نور الحسن غیر مقلد نے من اراد ان بضحي فليمسك عن شعره واطفاه (مسلم) سے مطلقاً عدم وجوب قربانی پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اس حدیث میں قربانی کو ارادہ کے ساتھ معلق کیا ہے۔ (یعنی اگر ارادہ ہو تو کرے نہ ہو تو نہ کرے) (عرف الجاوی، صفحہ ۲۴۲) امامہ مارونینی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ روایات میں بہت سے واجبات کو بلکہ احادیث کو بھی ارادہ کے ساتھ معلق فرمایا گیا ہے۔ جیسے من اراد الحج فليلب (جو حج کا ارادہ کرے وہ بلبیہ کہے) من اراد الجمعة فليغسل (جو جمعہ کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ وہ غسل کرے) من اراد الحج فليتعجل (جو حج کا ارادہ کرے تو جلدی کرے) ان روایات میں ارادہ جمعہ کو ارادہ سے معلق کرنے سے جس طرح ان کی فرضیت کی نفی پر استدلال غلط ہے اسی طرح قربانی کو ارادہ سے معلق کرنے سے عدم وجوب پر استدلال بھی غلط ہے۔

غیر مقلدین اور شوافع وغیرہ میں فرق:

یہ بات اچھی طرح ذہن میں بخانے کی ہے کہ ہمارا مقصد غیر مقلدین کی تردید ہے جو قہ بطلہ ہے، نہ کہ شوافع یا حنابلہ کی جوابل سنت کے گروہ ہیں اور ان میں اور غیر مقلدین میں مین و آسان یا یوں سمجھو کہ سچ اور جمعوت کا فرق ہے، کیونکہ ان ائمہ کے مقلدین ان اجتہادی ناکل کو اپنے مجتہد (امام شافعی یا امام احمد رحمہما اللہ) کی طرف منسوب کر کے اپنی فقہ کا مسئلہ کہتے ہیں اور احناف کے بارہ میں یہ نہیں کہتے کہ انہوں نے خدایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے امام کی مخالفت کی ہے اور اپنے امام (یعنی امام ابوحنیفہؒ) کی فقہ کے مسئلہ کو لیا ہے اور یہ بات بالکل سچ ہے جبکہ غیر مقلدین ان اجتہادی مسائل میں عوام کو یہ

ہوگا کہ دیتے ہیں کہ ہم تو امام ابوحنیفہؒ کو چھوڑ کر خدا یا رسول کو مانتے ہیں اور حنفی خدا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہؒ کو مانتے ہیں اور یہ سو فیصد جھوٹ ہے بلکہ اجتہادی مسائل میں جب خدا عزوجل اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہی نہیں ہے تو گویا کہ غیر مقلد اپنے آپ کو خدایا رسول کہتا ہے جو حق قسم کا شرک ہے۔

فائدہ:..... منکر بن حدیث کھل کر قربانی کے مخالف ہیں جبکہ قرآنی فیصلہ میں لکھا ہے قرآن میں جانور ذبح کرنے کا ذکر حج کے ضمن میں آیا ہے، عرفات کے میدان میں جب یہ تمام نمائندگان ملت ایک الٹھ عمل طے کر لیں گے تو اس کے بعد منی کے مقام پر دو تین دن تک ان کا اجتماع رہے گا جہاں یہ باہمی بحث و تحقیق سے اس پروگرام کی تفصیلات طے کریں گے۔ ان مذاکرات کے ساتھ باہمی نیافتیں بھی ہوں گی۔ آج صبح پاکستان والوں کے ہاں، شام کو اہل افغانستان کے ہاں، اگلی صبح شام کی طرف و قس علی ذالک۔ ان دونوں میں مقامی لوگ بھی شامل کر لئے جائیں گے۔ امیر بھی، غریب بھی اس مقصد کے لئے جو جانور ذبح کئے جائیں گے قربانی کے جانور کہلائیں گے۔ (قرآنی فیصلے، صفحہ ۵۵) آگے لکھا ہے مقام حج کے علاوہ (یعنی اپنے اپنے شہروں میں) قربانی کے لئے کوئی حکم نہیں۔ (قرآنی فیصلے، صفحہ ۵۵) آگے لکھا ہے یہ ساری دنیا میں اپنے اپنے طور پر قربانیاں ایک رسم ہے۔ اسی طرح حاجیوں کی وہ قربانیاں جو آج کل کرتے ہیں محض ایک رسم کی تکمیل رہ گئی ہے۔ ایک ایک حاجی پانچ پانچ سات سات دن بے انفرادی طور پر ذبح کر دیتا ہے اور چونکہ اس قدر گوشت کا مصرف کچھ نہیں ہوتا اس لئے ان ذبح شدہ جانوروں کو گڑھے کھود کر دبا دیتے ہیں۔ ذرا حساب لگائیے اس رسم کو پورا کرنے میں اس غریب قوم کا کس قدر روپیہ ہر سال ضائع ہو جاتا ہے۔

اگر آپ ایک کراچی شہر کو لے لیں تو اس آنٹھ دس لاکھ کی آبادی میں سے اگر پچاس ہزار نے بھی قربانی دی ہو اور ایک جانور کی قیمت تیس روپیہ بھی سمجھ لی جائے تو چند

روپیہ ایک دن میں صرف ایک شہر سے ضائع ہو گیا۔ (قرآنی فیصلے، صفحہ ۵۶) **جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:.....** قربانی صرف مکہ میں حاجیوں کی ضرورت نیافت کی ضرورت ہے۔ اس سے زائد اور اسی طرح مکہ کے غیر میں ایک رسم اور ملی خسارہ ہے۔ (لغویہ باللہ) اسی طرح منکر بن حدیث کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکہ میں بھی اس کی ریت کے قائل نہیں۔ چنانچہ نواب نور الحسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے بعد اس اللہم تقبل من محمد وآل محمد وأمة محمد (اے اللہ! اس کو محمد آل محمد اور اُسب محمد کی طرف سے قبول فرما) سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ایک زندہ ہے کی قربانی کے اس کرنے والے اور اس کے اہل و عیال اور اس کے غیر کی طرف سے کافی ہونے کی دلیل ہے۔ (عرف الجادی، صفحہ ۲۳۱) نیز لکھتے ہیں کہ یہ خیال کہ بکری صرف یہ یا تین کے علاوہ کفایت نہیں کرتی محتاج دلیل ہے۔ (عرف الجادی، صفحہ ۲۳۳) تو جب یہ مینڈھا پوری اُمت کی طرف سے کافی ہو گیا تو اب مکہ میں حاجیوں کی مہمانی کے لئے بھی قربانی کی ضرورت نہ رہی۔

نوٹ:..... واضح رہے کہ مذکورہ بالا حدیث کا مقصد پوری اُمت کی طرف سے قربانی کرنا نہیں بلکہ قربانی کے ثواب میں اُمت کو شریک کرنا ہے۔

قربانی کے جانور

قرآن پاک میں قربانی کے جانوروں کے لئے بھیمة الانعام کا لفظ ہے۔ امام نب م ۵۰۲ مفردات القرآن میں فرماتے ہیں: الانعام تفال للابل والبقر والغنم (انعام کا لفظ اونٹ نروادو، گائے نروادو، خنم بکرا، بھیمر نروادو پر بولا جاتا ہے) (مفردات القرآن، صفحہ ۳۹۹) يقال للابل والبقر والغنم الانعام على التوسع (انعام الفاظ القرآن، صفحہ ۷۰۳، جلد ۲) یعنی اصل میں اونٹ کو نغم کہا جاتا تھا، بعد میں توسع

کے طور پر اونٹ گائے غنم زراہ کو انعام کہا جانے لگا۔ غیر مقلد صلاح الدین یوسف لکھتا ہے انعام اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ کو کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی چال میں نرمی ہوتی ہے۔ یہ ہیبتہ الانعام زراہ مدہل کر آٹھ قسمیں ہیں۔ (تفسیر مطبوعہ سعودیہ، صفحہ ۲۸۱) شرح مبذوب میں ہے کہ علماء کا اس بات پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ قربانی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری ہی کی جائز ہے۔ ان کے علاوہ باقی جانوروں کی جائز نہیں۔ (بحوالہ اعلام السنن، صفحہ ۲۱۰، جلد ۱۷) مگر غیر مقلدین کی جماعت غرباء الجہد نے بلاقرآن و حدیث کی دلیل کے اس اجماع کی مخالفت کی اور لکھ دیا کہ گھوڑا جن کے نزدیک حلال ہے ان کے نزدیک (اس کی) قربانی بھی جائز ہے۔ مہر محمد شین حالت کے قائل ہیں۔ (فتاویٰ ستاریہ، صفحہ ۱۳۷، جلد ۱) اس پر ۴۲ غیر مقلدین علماء کے تصدیقی و تخطی ہیں۔ ان میں سے محمد موسیٰ امرتسری نے تو یہ بھی لکھ دیا کہ گھوڑے کی قربانی بھی سنت صحابہ ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ، صفحہ ۱۳۹) کوئی غیر مقلد سنت کی تحریف کر کے اس کا سنت ہونا ثابت نہیں کر سکتا۔ اس پر عبدالرحمن تھمکوئی غیر مقلد نے مزید لکھ دیا کہ سنت صحابہ کا اجرا بھی مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔ خاص کر جب لوگ سنت صحابہ کے مخالف ہوں۔ (فتاویٰ ستاریہ، صفحہ ۱۳۹)۔ میں تراویح، ایک مجلس کی تین طاقتوں کا تین ہونا وغیرہ بہت سے صحابہ کرام کے اجماعی مسائل ہیں جو یہاں معمول بہا ہیں، ان کی دن رات یہ لوگ کھلم کھلا مخالفت کرتے ہیں مگر متواتر عمل کے خلاف کوئی شاذ قول مل جائے تو اس کی اشاعت ضروری قرار دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں۔

عیدین میں چھ زائد تکبیریں ہیں:

۱: عن القاسم ابی عبدالرحمن انه قال حدثنی بعض اصحاب رسول اللہ قال صلی بنا النبی یوم عید فکبر اربعا واربعاً ثم اقبل علینا بوجه فقال لاتسوا کتکبیر الجنانز و اشار باصابعه وقبض ابهامه (طحاوی، صفحہ ۴۲۸، جلد ۲)

۲: عبدالرحمن قاسم فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے بتایا کہ آپ نے ہمیں عید کی نماز پڑھائی تو چار چار تکبیر کہیں جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا بھول نہ جانا عید کی تکبیریں جنازہ کی طرح چار ہیں۔ آپ نے احمہ کی انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور انگوٹھا بند فرمایا (چار تکبیریں بشمول رکوع کی تکبیر کے) حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں حضرت حذیفہ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

۳: کان رسول اللہ یکبر فی الاضحیٰ والفطر وکان یکبر اربعا تکبیرہ صلی الجنانز رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں جنازہ کی طرح چار چار تکبیریں کہتے تھے۔ (ابوداؤد، صفحہ ۱۶۳، جلد ۱، مسند احمد، صفحہ ۴۱۶، جلد ۴)

۴: عن عبد اللہ بن مسعود انه کان یکبر اربعا ثم یقرأ ثم یکبر لیکبر کعب لم یوم فی الثانية فیکبر ثم یکبر اربعا بعد القراءة (مصنف عبدالرزاق، صفحہ ۲۹۳، جلد ۳، طبرانی کبیر، صفحہ ۳۰۳، جلد ۹) حضرت عبداللہ بن مسعود (مع تکبیر تحریر) چار تکبیریں پہلے پھر قراءت کرتے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرتے جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تو پہلے قراءت کرتے، پھر چار تکبیریں کہتے (مع تکبیر رکوع)

۵: عن ابن مسعود فی الاولی خمس تکبیرات بتکبیرة الركعة تکبیرة الاستفتاح و فی الركعة (الاخری) اربعة بتکبیرة الركعة (مصنف عبدالرزاق، صفحہ ۲۹۳، جلد ۳) حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ (عید کی نماز میں) پہلی رکعت میں تکبیر تحریر اور رکوع کی تکبیر سمیت پانچ تکبیریں ہیں اور دوسری رکعت میں اس کی تکبیر سمیت چار تکبیریں ہیں۔

۶: عن محمد عن انس بن مالک انه قال تسع تکبیرات خمس فی الاولی و اربع فی الاخری مع تکبیرة الصلوة (طحاوی، صفحہ ۴۳، جلد ۲) حضرت محمد بن

سیرین حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا عید کی نماز میں نو تکبیریں ہیں۔ پانچ پہلی رکعت میں چار، دوسری رکعت میں نماز کی تکبیر سمیت۔

۶: امام ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ کی مجلس میں سب صحابہ کرامؓ جاس بات پر اجماع ہو گیا کہ جس طرح جنازہ کی تکبیریں چار ہیں عیدین کی بھی چار چار ہیں۔

(طحاوی شریف، صفحہ ۳۳۳، جلد ۱)

۷: امام ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تمام اصحاب عید میں نو تکبیریں کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، صفحہ ۱۷۴، جلد ۲)

۸: حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ اور سعید بن المسیبؓ نے فرمایا کہ نماز عید میں نو تکبیریں اور قراءت پے در پے ہے۔ یعنی پہلی رکعت میں تکبیروں کے بعد اور دوسری رکعت میں تکبیروں سے پہلے۔ (مصنف ابن شیبہ، صفحہ ۱۷۴، جلد ۲)

۹: حضرت عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے بصرہ میں عید کی نماز میں نو تکبیریں کہیں اور دونوں رکعتوں میں قراءتیں پے در پے کیں۔ حضرت عبداللہ بن حارثؓ فرماتے ہیں میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ (مصنف عبدالرزاق، صفحہ ۲۹۴، جلد ۳، مصنف ابن ابی شیبہ، صفحہ ۱۷۴، جلد ۲)

۱۰: عن مکحول قال اخبرني ابو عائشه جليسا لابي هريرة ان سعيد ابن العاص سأل ابا موسى الاشعري وحذيفة بن اليمان كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر في الاضحى والفطر فقال ابو موسى كان يكبر اربعا تكبيرة على الجنائز فقال حذيفة صلح فقال ابو موسى كذلك كنت اكبر في البصرة حيث كنت عليهم قلل ابو عائشه وانا حاضر سعيد بن العاص (ابوداؤد، صفحہ ۱۷۴، جلد ۱، طحاوی، جلد ۱)

جلد ۲، مسند احمد) حضرت مولیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو ہریرہؓ کے ہم نشین ابو عائشہؓ نے بتایا کہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں کتنی تکبیریں کہا کرتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہا کرتے تھے جیسا کہ آپ جنازہ میں کہتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا جب میں بصرہ کا حاکم تھا تو ان طرح تکبیریں کہا کرتا تھا۔ حضرت ابو عائشہؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے سوال کے وقت خود موجود تھا۔

۱ عن علقمه والا سود بن يزيد قال كان مسعود جالسا وعند حذيفة و ابو موسى الاشعري فسالهما سعيد بن العاص عن التكبير في الصلوة يوم الفطر والاضحى فجعل هذا يقول سل هذا وهذا يقول سل هذا فقال له حذيفة سل عبد الله بن مسعود فساله فقال ابن مسعود يكبر اربعا ثم يقرأ ثم يكبر فبكرع ثم يقول في الثانية فيقرأ ثم يكبر اربعا بعد القراء ة (مصنف عبدالرزاق، صفحہ ۲۹۴، جلد ۳، معجم طبرانی کبیر، صفحہ ۳۰۳، جلد ۹) حضرت خاتمہ اور دین یزد رہما اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضرت سعید بن عاصؓ نے ان دونوں بزرگوں سے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز میں تکبیر کے متعلق سوال کیا، یہ کہنے لگے کہ ان سے پوچھو اور وہ کہنے لگے کہ ان سے پوچھو۔ حضرت حذیفہؓ نے ان سے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا چار تکبیریں کہے (بشمول تکبیر تحریر کے) پھر قراءت کرے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے، پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو اور قراءت کرے، پھر چار تکبیریں

(بشمول تکبیر رکوع کے) کہے، قرات کے بعد۔

۱۲۔ عن عبد اللہ قال التکبیر فی العید اربعاً كالصلوة علی المیت (مجم طبرانی کبیر، صفحہ ۳۰۵، جلد ۹) حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ عید میں چار تکبیریں ہوتی ہیں جیسا کہ نماز جنازہ میں۔

۱۳۔ عن کردوس قال ارسل الولید الی عبد اللہ بن مسعود و حدیثاً و ابی مسعود و ابی موسیٰ الاشعری بعد العتمة فقال ان هذا عبد المسلمین فكیف الصلوة فقالوا سل ابا عبد الرحمن فقال یقوم فیکبر اربعاً ثم یقرأ بفاتحة الكتاب و سورة من المفصل ثم یکبر و یرکع فتلک خمس ثم یقوم فیکبر بفاتحة الكتاب و سورة من المفصل ثم یکبر اربعاً یرکع فی آخرهن فتلک تسع فی العیدین فما انکره واحد منهم (مجم طبرانی کبیر، جلد ۹، مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۲) حضرت کردوس فرماتے ہیں کہ حضرت ولید بن عقبہؓ نے حضرت اللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت ابو مسعودؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ رضی اللہ عنہم کے پاس ایک تہائی رات کے بعد پیغام بھیجا (جس میں انہوں نے کہا کہ) یہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے۔ اس میں نماز کا کیا طریقہ ہے؟ ان سب بزرگوں نے کہا کہ ابو عبد الرحمن (عبد اللہ بن مسعودؓ) سے پوچھو۔ چنانچہ قاصد نے ان سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر چار تکبیریں (بشمول تکبیر تحریر کے) کہے، پھر سورۃ فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔ پس یہ پانچ تکبیریں ہوئیں، پھر کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورۃ پڑھے، پھر چار تکبیر کہے جن میں آخری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔ پس یہ نو تکبیریں ہوئیں۔ دونوں عیدوں میں ان بزرگوں میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ حق بات کو سمجھنے اور پھر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

اصحاب ظواہر اور غیر مقلدین میں فرق

بسمہ سبحانہ و تعالیٰ

عزیز من جناب مادی عبد البہادی صاحب زید غلکم و غلکم

بکم السلام و رحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ نے زمانہ حال کے غیر مقلدین اور اصحاب ظواہر میں فرق پوچھا ہے، نیز یہ کہ جب اصحاب ظواہر کو نماز بھلا نہیں کہا جاتا تو غیر مقلدین کو کبھی بنظر احترام دیکھنا چاہئے۔ تو اہم عرض ہے کہ اول تو اصحاب ظواہر کو تمام حضرات نے بنظر احترام نہیں دیکھا، کیونکہ سب سے پہلا ظاہری داد و بن ملی بن خلف اسمبانی ہے جو ۲۰۲۲ھ میں پیدا ہوا اور ۱۴۰۲ھ میں اس کا سال ہوا۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ یہ پہلا شخص ہے جس نے نسبت ظاہریہ کو لوگوں سے سامنے ظاہر کیا اور زبانی طور پر احکام میں قیاس کا انکار کیا، اور بافضل قیاس کی طرف مجبور ہوا تو اس کا نام اس نے "دلیل" رکھا۔ (تاریخ بغداد، صفحہ ۳۷۴، جلد ۸)

عبد الرحمن بن خراش نے اس کو کافر کہا۔ (تاریخ بغداد، صفحہ ۳۷۳، جلد ۸) ابو زرعہ مانتے ہیں کہ اگر یہ اہل علم کے مقام پر رہتا تو اس کے حسن بیان، تردید بدعت کے اسباب کی سے میں یہ سمجھتا کہ یہ اہل بدعت کے لئے ضرب کاری ہے، مگر یہ مقام علماء سے تجاوز کر گیا۔ اس پر سے یہ ہمارے پاس آیا، تو فیثا پور کے مشائخ محمد بن رافع، محمد بن یحییٰ، عمرو بن زرارۃ، یحییٰ بن منصور اور دوسرے مشائخ نے مجھے خط کے ذریعے وہاں اس کی ایجاد کردہ بدعات کی اطلاع کی لیکن میں نے اس کے انجام کا خوف کرتے ہوئے اس کی پردہ پوشی کی اور میں نے ان قابل اعتراض باتوں میں سے کوئی اس میں تبدیل ہوتی نہیں پائی، پھر یہ شخص بغداد میں گیا

اور امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے صالحؒ سے تعلقات قائم کئے، پھر ان سے کہا کہ میرے لئے کوئی حیلہ کریں کہ آپ کے والد سے ملاقات کی اجازت مل جائے تو حضرت صالحؒ نے اپنے والد (امام احمد بن حنبلؒ) کے پاس آئے اور کہا کہ ایک شخص مجھ سے آپ کے پاس آنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا اس کا نام کیا ہے؟ حضرت صالحؒ نے فرمایا کہ داؤد۔ حضرتؒ نے پوچھا کہاں کا ہے؟ تو حضرت صالحؒ نے بتایا کہ صہبان کا۔ امام احمدؒ نے پوچھا کہ اس کا کیا پتہ ہے؟ ابو زریعہؒ فرماتے ہیں کہ صالحؒ حضرت امام احمدؒ کو اس کی پوری پہچان نہیں کراتا چاہتے تھے، مگر امام احمدؒ پوری جستجو کرتے رہے یہاں تک کہ آپ سمجھ گئے کہ یہ وہی داؤد ظاہری ہے تو آپؒ نے فرمایا کہ مجھے محمد بن یحییٰ فیثا پوری نے اس کے بارہ میں یہ خط لکھا ہے کہ یہ قرآن کو حادث کہتا ہے، اس لئے یہ میرے قریب نہ آئے۔ حضرت صالحؒ نے کہا کہ وہ اس کی نئی اور اس کا انکار کرتا ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا محمد بن یحییٰ میرے نزدیک اس سے زیادہ سچا ہے، اس لئے اس کو میرے پاس آنے کی اجازت نہ دیتا۔

(تاریخ بغداد، صفحہ ۳۷۳، ۳۷۴، جلد ۸)

قاضی ابن کمال نے جب ابو عبد اللہ الوراق سے داؤد ظاہری کا یہ قول سنا کہ وہ کہتا ہے کہ جس قرآن کے بارے میں لا بمسئۃ الا المطیعون (نہیں ہاتھ لگاتے اس کو جو پاکیزہ لوگ) اور فی کتاب مکتون نازل ہوا ہے، وہ غیر مخلوق ہے اور وہ قرآن جو ہمارے درمیان ہے جس کو حاضر اور غیبی بھی ہاتھ لگاتے ہیں وہ مخلوق ہے تو قاضی ابن کمال نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے۔ (تاریخ بغداد، صفحہ ۳۷۴، جلد ۸)

ابوالعباس عبد اللہ بن محمد نے داؤد ظاہری کے خلاف کچھ شعر کہے ہیں، جن میں سے

دو شعر یہ ہیں:

عذلت علی ما لو علمت ببعضہ

فسحت مکان اللوم والعذل من عذر

جیلنت ولم تعلم بانک جاهل

فمن لی بان تدوی بانک لاتدوی

ترجمہ: ”یعنی تجھے ایسی باتوں پر ملامت کی گئی ہے کہ اگر تو ان میں سے بعض کو نہ لیتا تو عذر سے ملامت اور برائی کا میدان وسیع کرویتا تو جاہل ہے اور اپنے جاہل ہونے کا لطم بھی ہے، کون میرے لئے اس بات کا ضامن ہو سکتا ہے کہ جان لے کہ میں جاہل ہوں۔“ (تاریخ بغداد، صفحہ ۳۷۵، جلد ۸)

اسی طرح خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ اس کی کتابوں میں احادیث کثیر ہیں، مگر ان سے روایت بہت کم ہے۔ (تاریخ بغدادی، صفحہ ۳۷۷، جلد ۸)

محمد بن ابراہیم خیشا پوری فرماتے ہیں کہ ایک دن اسحاق بن راہویہ اپنے گھر میں داؤد ظاہری کی کچھ باتیں سن کر اس پر نوٹ پڑے اور اس کی پٹائی کی اور اس پر انکار کیا۔

(سیر اعلام النبلاء، صفحہ ۴۹۵، جلد ۱۰)

محمد بن عبدہؒ فرماتے ہیں کہ میں داؤد ظاہری کو ملنے کے لئے گیا تو امام احمد بن حنبلؒ سے فارغ ہو گئے۔ چنانچہ میں جب ان کے پاس گیا تو مجھ سے بات نہ کی، پھر ایک آدمی نے امام احمدؒ سے کہا کہ اے ابو عبد اللہ! اس نے داؤد ظاہری کی ایک مسئلہ میں تردید کی ہے تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ وہ کیا مسئلہ ہے؟ اس نے کہا کہ اس نے پوچھا تھا کہ جب غنثی مر جائے تو اس کو سس کون دے گا؟ داؤد نے کہا کہ اس کے خدام، تو محمد بن عبدہؒ نے کہا کہ خدام تو آدمی ہیں، تو تو خیمہ کرایا جائے گا۔ امام احمدؒ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ اس نے درست کہا، اس نے درست کہا، اس نے کس قدر عمدہ جواب دیا۔ (سیر اعلام النبلاء، صفحہ ۴۹۵، ۴۹۶، جلد ۱۰)

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ داؤد ظاہری اور اس کے متبعین کے اختلاف قابل کتنی قابل شمار ہونے کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔ پس جو لوگ ان کے اختلاف کو (اپنی سب میں) لائق شمار سمجھتے ہیں، انہوں نے کہا کہ ہمارا ان کو شمار کرنا اس لئے نہیں کہ ان کے

تفردات حجت ہیں، بلکہ اس لئے کہ تہذیبی سی اس کی حکایت کر دی جائے، ان کے بعض اختلاف قابل جواز ہیں اور بعض ساقط الاعتبار ہیں، پھر جن مسائل میں وہ متفرد ہیں وہ ایسے ہیں جو اجماع ظنی کی مخالفت کے قبیل سے ہیں اور ان کی اجماع قطعی کی مخالفت کم ہے اور جنہوں نے ان کا ابطال کیا ہے اور ان کو ائق شار نہیں سمجھا انہوں نے ان کو مسائل متفردہ کی پر دین سے خارج شمار نہیں کیا اور نہ ان کی وجہ سے ان کو کافر کہا، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ عوام کے مقام کے ہیں، یا یہ فروع میں شیعوں جیسے ہیں۔ ہم نہ ان کی باتوں کی طرف توجہ کریں گے نہ ان کے ساتھ اختلاف قائم کریں گے اور نہ ان کی کتب کی تحصیل کا ارادہ کیا جائے گا اور نہ ہم عوام فتویٰ پوچھنے والوں کی ان کی طرف رہنمائی کریں گے، جب یہ لوگ آپس میں کسی ایسے مسئلہ کو ظاہر کریں گے جو یقیناً باطل ہے، جیسے (وضو میں) دونوں پاؤں کا مسح کرنا، تو ہم ان کو مہذب بنانے کے لئے سزا دیں گے اور ان پر قطعی طور پر پاؤں کا وضو لازم کریں گے۔

استاد ابو اسحاق سمرائی نے فرمایا کہ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ یہ قیاس کی نفی کرنے والے کبھی بھی مرتبہ اجتہاد کو نہیں پہنچتے اور (اسلامی حکومت) میں ان کو جج بنانا جائز نہیں ہے اور استاد ابو منصور بغدادی نے ابو علی بن ابی ہریرۃ اور شوافع کے ایک گروہ سے یہ بات نقل کی ہے کہ داؤد ظاہری اور تمام متکثرین قیاس کے انہوں سے پہلے فروع میں بھی اختلاف کا اعتبار نہیں۔ ابو المعالی امام الحرمین فرماتے ہیں کہ اہل تحقیق کا مذہب یہ ہے کہ متکثرین قیاس کو ملامت میں سے شمار نہ کیا جائے گا اور نہ ہی وہ عالمین شریعت ہیں اس لئے کہ وہ ان مسائل میں جو شہرت اور تواتر سے ثابت ہیں راوی ممتاز پر ہیں اور جھوٹ کی وجہ سے لوگوں کو حیرت زدہ کرنے والے ہیں، کیونکہ شریعت کا اکثر حصہ اجتہاد سے صادر ہونے والا ہے اور انہوں نے صریح شریعت کے عشر عشر کو بھی نہیں پہنچتے، اور یہ لوگ عوام کے ساتھ ملحق ہیں۔

(سیر اعلام النبلا، صفحہ ۷۶۱، جلد ۱۰)

ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری متوفی ۵۱۶ھ

داؤد ظاہری کی طرح ابن حزم ظاہری کو بھی بعض نے بالکل زکر دیا اور بعض نے اس سے نقل آثار کو سراہا اور اس کی کتب سے استفادہ کیا۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ: "ابن حزم نے پہلے علم ادب، علم تاریخ، علم شعر، علم منطق اور علم فلسفہ میں مہارت حاصل کی۔ منطق اور فلسفہ نے اس میں ایسا اثر کیا کہ کاش وہ اثر سے بچ جاتا اور یقیناً میں نے اس کی ایک کتاب دیکھی جس میں وہ منطق کے اہتمام پر ابھارتا ہے اور اسے دوسرے علوم پر مقدم کرتا ہے تو مجھے اس کی وجہ سے بہت تکلیف ہوئی، اس لئے کہ وہ علوم اسلامیہ کا رکھس اور نقل میں متحر اور بے نظیر ہے۔ ہاں جو اس خشکی کے جو اس میں پائی جاتی ہے اور فروع میں حد سے زیادہ ظاہریت نہ کہ اصول میں کہا گیا ہے کہ اس نے پہلے فقہ شافعی حاصل کی، پھر اس کا اجتہاد اس کو ہر قسم کے قیاس جلی و فنی کی نفی اور انصوح کے ظاہر اور قرآن وحدیث کے عموم اور براہِ اصلہ اور اصحاب حال کی طرف لے گیا، اور اس بارے میں اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور اس پر مناظرے کئے اور اپنی زبان اور قلم کو سونت لیا اور ائمہ کرام سے خطاب میں کسی ادب کا لحاظ نہ کیا بلکہ سخت مہارات لکھیں اور براہِ بھلا کہا اور تاک کان کاٹنے میں کسر نہ چھوڑی، تو اس کو جزا بھی اس کے فعل جیسی ملی، اس طرح کہ ائمہ کرام کی ایک جماعت نے اس کی تصانیف سے اعراض کیا اور ان کو چھوڑ دیا اور ان سے نفرت کی اور ایک وقت میں ان کو جلا دیا گیا۔ دوسرے علماء نے ان کا اہتمام کیا اور ان کی تفتیش حرج اور استفادہ کے طور پر اور (کچھ مسائل) لینے اور مواخذہ کے طور پر کی اور ان میں تنگی کوزیوں کی ترتیب میں کچھ قیمتی موتی ملے ہوئے پائے۔ تو کبھی تو خوش ہوتے اور کبھی تجب کرتے اور کبھی اس کے تفردات سے مذاق کرتے۔"

(سیر اعلام النبلا، صفحہ ۵۳۱، جلد ۱۳)

علامہ ذہبیؒ ابوالقاسم صاعد کا یہ قول نقل کر کے کہ "ابن حزم نے علم منطق میں

بہت ترقی کی پھر اس کو چھوڑ دیا۔" فرماتے ہیں کہ اس نے منطق کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اس

منطق نے اس کے دل میں سنت سے انحراف اور ایسی بہت سی چیزوں کا بیج بو دیا۔

(سیر امام النبیاء، صفحہ ۵۴۲، جلد ۱۳)

خلاصہ کلام یہ ہے: کہ اصحاب نواب اور اکابر اسلاف نے کلی طور پر

قبول نہیں کیا، بلکہ ان کے تفردات پر گرفت کی ہے، تو غیر مقلدین اگر ان جیسے بھی ہوتے تو گرفت سے نہ بچتے جبکہ واقعہ یہ ہے کہ اہل ظاہر پھر بھی کچھ علمی گرو تھا جبکہ یہ گروہ کسی علمی تحقیق کے نتیجہ میں نہیں بلکہ انگریزی حکومت کی سیاسی ضرورت پوری کرنے کے لئے معرض وجود میں آیا۔ غیر مقلدیت کا دوسرا نام "لانڈہیت" ہے جس کو مذہبی آزادی کے نام سے انگریزوں نے اس علاقے میں پھیلایا جیسا کہ درج ذیل حوالہ جات سے واضح ہوتا ہے۔

۱: نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں کہ: "یہ آزادی ہماری مذہب جدیدہ (مذہب اربعہ فقہاء "ناقل") سے عین مراد قانون انگلشیہ ہے۔"

۰ (ترجمان دہلیہ، صفحہ ۲۰)

۲: نیز نواب صاحب فرماتے ہیں کہ: "فرمانروایان مجھوپال کو ہمیشہ آزادی مذہب میں کوشش رہی جو خاص منشا، گورنمنٹ انڈیا کا ہے۔" (ترجمان دہلیہ، صفحہ ۳)

۳: "نیز فرماتے ہیں کہ: "دولت عالیہ برٹش نے اس معاملہ میں قدیم و جدیداً ہر جگہ انصاف پر نظر رکھی، کسی جگہ مجرد تہمت و اختراہ پر کارروائی خلاف واقعہ نہیں فرمائی بلکہ اشتہار آزادی مذہب جاری کئے۔" (ترجمان دہلیہ، صفحہ ۳)

۴: "اگر کوئی بدخواہ و بداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص دو گنا زیادہ کی مذہب کو ناپسند کرتا ہے اور ایک مذہب خاص پر جو باپ دادوں کی طرف سے چلا آتا ہے، جما دیا ہے۔" (ترجمان دہلیہ، صفحہ ۵)

۵: مولوی محمد حسین بنالوی بھی اس لانڈہیت کو یورپ سے آنے والی کہتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "اے حضرات یہ مذہب سے آزادی اور خود سری اور خود اجتہادی کی

تیز و ایورپ سے چلی ہے اور ہندوستان کے ہر شہر و بستی و کوچہ و گلی میں پھیل گئی ہے۔ جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان نہیں رہنے دیا۔"

(اشادۃ السنہ، صلی ۲۵۵، جلد ۱۹، شمارہ ۸، صفحہ ۲۵۵)

مولوی عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی کے شاگرد پروفیسر محمد مبارک استاد اسلامیات ضیاء الدین میموریل گورنمنٹ کالج فرماتے ہیں کہ: "جماعت غرباء البندیت کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے مقصد کے لئے رکھی گئی تھی، صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد (شہید) کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا۔" (علماء احناف اور تحریک مجاہدین، صفحہ ۳۸)

نوٹ: واضح رہے کہ یہ غرباء البندیت غیر مقلدین کی سب سے پہلی جماعت ہے جس کی بنیاد ۱۳۱۳ھ میں رکھی گئی۔ بقیہ تمام جماعتیں بقول مولوی عبدالستار اس کے بعد میں ہیں۔ (خطبات امارات، صفحہ ۲۶)

علمی قابلیت: پھر اہل مظاہر علمی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے جبکہ غیر مقلدین اس نعمت علم سے خالی ہیں یا برائے نام علمی حصہ رکھتے ہیں۔ اکثر دوسرے لوگوں کی کتب کی تفسیر کر کے اپنے نام سے شائع کرتے رہتے ہیں، ان کی تفسیر "فتح المنان" معنفہ ۱۳۰۰ھ شوکانی کی "فتح القدیر" کا خلاصہ ہے اور "الروضة الندیة" شوکانی کی "الدر البیہ" کا ترجمہ ہے۔ "عنوان الباری" شوکانی کی "نبیل الاوطار" سے ماخوذ ہے۔

میاں نذیر حسین صاحب جن کی وجہ سے ہندوستان میں غیر مقلدیت پھیلی ہے، ان کا مبلغ علم بھی ملاحظہ ہو۔ حضرت رائے پوری ان کے درس قرآن کا حال تحریر فرماتے ہیں: "میاں صاحب تشریف لائے تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے اور قرآن پاک کا درس دینا شروع ہو گیا۔ دہلی کے ایک سوداگر جس کی آواز بلند اور بھاری بھر کم تھی ترجمہ کرتے تھے اور اس صاحب تفسیر بیان فرماتے تھے۔ جب کوئی آیت کفار کی خرابی عقائد کی یا یہود کے

بارے عقائد و اعمال کی خرابی کے بیان میں آتی تو پڑھنے والے کہنے لگتے کہ خفی بھی ایسا کرتے ہیں، خفی بھی ایسا مانتے ہیں۔ اس پر میاں صاحب کسی وقت تو فرما دیتے چلو آگے۔ کسی وقت فرماتے کہتے ہیں۔ اس سے میرے دل میں ان کے متعلق اچھی رائے قائم نہ ہو سکی اور میں یہ سمجھا کہ یہ تو سب جہلاء کا مجمع ہے۔ درسِ حدیث میں بھی ایسا ہی مشغلہ تھا جس کی وجہ سے میرے جو خیالات ان کو دیکھ کر پہلے والے قائم ہوئے تھے اب اس کے خلاف خیالات ہوتے چلے گئے۔ میاں صاحب کے چہرے پر نورانیت بھی نہ تھی جس کی تو میں نے تاویل کر لی تھی کہ بڑھاپے کی وجہ سے یہ کیفیت ہے۔ مگر کہاں تک تاویل کرتا۔ ایک حدیث میں ایک لفظ آیا جس کا ترجمہ نہ تو پڑھنے والوں کو آیا اور نہ میاں صاحب کو۔

(مجالسِ حضرت رائے پوری، صفحہ ۱۱۸)

نیز فرماتے ہیں: ”میری حال خیر سے وہاں کے طلباء اور حدیث کی سند لینے والے علما کا تھا۔ چنانچہ ایک صاحبِ نجو پال کے مشہور عرب عالم کے پاس حدیث پڑھ کر آیا ہوا اپنے آپ کو بتانے لگا، مگر میری جب ان سے بحث ہوئی تو میں بعض اوقات کہتا کہ حاشیہ دیکھو تو حاشیے تو عموماً حنفیوں کے لکھے ہوئے ہوتے ہیں وہ چونکہ صرف ونحو کے بغیر بے قاعدہ پڑھے ہوئے لوگ تھے حاشیہ نہ پڑھ سکتے، یہ حالت تھی محدثین کی۔“

(مجالسِ حضرت رائے پوری، صفحہ ۱۱۹)

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحبِ حضرت تھانویؒ کے ایک خواب اور اس کی تعبیر کا ذکر فرماتے ہیں: ”حضرت والا کے ایک زمانہ طالبِ علمی کا خواب یاد آ گیا، یہ دیکھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب کی دہلیز میں کچھ طلباء جمع ہیں اور چھاپچھ تقسیم ہو رہی ہے۔ گو حضرت والا کو چھاپچھ سے طبعاً بے حد رغبت ہے لیکن خواب میں اس چھاپچھ کے لینے سے انکار کر دیا جو وہاں تقسیم ہو رہی تھی۔ حضرت والا کے ذہن میں اس خواب کی تعبیر فوراً یہ آئی کہ اس جماعت کا طریقِ دین کی محض صورت ہے جس میں معنی نہیں ہے، جیسے چھاپچھ کو صورتِ دودھ کے مشابہ۔“

ہے لیکن اس میں روغن نہیں ہوتا۔ دین کی اور علم کی صورتِ مثالی دودھ ہے جس کی تائید مٹ سے بھی ہوتی ہے اور یہاں دودھ کی بجائے چھاپچھ تقسیم ہوتے دیکھی گئی جو دودھ کے پتہ ہوتی ہے لیکن دودھ میں جو اصل چیز ہے یعنی روغن وہ اس میں نہیں ہوتا۔“

(اشرف السوانح، صفحہ ۱۲۴)

مولوی عبد المجید صاحب ہزاروی فرماتے تھے کہ جب میں نے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے پاس حدیث شریف پڑھنی شروع کی تو دل اندر سے گھبراٹا تھا اور خواب میں خنزیر کے بچے نظر آیا کرتے کہ میرے چاروں طرف پھرتے ہیں۔ ایسی خوابیں دیکھ کر میرا بالکل اچاٹ ہو گیا اور میں وہاں سے روانہ ہو کر سیدھا سنجہ مراد آباد حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا۔ وہاں حاضر ہو کر میں نے اپنے پڑھنے اور اس کی حالت بیان کی۔ مولانا نے دریافت فرمایا پڑھتے کہاں ہو؟ میں نے عرض کیا دہلی۔ مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی کے پاس۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ گناہ مولانا رشید احمد صاحب کی خدمت میں جا کر پڑھو، وہاں حدیث کی دوکان کھلی ہوئی ہے۔“

(تذکرۃ الرشید، صفحہ ۳۲۰، جلد ۲)

میاں صاحب کی عربی استعدادِ ہدیۃ الخو تک محدود تھی۔ اسی وجہ سے وہ جناب مولانا شاہ محمد اسحاق علیہ الرحمۃ کے حلقہ درس میں اس وقت شریک ہونے کی قابلیت نہ رکھتے تھے۔ (المیات بعد الممات، صفحہ ۳۳) قاضی عبدالاحد صاحب خانپوری غیر مقلد فرماتے ہیں: ”اس زمانہ کے جموں نے اہل حدیث، مہتدیین، مخالفینِ مساف صالحین جو حقیقتِ ماجاء بہ الرسول سے جا مل ہیں وہ مفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ و روافض کے۔“

(کتاب التوحید والسنۃ، صفحہ ۲۶۲)

نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں: ”اس زمانہ میں ایک شہرت نہ ریاکار فرقہ پیدا ہوا ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ قرآن و حدیث کا عالم اور عامل ہے، حالانکہ

قرآن و حدیث کی ان کو سمجھ بھی نہیں، بلکہ قرآن و حدیث کے خادم معلوم صرف، غلو، لغت، وحانی، بیان سے بھی کورے ہیں۔ ان میں جو بڑا کندہ ذہن ہو اس کو فقیہ کہتے ہیں، نہ ان میں حدیث کی سمجھ ہے نہ حدیث پر عمل، بلکہ صرف زبانی دعوؤں پر زور دیتے ہیں اور تاویلات شیطانیہ کا نام اتباع سنت رکھتے ہیں اور یہ اس فرقے کے ہر چھوٹے بڑے، امیر غریب، تندرست بیمار سب کی یہی عادت ہے۔ حلال حرام کی ذرہ بھر پروا نہیں کرتے۔ ان کے دماغ میں اسلام کی مناس کا بھی گزر نہیں۔ ان کے قول و فعل میں تضاد ہے کہ ”احادیث“ زبان سے اس رسول کو پڑھتے ہیں جو ساری مخلوق سے افضل ہیں مگر خود یہ لوگ ساری مخلوق سے بدترین ہیں۔ ان کی مثال اس شخص کی ہے جو لوگوں کو بتاتا ہے کہ چاندی کے پیالہ میں پانی پینا حرام ہے مگر خود چاندی کا پیالہ چرا کر لے جاتا ہے۔ کتنی حیرانی مکی بات ہے کہ وہ اپنے آپ کو خالص توحید والا کہتے ہیں، دوسروں کو مشرک اور بدعتی کہتے ہیں حالانکہ وہ دین میں سب سے زیادہ متعصب ہیں۔ ان کو دیکھتے ہی آنکھیں دکھنے لگتی ہیں، حلق زخمی ہو جاتے ہیں، دلوں میں نیسیں اٹھتی ہیں، روجیں بخار میں مبتلا ہو جاتی ہیں، سینے غم سے بھر جاتے ہیں اور دل بیمار ہو جاتے ہیں۔ یہ فرقہ دین میں بہت عظیم نقص ہے اور بہت بڑا فساد ہے۔“

(المجلد، صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۱، ملخصاً)

ماضی قریب کے کثیر التصانیف غیر مقلد عالم علامہ احسان الہی ظہیر کے بارہ میں عبد الرحمن مدنی غیر مقلد تحریر کرتے ہیں: ”الحمد للہ مجھے اس شخص کی طرح کسی احساس کمتری کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں کہ اپنی تعریف میں خود مضمون لکھ کر دوسروں کے نام سے یا دوسروں سے مضامین اور کتابیں لکھوا کر اپنے نام سے شائع کروں۔ اس سلسلہ میں کسی غیر کی گواہی کا محتاج بھی نہیں بلکہ میرے گواہ میرے اپنے شاگرد ہیں جو خود احسان الہی ظہیر کے لئے عربی اردو میں کتابیں لکھتے ہیں، پھر احسان الہی ظہیر ان کا نام دیئے بغیر اپنے نام سے یہ کتابیں شائع کر کے اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔ کیا دنیا اس پر تعجب نہ کرے گی کہ جو شخص

مکرمیزی زبان نہ بول سکتا، نہ پڑھ سکتا اور سمجھ سکتا ہو، اس کی مستقل کتابیں انگریزی زبان میں اس کے نام سے شائع ہوں۔ جہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلق ہے اس کا بھی صرف دعویٰ ہے نہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہو۔ پانچویں عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الہی کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں جبکہ یہ شکایت اس کی کتابوں میں اردو اور عربی اقتباسات کا مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی ہے کہ اردو عبارت کچھ ہوتی ہے اور عربی عبارت کچھ، جو عربی میں من گھڑت طور پر شائع کر دی جاتی ہے۔ پھر یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ ہر کتاب کے اوپر احسان الہی ظہیر کے تعارف کے لئے بہترین الفاظ ”رئیس التحریر جلد ۱ بہمان الحدیث لاہور پاکستان“ طبع کئے جاتے ہیں اور کون اس سے واقف نہیں کہ جلد ۱ بہمان الحدیث سالہا سال تک نہ صرف اپنے رئیس التحریر کی کاوش سے خالی رہتا ہے بلکہ مہینوں یہ بے چارہ ان رئیس التحریر صاحب کی زیارت کے شرف سے بھی محروم رہتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی حالت کا نقشہ قرآن مجید نے یوں کھینچا ہے:

لَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَاوَا وَيَحْزَنُونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا وَلَا تَحْسِبْنَهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ تَرْجُمُهُمْ..... اے میرے نبی! جو اپنے کئے پر اتراتے ہیں اور یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کی اس کام پر تعریف کی جائے جسے انہوں نے نہ کیا ہو تو آپ نہیں ہرگز عذاب الہی سے کامیاب گمان نہ کیجئے۔“ پھر مسجد حبیبیہ انوالی اور احسان الہی ظہیر کے مابقی اہل محلہ ان دنوں کو نہیں بھولے جب یہ شخص چھوٹے بچوں کو چند نکے بلکہ بسا اوقات پے دے کر سکھایا کرتا تھا کہ مجھے علامہ کہا کر۔“

(ہفت روزہ الامجدیٹ لاہور، ۳/ اگست ۱۹۸۴ء، مطابق ۵/ ذیقعدہ ۱۴۰۴ء، صفحہ ۶)

حلیفہ:..... اس مضمون کی پہلی قسط شائع ہونے کے بعد ابھی دو چار دن پہلے بندہ کو اصل آباد سے ایک دوست نے فون کیا کہ علامہ احسان الہی صاحب نے اپنی کتاب

"البریلوبہ" میں علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ کی کتاب مطالعہ بریلویت سے کافی مرقتہ کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ تو چند داخل اور خارجی شہادات ان غیر مقلدین کے بارہ میں ہیں جن کو علمی حیثیت سے لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ باقی اس جماعت میں ایسے لوگوں کی بہتات ہے جن کو عربی تو عربی اردو کی ذرہ برابر واقفیت نہیں، اپنا نام لکھتے نہیں جانتے لیکن ائمہ عظام کے خلاف زبان طعن بروقت کھلی رہتی ہے۔

چیچہ وطنی میں محکمہ جنگلات میں ایک غیر مقلد ملازم اپنے افسر اور دوسرے لوگوں کو اپنے مسلک کی تبلیغ کرتا تھا، ایک آدمی نے اس سے نماز سنی تو نماز نہیں آتی تھی۔ کیا یہ قیامت سے کم ہے کہ خود کو نماز نہ آتی ہو اور پوری امت کو بے نمازی کہیں؟ اسی طرح بورے والا کے علاقہ میں ایک حافظ صاحب دیہات میں امام تھے، وہاں کسی شخص نے اعتراضات شروع کئے کہ امام صاحب بہت جلد نماز پڑھاتے ہیں، ہمیں فاتحہ کا موقع نہیں ملتا اور مقتدیوں میں فاتحہ خلف الامام کی خوب تبلیغ کرتے تھے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ حافظ صاحب جو امام تھے ایک دن انہوں نے کہا کہ تو پوری نماز سنا تو فرماتے ہیں کہ اس کو فاتحہ نہیں آتی تھی اور یہ تو بارہا کا تجربہ ہے کہ ان کے نام نہاد مولویوں نے شور مچایا کہ رفع یدین سنت ہے۔ جب سوال کیا گیا کہ نماز کی کل سنتیں بتاؤ کتنی ہیں تو اپنا سامنے لے کر اٹھ گئے، تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم ان کو اہل ظاہر کے ایک علمی طبقے کے افراد قرار دے کر انزلوا الناس منازلہم کی مخالفت کریں۔

نتائج ظاہریت و غیر مقلدیت: یہ بات ہر طبقہ میں مسلم ہے کہ ورخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، اگر اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے تو بھی واضح ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں اصحاب غلو اور سے اتنے کڑوے نتائج صادر نہیں ہوئے جتنے کڑوے پھل دور حاضر کی لاندہ بیت کے شجر کو لگ رہے ہیں۔ بیگانے تو بیگانے اپنے بھی سر پیٹ رہے ہیں۔ چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔۔۔۔۔ مولوی محمد حسین صاحب بنا لوی فرماتے ہیں: "پچیس برس کے تجربہ سے ہمیں بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق (ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں) اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں بعض سیاسی جاتے ہیں اور بعض لاندہ بے، جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے، اور احکام شریعت سے فسق و فجور تو اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔ ان فاسقوں میں بعض تو حکم کھلا جماعت، نماز اور روزہ چھوڑ دیتے ہیں، سود و شراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق خفی میں سرگرم رہتے ہیں۔ ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں، ناجائز حیوں سے لوگوں کے مال و حقوق و بارہکتے ہیں، کفر و ارتداد کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔

(رسالہ اشاعت السنۃ، نمبر ۳، جلد ۱۱، مطبوعہ ۱۸۸۸ء)

۲۔۔۔۔۔ مولوی عبدالاحد خانپوری فرماتے ہیں: "جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دلیز "کفر و نفاق" کے تھے اور مدخل ملاحدہ اور زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف۔ اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دلیز اور مدخل ہیں، ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہ نسل تشیع کے۔ مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علیؑ اور حضرات حسنینؑ کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیں اور پھر جس قدر الحاد و زندقہ پھیلا دیں، کچھ پرواہ نہیں۔ اسی طرح ان جہال کا فب اہل حدیثوں میں (جو) ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا زور کرے اور سلف کی چٹک کرے مثل امام ابو حنیفہ کے جن کی امامت فی القلۃ اتباع کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر بد اعتدائی اور الحاد و زندقیت ان میں پھیلا دے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چیں بہ چیں نہیں ہوتے، اگرچہ علماء فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں، ہرگز نہیں سنتے۔

”البریلویہ“ میں علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ کی کتاب مطالعہ بریلویت سے کافی سرقہ کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم یہ تو چند داغی اور خارجی شہادات ان غیر مقلدین کے بارہ میں ہیں جن کو ظنی حیثیت سے لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ باقی اس جماعت میں ایسے لوگوں کی بہتات ہے جن کو عربی تو عربی اردو کی ذرہ برابر واقفیت نہیں، اپنا نام لکھنا نہیں جانتے لیکن ائمہ عظام کے خلاف زبان طعن ہر وقت کھلی رہتی ہے۔

چچہ وطنی میں محکمہ جنگلات میں ایک غیر مقلد ملازم اپنے انصر اور دوسرے لوگوں کو اپنے مسلک کی تبلیغ کرتا تھا، ایک آدمی نے اس سے نماز سنی تو نماز نہیں آتی تھی۔ کیا یہ قیامت سے کم ہے کہ خود کو نماز نہ آتی ہو اور پوری امت کو بے نمازی کہیں؟ اسی طرح بور والا کے علاقہ میں ایک حافظ صاحب دیہات میں امام تھے، وہاں کسی شخص نے اعتراضات شروع کئے کہ امام صاحب بہت جلد نماز پڑھتے ہیں، ہمیں فاتحہ کا موقع نہیں ملتا اور مقتدیوں میں فاتحہ خلف الامام کی خوب تبلیغ کرتے تھے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ حافظ صاحب جو امام تھے ایک دن انہوں نے کہا کہ تو پوری نماز سنا تو فرماتے ہیں کہ اس کو فاتحہ نہیں آتی تھی اور یہ تو بارہا کا تجربہ ہے کہ ان کے نام نہاد مولویوں نے شور مچایا کہ رفع یدین سنت ہے۔ جب سوال کیا گیا کہ نماز کی کل سنتیں بتاؤ کتنی ہیں تو اپنا سامنے لے کر اٹھ گئے، تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم ان کو اہل ظاہر کے ایک علمی طبقہ کے افراد قرار دے کر انزلوا الناس منازلہم کی مخالفت کریں۔

نتائج ظاہریت و غیر مقلدیت: یہ بات ہر طبقہ میں مسلم ہے کہ درست اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، اگر اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے تو بھی واضح ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں اصحاب کرام اور ہر سے اتنے کڑے نتائج صادر نہیں ہوئے جتنے کڑے پھل دور حاضر کی لامذہبیت کے شجر کو لگ رہے ہیں۔ بیگانے تو بیگانے اپنے بھی سر پیٹ رہے ہیں۔ چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔۔۔۔۔ مولوی محمد حسین صاحب ہالوی فرماتے ہیں: ”پچیس برس کے تجربہ سے ہمیں بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق (ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں) مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں بعض عیسائی و جاتے ہیں اور بعض لامذہب، جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے، اور احکام شریعت سے فسق و فجور تو اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔ ان فاسقوں میں بعض تو حکم کھانا جماعت، نماز اور روزہ چھوڑ دیتے ہیں، سود و شراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق خفی میں سرگرم رہتے ہیں۔ ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں، ناجائز حیلوں سے لوگوں کے مال و حقوق دبا رکھتے ہیں، کفر و ارتداد کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہوجانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترکیب تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔

(رسالہ اشاعت السنۃ نمبر ۴، جلد ۱۱، مطبوعہ ۱۸۸۸ء)

۲۔۔۔۔۔ مولوی عبدالاحد خانپوری فرماتے ہیں: ”جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں دہ اور ولایت کفر و نفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ اور زنا و قدح کا تھے اسلام کی طرف۔ اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور ولایت اور مدخل ہیں، ملاحدہ اور زنا و قدح کا تھیں کے بعینہ مثل تشیع کے مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ و تشیع ظاہر کر کے نفرت علی اور حضرات حسنینؑ کی ٹٹوں کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیں اور پھر مس قدر الحاد و زندہ پھیلا دیں، کچھ پرواہ نہیں۔ اسی طرح ان جہال کا ذہن اہل حدیثوں میں (جو) ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا ذکر کرے اور سلف کی جھلک کرے مثل امام ابو حنیفہؒ کے جن کی امامت فی السنۃ اجماع کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر بد اعتدالی اور المادہ و مذہبیت ان میں پھیلا دے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چمیں بہ چمیں نہیں ہوتے، اگرچہ علماء فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں، ہرگز نہیں سنتے۔

(میون زمرم، صفحہ ۱۹) اس پر محمد حسن چیمہ مرزائی نے مولوی محمد علی اور اس کی تفسیر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ہم آج بڑی خوشی سے اعلان کرتے ہیں کہ مولانا مرحوم (محمد علی) کے رشحاتِ قلم سے متاثر ہو کر ضلع گجرات کے سب سے بڑے عالم اور فقیہ اور محدث نے جو پاکستان ہجر کے چیدہ فاضلوں میں سے ایک مستند عالم ہیں اور جماعت اہلحدیث کے امیر اور مسجد اہلحدیث گجرات کے خطیب ہیں جن کا اسم گرامی حافظ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی ہے، حال ہی میں انہوں نے ایک مفصل اور مبسوط کتاب جو ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے، شائع کی ہے۔ اس کتاب میں قرآن شریف کی متعدد آیات اور احادیث صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ نہیں تھے۔ یہ بڑی دلچسپ اور پُر معارف کتاب ہے۔ آگے فرماتے ہیں شکر ہے ہمارے علماء میں سے اس عالم کو جرأت ہوئی کہ نیسائیت کے بڑھتے ہوئے فتنہ کے پیش نظر انہوں نے مسیح علیہ السلام کی شخصیت کا جائزہ لیا اور انہیں عام انسانوں میں لاکھڑا کیا۔ ہم حافظ عنایت اللہ صاحب سے یہ توقع بھی رکھتے ہیں کہ جہاں انہوں نے جرأت سے کام لے کر حضرت مسیح کو بابا پ ثابت کیا ہے وہاں وہ یہ بھی قرآن و حدیث سے ثابت کر دیں گے کہ مسیح علیہ السلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۷۰۰ سال قبل دنیوی زندگی کو خیر باد کہہ کر اپنے حقیقی مولیٰ سے جا ملے اور جنت الفردوس میں داخل ہو گئے۔“ (المنظر البلیغ، صفحہ ۱۸۳، ۱۸۴)

الدکے ہاتو گفتم غم دل و ترسبدم

کہ آزدہ دل نشوی ورنہ سخن بسبار است

تو ایسے گروہ کے بارہ میں تاویلات کر کے حسن ظن پیدا کرنا حدود شرع کو توڑنا ہے۔ اللہ تعالیٰ افراط و تفریط سے محفوظ فرما کر ہم سب کو حدود شرعیہ کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

رسالہ

”غیر مقلدین کی فقہ کے دو سو مسائل“

کے بارہ میں ضروری وضاحت

بسم الله الرحمن الرحيم

جناب مفتی محمد انور اذکار دہلوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جناب عالی عرض یہ ہے کہ مرحوم مولانا محمد امین اذکار دہلوی صاحب نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام ”غیر مقلدین کی فقہ کے دو سو مسائل“ ہے۔

ان مسائل کو چیک کیا گیا تو بڑی مشہور کتب حنفیہ مثلاً غایۃ الاوطار (در مختار) بہشتی زیور، فتاویٰ عالمگیری، ہدایہ وغیرہ میں یہ موجود ہیں۔

اس کا آپ بھی اعتراف کرتے ہیں لیکن فرماتے ہیں یہ اثر اسی طور پر لکھا ہے، اس کا جواب ذرا تفصیل سے دیجئے۔ شکریہ!

..... عبدالرؤف ۲۷/۴/۲۰۰۳

الجواب بتوفیق ملہم النصواب

واضح ہو کہ غیر مقلدین عوام کا یہ ذہن بنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہمارا ہر مسئلہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور مقلدین بالخصوص احناف قرآن و سنت کے خلاف فقہی اقوال کو مانتے ہیں۔ نیز فقہ حنفی کے بہت سے مسائل شرم و حیا کے خلاف ہیں۔ ان مسائل نے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کر دیا ہے، ان کی ان باتوں کی حقیقت واضح کرنے کے لئے

غیر مقلدین کے دو سو مسائل شائع کئے گئے ہیں اور ان سے مطالبہ کیا گیا کہ "ان مسائل کے موافق ایک ایک صحیح غیر معارض حدیث پیش کر دیں۔" تاکہ عوام کو پتہ چل جائے کہ واقعی یہ قرآن و حدیث سے ہی مسائل لیتے ہیں ورنہ ان پر ان کے پہلے دعویٰ میں جھوٹ ہونے کا الزام لگے گا۔ اسی طرح فقہ کے بہت سے مسائل جن کو شرم و حیا کے خلاف کہا جاتا تھا وہی مسائل غیر مقلدوں کی کتاب سے ذکر کر دیئے صرف یہ الزام دینے کے لئے کہ اگر یہ شرم و حیا کے خلاف ہیں تو آپ کی کتاب میں بھی شرم و حیا سے خالی ہیں۔ ہم ان مسائل کو عوامی ضرورت کے تحت لکھتے ہیں۔ مثلاً یہ مسئلہ کہ انگلی وغیرہ کے قبیل یا ڈھڑ میں داخل کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا اور وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔ فقہ کے اس مسئلہ کو کبھی خلاف حیا کہہ کر نشر کیا گیا۔ کبھی یہ کہا گیا کہ انگلی بازی کی فقہ میں نفوذ باللہ اجازت دی گئی ہے تو دو سو مسائل میں نزل الابرار، صفحہ ۲۴، جلد ۱ سے بعینہ یہی حوالہ نقل کر دیا گیا کہ اگر آپ کے نزدیک اس مسئلہ کے ذکر کرنے سے بے حیائی اور انگلی بازی کا دروازہ کھلتا ہے تو یہ آپ کی کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے، بلکہ آپ کی کتاب کا حوالہ ہمارے حوالہ سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ ہمارے مسئلہ کی نسبت فقہ کی طرف سے جو اعتراض کیے گئے جن سے خطا اور صواب دونوں کا احتمال ہے مگر آپ نے اپنی کتاب کا نام "نزل الابرار من فقہ النبی الخ" رکھ کر اس مسئلہ کو فقہ نبوی قرار دیا اور اس بے حیائی اور بدکاری کی نسبت نفوذ باللہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی، آپ کو الزام دینے کے لئے یہ مسئلہ ہم نے لکھا۔

حقیقت واقعہ

ایسے فقہی مسائل کے بارہ میں توضیح یہ ہے کہ فقہاء کرام فقہ میں ہر اس مسئلہ کا حکم لکھتے ہیں جو عوام کو قلت یا کثرت کی صورت میں پیش آتا ہو یا پیش آ سکتا ہو خواہ وہ کام جائز ہو یا ناجائز تاکہ تحمیل دین کی شان کھل کر سامنے آئے کیونکہ کامل دین میں ہر مسئلہ کا حل

دری ہے۔ دنیوی قوانین میں بھی جرائم کا تذکرہ اور ان کی سزاؤں کا ذکر ہوتا ہے تو کوئی شخص یہ کہے کہ قانون کی کتابوں میں جرائم کا ذکر کر کے جرائم کو پھیلانے کی کوشش کی گئی ہے تو برا آدمی کہے گا کہ یہ بات غلط ہے حکیموں اور ڈاکٹروں کو زنا نہ امراض ذکر کرتے ہوئے بہت سے ایسے مسائل ذکر کرنے پڑتے ہیں جو بلا ضرورت عام حالت میں بے حیائی اور منافی لیسرت شمار کئے جاتے ہیں۔ مگر اطباء کا کتب میں ان کا ذکر کرنا یا مریضہ سے ان باتوں کی تحقیق کرنا ان کی ضرورت ہے۔ اب اگر کوئی آدمی کہے کہ طب کی کتابوں میں بڑی بے غیرتی اور بے حیائی کی باتیں لکھی ہیں ان کو جلاؤ تو ہر آدمی کہے گا کہ یہ اس فن کا آدمی نہیں ہے اور یہ اس ضرورت سے ناواقف ہے۔

لطیفہ:

بورے والا میں ڈاکٹر ابرار احمد صاحب ایک دفعہ دو آدمیوں کو لے کر میرے پاس آئے اور بیٹھتے ہی فرمانے لگے کہ یہ ماسٹر صاحب ہمارے دوست ہیں اور الحمد للہ مسلک کے بڑی داعی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کس قسم کے الحمد للہ ہیں؟ فرمانے لگے کہ الحمد للہ کی بھی قسمیں ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں الحمد للہ کا معنی ہے حدیث والا اور چونکہ حدیث کے کئی معنی آتے ہیں اس لئے الحمد للہ کے بھی مختلف معانی ہوں گے۔

۱۔ حدیث عربی میں بات کو بھی کہتے ہیں تو الحمد للہ کا معنی ہوگا باتونی (جو ہر وقت باتار ہے کسی کی نہ سنے اپنی ہی سنائے)۔

۲۔ حدیث ہر مقابلہ قدیم یعنی نیا تو الحمد للہ کا معنی ہوگا نیا فرقہ۔

۳۔ حدیث انفس یعنی خیال اور وسوسہ۔ تو الحمد للہ کا معنی وسوسوں والا ہوگا۔

۴۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ایک طویل حدیث ذکر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان پر لعنت کر کے فرمایا کہ اس نے اپنی ذمہ اپنی ذمہ میں داخل کی اور سات

کے بھی نہیں ہیں تو آپ ابجدیث کیسے ہوئے؟ پھر میں نے پوچھا کہ اگر آپ فی حدیث کی وجہ سے ابجدیث کہلاتے ہیں تو اصول حدیث میں حدیث کی تقریباً سولہ قسمیں ہیں۔ صحیح الذاتیہ، حسن الذاتیہ، ضعیف، صحیح الغیرہ، حسن الغیرہ، موضوع، متروک، شاذ، منکر، معروف، معلل، مضطرب، مقلوب، محصف، مدرج، تو جب حدیث کی سولہ قسمیں ابجدیث کی بھی سولہ قسمیں ہوں گی۔ آپ بتائیں کہ آپ صحیح ابجدیث ہیں یا ضعیف ابجدیث یا موضوع ابجدیث یا منکر، شاذ، معلل وغیرہ؟ اس پر وہ بالکل خاموش رہا۔ میں نے اس اصطلاح کے مطابق محدثین نے حدیث کی اپنی منطقی کے اعتبار سے تین قسمیں لکھی

مرفوع ۔ جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔
 موقوف ۔ جس میں صحابی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

مقطوع ۔ جس میں تابعی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔ (خیر الاصول، ص ۴)

میں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ تابعی ہیں اس لئے ان کے تمام اقوال، افعال اور یہ حدیث بن گئیں مگر آپ لوگ فقہ حنفی کی دن رات ترویج کرتے ہیں جو ان مقطوع بات کے انکار کو مستلزم ہے، مگر اس بات پر بھی اس کی مہر سکوت نہیں ٹوٹی اتنا کہا کہ آپ جو چاہیں کہہ لیں میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ میں نے کہا کہ بعض ابجدیث وہ ہیں جنہوں نے انکار فقہ کا نام عمل بالحدیث رکھا ہے جیسے ایک دوسرے گروہ نے انکار حدیث کا نام عمل آن رکھا ہے اور عوام کو دھوکا دینے کے لئے اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں ان سے اگر پوچھا جائے کہ تم کب سے ہو تو کہتے ہیں کہ جب سے قرآن ہے اسی وقت سے اہل قرآن ہوں۔ مالائیکہ انگریز کے دور سے پہلے اہل قرآن بمعنی منکر حدیث کی نہ کوئی عبادت کا ہوتی ہے، وہی درسہ، نہ کوئی کتاب، نہ کوئی مکان، نہ کوئی قبر جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ فرق قدیم

انڈے دیئے۔ ان میں سے ہر ایک انڈے سے ایک بچہ پیدا ہوا اور ہر ایک اولاد آدم کے بہکانے کے واسطے مقرر ہوا۔ (الہی ان قال) دوسرے انڈے سے جو بچہ پیدا ہوا اس کا نام حدیث ہے، اس کی تقرری نمازیوں پر ہے، ان سے نماز پڑھنی بھلاتا ہے اور ان کو کھیل میں لگاتا ہے اور بہکاتا ہے۔ (لغۃ الخیۃ اللطیفین، مترجم، صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸)

اس کی طرف نسبت رکھنے والے کو بھی ابجدیث کہیں گے اور یہاں یہ معنی بھی موزوں ہے کیونکہ آج کل کے ابجدیث کہلانے والے بھی نمازیوں کا خوب تعاقب کرتے ہیں، بے نمازیوں کو نمازی بنانے کی کوشش تو ہمارے تبلیغی دوست کرتے ہیں مگر جب نمازی بن جائے تو یہ حضرات پیچھے لگ جاتے ہیں کہ تیری نماز تو نہیں ہوئی، تو نے امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی، وغیرہ وغیرہ۔ کہنے لگا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر عمل کرتے ہیں اس لئے ابجدیث ہیں۔ میں نے کہا کہ اس اصطلاحی معنی کے اعتبار سے ابجدیث کی محدثین نے چند قسمیں لکھیں ہیں۔

- ۱..... مبتدی جو ابتدائی طور پر حدیث پڑھنے پڑھانے کا مشغلہ اختیار کرے۔
- ۲..... محدث یا شیخ الحدیث جس کا قول فن حدیث میں دلیل کے طور پر تسلیم کیا جائے۔
- ۳..... حافظ الحدیث جس کو ایک لاکھ احادیث متن اور سند اور پھر سند کے تمام راویوں کی جرح و تعدیل کے ساتھ یاد ہوں۔
- ۴..... حاکم جس کو تین لاکھ احادیث سند متن اور جرح و تعدیل کے اعتبار سے یاد ہوں۔
- ۵..... جزیۃ جس کو تمام ذخیرہ احادیث سند متن اور جرح و تعدیل کے اعتبار سے یاد ہوں۔

پھر میں نے پوچھا کہ آپ ابجدیث کے ان پانچوں طبقوں میں سے کس طبقہ کے ہیں؟ کیا آپ کا مشغلہ حدیث پڑھنا پڑھانا ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ میں نے کہا جب آپ پہلے

ہے۔ بالکل اسی طرح اہلحدیث بمعنی منکر فقہ کا کوئی وجود انگریز کے دور سے پہلے نہیں۔ انگریزوں نے کوئی یہ بھی وہی بات کہتے ہیں کہ جب سے حدیث ہے اسی وقت سے اہلحدیث ہیں۔ انگریز کے دور سے پہلے کی اپنی کوئی مسجد، مدرسہ، قبر، کتاب، رسالہ نہیں دکھاسکتے جس سے بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اہلحدیث بمعنی ”منکر فقہ“ انگریزی دور کی یادگار ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے انگریز سے اپنا نام اہلحدیث الاث کرایا جیسا کہ ایوب قادری صاحب وہابی یا اہلحدیث کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔ ”غیروں اور انہوں کے اس رویہ سے وہابی گھبرا اٹھے اور انہوں نے جتھیا رڈال دیئے، جہاد کی تحریک اندرون ہند پاکستان قسطنطنیہ طور سے ختم ہو گئی اپنے لئے وہابی کے بجائے اہلحدیث کا نام مروج و مستہر کیا۔ انہوں نے باقاعدہ حکومت برطانیہ کی وفاداری کا اعلان کیا، مولوی محمد حسین بنالوی (ف ۱۳۳۸ھ)۔ سرکاری تحریکات میں وہابی کی بجائے اہلحدیث لکھے جانے کے باقاعدہ احکام جاری کرے۔ (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء صفحہ ۶۳، ۶۴)۔ مولوی عبدالحجید سوبدروی لکھتے ہیں (مولوی محمد حسین بنالوی نے) اشاعت السنۃ کے ذریعے اہلحدیث کی بہت خدمت کی، لفظ وہابی آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہلحدیث کے نام سے موسوم کیا گیا۔ آپ نے حکومت کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر پائی۔“

مولوی محمد حسین بنالوی نے لفظ وہابی کی منسوخی کے لئے جو کوششیں کی ہیں وہ سارا تحریری ہمارے پیش نظر ہے، طوالت کے خوف سے اس کو ہم یہاں نقل نہیں کر سکتے صرف اشارات پر اکتفا کرتے ہیں۔ انہوں نے ارکان جماعت اہلحدیث کی ایک دستخطی درخواست لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کے ذریعے سے دائر اسرائیل ہند کی خدمت میں روانہ کر دی۔ اس درخواست میں سر فہرست شمس العلماء میاں نذیر حسین کے دستخط تھے۔ گورنر پنجاب نے وہ درخواست اٹھائی تائیدی تحریر کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیج دی۔ وہاں سے حسب ضابطہ منظوری آ گئی

۱۰۔ وہابی کی بجائے اہلحدیث کا لفظ استعمال کیا جائے۔ لیفٹیننٹ گورنر پنجاب نے باقاعدہ اطلاع مولوی محمد حسین کو دی۔ اسی طرح گورنمنٹ مدراس کی طرف سے ۱۵/ اگست ۱۸۵۷ء کو بذریعہ خط نمبر ۱۲، گورنمنٹ بنگال کی طرف سے ۳/ مارچ ۱۸۹۰ء کو بذریعہ خط نمبر ۳۸۶ اور گورنمنٹ یوپی کی طرف سے ۲۰/ جولائی ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۳۸۶، گورنمنٹ سی طرف سے ۳/ جولائی ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۴۰ اور گورنمنٹ بمبئی کی طرف سے ۳/ جولائی ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۳۲ اس امر کی اطلاع مولوی محمد حسین بنالوی کو ملی۔

(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء صفحہ ۶۵، ۶۶)

اس کتاب کے مصنف ایوب قادری صاحب کے بارہ میں مولوی محمد اسحاق بھٹی قلم فرماتے ہیں کہ ”قادری صاحب تاریخ کے آدمی تھے اور یہی ان کا اصل موضوع تھا۔ شخصیات اس موضوع کا حصہ ہے۔ چنانچہ وہ اس سلسلے میں خوب لکھتے ہیں۔“ (نقوش رفتہ، صفحہ ۵۹۶) میری ان باتوں کو بمشکل ناگواری سے وہ مسترد ہاتھوڑی دیر بعد صاحب ان دونوں ساتھیوں کے ساتھ اٹھ کر چلے گئے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ ڈاکٹر صاحب کو بھی میری باتوں سے کچھ ناگواری ہوئی ہے، شام کو میں ڈاکٹر صاحب کی دکان پر گیا ماننے لگے کہ آپ نے میرے ساتھی کو بہت پریشان کیا، میں تو اس کو آپ کے پاس اس لایا تھا کہ اس کی کچھ اصلاح ہو جائے مگر وہ یہ ذہن لے کر گیا کہ مجھے اس نے ذلیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے کہا کہ میں اسی لئے آیا ہوں کہ میں آپ کے بارہ میں بھی کھابوں کہ وہ باتیں آپ کو بھی ناگوار لگی ہیں، کہنے لگے بالکل میں بھی اس کو ذلت اور توہین ہوں کہ وہ شخص بولتا ہی نہیں تھا اور آپ ان کے بارہ میں بہت سی باتیں کرتے رہے۔ میں نے کہا ڈاکٹر صاحب آپ کے پاس بہت سے مریدیں مرد اور عورتیں آتی ہیں کہ آپ ان سے وہ باتیں پر دو والی پوچھتے ہیں کہ اگر میں پوچھ لوں تو ان کو ناگواری ہوگی اور آپ

نہ لیل ہے، تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ واقعی پتہ چلا کہ آپ اس کی بیماری اگلوانا چاہتے ہیں اگر وہاں یہ باتیں کرتا تو اس کا علاج ہو جاتا مگر ہمارے پاس اس کا علاج نہ تھا اس لئے ہم انجانوئی سے بیٹھے رہے۔

مذکورہ بالا درختار اور نزل الا برار کا مسئلہ ایک شخص نکھوا کر مراد برکرم مولانا محمد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہا کہ اس مسئلہ کو فقہ میں لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ شرم گاہ میں انگلی داخل کرنے سے وضو یا غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں اور اس سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ انہوں نے فرمایا اگر یہ تیری ضرورت نہیں تو تیرے گھر والی کی ضرورت ضرورت ہوگی۔ کہنے لگا وہ کیسے؟ انہوں نے فرمایا کہ اکثر عورتیں زناۃ امراض میں مبتلا ہوتی ہیں تو ان کو اندام بہانی میں دوائی سے دوائی رکھوانی پڑتی ہے، کیا آپ کے ہاں ایسا مسئلہ کبھی پیش نہیں آیا؟ کہنے لگا تو اکثر پیش آتا رہتا ہے، تو انہوں نے فرمایا اسی لئے فقہاء نے اس کا جواب تحریر فرمایا ہے کہ وضو کرنے کے بعد اگر دوائی رکھوائی تو آیا اس سے وضو ٹوٹا یا نہیں، غسل فرض ہوا یا نہیں، اسی طرح بعض اوقات بیماری کی سختی کی وجہ سے روزہ کی حالت میں بھی ضرورت پیش آ جاتی ہے تو اب مسئلہ پیدا ہوا کہ اس دوائی رکھوانے سے روزہ ٹوٹا یا نہیں؟ تو فقہاء نے اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اور تکمیل دین کی شان کو اجاگر کرنے کے لئے یہ مسائل لکھے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ کامل دین میں ہر مسئلہ کا حل موجود ہے اگر ہر مسئلہ کا جواب نہ ملتا تو تکمیل دین پر دھبہ لگتا تو وہ شخص بن کر کہنے لگا واقعی ان مسائل کے تحریر کرنے کی بہت ضرورت ہے۔

اسی طرح ایک حدیث پاک کے تحت کہ اذا دبغ الاحباب فقد طہرو رواہ مسلم (احیاء السنن، صفحہ ۱۰۰) ”یعنی کچی چمڑی کو جب دباغت دی جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔“ لکھا تھا کہ خنزیر کے علاوہ ہر جانور کا چمڑہ دباغت سے پاک ہو جاتا ہے لہذا اگر کتے کے چمڑے کو دباغت دے کر اس کو جائے نماز بنالیا تو اس کا استعمال نماز کے لئے جائز ہے۔

کے سامنے وہ تمام پوشیدہ حالات بیان کریں گے تاکہ علاج کا رخ درست ہو جائے۔ کیا لگے بالکل یہ ہماری ضرورت ہے بلکہ ہم سے بڑھ کر مریض کی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر اس کا علاج درست نہیں ہوگا۔ میں نے کہا کہ جس کو آپ لے کر گئے تھے وہ میرا مریض تھا اس لئے مجھے پورا حق تھا کہ کسی طریقہ سے اس کو باقوں تاکہ وہ اپنا مرض ظاہر کرے اور میں اس علاج کروں، مگر اس کی حالت اس مریض کی تھی جو آپ کے کسی سوال کا جواب نہ دے سکے بلکہ آپ کے سوالوں کو بے حیائی یا تنگ عزت قرار دے، ظاہر ہے کہ آپ بھی اس کا کوئی علاج نہیں کر سکیں گے اور اس کو اپنی بیماری پر صبر کرنا پڑے گا۔ اسی طرح یہ لوگ جاہلوں کے سامنے بہت بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں کہ ہم بھی عامل بالحدیث ہیں باقیوں کے پاس تو صرف ائمہ کے اقوال ہیں۔ کبھی کہیں گے کہ ہمارے حق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مفتی عبدالرحمن فلامی دیوبندی مولوی ابجدیٹ بن گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ آئیے یہاں آ کر اس نے یہی باتیں شروع کر دی تھیں کہ مفتی عبدالرحمن اور دو تین مولویوں کے لئے کہ دیوبندیہ سے توبہ کر کے ابجدیٹ ہو گئے ہیں جو ہمارے حق پر ہونے کی دلیل ہے میں نے کہا کہ یہی بات میں نے پہلے کہی ہے کہ اس دوسرے کا علاج وہاں میرے پاس ہونا نہ کہ آپ کے پاس کیونکہ ہم تو فوراً اس سوال پر پوچھ لیتے ہیں کہ آپ کے ہاں دلیل تو قرآن یا حدیث ہے آپ جو ان دو چار مولویوں کو بطور دلیل ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں یہ قرآن ہونے کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں یا حدیث ہونے کی حیثیت سے۔ پھر اگر مسلک تبدیل کرنا دوسرے مسلک کے حق ہونے کی دلیل ہے تو سینکڑوں غیر مقلد مرزائی بنے ہیں پھر تو مرزائیوں کو حق پر ماننا اور غیر مقلدین کو باطل پر کہنا پڑے گا۔ کہنے لگے کہ وہ کہتا تھا دیوبندی تو غیر مقلد بنتے ہیں مگر غیر مقلد دیوبندی نہیں بنتے۔ میں نے کہا کہ مرزائی بھی کہتے ہیں کہ غیر مقلد تو مرزائی بنتے ہیں مگر کوئی مرزائی غیر مقلد نہیں بنا اور یہ ہمارے حق ہو

غیر مقلدین نے عوام کے سامنے اس مسئلے کو فقہ سے متنفر کرنے کے لئے اس عنوان سے پیش کیا کہ گویا فقہ میں کتے کی نفرت نہیں ہے تو دوسو مسائل میں بتا دیا گیا کہ یہ مسئلہ وحید الزمان غیر مقلد نے ہم سے بڑھ کر لکھا ہے کہ جس چٹری کو بھی دباغت دی جائے وہ پاک ہو جاتی ہے، ہمارے بعض علماء نے خنزیر اور آدمی کی چٹری کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا ہے۔ صحیح ان کا مستثنیٰ نہ ہونا ہے۔ (نزل الابرار، صفحہ ۲۹) تو یہاں ہم نے اترام دینے کے لئے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر اس مسئلہ کے ذکر سے کتے کی نفرت دل سے نکلتی ہے اور اس کی محبت دل میں آنے کا اندیشہ ہے تو آپ اپنی کتابوں میں نظر ڈال لیں کہ ان میں بھی یہ مسئلہ ہے بلکہ ہماری کتابوں سے زیادہ خطرناک مسئلہ ہے کیونکہ ہماری فقہ میں تو فقیہ سے اجتہاد میں خطا کا اندیشہ ہے مگر آپ کی کتاب کا تو نام ہی نزل الابرار من فقہ النبی الخار ہے یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فقہ ہے اس میں تو خطا کا احتمال ہی نہیں تو اس سے دلوں میں کتے کا احترام زیادہ پیدا ہوگا بلکہ خنزیر کی کھال ہمارے ہاں دباغت سے پاک نہیں، دقتی تھی آپ کی دباغت نے تو اس کو بھی پاک کر دیا۔

نوٹ:

دوسو مسائل نامی اس رسالہ میں کچھ مسائل تو "الزامی" ہیں ورنہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جو خاص نزل الابرار میں پائے جاتے ہیں۔ فقہ حنفی میں ان کا وجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرما کر ہمیں متعین (انعام یافتہ جماعتوں) کے طریقہ پر قرآن و سنت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

ایک خط کا جواب

کیا غیر مقلدین کی نماز صحابہؓ کی نماز سے ہے؟

ال (۱): غیر مقلد کہتے ہیں کہ جو آخری صحابیؓ تھے ان کی جب وفات ہوئی تو وہ رفع کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے کہ ان کو حضورؐ نے رفع یدین کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ ان کی وفات کب ہوئی اور کیا واقعی ایسا تھا؟

ال (۲): حضرت امام ابوحنیفہؒ نے کتنے صحابہؓ کی زیارت کی اور کیا اس وقت کے دور میں رفع یدین کر کے نماز پڑھتے تھے یا جیسا کہ امام صاحبؒ کے مذہب کے مطابق نماز پڑھتی تھی ایسے پڑھتے تھے۔

ال (۳): غیر مقلدین حضرات کی بنیاد کس دور سے ہے؟ طالب: محمد فیصل عمران
جواب: حامداً ومصلباً ومسلماً اما بعد! غیر مقلدین اپنے ہر عقیدے اور عمل کو رواج دینے کے لئے انتہائی جھوٹ بولتے ہیں، بلکہ جھوٹ کو ثواب سمجھ کر بولتے ہیں۔ واضح رہے کہ مسئلہ رفع یدین پر غیر مقلدین کا عمل اور دعویٰ یہ ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین حضور اقدس ﷺ نے ہمیشہ کیا اور اسی طرح رکوع کو جاتے ہوئے سے سر اٹھاتے وقت آپؐ نے ہمیشہ رفع یدین کیا ہے۔ ایک نماز بھی آپ ﷺ نے اس طرح کی ہے کہ رفع یدین پڑھی اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں اور سجدہ کو جاتے ہوئے سے سر اٹھاتے وقت آپؐ نے کبھی رفع یدین نہیں کی۔ اگر کبھی کی ہے تو آخر میں اس کو رفع کر دیا۔ لہذا چار رکعت نماز میں دس دفعہ رفع یدین کرنا ضروری ہے۔ اور اٹھارہ جگہ رفع یدین نہ کرنا ضروری ہے۔ اگر دس جگہ رفع یدین نہ کی تو نماز باطل یا کم از کم خلاف سنت ہے اور اٹھارہ جگہ رفع یدین کی تو نماز باطل یا خلاف سنت ہے۔ لیکن اس دعویٰ پر ان کے پاس

میں کرتے۔

(۲) علامہ جلال الدین سیوطی نے (امام اعظم ابوحنیفہؒ کی) ۸ صحابہ سے ملاقات نقل کی ہے۔ (۱) حضرت انس بن مالکؓ، (۲) عبداللہ بن جزء الزبیدیؓ، (۳) جابر بن عبداللہؓ، (۴) معتل بن یسارؓ، (۵) وائلہ بن الاسقعؓ، (۶) عائشہ بنت خروہؓ، (۷) عبداللہ بن انیسؓ، (۸) عبداللہ بن ابی اوفیؓ اور ان میں سے اکثر سے روایات بھی نقل کی ہیں۔ ان میں سے چند روایات یہ ہیں: (۱) قاضی ابویوسفؒ امام ابوحنیفہؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کو سنا: فرماتے تھے کہ میں نے حضور ﷺ کو سنا، فرماتے تھے علم کا طلب کرتا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (۲) امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کو سنا، فرماتے تھے کہ میں نے نبی اقدس ﷺ کو سنا کہ نیکی پر والیت کرنے والا نیکی کرنے والے جیسا ہے۔ (۳) مذکورہ بالا سند سے ہے کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ غزوہ کی امداد کرنے کو پسند کرتا ہے۔ (۴) اسماعیل بن عیاش امام ابوحنیفہؒ سے اور وہ حضرت وائلہ بن الاسقعؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو چیز تجھ کو شک میں ڈالتی ہے اس کو چھوڑ کر اس چیز کی طرف جا جو تجھے شک میں نہیں ڈالتی۔ (۵) اسی سند سے حضرت وائلہؓ سے ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کی مصیبت پر اظہارِ خوشی نہ کر، ورنہ اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت سے عافیت عطا فرما کر تجھ کو اس میں جتا کر دیں گے۔ (۶) ابوداؤد و طحاوی امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن انیسؓ کو چودہ سال کی عمر میں سنا۔ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیری کسی چیز سے محبت تھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔ (۷) یحییٰ بن قاسم امام ابوحنیفہؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفیؓ کو سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مسجد بنائے، اگرچہ بھت تیز کے اندر دینے کے گڑھے کی مثل ہو اس کے لئے جنت میں ایک عظیم مکان بنادیا جائے گا۔ (۸) یحییٰ بن معین امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ عائشہ بنت خروہؓ کو سنا، فرماتی تھیں کہ حضور

ایک حدیث بھی دلیل نہیں۔ پھر سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی ابوالطفیل عامر بن وائلہؓ ہیں اور ان سے کہیں بھی یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے وفات سے پہلے رفع یدین کی ہو اور نہ ہی کسی ضعیف سے ضعیف حدیث میں یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو رفع یدین کا حکم دیا تھا۔ یہ ایک ہی سانس میں متعدد جھوٹ غیر مقلدین کا حوصلہ ہے، ورنہ بڑے سے بڑا گناہ گار بھی ایسے مسلسل جھوٹوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اگر اسلام لانے کے بعد آپ سے آخری صحابی مراد ہے تو یہ بھی غلط ہے، کیونکہ سب سے آخری وفد جو حضور ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے وہ اہل محرم الحرام میں خج قبیلے کے دو سو آدمیوں کا وفد تھا جو یمن سے آیا تھا اس میں زرارہ بن عمروؓ بھی تھے۔ ان کے اسلام لانے کے دو ماہ بعد حضور اقدس ﷺ وصال ہو گیا ہے اور اس وفد میں سے کسی نے بھی رفع یدین کی روایت نقل نہیں کی بلکہ اس قبیلہ کے فقیہ ابراہیمؓ بھی جن کی پیدائش ۳۶ھ اور وفات ۹۶ھ میں ہے، ان کے سامنے جب رفع یدین کی روایت کا ذکر ہوا تو وہ غصہ میں آ گئے اور فرمایا کہ میں نے تو یہ مسئلہ کسی صحابی تابعی سے سنا تک نہیں۔ صحابہ تو صرف نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

(موطا امام محمد ص ۹۶)

عام طور پر اس عنوان سے غیر مقلدین حضرت وائل بن حجر اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما کا ذکر کرتے ہیں مگر اول تو وہ یہ بات کہیں سے ثابت نہیں کر سکتے کہ دونوں صحابہ سب سے آخر میں مسلمان ہوئے ہیں، پھر یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ نبی اقدس ﷺ نے ان کو رفع یدین کرنے کا حکم دیا تھا۔ نیز یہ بات بھی کہیں سے ثابت نہیں کر سکتے کہ انہوں نے وفات سے قبل آخری نماز میں رفع یدین کی تھی۔ صرف حضور اقدس ﷺ کے محل رفع کے یہ نقل ہیں، لیکن اس میں غیر مقلدین والی رفع یدین ڈھونڈنے سے نہیں ملتی، بلکہ غیر مقلدین کے خلاف حضرت مالک بن حویرثؓ نے سجدہ کی رفع یدین بھی نقل کی ہے۔ اور امام نسائی نے اس پر مستقل رفع الیدین للسمو کا باب باندھا ہے (ص ۱۰۸) اسی طرح حضرت وائل سے سجدوں کے درمیان رفع یدین ابوداؤد ص ۷۳ پر ثابت ہے مگر غیر مقلدین اس روایت پر عمل

ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا لشکر زمین میں مکڑی ہے نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ میں اس کو حرام کرتا ہوں (تمیض الصحیحہ از ص ۲۶ تا ص ۳۲)، حافظ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ نے مذکور بالا صحابہ کرام کے علاوہ درج ذیل صحابہ کرام سے بھی امام صاحب کی روایت کا قول نقل کیا ہے۔ عمرو بن حریث، ابو الطفیل عامر بن واثلہ، سہل بن سعد، سائب بن خلاد، عبداللہ بن بسرہ، محمود بن الریح، عبداللہ بن جعفر، ابوالمدہ رضی اللہ عنہم (الخیرات الحسان ص ۴۸، ص ۵۴) حضرت انسؓ کی حدیث نمبر ۲ مسند امام اعظم کے ص ۲۱۳ پر اور حضرت واثلہ کی حدیث مسند امام اعظم ص ۲۱۶ پر اور عبداللہ بن انیس کی مسند ص ۲۱۶، عبداللہ بن ابی اوفی کی ص ۴۷، اور عائشہ بنت عجرہ کی روایت مسند امام اعظم ص ۱۹۳ پر ہے، نیز قاضی ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو سنا۔ فرماتے تھے کہ میں نے ۱۶ سال کی عمر میں ۹۶ھ میں اپنے باپ کے ساتھ حج کیا تو اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شیخ کے پاس لوگوں کا ہجوم ہے۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا ابا جان ایہ شیخ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ حضور ﷺ کے صحابی ہیں جن کو عبداللہ بن الحارث بن جراء الزبیدی کہا جاتا ہے۔ میں نے پوچھا ان کے پاس کیا ہے؟ تو میرے والد نے کہا کہ وہ احادیث ہیں جو انہوں نے نبی اقدس ﷺ سے سنی ہیں۔ میں نے کہا کہ مجھے بھی آگے سیکھئے تاکہ میں بھی ان سے احادیث سنوں۔ تو میرے والد میرے آگے ہوئے، لوگوں میں کشادگی کرتے ہوئے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے تو میں نے ان کو سنا۔ فرماتے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی دین میں فقاہت حاصل کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام معاملات میں کفایت فرماتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے روزی عطا فرماتے ہیں جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا (مسند ابی حنیفہ لابن نعیم، ص ۷۷، مسند امام اعظم بروایہ صفحہ ص ۲۰) باقی امام ابوحنیفہؒ صحابہ کرام کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور تابعین کے زمانہ میں وفات پائی۔ امام ترمذیؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی روایت نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس ترک رفع یدین والی روایت کے بہت سے اہل علم صحابہ اور تابعین قائل ہیں اور یہ سفیان اور اہل کوفہ کا قول ہے (ترمذی

ص ۵۹) اس سے معلوم ہوا کہ اکثر صحابہ اور تابعین ترک رفع یدین کرتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل کوفہ کا مسلک ترک رفع یدین کا تھا۔ واضح رہے کہ کوفہ کو حضرت عمرؓ نے ۱۷ھ میں آباد کیا تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو وہاں معلم بنا کر بھیجا تھا۔ حضرت علیؓ نے اسے اپنا دار الخلافہ بنالیا تھا۔ بقول علامہ الفخفی چند سو صحابہ کرام یہاں کے مستقل رہائشی تھے جن میں ستر بدری صحابہ تھے۔ مگر یہاں کوئی رفع یدین کرنے والا نہیں تھا۔ چنانچہ امام بخاریؒ کے استاذ محمد بن نصر مرزوقیؒ فرماتے ہیں کہ ہم کوئی ایسا شہر نہیں جانتے کہ جس کے سب باشندوں نے جھٹکتے اٹھتے وقت رفع یدین چھوڑ دی ہو، سوائے ”کوفہ“ کے (العلیق المجدد ص ۹۱)۔ معلوم ہوا کہ کوفہ میں اتنے صحابہ کرام کی موجودگی میں کوئی ایک بھی رفع یدین کرنے والا نہیں تھا۔ اسی طرح کہ میں ابن زبیرؓ کی رفع یدین دیکھ کر میمونؓ کی نے حضرت ابن عباسؓ سے شکایت کی کہ میں نے ان کو ایسی نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ کبھی کسی کو (یہاں مکہ میں) ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا (ابوداؤد) اسی طرح مدینہ کے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں رفع یدین کرنے والا کوئی شخص نہیں جانتا۔ امام مالکؒ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے ہیں، تو معلوم ہوا کہ رفع یدین مدینہ میں بھی متروک تھی۔ حضور ﷺ نے تیس سالہ در نبوت میں کسی ایک شخص کو بھی رفع یدین کرنے کا حکم نہیں دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اقدس ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں ان میں سے کوئی بھی رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ حضرت عثمانؓ سے بھی کوئی رفع یدین کرنے کی روایت نہیں۔ حضرت علیؓ بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے، نہ ان کا کوئی شاگرد رفع یدین کرتا تھا (ابن ابی شیبہ) حضرت ابن مسعودؓ اور ان کے تمام شاگرد ترک رفع یدین کرتے تھے۔ (۳) غیر مقلدین کی انگریز کے دور سے پہلے نہ کوئی مسجد ملتی ہے نہ مدرسہ نہ قبر نہ کوئی کتاب نہ رسالہ۔ معلوم ہوا کہ انگریز کے دور سے پہلے انکار وجود نہیں تھا۔ نقوش ابوالوفاء سے معلوم ہوتا ہے کہ سب پہلے ہندوستان میں رفع یدین کرنے والا انگریز کا ملازم محمد یوسف تھا۔ اس سے سارے ہندوستان میں یہ عمل پھیلایا اور بقول مولوی محمد حسین بنالوی وہ ہر زائی ہو گیا تھا۔

تحقیق یا تشکیک

بسم الله الرحمن الرحيم

برادرانِ اسلام! آج کل اکثر غیر مقلدین عوام کو دین میں تحقیق کے عنوان سے تشکیک فی الدین (دین میں شکوک و شبہات ڈالنے) کا مرتکب بناتے ہیں اور ایسے لوگ بالآخر اسلام کو خیر باد کہہ دیتے ہیں اور اس حقیقت کا اقرار غیر مقلدین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بنالوی المتوفی ۱۳۳۸ھ فرماتے ہیں کہ ”پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفر و ارتداد و فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دین داروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترکِ تقلید بڑا بھاری سبب ہے مگر وہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترکِ مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔“ (رسالہ اشاعت السنۃ نمبر ۲، ج ۱۱، مطبوعہ ۱۸۸۸ء) اور غیر مقلد عالم مولوی محمد شاہ جہان پوری لکھتے ہیں: ”کوئی شک نہیں کہ بے ادب ہونے اور علماء سابقین کی تعظیم ملحوظ نہ رکھنے والے اور ان کی بدگوئی کرنے والے کا نورِ ایمان جاتا رہتا ہے۔“

(الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۲۹۶)

مولانا داؤد غزنوی فرماتے تھے: ”ہمارے نزدیک ائمہ دین کے لئے جو شخص سوئے نطن رکھتا ہے یا زبان سے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے یہ اس کی شقاوتِ قلبی کی علامت ہے اور میرے نزدیک اس کے سوئے خاتمہ کا خوف ہے۔“

(داؤد غزنوی ص ۳۷۳)

قاضی عبدالاحد خانپوری غیر مقلد لکھتے ہیں: ”اس زمانہ کے جھوٹے اہل حدیث تین مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ماجاہدہ الرسول (رسول کے لائے ہوئے دین) سے ملے ہیں وہ اس صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ اور روانض کے۔ جس طرح شیعہ مانوں میں باب اور دہلیز کفر و نفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ اور زنادقہ کا تھے اسلام کی لک۔ اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے یعنی مثل اہل تشیع کے دیکھو ملاحدہ نیچر یہ جو کفار ہیں اور منافقین ہیں وہ انہیں کے باب اور دہلیز اور مدخل سے داخل ہوئے اور انہیں کو گمراہ کر کے ان سے اپنا مفروضہ کامل اور دانی مثل شیطان کے لے گئے۔ پھر ملاحدہ مرزائیہ قادیانیہ نکلے تو انہوں نے انہیں کے باب اور دہلیز اور مدخل سے داخل ہونا اختیار کیا اور جماعت کثیرہ کو ان میں مرتد اور منافق بنا دیا اور جب ملاحدہ زنادقہ چکڑالویہ نکلے تو وہ بھی انہیں کی دہلیز اور مدخل سے داخل ہوئے اور ایک خلق کو انہوں نے مرتد بنا دیا۔ اور جب یہ مولوی ثناء اللہ علیہ السلام نے نکلا تو وہ بھی انہیں جہال اہل حدیث کے باب اور دہلیز میں داخل ہو کر کیا جو مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علیؑ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی نلو سے تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیں پھر جس قدر الحاد و زندقہ پھیلا دیں لی پر وہ انہیں، اسی طرح ان جہال بدعتی کاذب اہل حدیثوں میں کوئی ایک دفعہ رفع یدین اور تقلید کا رد کرے اور سلف کی ہتک کرے مثل امام ابوحنیفہؒ کے جن کی امامت فی السنۃ کے ساتھ ثابت ہے اور پھر کس قدر کفر بدعتی اور الحاد و زندقہ حقیقت ان میں پھیلا دی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ذرہ جیس بہ جیس بھی نہیں ہوتے۔“

(کتاب التوحید والسنۃ ص ۶۲۲، ج ۱)

ہذا عوام اہل سنت کے ایمان کی حفاظت کے لئے تحقیق یا تشکیک کے عنوان سے چند مسات پیش خدمت ہیں مہندہ کرے کہ یہ اپنوں اور غیروں کے لئے ذریعہ ہدایت نہیں (آمین)

تحقیق اور حق تحقیق:

اکثر جاہل آدمیوں کو کہا جاتا ہے کہ آپ ذرا تحقیق کریں کہ آپ کی نماز حنفی ہے یا محمدی۔ تو اول تو یہ بات ہی غلط ہے کہ جاہل کو مسائل کی تحقیق پر لگایا جائے۔ ہر فن میں ماہرین فن تحقیق کرتے ہیں اور غیر ماہران کی اتباع کرتے ہیں۔ جاہلوں کو تحقیق کا حق و قرآن و سنت اور دنیوی قوانین کے خلاف ہے۔ لیکن فہموا فی الدین ولیندروا قومہم اذا رجعوا الیہم (ایک گروہ دین کی فقاہت حاصل کرے تاکہ اس کی قوم جب اس فقیہ گروہ کی طرف اٹھے تو وہ ان کو ڈرائے) (توبہ) اس آیت کریمہ میں عوام کو فقہاء (ماہرین) شریعت کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ خود تحقیق کرنے کا، لیکن یہ لوگ اس آیت کے خلاف ہر جاہل کو میدان تحقیق میں لاکھڑا کرتے ہیں اور قرآن کی مخالفت کرتے ہیں اور حضور ﷺ اہل فن سے منازعت نہ کرنے پر بیعت اور عبد لیا کرتے تھے (بخاری) مگر یہ غیر مقلدین جاہل کو ماہر شریعت کے مقابلہ میں لاکھڑا کرتے ہیں۔ یہ بالکل اچھے بے جیسے۔ قانون ججوں کی کرسیوں پر عدالت میں الف با سے تا دلائل لوگوں کو یا ماہر ڈاکٹروں کی جگہ کہہ ماروں کو اور ماہر سائنس دانوں کا مقام جو لایوں کے سپرد کر دیا جائے۔ صرف کے سینے غموں کی تکیہیں جاہلوں سے پوچھنی شروع کر دیں تو ہر آدمی یہی سمجھے گا کہ یہ اس فن کی جاہلی ہے تحقیق نہیں بالکل اسی طرح جاہلوں کو شرعی مسائل کی تحقیق کا حق دینا شریعت کو تباہ و برباد کرنا ہے۔

ایک مکالمہ:

ایک دفعہ دونو جوان لڑکے میرے پاس آئے کہ ہم کچھ تحقیق کے لئے آئے ہیں۔ میں نے کہا کس چیز کی تحقیق کے لئے؟ کہنے لگے نماز کی تحقیق کے لئے۔ میں نے کہا کہ خیر تو بے کوئی نئے احکام نازل ہوئے ہیں کہ آپ کو تحقیق کی ضرورت ہے اور چودہ سو سال تک کسی نے تحقیق نہیں کی؟ کہنے لگے کہ ہمیں ایک اہل حدیث عالم نے تحقیق کا کہا ہے اور بتایا ہے کہ

مطہر پر جو لوگ نمازیں پڑھتے ہیں وہ حدیث کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کہ قرآن پاک تحقیق کا آپ کو نہیں کہا کہ اس کی تحقیق کریں کہ کہیں حدیث کے خلاف تو نہیں؟ اسی طرح حدیث کی کتابوں کی تحقیق کا نہیں کہا کہ وہ بھی دن رات غفل کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے تحقیق کریں کہ وہ ہم تک درست پہنچی ہے یا نہیں؟ کہنے لگا کہ اس کی تحقیق تو پہلے لوگوں نے ہی ہے۔ اب ہمیں نئے سرے سے تحقیق کی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا کہ پھر پہلے رعوں نے نماز بغیر تحقیق کے کیوں چھوڑ دی جو دن میں پانچ مرتبہ پڑھنی ضروری ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کی علمی استعداد کیا ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں دسویں کلاس سے لے کر دیکھا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میں کچھ بھی نہیں پڑھا۔ میں نے دسویں کلاس سے پوچھا کہ آپ نے سکول میں عربی کا مضمون بھی رکھا تھا اور آیا آپ عربی کتاب دیکھ کر عبارت کا ترجمہ سمجھ لیں گے؟ کہنے لگا نہیں، ساتویں میں عربی رکھی تھی، وہ مشکل معلوم ہوئی تو میں نے پڑھی۔ اب میں کسی عربی لفظ کا ترجمہ نہیں سمجھ سکتا۔ میں نے کہا پھر آپ تو تحقیق کے ابجد کا علم نہیں رکھتے، آپ تحقیق کیسے کریں گے؟ کہنے لگا کہ ہمیں غیر مقلد عالم نے پہلے ہی بتایا کہ ہم تو آپ کو تحقیق کراتے ہیں مگر وہ حنفی آپ کو تحقیق نہیں کرائیں گے اور اس عالم نے جس چھ ماہ سے تحقیق کرانی شروع کی ہے۔ ہمیں بہت سے رسالے پڑھائے ہیں جس سے اہل ذہن بن گیا ہے کہ کم از کم اپنے محلے میں صرف ہماری نماز صحیح ہے اور باقی سب بے رنی ہیں۔ ہمارے والدین بھائی بہنیں جن میں سے بعض تہجد کے وقت بھی پابندی سے والے ہیں مگر سب غلط نماز پڑھتے ہیں اور اپنا وقت ضائع کرتے ہیں بلکہ اس نے ہمیں پارسے کی ایک آیت ہمیں دکھائی جس کا ترجمہ ہے کہ ”بہت سے چہرے قیامت کے لیل ہوں گے، محنت کرنے والے بھٹکے ہوئے ہوں گے، وہ دیکھتی ہوئی آگ میں جاؤں گے۔ ان کو نہایت گرم چشمے کا پانی پلایا جائے گا ان کو کھانے کے لئے صرف خاردار درخت

دیئے جائیں گے جو نہ ان کو مونا کریں گے اور نہ ان کی بھوک منائیں گے۔ اس لئے ہمیں اس بات کی تو خوشی ہے کہ ہماری نماز ہمیں جنت میں لے جائے گی لیکن والد، والدہ جو آدمی آدمی رات سے اٹھ کر خلاف سنت نماز پڑھتے ہیں ان کے جہنم میں جانے کا قوی اندیشہ ہے۔ اس لئے پریشان ہیں۔ اب چھ مہینے اور تحقیق کی اور اب انہوں نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے کہ دیکھنا وہ تمہیں بالکل تحقیق نہیں کرائیں گے، قرآن و سنت کے قریب بھی آپ کو نہیں چھٹکنے دیں گے بلکہ اپنے مولویوں کی کتابیں پڑھنے کا مشورہ دیں گے۔ میں نے کہا کہ اس نے چھ مہینوں میں آپ کو محقق نہیں بنایا بلکہ آپ کو ایک خطرناک روحانی مریض بنا دیا ہے جس کا علاج کسی روحانی طبیب کے بس میں نہیں ہے، اس لئے کہ جسمانی بیماریوں کی طرح جہالت بھی ایک روحانی بیماری ہے اور جس طرح جسمانی بیمار خطرناک سے خطرناک تر سنج تک پہنچ جاتے ہیں اسی طرح روحانی بیمار یوں کے سنج بھی خطرناک سے خطرناک تر ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک جسمانی بیمار ایسا ہوتا ہے جو اپنے آپ کو بیمار سمجھتا ہے تو وہ ضرور جلد یا بدیر حکیم یا ڈاکٹر سے رابطہ کر کے اپنی بیماری کا علاج کرا لے گا لیکن اس سے خطرناک بیمار وہ ہے جس کو اپنی بیماری کی طرف توجہ نہ ہو البتہ وہ کسی کی توجہ دلانے سے علاج کے لئے فکر مند ہو جائے گا۔ ہاں اگر کوئی توجہ نہ دلائے تو اس کی بیماری بڑھتی رہے گی اور خطرناک درجہ تک پہنچ جائے گی لیکن ان دونوں سے زیادہ خطرناک وہ مریض ہے جو اپنی بیماری کو تندرستی سمجھتا ہے، وہ کسی کے متوجہ کرانے سے بھی اپنے علاج کی طرف متوجہ نہیں ہوگا، یہاں تک کہ بیماری جلد موت تک پہنچ دے گی۔ اس سے بھی زیادہ خطرناک وہ شخص ہے جو صرف یہ نہیں کہ بیمار ہو کر اپنے آپ کو تندرست یقین کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تمام تندرست لوگوں کو بیمار یقین کرتا ہے بلکہ اس مرض کے حاملوں کا بھی علاج کرنے کا اپنے آپ کو اہل سمجھتا ہے۔ یہ بیمار سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ بالکل اسی طرح علم و جہالت کے اعتبار سے انسانوں کے مختلف درجے

کی شاعر نے بعض درجات کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

ہر کس کہ بداند و بداند کہ نداند
او اسب خود را از گنبد فیروزہ جہاند

کہ جو شخص علم رکھتا ہے اور (عاجزی کے طور پر) کہتا ہے کہ میرے پاس علم نہیں ہے وہ گمراہ فیروزہ جیسے قیمتی پتھر کے گنبد کے اوپر سے گزرا رہا ہے۔

وآنکس کہ بداند و بداند کہ بداند
او نیز خر خولیش بمنزل برساند

جو شخص علم رکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں ظلم رکھتا ہوں وہ بھی اپنا گدھا منزل تک پہنچا دے گا۔

وآنکس کہ نداند و بداند کہ بداند
در جبل مرکب ابدالہر بماند

اور وہ آدمی جو نہیں جانتے اور اپنے آپ کو عالم سمجھتا ہے وہ ہمیشہ جبل مرکب میں کی گزرا رہے گا۔ تو بعض لوگ جاہل ہو کر اپنے آپ کو جاہل سمجھتے ہیں۔ وہ کبھی نہ کبھی کسی سے مسئلہ پوچھ کر اپنی جہالت کو دور کر لیں گے۔ دوسرا جاہل وہ ہے کہ اس کو اپنی جہالت کی طرف توجہ نہیں تو کبھی کوئی تبلیغی خیر خواہ علم و ذکر کا نمبر سنا کر اس کی جہالت پر متنبہ کر دے اور وہ کسی عالم سے اپنی جہالت کا علاج کرا لے گا۔ تیسرا وہ شخص جو اپنی جہالت کو علم سمجھے تو بالآخر بڑا مشکل ہے اور آپ کو تو اس غیر مقلد نے تحقیق کے عنوان سے جہالت کی آخری سطح پر پہنچا دیا ہے کہ اب آپ بڑے بڑے مجتہدین کی غلطیاں نکالنے کے لئے تیار ہیں۔

مدین یا اہل محلہ کو بے نمازی یا جہنمی سمجھنا تو معمولی بات ہے۔ آپ کو تو یہ محققین ازواج طہرات بھی جہنم میں جلتی دکھائیں گے۔ چنانچہ قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بہ الحق بنارس غیر مقلد کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ "اس نے برملا کہا عائشہ علی سے لڑی اگر یہ نہ کی ہوگی تو مرتد مری (کشف الحجاب ص ۳۲) (نعوذ باللہ تعالیٰ منہ) اور یہ بھی دوسری

جلس میں کہا کہ صحابہ کا علم ہم سے کم تھا ان کو ہر ایک کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں ہم کو ان کی حدیثیں یاد ہیں (کشف المحجوب ص ۴۲) بلکہ صحابہ کرام آپ کو فاسق و فاجر نظر آتے تھے جیسا کہ وحید الزمان غیر مقلد کہتا ہے کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ جیسے ولید بن ابی مرثد اور ایسا ہی قول حضرت معاویہ اور حضرت عمر اور غیرہ اور سمرہ (رضی اللہ عنہم) کے بارہ بارہ کیا گیا ہے (حاشیہ نزل الابرار ص ۹۴، ج ۳)

بلکہ باطل بالحق والصواب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں بھی وہ اگر اُلے رستے چل پڑیں تو ہم اُلے رستے کیوں چلیں۔ اسی سال محرم ۱۴۲۳ھ کو مدینہ میں مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی جو ملتان کے قریب رہنے والے آنکھوں کے قریب نبوی کے قریب مقیم ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میری شادی چوینیاں کے قریب ایک غیر مقلد گھرانے میں ہوئی ہے۔ وہاں (پاکستان میں) میں نے گھر والی کو بہت سمجھایا غیر مقلدین کا مسلک درست نہیں مگر وہ کہتی کہ ہمارا مسلک مکہ اور مدینہ والا ہے۔ خیر میں اس کے بعد اسے یہاں لے آیا اور بتایا کہ یہاں تراویح میں رکعت ہوتی ہے، جنازہ آہستہ بہ آہستہ طرح پڑھتے ہیں وغیرہ وغیرہ تو وہ کچھ سوچنے پر مجبور ہوئی۔ ایک دفعہ میں نے کہا کہ غیہ بقیہ صحابہ کرام کی توہین کرتے ہیں تو اس نے کہا کہ یہ بات غلط الزام ہے، ایسا بالکل نہیں، ہمارے مسلک کے لوگ صحابہ کرام کا از حد احترام کرتے ہیں۔ خیر وقت گزرتا رہا، حتیٰ کہ گھر والی کا بھانجا مدینہ یونیورسٹی میں داخل ہوا۔ ایک مرتبہ رمضان المبارک میں تین دن اس وقت گھر آیا جب مسجد نبوی میں تراویح ہو رہی تھی تو گھر والی نے اس سے کہا کہ تو نے تراویح نبوی پڑھی۔ اس نے کہا کہ میں آنحضرت تراویح مسجد (نبوی) میں پڑھ کر آیا ہوں۔ گھر والی نے پوچھا کہ جو بارہ رکعتیں اور پڑھی جا رہی ہیں تو نے وہ کیوں نہیں پڑھیں؟ اس نے کہا کہ سنت نبوی تو آنحضرت رکعت ہیں۔ میں نے وہ پڑھ لی ہیں۔ باقی حضرت عمرؓ کے حکم پر پڑھی جاتی ہیں۔ اس لئے میں نے وہ نہیں پڑھیں۔ اس کی خالہ نے کہا کہ حضرت عمرؓ کا مکمل بھی تو سنت ہے۔ چھ

یعنی چاہئیں تھیں۔ اس نے کہا اگر عمر اُلے رستے پر چل پڑے تو ہم بھی اُلے رستے اس پر گھر والی اس سے ناراض ہوئی اور اسے گھر سے نکال دیا۔ بعد میں مجھے اس نے آگے سنایا اور کہا کہ آج معلوم ہو گیا کہ تیری بات صحیح ہے کہ یہ لوگ صحابہ کرام کی توہین کرتے ہیں اور وہ غیر مقلدیت سے بچی تھے، ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔

چچہ وطنی کے علاوہ اداکانوالہ میں ایک شخص نے بتایا کہ میرے تایا نے جو غیر مقلد ہے، اُنہوں نے کہا کہ اصل تراویح تو آنحضرت رکعت ہیں۔ عمر نے خواہ مخواہ میں کاتوت کھڑا کر دیا (نعوذ باللہ) میں نے کہا کہ نئی تحقیق کے یہ گل آپ بھی کھلائیں گے۔ چھ ماہ میں اس شخص نے واپوری امت سے اور اس امام یعنی امام ابوحنیفہؒ سے کانا ہے جن کی امامت پر پوری تہ امتناع ہے اور نص سے ان کو ان کی اجتہادی غلطی پر بھی ایک اجر ملے گا اور یہ وہ شخص منہوں نے بلا واسطہ صحابہ کرام کو نماز پڑھتے دیکھا، جو خیر القردن کے انوار و برکات جمع کرنے والے تھے، جن کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تدوین شریعت کا شرف بخشا۔ آج ہم دنیا میں سب سے پہلی حدیث کی کتاب انہیں کی "کتاب الآثار" کے نام سے ملتی ہے۔ ہم نقائد کی سب سے پہلی کتاب "نقد اکبر" ان کی ہے۔ نقد کے مدون اول بھی وہی ہیں۔ ہم صرف کی پہلی کتاب بھی انہی کی طرف منسوب ہے۔ وہ شخص جس کے پاس پانچ لاکھ حدیث کا ذخیرہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے پچپن حج کرنے کی توفیق عطا فرمائی، پوری دنیا میں دو دن سے زائد لوگ ان کی فقہی بصیرت سے شریعت پر عمل کرنے والے ہیں، ایسے مجمع مل ذات سے آپ کو کات کر بلکہ متفرک کر کے ایک ایسے غیر مقلد عالم نما جاہل کے پیچھے لائے کہ دوسرے غیر مقلد اس کو عالم تو کہا مسلمان ماننے کے لئے بھی تیار نہیں اور اس مدت آپ کو یہ بات یاد رکھائی ہے کہ ہم نے تم کو قرآن و سنت سے جوڑا ہے اور امتیاز کی بنائی ہے۔ نقد سے توڑا ہے حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں، کیونکہ اس نے آپ کو قرآن و سنت سے امتیاز اور قیاس مجتہد سے متفرک کر کے پندرہویں صدی کے جاہلوں کے قیاس سے جوڑا

ہے جس کی وضاحت یہ ہے کہ فقہ کی کتابوں میں چار قسم کے مسائل ہوتے ہیں: (۱) کتاب اللہ کے، (۲) سنت رسول اللہ کے، (۳) اجماعی مسائل، (۴) قیاس مجتہد کے یعنی ائمہ مجتہدین کے اختلاف کے وقت ہم امام اعظم ابوحنیفہ کے قیاسی مسائل لیتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں دوسرے مجتہدین کے مسائل کو چھوڑ دیتے ہیں، مثلاً ہماری کتابوں میں جو وضو و طریقہ لکھا ہے اس میں چار فرض قرآن پاک کی سورۃ مائدہ کی آیت **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ الْآيَةِ** سے لئے ہیں اور سنتیں اور اکثر مستحبات حدیث سے لئے ہیں۔ مثلاً درج ذیل سنتیں (۱) بسم اللہ پڑھنا، (۲) رباح اپنی داوی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو سنا کہ فرماتے تھے کہ اس کا وضو (کامل) نہیں جو وضو پر بسم اللہ نہ پڑھے (منہ احمد)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! جب تو وضو کرے تو بسم اللہ والحمد للہ کہہ لیا کر، کیونکہ جب تک تیرا یہ وضو نہیں ٹوٹتا (تیرے محافظ فرشتے تیرے لئے نیکیاں لکھتے رہیں گے) (مجم طبرانی صغیر) اسی طرح وضو کے شروع میں بسم اللہ کے بارہ میں حضرت براہ رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوع روایت ہے۔ (۲) مسواک کا سنت: دو حدیث ابو ہریرہ (بخاری) حدیث عائشہ مرفوعاً (مجم طبرانی اوسط) حدیث عائشہ مرفوعاً (ابن حبان) سے ثابت ہے۔ (۳) دونوں ہاتھوں کو گٹھوں تک دھونا۔ اس کا ثبوت حدیث ابو ہریرہ (مسلم) حدیث عائشہ (نسائی) سے ثابت ہے۔ (۴) کلی کرنا بخاری سمیت تمام کتب احادیث میں اس کی روایات ہیں۔ (۵) ناک میں پانی ڈالنا، اس کا ذکر بھی بخاری سمیت تمام کتب احادیث میں ہے۔ (۶) واڑھی کا خیال کرنا۔ اس کا ذکر حدیث عثمان (ترمذی) حدیث عائشہ (مسند احمد) حدیث انس (مجم طبرانی اوسط) میں حدیث انس (تفخیص الجلبیہ) میں ملتا ہے۔ (۷) انگلیوں کا خیال کرنا۔ اس کا ثبوت حدیث لقیط بن سبیر اور حدیث ابن عباس حدیث مستور و بن شداد (ترمذی) میں ہے۔ (۸) ہر جوڑ کو تین مرتبہ دھونا، اس کا ثبوت بخاری سمیت بقیہ کتب صحاح میں ہے۔ (۹) پورے سر کا مسح کرنا۔ بخاری

مبد اللہ بن زید کی روایت میں حضرت علیؑ سے ابو داؤد میں، حضرت ابن عباسؓ سے ابو داؤد میں ہے۔ (۱۰) کانوں کا مسح کرنا۔ حدیث ابن عباس (ابن ماجہ) وغیرہ میں ہے۔ (۱۱) نیت۔ حدیث نیت بخاری وغیرہ کتب صحاح میں ہے۔ (۱۲) ترتیب سے وضو کرنا۔ آیت آن اور احادیث وضو میں ترتیب سے لیا گیا ہے۔ (۱۳) ایک جوڑ کے خشک ہونے سے پہلے دوسرے جوڑ کا دھونا۔ حضرت عثمانؓ کا گناہ وضو کر کے فرمانا کہ میں نے حضور ﷺ کو بے وضو کرتے دیکھا ہے (ابو داؤد)

مستحبات میں:

(۱) دائیں طرف سے شروع کرنا۔ حدیث عائشہ (بخاری) حدیث ابو ہریرہ (ابن ماجہ) سے لیا گیا ہے۔ (۲) گردن کا مسح کرنا۔ حدیث ابن عمر (الخصائص الجبیر) حدیث طلحہ بن مصرف عن ابیہ عن جدہ (مسند احمد) سے لیا گیا ہے۔ پھر وضو کے بارہ میں اس بات پر حمان ہے کہ مذکورہ بالا افعال وضو میں سے بعض فرض بعض سنت بعض مستحب ہیں۔ خدا یا اللہ خدا ﷻ نے یہ تقسیم نہیں فرمائی، لہذا یہ تقسیم دلیل اجماع سے ثابت ہوئی جس کے بارہ میں خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ جو مومنوں کے راستہ کو چھوڑ کر کسی اور چیز کی اتباع کرے گا جہاں سے گا ہم اس کو دہاں پھیر دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے القرآن) اور نبی اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا اس کو علیحدہ کر کے ہی جہنم میں ڈال، لہذا کوئی شخص ان فرائض و سنن وغیرہ کی تقسیم کو نہ مانے تو وہ مذکورہ آیت و احادیث کے اعتبار سے اللہ کی رحمت سے محروم اور جہنم کو اپنا ٹھکانہ بنا رہا ہے۔ البتہ فرائض و سنن کی تعیین میں بعض اوقات ائمہ کرام کا اختلاف بھی ہو جاتا ہے۔ اس وقت ہم امام ابوحنیفہ کے قول کو لیتے ہیں، اگر وضو کے شروع میں کوئی بسم اللہ نہ پڑھے تو وضو ہوگا یا نہیں تو حنا بلہ کے ہاں وضو نہیں ہوگا، ہمارے ہاں وضو ہو جائے گا کیونکہ ہمارے نزدیک بسم اللہ سنت ہے فرض نہیں تو بسم اللہ

کاست ہوتا یہ ہماری خفی فقہ میں اجتہادی مسئلہ ہے۔ اس اجتہادی مسئلہ میں ہم امام ابوحنیفہ کی تقلید کر کے دوسرے ائمہ کے اقوال کو چھوڑ دیتے ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں شرافع اور مالکیہ بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس شخص نے فقہ چمڑوانے کے عنوان سے قرآن بھی چھڑوایا، حدیث بھی اور اجماعی مسائل بھی اور اجتہادی اختلافی مسائل میں قرآن و سنت کا کوئی دھوکہ فیصلہ نہیں تھا۔ اس مولوی نے آپ کو اپنے پیچھے لگا کر یہ باور کرا دیا کہ ہم نے آپ کو خدا اور خدا کے رسول سے جوڑ دیا ہے، حالانکہ جڑے آپ پندرہویں صدی کے جاہل شخص سے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ اگر آپ کو ہستیاؤں میں بھیجا جائے کہ تحقیق کرو کہ ڈاکٹروں کا طریق علاج صحیح ہے یا نہیں تو آپ اس کو مذاق تصور نہیں کریں گے؟ کہنے لگے کہ یہ تو واقعی مذاق ہے کہ جاہل آدمی ڈاکٹروں یا حکیموں کے طریق علاج کی تحقیق کرنے جائے۔ میں نے کہا کہ پھر آپ بھی تحقیق کے لئے بلکہ شریعت سے مذاق کے لئے چکر لگاتے پھرتے ہیں۔ خیر اٹھ کر چلے گئے۔ تقریباً دو ماہ بعد بازار میں ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ آپ دوبارہ کبھی تشریف نہیں لائے تو کہنے لگے کہ آپ نے اسی دن ہمارا گھر پورا کر دیا تھا اور یہ بات سمجھ میں آگئی کہ جاہل آدمی کا تحقیق کے چکر میں پڑنا پریشانی کا ذریعہ اور دین اور اہل دین سے دور ہونے کا بڑا ذریعہ ہے۔ اس لئے ہم نے تو بکری ہے کہ اہل فن سے عداوت مول نہیں لینی۔

والحمد لله على ذلك.

فقہ حنفی کی معروف کتاب

”درمختار پر اعتراضات“

کا محققانہ جواب

مکرمی جناب رانا عبدالرؤف صاحب ایڈووکیٹ!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آپ کے پیش کردہ سوالات کے بارہ میں عرض ہے کہ بعض اوقات اپنی فہم کے ناقص ہونے کی وجہ سے اعتراض پیدا ہوا ہے۔ اس میں کتاب یا صاحب کتاب کا تصور نہیں ہوتا جب تک کسی فن میں مہارت نہ ہو۔ اس وقت تک اس فن کی غلطی نکالنا اپنی کوتاہی پر شبہات دینا ہے، پھر جو کسی فن سے دشمنی رکھنے والا ہو اس کی نکالی ہوئی غلطی ذہنی بغض کی عکاس ہوتی ہے۔ عربی کا ایک شاعر کہتا ہے

عين الرضا عن كل عيب كليله

ولكن عين السخط تبدى المساويا

”یعنی رضا مندی کی نظر ہر عیب کے ادراک سے کمزور ہوتی ہے، لیکن رافضی کی نظر تمام برائیوں کو ظاہر کر دیتی ہے۔“

لیکن یہاں حاکم۔ اس سے بھی بڑھ کر ہے کہ فقہ دشمنی کی وجہ سے نظر خوبیوں کو بھی عیب بنارہی ہے۔ سوامی دیانند نے قرآن پاک پر ۱۵۹/اعتراضات کئے تھے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری فرماتے ہیں:۔۔۔ ”اس بات کا اظہار کچھ ضروری نہیں کہ سوامی جی کے سوالات عموماً غلط فہمی پر مبنی ہیں اس لئے کہ حق کو قبول کرنے سے ہمیشہ غلط فہمی ہی مانع ہوا کرتی ہے۔“ (حق پر کاش، صفحہ ۲) نیز فرماتے ہیں کہ:۔۔۔ ”ہم نے اس جواب میں کسی سماجی

مصنف کو مخاطب نہیں کیا، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جس قدر اسلام سے دوری ہوئی ہے وہ صرف سوامی دیناند کی غلطی فہمی سے ہوئی ہے۔“ (حق پر کاش، صفحہ ۳) تو جس طرح قرآن دشمنی اور غلط فہمی نے قرآن پر اعتراضات کی راہ کھول دی ہے اگر فقہ دشمن فقہ پر اعتراضات کر دے تو کوئی عجیب بات نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱: لا عند وطنی بھیمۃ یعنی جانور کے ساتھ بد فعلی کرنے سے نہ تو غسل لازم آتا ہے اور نہ وضو نوتا ہے جب تک انزال نہ ہو۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۵، جلد ۱) اس مسئلہ کے ثبوت کے لئے داؤد ارشد صاحب نے در مختار صفحہ ۱۶۶، جلد ۱، بحر الرائق صفحہ ۵۹، جلد ۱، مظاہر حق صفحہ ۱۵۰، جلد ۱، اور حلبی کبیر صفحہ ۴۲ کا حوالہ دے کر اس کا حنفیہ کے باں متفق غالیہ اور مفتی بہ ہونا ظاہر کیا ہے۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۶) اور پھر اس کو حیا سوز کہا ہے۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۵) نیز لکھا ہے کہ کیا خوب ہے کہ چار پائے سے بد فعلی کی کس مہذب انداز میں رخصت دی جا رہی ہے۔ (تحفہ حنفیہ، ۴۲۶)

نوٹ: داؤد ارشد صاحب نے یہ اور اس کے بعد والے نو مسئلے ذکر کر کے صرف فقہ حنفی سے اظہار بغض نہیں کیا بلکہ مولانا محمد اسماعیل صاحب محمودی حفظہ اللہ کے اس دعویٰ کو سچا کر دیا ہے کہ نام نہاد اہل حدیث مدینہ میں لکھی جانے والی کتاب بلکہ باشارہ نبوی لکھی جانے والی تصنیف پر اعتراض کر کے مدینہ بلکہ صاحب مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شرف کے منکر ہوئے ہیں، کیونکہ ان مسائل کے آخر میں فرماتے ہیں: ”ثابت ہوا کہ یہ مدینہ میں بیٹھ کر کوک شاستر لکھی گئی ہے۔ اسلام کی خدمت نہیں کی گئی بلکہ اسلامی تعلیم کو سب کرنے کی سعی لا حاصل کی گئی ہے۔“ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۷، جلد ۱) باقی داؤد ارشد نے جو چند مسائل میں اہل مدینہ سے حنفیوں کا اختلاف نقل کیا ہے وہ بے سود ہے کیونکہ کوئی حنفی فقہ مالکیہ کو کوک شاستر یا اسلامی تعلیم کو سب کرنا نہیں کہتا بلکہ ہمارے ہاں تو ان کو ایک یقینی اور دوسرے آج

۱۰ احتمال ہے تو ہمارا ان سے اجتہادی اختلاف ہے۔ غیر مقلدین کا عنادی اختلاف ہے کیونکہ ۱۰ اجتہاد کو کارائیس اور تقلید کو شرک کہتے ہیں۔

وضاحت مسئلہ: مذکورہ بالا مسئلہ کو غیر مقلدین کا حیا سوز کہنا یہ ایک بے محل بات ہے کیونکہ نہ شی صاحب در مختار نے اس کے حیا دار ہونے کا دعویٰ کیا ہے نہ کسی اور حنفی نے بلکہ صاحب در مختار نے تو اس کو گناہ کبیرہ قرار دے کر اس کا ارتکاب کرنے والے پر تعزیر کی سزا مقرر کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ... بل يعزر و يذبح ثم يحرق ويكوه الانتفاع بها حبا ومينا مجتنبی وفي النہر الظاہر انه بطالب ندبا لغرلہم تضمن بالقیمۃ (در مختار، صفحہ ۲۶، جلد ۴) یعنی جانور سے بدکاری کرنے والے پر تعزیر لگائی جائے گی۔ (نیز یہ بھی فرماتے ہیں) کہ تعزیر کبھی قتل کے ساتھ بھی ہوتی ہے۔ (صفحہ ۶۲، جلد ۴) اور جانور کو ذبح کر کے جلا دیا جائے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ اس جانور کو دیکھ کر دگ اس برائی کا زبانون سے تذکرہ بھی نہ کریں۔ (شامی، صفحہ ۲۶، جلد ۴) اور اس جانور کے ساتھ زندگی اور موت کی حالت میں نفع حاصل کرنا مکروہ ہے۔ اور شامی نے لکھا ہے کہ اگر غیر کے جانور سے یہ فعل کرے تو مستحب ہے کہ مالک کو اس جانور کی قیمت ادا کرے، پھر اس جانور کو ذبح کر کے جلا دے۔ معلوم ہوا کہ فقہ حنفی تو آدمی اور جانور کیا اس فعل کے ذکر کو بھی برداشت نہیں کرتی۔

نوٹ: داؤد صاحب نے بحر الرائق کا بھی اس مسئلہ میں حوالہ دیا ہے، حالانکہ بحر الرائق میں لکھا ہے کہ طبیعت سلیمہ اس فعل سے نفرت کرتی ہے اور اس برائی پر ابھارنے والی انتہائی بداخلاقی یا مغلوب الشیوۃ ہونا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ اس فعل کے ارتکاب کرنے والے کو تعزیر اسی دلیل سے لگائی جائے گی جس کو ہم نے (مسئلہ لواطت میں) بیان کر دیا ہے اور جو یہ بات ذکر کی جاتی ہے کہ جانور کو ذبح کر کے جلا دیا جائے یہ اس فعل کے

تذکرہ کو ختم کرنے کے لئے ہے اور یہ ذابج نہیں۔ فقہاء نے کہا ہے کہ اگر ماکول اللہم جانور نہ ہو تو اس کو ذبح کر کے جلا دیا جائے اور اگر ماکول اللہم ہو تو اس کو ذبح کر دیا جائے اور امام صاحبؒ کے نزدیک اس کا کھانا جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کو بھی جلا دیا جائے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب جانور بدفعی کرنے والے کا ہو اور اگر اس کے غیر کا ہو تو قاضی خان میں ہے کہ اس کے مالک کو اختیار ہے کہ یہ جانور اس برائی کرنے والے کو قیمت دے دے اور تمین اُمقانی میں ہے کہ اس کے مالک سے مطالبہ کیا جائے گا کہ یہ جانور قیمت لے کر اس شخص کو دے دے، پھر اس کو ذبح کر دیا جائے۔ فقہاء نے اسی طرح ذکر کیا ہے اور ایسا حکم سماع سے ہی تعلق رکھتا ہے، اس لئے اس کو سماع پر محمول کیا جائے گا۔ (بحر الرائق، صفحہ ۱۸، جلد ۵) اگر دواؤہ صاحب فقہ کی پوری عبارت نقل کر دیتے تو نہ ان کو یہ کہنے کی گنجائش رہتی کہ فقہ میں حیا سوز مسائل ہیں اور نہ یہ کہنے کی گنجائش تھی کہ فقہ میں چوپائے سے بدفعی کی اجازت دی جا رہی ہے۔

مسئلہ نقض وضو و غسل:..... باقی وضو یا غسل کے نوٹنے کا بے حیائی سے تعلق نہیں۔ دیکھئے پیشاب، پاخانہ، خیند وغیرہ نواقض وضو بے حیائی کے کام نہیں لیکن ان سے وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر کوئی شخص وضو کر کے ماں باپ کی نافرمانی کرے یا لوگوں کو خشن گالیاں نکالے، جمع میں ننگا ہو کر ناچنا شروع کر دے، اپنے اساتذہ اور اولیاء اللہ کی توہین کرے تو یہ سب بے حیائی اور برائی کے کام ہیں لیکن ان سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ غیر مقلدین میں سے کسی نے ان کو ناقض نہیں لکھا اور نہ قرآن و سنت سے ان کا ناقض ہونا ثابت کر سکتے ہیں تو اس کا منہ بوم بکی ہوگا کہ غیر مقلدین نے ان برائیوں کا دروازہ کھول رکھا ہے یا ان کے مسائل حیا سوز ہیں۔ اسی طرح وجوب غسل کا تعلق غسل کو توڑنے والی چیزوں کے ساتھ ہے۔ حیا و عدم حیاء کے ساتھ اس کا تعلق نہیں۔ مثلاً بیوی سے بہبستری، حیض، نفاس یہ کوئی گناہ اور بے حیائی کی چیزیں نہیں ہیں اور ان سے غسل واجب ہو جاتا ہے مگر کسی کو ناحق قتل کرنا، چوری

لرنا، ذاکہ ذالنا، شراب پینا، سود لینا، سود دینا اور رشوت لینا یقیناً گناہ کبیرہ ہیں، مگر ان سے غسل واجب ہونا کسی کا قول نہیں تو کوئی آدمی یہ شور مچائے کہ دیکھو ان گناہوں کا یہ دروازہ کھولنا ہے، یہ غلط بات ہے۔

مسئلہ غیر مقلدین:..... غیر مقلدین کا یہ عام نعرہ ہوتا ہے کہ اہل حدیث کے ”اسول اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ابو یحییٰ خان نو شہروی بھی فرماتے ہیں۔

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن

پس حدیث مصطفیٰ برجان مسلم داشتن

”یعنی اصل دین کا ماہانہ، تو تم رکھنا، پھر حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جان پر مسلم رکھنا ہے۔“

(فتاویٰ ابوالوفا، صفحہ ۳)

نیز مولوی صادق صاحب سیالکوٹی فرماتے ہیں: ”مسئلہ اور فتویٰ صرف وہی قابل عمل ہے جو قرآن و حدیث کے ساتھ مدلل ہو۔“ (صلوٰۃ الرسول، صفحہ ۴۶) بلکہ خود داؤد رشد صاحب فرماتے ہیں: ”یہ بات یاد رکھیے کہ ہمارے نزدیک احکام شرعیہ میں قرآن و حدیث ہی کافی ہے۔“ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۶۸) اپنے اس مسلمہ اصول کے مطابق کوئی غیر مقلد قرآن پاک یا حدیث مرفوعہ سے یہ ثابت کر دے کہ ”وہی بہیمہ بلا انزال“ سے وضو یا غسل واجب ہو جاتا ہے اور اس کے معارض بھی کوئی حدیث نہ ہو تو ہم مان جائیں گے کہ یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے مگر ایسی کوئی روایت غیر مقلدین پیش نہیں کر سکتے جس میں جانور کی صراحت ہو۔ ایک غیر مقلد کہنے لگا کہ بخاری اور مسلم کے حوالہ سے محمد جو ناگزہی نے لکھا ہے کہ حدیث میں وان لم یمنزل آیا ہے۔ میں نے کہا کہ بخاری کی طرف اس روایت کی نسبت ملے ہے۔ مسلم میں یہ روایت موجود ہے مگر اس میں اور بخاری میں غسل نہ واجب ہونے کی آیات بھی ہیں اور امام بخاریؒ کا مسلک بھی عدم وجوب غسل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

والغسل احوط یعنی غسل احتیاطی چیز ہے نہ کہ وجوبی۔ (بخاری، صفحہ ۴۳) علامہ وحید الزمان فرماتے ہیں یہاں ایک اور مذہب ہے جس کی طرف صحابہ کرام کا ایک گروہ گیا ہے اور اس کو ہمارے بعض اصحاب نے پسند کیا ہے، جیسے امام بخاریؒ وہ یہ ہے کہ غسل صرف دخول سے واجب نہیں ہوتا جبکہ انزال نہ ہو۔ انما الماء من الماء کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے۔ (نزل الابرار، صفحہ ۲۳، جلد ۲)

نوٹ:..... وان لم ينزل والی روایت عورت سے ہمبستری کے متعلق ہے، جانور کا وہاں کوئی ذکر نہیں، جانور کو عورت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور قیاس تو بہر حال غیر مقلدین کے ہاں کارائیس ہے اس لئے اس قیاس سے شیطان کا تمغہ ملنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ وحید الزمان غیر مقلد لکھتا ہے اور اسی طرح (غسل واجب نہیں ہوتا) جبکہ جانور کی فرج میں یا آوی یا جانور کی دبر میں ادخال کرے۔

(نزل الابرار من فتاویٰ المختار، صفحہ ۲۳، جلد ۱)

فائدہ:..... داؤد ارشد نے بحر الرائق کی اس عبارت میں تسلیم بھی کر لیا ہے کہ حنفی مسئلہ کی بنیاد حدیث پر ہے۔ چنانچہ داؤد ارشد نقل کرتے ہیں: . . . فقال علماءنا ان الموجب للغسل هو انزال المنی كما افاده الحديث الاول یعنی ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ غسل اس وقت فرض ہوتا ہے جب منی خارج ہو (بدوں انزال کے غسل واجب نہیں ہوتا) جیسا کہ پہلی حدیث کا مفاد ہے۔ (البحر الرائق، صفحہ ۵۹، جلد ۱، تحفہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۵) جب یہ مسئلہ حدیث سے ثابت ہے تو مذکورہ بالا سارا اعتراض حدیث پر ہوگا جو منکرین حدیث کا شیوہ ہے نہ کہ اہل حدیث کا۔

مسئلہ نمبر ۲:..... مدینہ سے اظہار نفرت کے لئے دوسرا مسئلہ داؤد ارشد نے در مختار سے نقل کیا ہے وافاد کلامہ طیارۃ جلد کلب وفیل وهو المعتمد یعنی

صاحب تنویر کے کام کا مفاد یہ ہے کہ ہاتھی اور کتے کی کھال پاک ہے، اس کی شرح میں ابن ماجہ فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے کہ کتا نجس العین نہیں، تصحیح کے لحاظ سے یہی اصح ہے۔ (رد المحتار، صفحہ ۲۰۴، جلد ۱) اس پر نو کرتے ہوئے داؤد ارشد لکھتے ہیں مطلع صاف ہے کہ اگر مقلدین صاحب کتے کی کھال کی بٹ بنوائیں یا نوپی خواہ ڈول یا جائے نماز یا دسترخوان یا اپنی کتب پر جلدیں بندھوائیں بجا تہ ہے بلکہ اگر اس کھال کا مصلیٰ بھی بنالیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۱)

جواب:..... اس حوالہ صرف مدینہ کی تصنیف سے اظہار بغض کیا ہے اور اس کے خلاف کوئی حدیث ذکر نہیں کی بلکہ شامی نے اسی حاشیہ میں بیہقی کے حوالے سے ہاتھی کے بارے میں یہ حدیث ذکر کی تھی کہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان بمشط بمشط من عاج کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھی کے دانت سے بنی ہوئی کنگھی سے بالوں میں کنگھی کرتے تھے اور علامہ جوہر وغیرہ نے عاج کی تفسیر ہاتھی کی ہڈی کے ساتھ کی ہے۔ مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے: . . . قال سمعت رسول اللہ ﷺ يقول اذا دبغ الاهداب قد طهر (مسلم، صفحہ ۱۵۹)

فائدہ:..... اس روایت میں مطلق چمڑے کے دباغت سے پاک ہونے کا ذکر ہے۔ امام صاحب نے تخریر کے چمڑے کو فائدہ وجس کی وجہ سے نجس العین ہونے کی بنا پر اور انسان کے چمڑے کو احرام کی وجہ سے مستثنیٰ کیا۔ امام نوویؒ اس مسئلہ کو اجتہادی قرار دے کر سات مذاہب نقل کر کے فرماتے ہیں کہ ان مذاہب والوں سے ہر گروہ نے احادیث وغیرہ سے استدلال کیا ہے۔ معلوم ہوا امام مسلمؒ متوفی ۲۶۱ کے زمانہ تک اس مسئلہ کو حدیث کے مخالف نہیں کہا جاتا تھا بلکہ مبنی حدیث قرار دیا جاتا تھا۔ آج کل غیر مقلدین نے اس پر متراضات شروع کئے ہیں جبکہ ہمارے غیر مقلدین نے بھی اس کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

اوردیتے ہیں۔ (رحمۃ اللامت، صفحہ ۸) نیز ابوداؤد کی اسی روایت میں ہے کہ راوی نے حضرت امیر حادہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ ساری چیزیاں آپ کے گھر میں استعمال ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ روایت یا عدم دباغت پر محمول ہے یا متکبرانہ لباس پر محمول ہے۔

مسئلہ نمبر ۳: ثم الاحسن زوجۃ یعنی امامت کی ابتدائی شرائط میں اگر برابری ہو تو اسے امام بنایا جائے جس کی بیوی خوبصورت ہو۔ ثم الاکبر راسا والا صغر عضوا یعنی اگر ان تمام شرائط میں برابر ہوں تو امام وہ بنے جس کا سر بڑا اور عضو چھوٹا ہو۔ پھر عضو کی وضاحت کرتے ہوئے شارح فرماتے ہیں کہ اس سے ذکر ہے۔ (در المختار مع التحکار، صفحہ ۵۵۸، جلد ۱) اس پر تبصرہ کرتے ہوئے داؤد ارشد لکھتے ہیں الغرض بقول مصنف در المختار حنفیہ کا یہ مؤقف ہے کہ امامت میں مقدم وہ ہوگا جس کی بیوی خوبصورت ہو، سر بڑا اور در چھوٹا ہو، اگر پیدائش کے پیمانہ کی تعدیل بھی متاویتے تو مسئلہ پوری طرح واضح ہو جاتا۔ (تقد حنفیہ، صفحہ ۴۲۶، ۴۲۷) صاحب درمختار نے امامت کا حق دار سب سے پہلے احکام نماز کو زیادہ جاننے والے کو اور اگر احکام صلوٰۃ کے علم میں سب برابر ہوں تو پھر نمبر دو اچھی تلاوت والے، پھر نمبر تین شبہات سے زیادہ بچنے والے کو اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو پھر نمبر کو، پھر اچھے اخلاق والے کو، پھر زیادہ تہجد پڑھنے والے کو، پھر خاندانی خوبیوں والے کو، پھر نسبی شرافت رکھنے والے کو، پھر اچھی آواز والے کو، اگر ان تمام خصلتوں میں برابر ہوں تو پھر خوبصورت بیوی والے کو امامت کا زیادہ حق دار قرار دیا ہے جس کی وجہ علامہ شامی نے یہ لکھی ہے کہ خوبصورت بیوی کی وجہ سے یہ شخص انہی غورتوں سے اطلاق نہیں رکھے گا اور زیادہ پاک امن ہوگا اور علامہ شامی نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بات ساتھیوں یا رشتہ داروں یا پڑوسیوں کے ذریعے معلوم ہو سکتی ہے۔ اس سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ برآدی اپنی بیوی کی صفات بیان کرے تاکہ اس کی بیوی کا خوبصورت ہونا معلوم ہو۔ غیر مقلدوں کو اگر اس پر اعتراض ہے تو اپنی خوبصورت بیویوں کو طلاق دے دیں اور یہ بات نزل الابرار میں وحید الزمان نے لم

کی فقہ قرار دیا تھا۔ علامہ وحید الزمان غیر مقلد فرماتے ہیں جس چیز سے کوئی دباغت دی جائے وہ پاک ہو جاتا ہے۔ ہمارے بعض اصحاب نے خنزیر اور آدمی کے چمڑے کو مستثنیٰ قرار دیا ہے اور صحیح عدم استثناء ہے۔ (نزل الابرار، صفحہ ۲۹) نیز فرماتے ہیں کہ پھلی کا خون پاک ہے، اسی طرح کتا اور اس کا لعاب ہمارے محققین اصحاب کے نزدیک۔ (نزل الابرار، صفحہ ۳۰) نیز فرماتے ہیں کہ اس چیز سے کا جانے نماز اور ذول بنا لیا جائے گا اور اگر وہ پانی میں گر گیا اور پانی میں تغیر پیدا نہ ہو تو پانی ناپاک نہیں اگرچہ کتے کا منہ پانی کو پہنچ جائے۔ اسی طرح کپڑا کتے کے چیمبوں سے ناپاک نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کے کانٹے سے ناپاک ہوگا اور نہ ہی جوڑا ناپاک ہوگا، اگرچہ اس کو اس کا لعاب بھی لگ جائے اور اس کو اٹھا کر نماز پڑھنے والے کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ (نزل الابرار، صفحہ ۳۰، جلد ۱)

نوٹ: جب یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فقہ ہے تو مولانا جھٹکوی پر کسے دئے تمام الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں گے۔

خاندہ: بعض غیر مقلدین ابوداؤد شریف کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی چمڑی کو پہننے اور ان پر سوار ہونے سے روکا ہے۔ (ابوداؤد، صفحہ ۵۷، جلد ۲)

جواب: یہ حدیث اپنے ظاہر کے اعتبار سے بالاتفاق متروک ہے کیونکہ صحاح ستہ کے راوی امام زہری تمام مرداروں کی چیزوں سے بغیر دباغت کے بھی نفع حاصل کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ دباغت کے بعد خنزیر کے علاوہ باقی تمام درندوں کی چیزوں کو پاک قرار دیتے ہیں۔ امام مالکؒ اپنی ظاہر روایت میں بغیر دباغت کے خشک اور تر مقامات میں تمام چیزوں کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہیں اور امام شافعیؒ کتے، خنزیر اور ان سے پیدا ہونے والے جانوروں کے علاوہ تمام درندوں کی چیزوں کو دباغت کے بعد پاک

الاحسن زوجہ کے الفاظ سے صفحہ ۹۶ میں ذکر کی ہے۔ تو ہم یہ اعتراض عطاے تو جلتا ہے کہ یہ غیر مقلدین کو واپس کرتے ہیں، اس کے بعد زیادہ مالدار، پھر زیادہ مرتبہ والے، پھر زیادہ صاف کپڑے والے کو امامت کا زیادہ حق دار قرار دیا ہے۔ اگر ان تمام صفات میں برابر ہوں تو پھر نزول الابرار کے قول کے مطابق بڑے مراد چھوٹے قدموں والا زیادہ حق دار ہے جس کی بنا اس مشہور پنجابی شمس پر ہے:..... ”سرد ڈے سرداراں دے، پیر ڈے گنواراں دے“ یعنی سر کا بڑا ہونا سرداری کی علامت اور پاؤں کا بڑا ہونا گنوار پن کی علامت ہے، لیکن درختار میں قدنا کی جگہ الاصغر عضوا کے لفظ ہیں۔ عضو کا معنی جوڑ ہے۔ غلامہ شامی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اعضاء متناسب ہوں، اس کے لئے سر کا بڑا ہونا اور دوسرے اعضاء کا چھوٹا ہونا یہ اس کے ترکیب مزاج کے خلل کی دلیل ہے جس کو عدم اعتدال عقل لازم ہے۔ تو خلاصہ یہ لکھا کہ امام متعدل عقل والا ہونا چاہئے۔ غیر مقلدین کو امام یہ چیز اچھی نہیں لگتی تو ان کو پائل امام مبارک ہوں۔ داؤد ارشد نے درختار کی شرح کے جس صفحہ کا حوالہ دے کر یہ لکھا ہے کہ شارح فرماتے ہیں کہ مراد اس سے ذکر ہے یہ غلامہ شامی پر جھوٹ ہے۔ غلامہ شامی نے حاشیہ ابو سعود سے اس کی تردید نقل کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ حاشیہ ابو سعود میں ہے کہ بعض لوگوں سے اس مقام میں وہ بات نقل کی گئی ہے جو ذکر کے لائق نہیں ہے چنانکہ اس کو کتاب میں لکھا جائے۔ غلامہ فرماتے ہیں کہ گویا ابو داؤد اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو بیان کی جاتی ہے کہ عضو سے مراد ذکر ہے۔ (شامی، صفحہ ۵۵۸) تو شارح درختار تو اس بات کی تردید کر رہے ہیں لیکن غیر مقلد نے اس تردید کی ہوئی بات کو شارح شامی کی طرف بحوالہ صفحہ منسوب کر دیا۔

نوٹ:..... انسان کے اندر تین سو ساٹھ جوڑ ہیں۔ معلوم نہیں داؤد ارشد تین سو انسٹھ جوڑوں کو چھوڑ کر اسی ایک عضو سے کیسے چٹ گئے۔

فائدہ:..... اگر اس عضو سے عضو مخصوص ہی مراد لیا جائے تو اصغرہ عضوا کا

”مختار مراد ہوگا یعنی اجنبی عورتوں کے پیچھے پھرنے والا نہ ہو، اپنی شرم گاہ کو اپنے کنٹرول کئے والا، پھر جیسے لمبا ہاتھ سخاوت سے اور چھوٹا ہاتھ کنجوسی سے کنایہ ہوتا ہے۔ اب بھی اس مراد ہی معنی پاک دامن ہونے کا کیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۴:..... لو خاف الزنا یرجی ان لا وہال علیہ یعنی اگر زنا کا بیش ہو تو مشمت زنی کرے تو کوئی وبال نہ ہوگا۔ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ اگر زنا سے بچاؤ یقین ہو تو مشمت زنی کرنی واجب ہے۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۷)

جواب:..... یہاں دو حالتوں کا ذکر ہے۔ ایک حالت اختیاری، اس میں اس فعل کو واجب نہیں لکھا ہے اور ناکح البید ملعون والی حدیث پیش کر کے اس فعل کے مرتکب کو لعنتی کہا ہے، پھر درختار میں لکھا ہے کہ ہر ایسے گناہ کا مرتکب جس میں حد نہ ہو اس میں تعزیر واجب ہے۔ (درختار، صفحہ ۶۶، جلد ۲) لہذا فقہ حنفی کے مطابق تو جو ان تعزیر کے خوف سے اس فعل سے استہراز کریں گے اور حالت اضطراری پر غیر مقلد نے اعتراض کیا ہے اور اس میں بھی شامی کا یہ قول کرنا کہ فالرجال ان لا یعاقب کہ اس حالت میں بھی عذاب سے بچنے کی یہ ہے۔ دلالت کرتا ہے کہ یہ فعل ہر حالت میں ناپسندیدہ ہے، بلکہ شامی نے تو اپنی بیوی سے استمنا کرانے کو بھی والدین ہم لفرو جہم حافظوں کے خلاف قرار دیا ہے۔ چونکہ اس آیت کریمہ میں بیوی اور لونڈی کے علاوہ قضاے شہوت کو حرام قرار دیا ہے۔ صاحب درختار نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ الاستمنا حرام وفيہ تعزیر ولو مکن امراتہ و امتہ من العیس ہذا نزول مکروہ یعنی مشمت زنی حرام ہے اور اس میں تعزیر ہے۔ اگر کسی نے یہ فعل بیوی یا لونڈی سے کرا کے انزال کیا تو وہ بھی مکروہ ہے۔

(درختار، صفحہ ۴۷، جلد ۲)

مسئلہ غیر مقلدین:..... غیر مقلد نے اپنی حالت اختیاری کے مسئلہ پر

پردہ ڈالنے کے لئے ہماری حالت اضطراری کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں خلاصہ کلام یہ کہ بتسلی یا ہمداد میں سے کسی چیز کے ساتھ فنی نکالنا ضرورت کے وقت مباح ہے، خاص کر جب یہ کام کرنے والا فتوہ یا معصیت میں واقع ہونے کا خوف کرنے والا ہو کہ جس کی اقل حالت نظر بازی ہے کہ اس وقت مستحب ہے بلکہ کبھی واجب ہو جاتی ہے جبکہ گناہ کا چھوڑنا بغیر اس حالت کے ممکن نہ ہو اور مشیت زنی کے معنی کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ ثابت اور صحیح نہیں بلکہ بعض اہل علم نے اس مشیت زنی کو صحابہ کرام سے اپنی گمراہیوں سے غائب ہونے کے وقت نقل کیا ہے اور اس جیسے کام میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بدن کے دوسرے موذی فضلات (پیشاب و پاخانہ ازناقل) کے نکالنے کی طرح ہے اور اس کا حرام جگہ میں رکھنا ہے۔ (عرف الجادی، صفحہ ۲۰۷) نیز لکھتے ہیں اس کام کا برا ہونا اور وداعیوں سے زیادہ برائیاں ہیں کہ ان کے ساتھ قے وغیرہ کا اثر ہوتا ہے۔ تو مشیت زنی کرنے والے پر تعزیر یا حد کا حکم لگا تا مسلمان کے معصوم ہونے کے ساتھ اور اس کی تہذیب کے حرام ہونے کے ساتھ باور لایا ہے۔ (عرف الجادی، صفحہ ۲۰۸، ۲۰۷)

نوٹ:..... اس کتاب کا پورا نام ”عرف الجادی من جنان ہدی البہادی“ ہے، یعنی ہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے باغ کے زعفران کی خوشبو۔

تبصرہ:..... داؤد ارشد نے ہماری اضطراری حالت پر اعتراض کیا تھا۔ نور الحسن نے عام حالات میں نوجوانوں کو بتسلی سے اور عورتوں کو ہمداد وغیرہ سے صرف اباحت نشان بلکہ استحباب اور وجوب تک نوبت پہنچادی۔ نظر بازی کوئی حالت اضطراری نہیں، اس میں رخصت کو واجب قرار دینا بلکہ غسل صحابہ کہہ کر نوجوان بچوں اور بچیوں کو مزید اطمینان دلانا اور یہ کہ یہ پیشاب و پاخانہ کے موذی فضلات کے نکالنے کی طرح ہے اس میں کوئی حرج نہیں اور قے جیسی دوا کے استعمال سے یہ فعل برائیاں نہیں، پھر فقہاء کے تعزیری حکم کو عصمت مسلمہ

اور ایذاہ مسلمہ کی حرمت میں داخل کر کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو کس قدر اس فعل کی مت دلائی ہے۔

تم خود ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کرو۔
ہم عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

مسئلہ نمبر ۵:..... او جامع فی مارون الفرج ولم ينزل یعنی اگر سے کی حالت میں شرم گاہ کے علاوہ جماعت کرے اور انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(در مختار، صفحہ ۳۹۸، جلد ۲)

جواب:..... غیر مقلد نے حسب عادت اس مسئلہ کے خلاف کوئی قرآن کی آیت یا حد پیش نہیں کی اور نہ ہی قیامت تک پیش کر سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں اگر احباب سے ایسا آیا تو علامہ شامی نے اس پر تعزیر نقل کی ہے۔ (شامی، صفحہ ۶۸، جلد ۲) اور در مختار میں ہے ان التعزیر بالقتل کر تعزیر میں آدمی کو قتل کیا جاسکتا ہے۔

مسئلہ غیر مقلدین:..... نزل لابرار ولو جامع امراته فی مادون ح ولم ينزل لم یفسد (نزل ۱۱ برار، صفحہ ۲۲۹، جلد ۱) غیر مقلدین کی اس مسئلہ میں فراخ دلی نہیں بلکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی فقہ کے عنوان سے اس کو ذکر کرنا اس دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ کا منکر نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی فقہ کا منکر ہے۔

مسئلہ نمبر ۶:..... لو ادخل ذکرہ فی بیہیمہ اور مبتہ یعنی اگر کوئی بچہ پائے جانور (گائے، بھینس، بکری) کے ساتھ ہر اکام کرے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ طرح اگر میت (مردے) کے ساتھ بد فعلی کرے تو روزہ نہیں بگڑتا۔ (در مختار، صفحہ ۳۹۹، جلد ۲) نیز اس مسئلہ کو (مناہر حق، جلد ۲) سے بھی نقل کیا ہے۔

جواب:..... علامہ شامی نے اس مسئلہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ ایسی فرق ہے جو

عادتاً زندہ عورت کی طرح قابل شہوت نہیں اس لئے اس کو عام جامعیت پر قیاس کرنا صحیح نہیں اور خاص جزئیہ کے بارے میں کوئی غیر مقلد صحیح صریح روایت پیش نہیں کر سکتا، جس میں اس حالت میں روزہ رکھنے کا ذکر ہو۔

فائدہ:..... در مختار میں من غیر انزال کے الفاظ تھے۔ داؤد ارشد نے ان کو حذف کر دیا کیونکہ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ انزال کی حالت میں بہر حال روزہ ٹوٹ جاتا گا۔ غیر مقلدین مفادات صوم صحیح صریح حدیث سے پوری تعداد میں کبھی بھی گنوا نہیں سکتے۔ اگر جرات ہو تو تمام مفادات سلوۃ کے لئے صحیح صریح روایت پیش کرے۔

مسئلہ نمبر ۷:..... بیاح اسقاط اللول قبل اربعۃ شہر یعنی چار مہینے سے پہلے حمل کو گرا دینا مباح ہے۔ (در مختار بحوالہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۷)

الجواب:..... در مختار میں ہے کہ ویکرہ ان نسفی لاسقاط حملہا وجاز لعذر حیث لابنصور (در مختار، صفحہ ۴۲۹، جلد ۶) اس میں بچے کی صورت بننے کے بعد یہ حالت میں اسقاط کو ناجائز قرار دیا ہے اور صورت بننے سے پہلے دو حالتوں کا ذکر کیا ہے۔ (۱) حالت اختیاری، (۲) حالت اضطراری۔ حالت اختیاری میں اسقاط کی دوائی پینے کو مکروہ قرار دیا ہے اور حالت اضطراری میں ایسی دوائی کو جائز لکھا ہے۔ علامہ شامی نے اس کی وضاحت لکھی ہے کہ عذر کی حالت مثلاً یہ ہے کہ کوئی عورت بچے کو دودھ پلاتی ہو اور حاملہ ہو جائے اور اس کا دودھ منقطع ہو جائے، بچے کا باپ کوئی دودھ پلانے والی کرایہ پر نہ رکھ سکتا ہو اور بچے کی بلاکٹ کا خطرہ ہو تو اس صورت میں چار مہینے سے پہلے چونکہ روح نہیں پھونکی جاتی اسقاط کو جائز قرار دیا ہے اور بغیر عذر کے اس کو گناہ لکھا ہے۔ روح پھونکنے کے بعد اسقاط سے قتل و گناہ ہوگا۔ (شامی، صفحہ ۴۲۹، جلد ۶)

نوٹ:..... غیر مقلد کسی صحیح صریح حدیث سے مذکورہ مسئلہ کی بالتفصیل تردید کر دیں تو ہم مان جائیں گے کہ یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے۔

مسئلہ غیر مقلدین:..... علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: ویکرہ ان نسفی بد سقاط حملہا وجاز لعذر او خوف ہلاک (نزل الا برار، صفحہ ۱۲۴، جلد ۲) ہمارے ہاں تو چار ماہ کے بعد عذر کی وجہ سے بھی اسقاط کی اجازت نہیں تھی، مگر غیر مقلدین نے مطلقاً عذر کی بنا پر جواز اسقاط کی رخصت دی ہے جو جاندار بچے کے اسقاط کو بھی اپنے عوم کی وجہ سے شامل ہے۔ اب غیر مقلد ہی فیصلہ کریں کہ کنذوم سسٹم کو کن کی حمایت ملے گی۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

یوں آپ اپنے دام میں میاد آ گیا

مسئلہ نمبر ۸:..... ومواضع تربصہ عشرون یعنی بیس صورتوں میں مرد کو (عورت کی طرح) عدت گزارنی پڑے گی۔ (دارالافتاء مع الشامی، صفحہ ۵۰۳، جلد ۳) ارشد صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کہ پندرہویں صدی کے مقلد و ذرا وقت سہمی کہ مرد کو بھی حیض آتا ہے جس سے اس کی عدت کا اندازہ ہو گیا مرد کو حمل ہو جاتا۔ جو عدت کا کہہ رہے ہو۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۸)

الجواب:..... در مختار میں عدت کے لغوی شرعی اور اصطلاحی تین معنی ذکر کئے ہیں۔ ۱) معنی متربص یلزم المرأة اور الرجل عند وجود سببہ یعنی شرعاً عورت نکاح انتظار کے لئے کچھ مدت ٹھہرنا جو اپنے سبب کے پائے جانے کے وقت عورت یا مرد کو عدت سے اس انتظار کے لئے نہ حیض کی ضرورت ہے نہ حمل کی، پھر علامہ شامی نے اس کی پوری تضحیح کی ہے کہ ایک آدمی اپنی بیوی کے مطلقہ ہونے کے بعد بیوی کی بہن یا بھوپھی یا خالہ یا نیا یا بھانجی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کو بیوی کی عدت گزرنے کا انتظار ضروری ہے کہ بیوی کو دوسری جگہ نکاح کے لئے عدت گزارنی ضروری ہے۔ اب اس انتظار کے لئے کسی کو نہ حیض آنے کی ضرورت ہے کہ حمل کی عورت کی عدت سے اس کی عدت ختم ہو جائے

سنت اور فقہاء کی تصریحات کے خلاف ہے۔ حدیث پاک میں ہے لا تقطع بدالسارق (متفق علیہ، مشکوٰۃ، صفحہ ۳۱۳، جلد ۲) اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا قطع فی ثمر ولا کسر رواہ مالک (ترمذی، نسائی، داری، ابن ماجہ) اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تقطع الابدی فی الغزو تو کیا غیر مقلدین ان احادیث کا یہی مفہوم لیں گے کہ ربیع دینا سے کم چوری جائز ہے، اسی طرح پھل، گٹھڑی کی چوری جائز ہے اور میدان جہاد میں بھی چوری جائز ہے یا نعوذ باللہ حدیث نے چوری کا دروازہ کھول دیا۔ غیر مقلدین ہی بتائیں کہ مردار، خنزیر اور پاخانہ کھانے پر کیا حد ہے، اگر اس کی حد مذکور نہیں تو داؤدار شدہ یہی کہے گا کہ حد کا ذکر نہ ہونا ان چیزوں کے کھانے کا عہد و حیلہ ہے۔ اگر یہ بات نہیں قطعاً نہیں تو فقہ کے لاحد کے لفظ سے زنا کی اجازت کس طرح نکالی ہے۔

فائدہ:..... مذکورہ بالا تمام مسائل اجتہادی ہیں، اگر واقع میں ان تمام مسائل کو خطا پر بھی محمول کر دیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق فقہاء کو ایک اجر ضرور ملے گا جیسا کہ بخاری شریف، صفحہ ۱۰۹۲، جلد ۲ پر ہے اور اگر اجتہاد صحیح ہو تو مذکورہ حدیث کی وجہ سے دواجر ملیں گے۔ البتہ اعتراض کرنے والے غیر مقلد اجتہاد کا ملکہ نہیں رکھتے، اس لئے وہ فاساد فہم و غلطی (ترمذی، صفحہ ۱۲۳، جلد ۲) کے مطابق گنہگار ہوں گے۔

مناظر اسلام، وکیل احناف

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کی کتاب ”خطبات صفدر“ پر اعتراض کے جوابات

محترم مفتیان کرام ادام اللہ بقاءکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ حیات فی القور کے ثبوت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا قول کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یحبیکم ثم یحبیکم ثم الیہ ترجعون (سورۃ بقرہ: ۲۸) امین صاحب صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ کے خطبات میں دیکھی کہ اس میں ثم یحبیکم سے حیات فی القور مراد ہے۔

میں نے ایک دوست (مماتی) سے یہ ذکر کیا، اس نے کہا کہ یہ صرف ایک مفسر ہندی سے ایک روایت ہے اور اس کے مخالف اور روایتیں اس کے خلاف موجود ہیں اور قاعدہ ہے کہ جب ایک روایت دوسری روایتوں کے مخالف ہو تو وہ قابل قبول نہیں۔ آپ سے عرض ہے کہ واقعی یہ آیت متدل ہے، دوم یہ کہ کن کن مفسر سے اس کے تحت یہ منقول ہے، ہم فریق مخالف کا یہ قاعدہ درست ہے یا نہیں؟

۱۔ حیات اور سامع میں ابن الجہام (صاحب فتح القدیر) صاحب غنایہ و صاحب کفایہ کا کیا موقف ہے؟

۲۔ ان دونوں مسئلوں (حیات و سامع) کے بارے میں کون کون سی کتابیں دیکھیں، جتنی کتابیں ہو سکیں لکھیں میں ضرور اوں گا۔ اللہ تمہیں اجر کثیر عطا فرمائے۔ (فتویٰ سے متعلق اگر کوئی ب غیر ملحوظ ہو تو محاف فرمائے)

الجواب بتوفیق ملہم الصواب

..... اس مسئلہ کو متعدد مفسرین نے ذکر کیا ہے، اس لئے یہاں شاذ والا قاعدہ نہیں چلے گا۔ چنانچہ علامہ بیضاویؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں ﴿ثم يحييكم﴾ بالشور يوم نفخ الصور او للسؤال في القبور ... ”پھر اللہ تعالیٰ تمہیں زندہ کریں گے صور پھونکنے کے دن قبر سے اٹھانے کے ساتھ یا قبر میں سوال کے لئے“ (صفحہ ۵۹)

شیخ زادہ میں ہے ﴿وان اريد به الاحياء في القبر كما روى ذالك عن السدي رحمه الله فيكون استعمال كلمة ثم في هذا الموضع دليلا على ان احياء القبر متراخ عن الموت وان لم يكن متراخيا عن الدفن كما روى عن البراء بن عازب انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الميت يسمع خفق نعالهم اذا ولوا مدبرين حين يقال له من ربك وما دينك ومن نبيك الحديث﴾ (شیخ زادہ، صفحہ ۲۳۱) یعنی اگر لفظ يحييكم سے قبر میں زندہ کرنا مراد ہے جیسا کہ سدی رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے تو اس مقام میں کلمہ ثم کا استعمال اس بات پر دلیل ہوگا کہ قبر میں زندہ کرنا موت سے مؤخر ہے اگرچہ دفن سے مؤخر نہیں جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دفن کرنے والے واپس لوٹتے ہیں تو ان کی جوتیوں کی آہٹ کو میت اس وقت سن رہی ہوتی ہے جب اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ پھر شیخ زادہ میں ہے ﴿قال الامام التسفي رحمه الله تعالى دلت الآية على اثبات عذاب القبر وفي القرآن آيات تدل على ذالك﴾ (شیخ زادہ، صفحہ ۲۳۱) یعنی علامہ نسفی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ آیت اثبات عذاب قبر پر دلالت کرتی ہے اور قرآن میں اور بہت سی آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ مولانا عبدالکیم صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ حاشیہ بیضاوی میں صاحب کشف کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں ﴿وتحقيقه ان المراد بالاحياء

السؤال في القبر الاحياء البرزخي وهو ان يكون بعد الموت وقبل النشور وذكر القبر بطريق التمثيل﴾ (حاشیہ عبدالکیم صفحہ ۲۷۷) یعنی قبور میں سوال کے لئے زندہ کرنے سے مراد احياء برزخی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ زندہ کرنا موت کے بعد اور حشر سے پہلے ہو اور قبر کا ذکر مثال کے طور پر ہے۔ جلالین کے حاشیہ میں ہے کہ علامہ سیوطیؒ کے علاوہ متفقین اس بات کی طرف گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول يحييكم سے مراد قبر کی حیات ہے۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ ثم جو تعقيب علی سبیل التراخي کے لئے وضع کیا گیا ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ يحييكم سے قبروں سے اٹھنے والی حیات کا ارادہ نہیں کیا اس لئے کہ اس دن حیات رجوع کے متصل ہوگی اور تفسیر کبیر کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس آیت کو حیات قبر کی دلیل بنایا جائے تو ذہن کے زیادہ قریب ہے۔ (جلالین، صفحہ ۷۷، حاشیہ نمبر ۲۳) اور حاشیہ نمبر ۲۴ میں ہے ﴿ثم يحييكم اي للسؤال في القبور ليحيى حتى يسمع خفق نعالهم اذا ولوا مدبرين ويقال من ربك وما دينك ومن نبيك وما دينك﴾ یعنی يحييكم سے سوال فی القبر کے لئے زندہ کرنا ہے۔ پس میت کو دفن کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ لوگوں کے جوتوں کی آواز کو سنتے وقت سنتا ہے اور اس سے من ربك ومن نبيك وما دينك کا سوال کیا جاتا ہے۔

علامہ شیروانی بیضاوی کے قول اول للسؤال في القبور کے حاشیہ میں فرماتے ہیں ﴿ومما يدل على ان المذكور ههنا حيوة البقر لالحيوة الدائمة ان كلمة ثم بقتضى التراخي والرجوع اليه حاصل عقيب الحيوة الدائمة من غير التراخي والا لماصح ان يقول ثم اليه ترجعون فالاية من هذا الوجه دليل على حيوة القبر﴾ (بیضاوی، صفحہ ۵۹، حاشیہ ۵) یعنی ان چیزوں سے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہاں (يحييكم میں) حیات قبر کا ذکر کیا گیا ہے نہ آخرت کی دائمی حیات کا، یہ بات ہے کہ لفظ ثم تراخي کا تقاضا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رجوع حیاة

اخریٰ دائمی کے فوراً بعد با ترائی ہوگا ورنہ ﴿ثم اليه ترجعون﴾ کہنا صحیح نہ ہوتا تو اس وجہ سے یہ آیت حیاتِ قبر پر دلیل ہے۔

علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں مکررین حیاتِ قبر کا اس آیت سے یہ استدلال نقل کر کے "کہ قبر کی حیات کی صورت میں تین دفعہ زندہ کرنا پایا جائے گا جبکہ اس آیت میں دو دفعہ زندہ کرنے کا ذکر ہے" فرماتے ہیں ﴿قوله تعالى ثم يميتكم ثم يحييكم﴾ کو ہر اس مارنے اور زندہ کرنے پر محمول کیا جائے گا جو دنیا کی زندگی کے بعد ہو یعنی دنیا اور قبر اور حشر میں اس لئے کہ فعل کسی عدد پر دلالت نہیں کرتا۔ (شرح مقاصد، صفحہ ۲۲۱، جلد ۲) علامہ قرطبی اسی آیت کی تفسیر میں یہ قول بھی نقل کرتے ہیں ﴿كنتم امواتا اى نطفاهى اصلا والرجال وارحام النساء ثم نقلكم من الارحام فاحياكم ثم يميتكم بعد هذه الحياه ثم يحييكم فى القبر للمسئلة الخ﴾ (قرطبی، صفحہ ۲۳۹، جلد ۱)

۲..... مردہ میں نوعاً من الحیوۃ کہ جس سے عذاب و ثواب کا ادراک ہو اہل سنت میں اس کا کوئی منکر نہیں ﴿کما فی کتب العقائد﴾ ابن ہمام بھی فرماتے ہیں ﴿کان الحق ان المیت المعذب فی قبره توضع فیہ الحیۃ بقدر ما یحس بالالم والبنیۃ لیست بشرط عند اهل السنة حتى لو كان متفرق الاجزاء بحيث لا تتميز الاجزاء بل هی مختلطة بالتراب فعذب جعلت الحیۃ فی تلك الاجزاء التی لا یأخذها البصر﴾ (فتح القدیر، صفحہ ۱۹۳، جلد ۵) یعنی حق مسلک یہ ہے کہ جس میت کو اس کی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اس میں اتنی مقدار حیات رکھی جاتی ہے کہ وہ تکلیف کا احساس کرے اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک (اس عذاب کے لئے) جسم کا باقی رہنا شرط نہیں حتیٰ کہ اگر اجزاء اس طرح بکھریے ہوں کہ ایک دوسرے سے امتیاز نہ ہو بلکہ وہ مٹی کے ساتھ ملے ہوں پھر اس جسم کو عذاب دیا جائے تو ان اجزاء میں بھی حیات رکھی جائے گی جن کا آنکھ اور اک نہیں کرتی "اور کفایۃ میں بھی عذابِ قبر کے لئے حیات کا ذکر کیا

۔ البتہ حیات من کل الوجود یا من بعض الوجودہ کے بارہ میں دو قول نقل کئے ہیں۔ کفایۃ، صفحہ ۳۶۱، جلد ۴) اور عنایہ میں بھی عذاب کے لئے حیات کو قول عامہ کے طور پر ذکر کیا ہے۔ (عنایۃ، صفحہ ۱۹۳، جلد ۵) ابن ہمام سماع مولیٰ کے قائل ہیں کیونکہ میت کی تلقین کے وہ میں فرماتے ہیں ﴿اما التلقین بعد الموت وهو فی القبر لقیل یفعل لحقیقۃ روینا ونسب الی اهل السنة والجماعة وخلافه الی المعتزلة الخ﴾

(فتح القدیر، صفحہ ۱۰۴، جلد ۲)

یعنی مرنے کے بعد میت کے قبر میں ہونے کی حالت میں اس کو تلقین کرنا پس کہا یا ہے۔ یہ تلقین کی جائے ﴿لقنوا موتاکم﴾ والی روایت کے حقیقی معنی کی بناء پر اور یہ ایک اہل السنۃ والجماعت کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور اس کے خلاف کو معتزلہ کی طرف دہرایا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہ اس کا حکم دیا جائے اور نہ اس سے روکا جائے اور القین کرنے والا کہے اے فلاں اے فلاں کے بیٹے اپنے اس دین کو یاد کر جس پر تو عالم دنیا رہا، یعنی اس بات کی گواہی پر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسل ہیں اور اس میں شک نہیں کہ لفظ کا اپنے حقیقی معنی سے نکالنا بلا دلیل جائز نہیں تو (اس بحث میں) اسی (تلقین بعد الدفن) کی تعیین واجب ہے۔ نیز ابن ہمام نماز جنازہ کے لئے میں فرماتے ہیں ﴿وینوی بالتسلیمتین المیت مع القوم﴾ (فتح القدیر، جلد ۲، صفحہ ۱۲۳) یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں نمازی و دنوں طرف موجود لوگوں کے ساتھ میت کی بھی نیت کرے۔ اسی طرح ابن ہمام فرماتے ہیں روضہ اطہر کی زیارت کرنے والا رسول اللہ علیہ وسلم پر ان الفاظ میں سلام پڑھے ﴿السلام علیک یا رسول اللہ سلام علیک یا خیر خلق اللہ السلام علیک یا خیرۃ اللہ من جمیع خلقہ سلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا سید ولد آدم السلام علیک یا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا رسول اللہ انی اشہد ان لا الہ الا اللہ

وحدہ لا شریک لہ وانک عبده ورسوله واشہد انک یا رسول اللہ بلغت الرسالة وادیت الامانة ونصحت الامة وکشففت الغمة فجزاک اللہ عنا خیرا جازاک اللہ عنا الفضل ما جازى لبنا عن امنه الخ پھر دو سطر بعد فرماتے ہیں ﴿لنم یسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشفاعة فیقول یا رسول اللہ اسئلک الشفاعة یا رسول اللہ اسئلک الشفاعة واتوسل بک الی اللہ فی ان اموت مسلما علی ملتک وملتک﴾ (فتح القدیر صفحہ ۱۸۱، جلد ۳)

یعنی خطاب کے مذکورہ بالا الفاظ سے سلام کر کے عرض کرے کہ میں شہادتیں کی گواہی دے کر کہتا ہوں کہ آپ نے فریضہ رسالت اُمت کو ادا فرمادیا اور اس امانت کو اُمت تک پہنچا دیا اور آپ نے اُمت کی خیر خواہی کی اور اس کے غم کو دور کر دیا، اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہتر جزا عطا فرمائے اور آپ کو ہماری طرف سے اس سے بہتر بدلہ عطا فرمادیں جو کسی نبی کو اس کی اُمت کی طرف سے عطا کیا ہو۔ پھر کہے اے اللہ کے رسول میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ بناتا ہوں کہ میری موت آپ کی ملت اور آپ کی شفقت پر آئے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پہنچانے کا کہا ہو اس کا سلام پہنچائے اور کہے اے اللہ کے رسول آپ کو فلاں بن فلاں کا سلام ہو یا کہے اے اللہ کے رسول فلاں بن فلاں آپ کو سلام کہتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی اس کا حکم دیتے تھے اور قاصد کو سلام پہنچانے کے لئے شام سے مدینہ بھیجتے تھے۔ (ایضاً صفحہ ۱۸۱) پھر شیخین کو صیغہ خطاب سے سلام کر کے ہر ایک کو یہ الفاظ کہنے کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ نیز ابن ہمام حضرت ابن عمرؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت متعب بن عیسٰی کے پاس سے (ان کی شہادت کے بعد) گزرے تو تھوڑا سا وہاں ٹھہر گئے اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے پاس زندہ ہو (پھر صحابہ کرامؓ) کو فرمایا کہ تم ان کی زیارت کرو اور ان کو سلام کرو کیونکہ اُس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ

ت میں میری جان ہے قیامت تک کوئی انہیں سلام نہیں کرے گا مگر یہ جواب دیں گے۔ (القدیر صفحہ ۱۸۳، جلد ۳) نیز ابن ہمام فرماتے ہیں روضہ الطہر کی زیارت کے وقت بالکل کی طرف پشت نہ کرے بلکہ کچھ استقبال قبلہ بھی ہو کیونکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبر یاف میں اپنے دائیں پہلو پر منہ بہ قبلہ تشریف فرما ہیں اور فقہاء نے مطالعہ قبور کے بارہ میں لکھا ہے کہ اوٹی یہ ہے کہ زیارت کرنے والا میت کے پاؤں کی طرف سے آئے، اس کے سر کی طرف سے نہ آئے کیونکہ یہ صورت اس کے دیکھنے میں زیادہ مشقت پیدا کرے گی، یہ پہلی صورت کے کیونکہ آنے والا اس کی نظر کے سامنے کھڑا ہوگا کیونکہ میت کی نظر جبکہ اپنے پہلو پر ہو تو قدموں پر پڑتی ہے تو اس بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی طرف گھومنے والے کے قبلہ بائیں جانب ہوگا۔ (فتح القدیر) لیجئے آپ مائتوں کے سامنے اس ابن ہمام کو پیش کر کے دیکھ لیں کہ وہ ان کو مانتے ہیں یا نہیں۔

ان مسائل کے بارہ میں ”تسکین الصدور“ ”ساراع موتی“ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ ”حیات الانبیاء“ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی، ”قام حیات“ حضرت مولانا محمد خالد محمود صاحب مدظلہ اور ”خطباتِ امین“ کا مطالعہ کریں۔

”تحفہ سنت کا نفرنس“ کے موقع پر موصولہ سوالات کے جوابات

سوال نمبر ۱: آپ نے کہا کہ امام اعظمؒ نے ۴۳ احادیث فقہ مدون کی لیکن ہمیں وہ امام اعظمؒ کی لکھی ہوئی کوئی کتاب نہیں ملتی جو امام صاحب نے مدون کی ہو۔

جواب: یہ بات تو اتر سے ثابت ہے کہ امام صاحبؒ نے شرعی مسائل کو مدون فرمایا چنانچہ علامہ جمال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب تمییز الحقیقہ میں مستقل باب باندھا ہے کہ ابو حنیفہؒ علم شریعت کے سب سے پہلے مدون ہیں اور کتاب الفرائض اور کتاب الشرط و طہارت سے پہلے انہوں نے لکھی۔ اور اس باب کے تحت لکھتے ہیں کہ مسند ابی حنیفہ کے بعض جامعین نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے ان مناقب میں سے جن میں امام صاحب منفر د ہیں یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے شریعت کو مدون کیا اور علم شریعت کو ابواب و درابواب ترتیب دیا پھر امام مالکؒ نے مؤطا کی ترتیب میں ان کی پیروی کی۔ اور اس بارہ میں امام ابو حنیفہؒ سے کوئی سبقت نہیں ملے گا۔ کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین عظام نے علم شریعت کو ابواب میں مدون نہیں کیا اور نہ کتب کی ترتیب دی۔ اُن کا اپنی قوت حافظہ پر ہی اعتماد تھا جب امام ابو حنیفہؒ نے علم کو منشر و یکھا اور اس کے ضائع ہونے کا خوف کیا تو اس کو مدون کے ابواب و درابواب مسائل کو جمع کیا۔ ابتداً کتاب الطہارۃ سے کی پھر نماز پھر تمام عبادات پھر حاکمات کو ذکر کے آخر میں کتاب کو مسائل وراثت پر اس بنا پر ختم کیا کہ یہاں آ کر اوکو (و نفی) احوال کا اختتام ہو جاتا ہے۔ اور یہ (ابو حنیفہؒ) پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب الفرائض اور کتاب الشرط کو ترتیب دیا۔ (تمییز الحقیقہ فی مناقب الامام ابی حنیفہؒ ص ۱۰۹)

۱۳۰) اسی طرح نصر بن حجابؒ فرماتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہؒ کے پاس ایسے کمرہ میں اٹھ ہوا جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے انہوں نے فرمایا یہ ساری احادیث ہیں، میں نے ان میں سے کچھ وہ احادیث لوگوں میں بیان کی ہیں جن میں ان کا نفع ہو (مقدمہ کتاب الآثار مترجم ص ۱۶) نیز علامہ مؤفق بن احمد الحنفی متوفی ۵۶۸ھ نے مکہ میں مگر مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہؒ نامی کتاب لکھی اور اس میں باقاعدہ یہ باب باندھا الامام اول من دون علم هذه الشريعة (ج ۲/ص ۱۳۶) یعنی امام اعظم ابو حنیفہؒ نے سب سے پہلے اس شریعت کے علم کو مدون کیا۔ اسی باب میں وہ فرماتے ہیں پھر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد دوسرے ائمہ آئے انہوں نے اپنی کتابوں کو امام صاحبؒ کی کتابوں سے استنباط کیا (مناقب مؤفق ج ۲/ص ۱۳۶) ابن سرج نے امام صاحبؒ کے خلاف کام کرتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ اے شخص رک جا۔ اس لئے کہ اگر علم کے چار حصے کئے جائیں تو ۳/۴ علم تو اہل اتفاق امام صاحبؒ کے لئے مسلم ہے باقی ۱/۴ حصہ علم میں دوسرے لوگ ان کے ساتھ شکیک ہیں لیکن امام صاحبؒ وہ چوتھا بھی ان کے لئے مشکل چھوڑیں گے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شریعت کی حفاظت کا ضامن ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے سب سے پہلے شریعت کو مدون کیا تو یہ بات بہت بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ شریعت کا ضامن ہو اور شریعت کے پہلے مدون کو خطا پر چھوڑ دے (مناقب مؤفق ج ۲/ص ۱۳۷)

یزید بن ہارون سے ابو مسلم نے پوچھا اے ابو خالد! امام ابو حنیفہؒ اور انکی کتابوں میں نظر کرنے کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ اگر تم فقیہ بننا چاہتے ہو تو سب ابی حنیفہؒ میں غور و فکر کیا کرو کیونکہ میں نے کسی فقیہ کو نہیں دیکھا جو اقوال ابی حنیفہؒ کا مدح و مکروہ سمجھتا ہو (تاریخ بغداد ج ۱۳/ص ۳۲۲) یزید بن ہارون کی مجلس میں مغیرہ نے انیم نغنی کا قول بیان کیا تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے شیخ! ہم سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرو اور ان اقوال کو ہم سے دور رکھو۔ تو یزید بن ہارون نے کہا

اے احمق! یہ اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی تفسیر ہیں جب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے معنی اور تفسیر کو نہیں جانے گا تو احادیث رسول کو کیا کرے گا۔ لیکن تمہارا مقصد صرف حدیثیں سن کر جمع کرنا ہے اگر تمہارا مقصد علم ہو تو تم حدیث کی تفسیر اور اس کے معانی کی تلاش کرتے اور تم امام ابو حنیفہؒ کی کتب اور ان کے اقوال میں غور و فکر کرتے تو تمہارے لئے حدیث کی وضاحت ہو جاتی اور اس شخص کو ڈانٹا اور اپنی مجلس سے نکال دیا (مناقب موفقی ج ۲/ ص ۴۸)

ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ کا شریعت کو مدون کرنا ایک مسلم امر ہے آپ نے جو مسائل اپنے شاگردوں کو مرتب کرائے ان کو تفسیر احادیث سمجھا جاتا تھا اور کتب فقہ حنفیہ میں وہ سب مسائل تو اترے منقول ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ اب آپ کا یہ فرمانا کہ ہمیں امام اعظمؒ کی کبھی ہوئی کتاب نہیں ملتی جو انہوں نے مدون کی ہو یا اہل ایسے ہے جیسے کوئی کہے کہ ابوالحسن اشعری علم کا کام کا بنیاد ڈالنے والا کیسے ہے ہمیں تو ان کی کوئی کتاب نہیں ملتی تو کہا جائے گا ان کے علم عقائد سے متعلقہ اقوال تمام کتب عقائد میں درج کر دیے گئے ہیں اب ان کے نام سے علیحدہ کتابی شکل میں نہ بھی ہوں تو بھی ان کے مدون اول ہونے میں فرق نہیں آتا اسی طرح اصول حدیث کے مدون اول شعبہ بن حجاج متوفی ۱۶۰ھ اور یحییٰ بن سعید قطان متوفی ۱۹۸ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کو مانا گیا ہے (فرد العیون فی تذکرۃ الفتنی ص ۷۷۰) مگر ان کی ان کی مستقل کتابیں اس عنوان سے آج دنیا میں نہیں ملتی ہیں تو ان کے مدون اول ہونے میں فرق نہیں آئے گا اسی طرح علم صرف ابوالاسود دہلی کے شاگرد و معاذ بن مسلم فراء متوفی ۱۸۷ھ نے وضع کیا (فرد العیون فی تذکرۃ الفتنی ص ۱۱۶) مگر ان کی صرف کی کتاب ان کے نام پر نہیں ملتی نیز علم نحو کا مدون ابوالاسود دہلی ہے (فرد العیون ص ۱۱۸) مگر اس کے نام سے کوئی نحو کی کتاب نہیں ملتی اور علم حدیث کا مدون اول جعفر بن یحییٰ برکی متوفی ۱۸۷ھ ہے (فرد العیون ص ۱۲۳) مگر علم معانی میں

ان کے نام کی کوئی کتاب نہیں ملتی تو کیا آپ ان تمام حضرات کے ان علوم کے مدون اول نے انکار کر دیں گے؟ قطعاً نہیں بلکہ یہ کہیں گے کہ بعد والوں نے اپنی کتب میں ان کے مدون رج کر لئے ہیں ان کے نام سے علیحدہ شائع ہونا ضروری نہیں۔ بالکل اس طرح امام صاحب کے شاگردوں نے اپنی کتب میں امام صاحب کے تمام مدون مسائل لے لئے اور وہ کتب فقہ میں ہم تک متواتر چلے آ رہے ہیں۔

آخر یہ بات آپ ہی بتائیں کہ کسی فن کے مدون اول کے لئے اسکے نام سے کتاب کا شائع ہونا قرآن نے ضروری قرار دیا ہے یا حدیث نے؟ اگر آپ اس بار میں کوئی حدیث یا حدیث پیش نہیں کر سکتے اور قطعاً پیش نہیں کر سکتے تو ہم آپ کا یہ دوسرا "عطاء" تو مانگتے تو" کہہ کر آپ کو واپس کرتے ہیں۔

۱۰۔ واضح رہے کہ ایسا دوسرا اہل دنیا کسی فن میں بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ مثلاً طب کا موجد اول وہ ہونا چاہیے جس کی آج کل کتاب طب بازار میں ملے سب سے پہلا حساب دان وہ ہونا چاہیے جس کی حساب کی کتاب بازار میں ملتی ہو۔ سب سے پہلا جینیئر وہ ہونا چاہیے جس کی اس فن کی کتاب بازار میں دستیاب ہو۔

فائدہ: اس وقت علم عقائد کی سب سے پہلی کتاب امام صاحب کی ملتی ہے فقہ اکبر اور حدیث کی پہلی کتاب بھی امام ابو حنیفہؒ کی ملتی ہے کتاب الآثار جس کے راوی امام صاحب کے تالیف شاگرد ہیں (۱) امام محمد (۲) امام ابو یوسف (۳) امام زفر (۴) حسن بن زیاد وغیرہ اس "رح" و سایا امام اعظمؒ بھی چھپ چکی ہے۔

سوال نمبر ۲: ہم مقلد امام ابو حنیفہؒ کے اجتماع کے ہیں تو فقہ حنفی میں امام صاحب کے قول کو چھوڑ کر صاحبین کے قول پر فتویٰ کیوں دیا جاتا ہے؟

جواب: صاحبین کے قول پر فتویٰ دینا حقیقت کے خلاف نہیں۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ اب حنفی قاضی اس قول کے مطابق فیصلہ کرے جس کے قائل امام صاحب کے شاگردوں میں

سے صاحبین وغیرہ ہوئے ہیں تو یہ فیصلہ امام صاحبؒ کی رائے کے خلاف نہیں ہے الخ اس جزئیہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام صاحب کے شاگردوں کے اقوال امام صاحب کے مذہب سے خارج نہیں ہیں اس لئے کہ فقہانے ان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے جب قول بھی کیا ہے وہ امام صاحب سے ہی منقول ہے (رد المحتار ج ۴/ص ۳۶۲)

شرح عقود رسم المفتی میں ہے کہ امام صاحب کا ہر شاگرد آپ کی کسی روایت کو لے کر اس کو ترجیح دیتا تھا جیسا کہ اس بات کو دور مختار میں نقل کیا ہے۔ دوا البیہ کی کتاب الجہانیا میں ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میں نے کوئی ایسا قول نہیں کیا کہ جس میں میں نے امام ابو حنیفہ کی مخالفت کی ہو مگر وہ بھی امام صاحب کا ہی مرجوح قول ہوگا تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ امام صاحب کے شاگردان کے برخلاف راستہ پر نہیں چلے۔

(شرح عقود رسم المفتی ص ۸۰ بس ۸۱)

اور حادی القدسی کے آخر میں ہے کہ جب کوئی شخص امام صاحب کے شاگردوں میں سے کسی کا قول لے گا تو یہ بات یقیناً معلوم ہے کہ وہ امام صاحب کے قول کو لینے والا ہوگا اس لئے کہ امام صاحب کے تمام بڑے شاگردوں جیسے ابو یوسف اور محمد اور زفر اور حسن رمہم اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا ہم نے کسی مسئلہ میں کوئی قول نہیں لیا مگر وہ ہماری امام ابو حنیفہ سے ایک روایت ہے۔ اور اس بات پر انہوں نے سخت سخت قسمیں کھائیں تو اس وقت فقہ (حنفی) میں کوئی جواب اور مذہب سوائے امام ابو حنیفہ کے نہیں ہوگا خواہ وہ کسی رنگ میں ہو اور امام صاحب کے غیر کی طرف سے صرف مجاز اتفاقاً نسبت (بعض مسائل کی) کی گئی ہے (شرح عقود رسم المفتی ص ۸۱) اویہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے حضرت عمرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد غورتوں کے مسجدوں میں آنے پر ایسی سختی سے پابندی لگائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سختی نہیں فرمائی تھی تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر حضور اکرم ﷺ اس صورت حال کو دیکھ لیتے جو غورتوں نے پیدا کر دی ہے تو حضور اقدس ﷺ

خبر و غورتوں کو مسجد سے روک دیتے (بخاری ص ۱۲۰)

معلوم ہوا کہ حالات کی تبدیلی سے حضرت مڑکی سختی مزاج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مطابق تھی نہ کہ مخالف اسی طرح صاحبین کے اختلاف احوال کی بنا پر بعض امام صاحب مسائل کو ترجیح دی کہ اگر امام صاحب کا سابقہ ان حالات سے پڑتا تو وہ بھی اسی قول کو ترجیح دیتے مسئلہ بالکل مزاج امام کے موافق ہوگا۔

نمبر ۳: اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ چاروں امام حق پر ہیں تو صرف امام ابو حنیفہ کی بات لیں کرتے ہو باقی کی کیوں نہیں کرتے؟

ب۔ باقیوں کے برحق ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ انکی اتباع بھی کی جائے جیسے ایک لاکھ اس ہزار کے قریب انبیاء کرام برحق ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ آدم علیہ السلام کے اپنے (حضرت حوا) جو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں ہاتھ سے پیدا ہوئیں) سے نکاح کیا تھا اب اپنے جز (اولاد) سے نکاح کیا جائے اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بھائی کا بہن سے نکاح درست تھا تو ان کو برحق نبی ماننے والے بھی بہنوں سے نکاح کر دیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے نکاح میں بیک وقت دو بہنیں تھیں تو ان کو حق ماننے والے بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں رکھیں۔ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام دونوں برحق ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی عبادت کا دن ہفتہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کا دن اتوار تھا جیسا کہ ہمارا عبادت کا دن جمعہ ہے اب کوئی آدمی کہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے برحق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم ہفتہ کو یہودیوں کے عبادت خانہ میں اور ہار کو عیسائیوں کے گرجا میں جایا کرو۔ اسی طرح ان پیغمبروں کے حق ہونے کا مطلب کوئی یہ مان کرے کہ روزانہ ایک ایک نماز یہودیوں اور عیسائیوں کے قبلہ کی طرف منہ کر کے پڑھا تاکہ پتہ چل جائے کہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برحق سمجھتے ہو یا نہیں دھوکہ ہے۔ سارے نبی برحق ہیں مگر اتباع ہم اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کی کریں گے اس طرح چاروں ائمہ برحق ہیں لیکن تقلید ہم امام ابوحنیفہؒ کی کریں گے۔ قرآن پاک کی دس قراءتوں کے برحق ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ہر آیت کو دس قراءتوں میں پڑھیں بلکہ ان کے برحق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس جس علاقہ میں جو قراءت تو اتر یا شہرت پہنچی ہے اس کے مطابق قراءت کریں اور باقی قراءتوں کا انکار نہ کریں جیسے یہاں غیر مقلد بھی ایک ہی متواتر قراءت یعنی قاری عام کوئی کے مطابق قرآن پڑھتے ہیں باقی قراءتوں پر غور پڑھتے تو ان کو پورا قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اس طرح ہم سیدہ رسول ﷺ کی متواتر قراءت فقہ حنفی پر عمل کرتے ہیں۔ (اور ہمیں پورا ثواب ملتا ہے)

سوال 4: اصول الشاشی ص ۷۵ پر ہے کہ حضرت انسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ قول پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا حالانکہ دو کثیر الروایات صحابہ میں سے ہیں۔

جواب: قرآن پاک میں لیستفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہ (تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تاکہ خبر پہنچائیں اپنی قوم جبکہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف) (توبہ: ۱۲۲)۔ اس آیت میں غیر فقہاء کو فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اولین مخاطب اس آیت کے صحابہ کرامؓ ہیں، تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے دو گروہ تھے، فقہاء غیر فقہاء اور غیر فقہاء کو فقہاء کی طرف رجوع کا حکم دیا گیا اس طرح ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلہم الذین یتنبطونہ منہم (الآیۃ) (اگر اس کو دیتے رسول تک اور اپنے حاکموں تک تو تحقیق کرتے اس کو جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں) (نساء: ۸۳) اس آیت کریمہ میں اہل استنباط (فقہاء) کو تحقیق قرار دے کر دوسرا ان کی طرف معاملات لے جانے کا حکم دیا ہے۔ اور اس آیت کریمہ کے مصداق اولین صحابہ کرامؓ ہیں معلوم ہوا کہ ان میں سے بعض اہل استنباط تھے اور بعض نہیں، غیر اہل استنباط کو استنباط کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مل فقہ غیر فقہ (ترمذی ص ۳۸۰) یعنی بہت سے فقہ کے حاملین غیر فقہ ہوتے ہیں۔ فرمایا رب حامل فقہ الی من ہو افقہ منہ (ترمذی ص ۳۸۰) کہ بہت سے حامل فقہ آیات کو یاد کرنے والے (روایات کو اس شخص تک پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ فقہاء ہیں۔ اور اس تقسیم کو صحابہ کرامؓ نے بھی تسلیم کیا چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعرئؓ نے فرمایا لا یسئلونی مادام ہذا الحبر فیکم (بخاری ج ۲ ص ۹۹) یعنی جب تک یہ عالم عبد اللہ بن مسعودؓ تم میں موجود ہیں مجھ سے مسئلہ نہ پوچھا کرو۔ حافظ ابن قیم متوفی ۷۵۰ھ نے بھی صحابہ کرامؓ کے دیگر قراء دیئے ہیں بعض کا فتویٰ چلتا ہے اور بعض کا نہیں۔ کل صحابہ من کا فتویٰ چلتا تھا ان کی تعداد ۱۵۱ ذکر کی ہے جس میں سے سات صحابہ۔ عمر بن الخطابؓ ۲۔ علی بن ابی طالبؓ ۳۔ عبد اللہ بن مسعودؓ ۴۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ ۵۔ زید بن ثابتؓ ۶۔ عبد اللہ بن عباسؓ ۷۔ عبد اللہ بن عمرؓ کو کثرت سے فتویٰ دینے والے شمار کیا ہے اور جن کے فتویٰ متوسط تعداد کے ہیں ان کی تعداد بیس (۲۰) ہے اور جن حضرات کے فتویٰ بہت ہی کم ہیں یہاں تک کہ ان میں سے بعض بعض کے تو صرف دو ایک مسائل میں ہی فتوے ہیں ان کی تعداد ۱۲۲ شمار کی ہے (اعلام الموقعین مترجم ص ۷۷-۸، ج ۱)۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ متوفی ۱۱۷۹ھ نے بھی یہی لکھا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے دو گروہ تھے بعض مجتہدین بعض تقلد اصول الشاشی کے مصنف نے بھی راویان حدیث کی دو قسمیں ذکر کی ہیں: (۱) معروف بالعلم والا اجتہاد جیسے خلفاء اربعہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم وغیرہم (۲) جو حافظہ اور عدالت میں تو مشہور ہیں نہ کہ اجتہاد و فتویٰ میں ان کی مثال حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انسؓ رضی اللہ عنہما سے دی ہے پھر اس دوسری قسم کا حکم بیان کیا ہے کہ ان کی روایت اگر قیاس کے موافق ہو تو اس پر عمل کے لازم ہونے میں کوئی خفا نہیں اور اگر ان کی روایت قیاس کے مخالف

دو تو قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

خیانت: معترض نے مطلق یہ قول ذکر کیا ہے کہ حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے قول پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا حالانکہ کتاب میں ان کے قول کا ذکر نہیں انکی روایت کی بات ہے پھر اگر ان کی روایت تو اترا یا شہرت کے درجہ کی ہو تو اس کے انکار کو غلطی ترتیب کفر اور بدعت کہا ہے (ص ۷۷) اور اگر خیر واحد: دو اور قیاس کے موافق ہو تو بھی اس پر عمل کو لازم قرار دیا ہے صرف خبر واحد خلاف قیاس کا وہ حکم ذکر کیا ہے جو معترض نے اعتراض میں نقل کیا ہے تو گویا نقل میں ۳/۴ حصہ خیانت کی اور ۱/۴ حصہ میں بھی یہ تلخیص کی کہ یہ نہیں بتایا کہ یہ مسلک صرف احناف کا نہیں بلکہ صحابہ کرام کا ہے کیونکہ علامہ شاشی نے اس کی مثال میں حضرت ابن عباسؓ کا حضرت ابو ہریرہؓ کی خلافت قیاس خیر واحد کو رد کرنے کا ذکر فرمایا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جب یہ خبر واحد نقل کی کہ آگ کی پکی چیز کے استمال سے وضو نہ جاتا ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے صرف قیاس سے معارضہ کیا کہ کیا اگر آپ گرم پانی سے وضو کریں تو آپ کو دوبارہ وضو کرنا پڑے گا تو حضرت ابو ہریرہؓ خاموش ہو گئے اور حضرت ابن عباسؓ نے اس کو صرف قیاس سے رد کیا ہے اگر ان کے پاس کوئی خبر ہوتی تو اس سے معارضہ کرتے (اصول الشاشی ص ۷۵) پھر حاشیہ پر اس کی وجہ بھی تحریر کی تھی کہ غیر فقیہ کی روایت میں دو وجہ سے شبہ پایا جاتا ہے ایک خبر واحد کے ہم تک متصل ہونے میں اور دوسرا نقل میں غلطی کا شبہ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان حدیث کا بالعمنی نقل کرنا عام طور پر پایا جاتا تھا اور یہ احتمال ہے کہ غیر فقیہ نے اس کو اپنے الفاظ میں نقل کیا: دو اور یہ الفاظ ان حافی کو ایسا ادا نہ کر سکے ہوں جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نے ادا کیا تھا تو اس سے خبر واحد کے متن میں بھی شبہ ہو جائے گا اور قیاس میں صرف ایک شبہ ہوتا ہے کہ قیاس کی علت جس صفت کو بنایا ہے واقع میں وہ علت ہے یا نہیں تو ایک شبہ والی دلیل دو شبہ والی دلیل پر راجح ہوگی۔

لدنہ: مصنف نے یہ کہہ کر کہ وہ اجتہاد و فتویٰ میں معروف نہ: ہوں ایک اور دلیل کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تمام آیات و احادیث کا تقاضا بھی ہے کہ غیر معروف کو معروف کے برابر نہ کیا جائے بلکہ اس کو ترک کیا جائے۔

ہیئت حال: اصل اس حوالہ سے غیر مقلدین کا مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرام کی عزت بانہیں قربان کرنے والے گروہ کو اس طرح بدنام کیا جائے کہ ان کے دل میں صحابہ کرام کی عظمت نہیں اور ہماری (غیر مقلدین کی) بعض صحابہ والی عبارات کی طرف لوگوں کی توجہ نہ آئے ہم غیر مقلدین کی بعض عبارات بجا تبصرہ نقل کرتے ہیں تاکہ عوام سمجھ جائیں کہ ان کے دل میں منقلب صحابہ کس درجہ کی ہے (۱) قول صحابی حجت نہیں (عرف الجادی ص ۳۸) (۲) اقوال صحابہ حجت نہیں (ایضاً ص ۴۴) (۳) آثار صحابہ سے استدلال درست نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو ان آثار کے مطابق عبادت کرنے والا بنایا ہے (ایضاً ص ۸۰) (۴) اصول میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قول صحابی حجت نہیں اور اگر حجت ہے تو جماع صحابہ میں لیکن یہ بھی ان کے ہاں ہے جو جمیع اجماع کے قائل ہیں (عرف الجادی ص ۱۰۱)، (۵) حضرت ابن عباس اور دوسرے صحابہ اور ان کے بعد والوں کا اجتہاد کسی پر امت نہیں ہے (ایضاً ص ۲۰۲)، (۶) اور اجتہاد صحابہ امت میں سے کسی پر حجت نہیں ہے (عرف الجادی ص ۲۰۷) (۷) بعض صحابہ کے اقوال سے استدلال کچھ مفید نہیں کیونکہ ہم ان کے اقوال کے مطابق عبادت کرنے والے نہیں ہیں (عرف الجادی ص ۲۰۳) (۸) حضرت عمرؓ کے بارہ میں لکھا ہے "روایت کی طرح ان کی روایت ہم پر واجب التعمیل نہیں ہوتی ممکن ہے کہ وہ درست نہ ہو" (شیخ محمدی ص ۱۱) (۹) ان جہاں کم فاسق بنبا فتنوا ولید ان عقبہ کے بارہ میں نازل ہوئی اس طرح افمن کان مؤمناً کممن کان فاسقاً (الآیۃ)

بنا جاتے ہیں کہ یہ ساری تقریریں سر جوع قول کے مطابق ہے، ورنہ منہ کا راجح قول (معروف) ہے۔
معروف یا نہی کی تعلیم کے لئے (مطلقاً) روایت صحابی کے قول کرنے کا ہے۔

کی وجہ سے فاسق کی خبر میں سوچ بچار کی جائے گی اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ بعض صحابہ فاسق تھے جیسے ولید اور ایسا ہی ۱۰ معاویہ، عمرو، مغیرہ اور سمرہ کے بارہ میں کہا جاتا ہے (نزل الا برار ج ۳ ص ۹۴) (۱۰) معاویہ اور ان کے بعد ملوک و امراء ہیں ائمہ اور خلفاء نہیں (نزل الا برار ج ۱ ص ۷) (۱۱) خلفائے راشدین کا خطبہ میں ذکر سلف صالحین سے منقول نہیں اس لئے اس کا ترک بہتر ہے (نزل الا برار ج ۱ ص ۱۵۳) (۱۲) جو شخص شیخین (حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کو یا حضرت علیؓ کو سب سے (گالی دے) اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور وہ کافر نہیں ہوگا (نزل الا برار ج ۲ ص ۳۱۸) (۱۳) مولوی صاحب (مولوی عبدالحق بناری) نے ہمارے سامنے کہا کہ عائشہؓ علیؓ سے لڑی اگر بغیر توبہ مری تو مرتد مری (کشف المحجوب ص ۴۲) اور یہ بھی دوسری مجلس میں کہا کہ صحابہ کا ظلم ہم سے کم تھا ان کو ہر ایک کو پانچ پانچ حدیں یاد تھیں ہم کو ان سب کی حدیں یاد ہیں (کشف المحجوب ص ۴۲)

سوال ۵: ڈاکٹر صاحب نے کہا امام اعظم ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ سے ملاقات کی ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ ان کی ملاقات ثابت نہیں اکمال فی اسماء الرجال مشکوٰۃ ص ۶۲۴ میں ہے امام صاحب نے چار صحابہ کا زمانہ پایا ہے اور ان میں سے کسی سے ملاقات ثابت نہیں۔

جواب: ملائی قارئی فرماتے ہیں جس شخص نے امام صاحبؒ کی تابعت کی نفی کی ہے دو یا چار تصور تلاش کے یا بوجہ تعصب شدید کے ہے (اقامہ الحجۃ ص ۱۴ بحوالہ فتح المبین ص ۲۶۳) ابن جوزی نے العلل المتناہیہ میں لکھا ہے امام صاحب نے نہیں سماعت کی کسی صحابی سے بلکہ حضرت انسؓ کو دیکھا ہے (فتح المبین ص ۲۶۳) علامہ شمس الدین ذہبیؒ ۷۴۸ھ فرماتے ہیں جب حضرت انسؓ کو فخر تشریف لائے تو آپ نے کئی دفعہ انہیں دیکھا (تذکرۃ الحفاظ مترجم ج ۱ ص ۱۴۷) حافظ ابن حجر مکیؒ متوفی ۷۹۷ھ نے اپنی کتاب "الخیرات الحسان" میں چھٹی فصل کا عنوان ہی یہ باندھا ہے "ان صحابہ کے بارہ میں جن کو امام ابو حنیفہؒ نے پایا ہے" (الخیرات الحسان ص ۴۷) پھر فرماتے ہیں یہ بات پایہ صحت کو پہنچ چکی ہے جیسا کہ ذہبیؒ نے کہا کہ امام

ابو حنیفہؒ نے شیخین میں حضرت انسؓ کو دیکھا اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے حضرت انسؓ کو کئی مرتبہ دیکھا وہ سرخ خضاب لگاتے تھے اور اکثر محمد ثین اس رات پر قائم رہتا کہ تاہی وہ ہے جس نے صحابی سے ملاقات کی ہو اگرچہ اس کی صحبت (شاگردی) کا اس کو موقع نہ ملا ہو، تابعی کی اس تعریف کو ابن صلاح کی طرح امام نوویؒ نے بھی صحیح قرار دیا ہے اور بہت سی سندوں سے یہ بات آئی ہے کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ سے تین احادیث روایت کی ہیں (الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ العمان ص ۴۷)

پھر فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام ابن حجرؒ کے قاضی میں ہے کہ امام صاحبؒ نے صحابہ کرام کی ایک اس جماعت کو پایا ہے جو آپ کی ۸۰ھ میں پیدا ہوئے کے بعد کوفہ میں تھے البذاپ تابعین کے طبقہ میں شمار ہوئے ہیں اور یہ (تابعت کی فضیلت) آپ کے معاصر ائمہ جیسے شام میں اوزاعی، بصرہ میں: دونوں حماد اور کوفہ میں ثوری اور مدینہ میں امام مالک اور مصر میں لیث بن سعد میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی (الخیرات الحسان ص ۴۸) اس کے بعد ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ اس بنا پر امام ابو حنیفہؒ ان تابعین کی ذوات بابرکات میں داخل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کا قول والذین اتبعوہم باحسان ورضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعدلہم حنت تجری تحتہا الانہار خالدين فیہا ابدًا ذلک الفوز العظیم شامل ہے (ترجمہ: اور جو ان (مہاجرین و انصار) کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہو ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھے ہیں واسطے ان کے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے لہریں، رہا کریں گے انہیں میں ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی (الخیرات ص ۴۸) پھر ابن حجر مکیؒ نے ۱۶ صحابہ سے ملاقات اور بعض سے روایات کے مثبت منفی اقوال نقل کر کے فرمایا کہ محمد ثین کا قاعدہ ہے اتصال کا راوی ارسال و انقطاع کے راوی پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ اس کے پاس زیادتی علم ہے۔ اس اصول سے علامہ عینی کے قول (کہ امام صاحبؒ کا صحابہ کرام سے سماع ثابت ہے) کی تائید ہوتی ہے: اس بات کو اچھی طرح ذہن میں محفوظ رکھ کیونکہ یہ بڑی اہم

بات ہے (الخیرات الحسان ص ۵۵) حافظ ابن حجر مستطانیؒ متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۳۹) علامہ صدرالائمہ موفق بن احمدؒ کی متوفی ۵۶۸ھ نے اپنی کتاب میں مستقل باب باندھا ہے جس میں امام صاحب کی صحابہ کرام سے ملاقات بلکہ روایات کو ذکر فرمایا ہے اس باب کے آخر میں حضرت علاء کے واسطے سے نقل کرتے ہیں کہ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سات صحابہ سے ملاقات کی اور ان میں سے ہر ایک سے حدیث سنی (مناقب موفق ج ۱ ص ۳۵)۔ علامہ کروریؒ متوفی ۸۲۷ھ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں اللہ تعالیٰ کے قول والذین اتبعوہم باحسان والی آیت میں داخل ہیں (مناقب کروری ص ۴ و ۵) علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی تہذیب الخلفیہ میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں تابعیت امام رحمۃ اللہ علیہ کو تسلیم کیا ہے مسند امام اعظمؒ میں سات روایات امام صاحب کی صحابہ کرام سے بلا واسطہ منقول ہیں۔

حدیث نمبر ۱: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا۔ ۹۶ھ میں نے اپنے والد المحترم کے ساتھ حج کیا اس وقت میری عمر ۱۶ سال تھی جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو میں نے ایک عظیم حلقہ دیکھا میں نے اپنے والد گرامی سے پوچھا یہ کس کا حلقہ ہے تو انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی عبداللہ بن الحارث بن جزاءؓ نے بیدی کا حلقہ ہے میں آگے بڑھا تو میں نے ان کو سنا فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے کہ جو اللہ تعالیٰ کے دین کی فقاہت حاصل کر لے اللہ تعالیٰ تمام مقاصد میں اس کی کفالت فرمائیں گے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی عطا فرمائیں گے جہاں اس کا وہم و گمان نہ ہوگا (مسند امام اعظم ص ۲۰)

حدیث نمبر ۲: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفیؓ کو سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لے

وئی مسجد بنائے اگر بحث مباحثہ کے گھوڑے کی مثل ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں عظیم گھر بنا دیں گے (مسند ص ۴۷)

حدیث نمبر ۳: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں حضرت عائشہ بنت جبرؓ کو سنا فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر زمین میں بکڑی ہے نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ اس کو حرام کرتا ہوں (مسند امام اعظم ص ۱۹۴)

حدیث نمبر ۴: امام ابوحنیفہؒ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک ہزاری صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے اللہ کے رسول مجھے کوئی بچہ نہیں عطا کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہاں تو کثرت استغفار اور کثرت صدقہ سے دور ہے ان دونوں کی وجہ سے تجھے اولاد عطا کی جائے گی اس کے بعد وہ آدمی صدقہ اور استغفار کثرت سے کرتا تھا حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ اس کو نو بیٹے عطا کئے گئے (مسند امام اعظم ص ۲۰۸)

حدیث نمبر ۵: امام ابوحنیفہؒ حضرت انسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی پر دلالت کرنے والے کو نیکی کرنے والے کی طرح ثواب ملتا ہے (مسند امام اعظم ص ۲۱۴)

حدیث نمبر ۶: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن انیسؓ ۹۴ھ میں کوفہ تشریف لائے میں نے آپ کی زیارت کی اور میں نے چودہ سال کی عمر میں ان کو سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے کہ تیرا کسی چیز سے محبت کرنا اندھا اور بہرا کر دیتا ہے (مسند ص ۲۱۵ و ۲۱۶)

حدیث نمبر ۷: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت داؤد بن الاسقعؓ کو سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کی تکلیف پر خوشی نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ تجھے (اس مصیبت میں) مبتلا کر دیں گے اور اس کو عافیت دے دیں گے (مسند ص ۲۱۶)

مطالبہ! اب آپ فرمائیں کہ سوا امام اعظم کے قول تابعیت کو چھوڑ کر آپ نے جو صاحب

اکمال کے قول پر دعویٰ رمانی ہے اس کا آپ کو خدا یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے جبکہ حدیث پاک میں سواد اعظم سے ملنے کا حکم ہے آپ آخر اس سے کیوں ٹوٹ رہے ہیں قرآن پاک کی متواتر قراتوں کے مقابلہ میں کسی شاذ قرات کو آپ قبول کریں گے یا حدیث متواتر کے مقابلہ میں آپ شاذ روایت کو ترجیح دیں گے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر بیعت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارہ میں جمہور کے قول کو چھوڑ کر آپ اس شاذ قول کو کیوں قبول کر رہے ہیں جس کے بارہ میں پہلے نقل کر چکا ہوں کہ تابعیت امام اعظمؒ کا انکار جہالت یا تعصب پر مبنی ہے (اقامۃ الحجۃ ص ۱۳)

اب صاحب مشکوٰۃ کے چند حوالے نقل کر کے فیصلہ آپ پر چھوڑتے ہیں کہ مذکورہ قول جہالت پر مبنی ہے یا تعصب پر (۱) صاحب اکمال نے ائمہ کے ذکر میں امام مالکؒ کا سب سے پہلے ذکر کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ وہ زمانے، مرتبے اور معرفت و علم کے اعتبار سے مقدم ہیں (ص ۶۲۳) اور پھر اسی صفحہ پر امام مالکؒ کی پیدائش ۹۵ھ اور امام ابوحنیفہؒ کی پیدائش ۸۰ھ ذکر کی ہے، کیا ۸۰ھ میں پیدا ہونے والا زمانہ کے اعتبار سے مقدم ہے یا پندرہ سال بعد ۹۵ھ میں پیدا ہونے والا؟ پھر صاحب مشکوٰۃ نے یہ تو آپ کے بقول بھی اعتراف کر لیا ہے کہ امام صاحب نے چار صحابہ کا زمانہ پایا ہے اور حضرت امام مالکؒ کے بارہ میں یہ بات ذکر نہیں فرمائی تو جس نے صحابہ کا زمانہ نہ پایا ہو یا کم پایا ہو اس کا مرتبہ مقدم ہوتا ہے یا اس کا جس نے کم از کم تیس سال کا زمانہ پایا ہو؟ پھر امام صاحب کے بارہ میں یہ فرمایا ہے کہ انہوں نے چار صحابہ کا زمانہ پایا ہے حالانکہ اسی اکمال سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے (۱) حضرت عبداللہ بن جزاءؒ کی پیدائش کا زمانہ بھی پایا ہے کیونکہ ان کی وفات امام صاحب کی پیدائش کے پانچ سال بعد ۸۵ھ میں ہوئی ہے (اکمال ص ۶۰۳) اس طرح (۲) حضرت ابوامامہؒ باہلی کا چودہ سال کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کی وفات ۸۶ھ میں ہوئی ہے (اکمال ص ۵۸۶) (۳) حضرت مالک بن حویرثؒ کا آپ نے چودہ سال کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کی وفات ۹۴ھ

دہلی (اکمال ص ۶۱۵) (۴) حضرت ابوامامہ انصاریؒ کا بیس سال کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کی وفات ۱۰۰ھ میں ہے (اکمال ص ۵۸۶) (۵) حضرت عمرو بن حریثؒ کا پانچ سال کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کی وفات ۸۵ھ میں ہوئی ہے (اکمال ص ۶۰۷) اور (۶) حضرت ابوبکر بن خالدؒ کا گیارہ سال کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کی وفات ۹۱ھ میں ہوئی ہے (اکمال ص ۵۹۸) (۷) نیز حضرت طارق بن شہابؒ کا دو سالہ زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کی وفات ۸۶ھ میں ہوئی ہے (اکمال ص ۶۰۱) (۸) اور حضرت عبداللہ بن بسرؒ کا آٹھ سال کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کی وفات ۸۸ھ میں ہوئی ہے (اکمال ص ۶۰۳) (۹) اور حضرت عبداللہ بن خطابؒ کا ۹ سال کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کی وفات ۸۹ھ میں ہوئی ہے (اکمال ص ۶۰۳) اور (۱۰) حضرت عقبہ بن عبدالمسلمیؒ کا سات سال کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کا وصال ۸۷ھ میں ہوا ہے (اکمال ص ۶۰۶)، اور (۱۱) حضرت قبیصہ بن ذویبؒ کا چھ سال کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کا وصال ۸۶ھ میں ہوا (اکمال ص ۶۱۳)، اور (۱۲) حضرت محمود بن لبیدؒ کا ۱۶ سال کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کا وصال ۹۶ھ میں ہوا (اکمال ص ۶۱۸) اور (۱۳) حضرت مقدم بن معدیکربؒ کا سات سال کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کا وصال ۸۷ھ میں ہوا (اکمال ص ۶۱۶) اور (۱۴) حضرت مالک بن اوسؒ کی حیات کا زمانہ آپؐ نے بارہ سال پایا ہے کیونکہ ان کا وصال ۹۲ھ میں ہوا (اکمال ص ۶۱۵)۔ تو جب اکمال سے اٹھارہ صحابہ کرام کا زمانہ امام صاحب کی زندگی میں ثابت ہے تو اس قول کا کیا مطلب ہوگا کہ آپ کے زمانہ میں چار صحابہ زندہ تھے؟

کیا فقہی مسائل قرآن کے مخالف ہیں؟

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ بعض بھائی کہتے ہیں کہ فقہ قرآن و حدیث کے مطابق ہے، میں نہیں مانتا بلکہ میں ایسے مسائل لکھ رہا ہوں جو قرآن و حدیث کے خلاف ہیں اور فقہ میں موجود ہیں۔ مہربانی فرما کر جواب دیں۔ پھر سات سوال اس نے لکھے ہیں۔

پہلی: ان سوالوں اور ان کے جوابات سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ

قرآن و سنت میں فقہ اور فقہاء کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ فقہ کی مذمت بیان نہیں کی گئی۔
۱:۔۔۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ اس کو دین کی فقاہت عطا فرماتے ہیں اور اس کو دنیا سے بے رغبت کر دیتے ہیں اور اس کو اس کے عیوب دکھاتے ہیں۔

۲:۔۔۔ مسند بزار میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو دین کی فقہ عطا فرماتے ہیں اور اس کے دل میں اس کی ہدایت کی باتیں القاء فرماتے ہیں۔ (کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۶۰)

۳:۔۔۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی گھرانے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان کو دین میں فقاہت عطا فرماتے ہیں اور ان کے چھوٹے بیٹوں کی عزت کرتے ہیں۔ الخ (دارقطنی فی الافراد عن انس)

۴:۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان میں فقہاء زیادہ اور جاہل کم کر دیتے ہیں۔ جب فقہ کا کام کرتا ہے تو اس کے بہت سے مددگار ہوتے ہیں اور جب جاہل کا کام کرتا ہے تو اس کو ڈانٹ دیا جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان کے جاہل زیادہ اور فقہ کم کر دیتے ہیں۔ جب جاہل بات کرتا ہے تو اس کے بہت سے مددگار ہوتے ہیں اور جب فقہ کا کام کرتا ہے تو اس کو ڈانٹ دیا جاتا ہے۔ (عن حبان بن ابی جبلہ مسند فردوس عن ابن عمرؓ)

۵:۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین میں فقہ بنا دیتے ہیں۔

(مسند احمد و بخاری عن معاویہؓ مسند احمد و ترمذی عن ابن عباسؓ بخاری عن ابی ہریرہؓ و مسلم عن ابن مسعودؓ)
۶:۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر فقہ کے عبادت کرنے والا بچکی کے گدھے کی طرح ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقہ بخوار جاہل ہو کر نہ مرد۔ (ابن اسحاق عن ابن عمرؓ)
اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی ایسی چیز سے نہیں کی گئی جو فقہ بنی الدین سے افضل ہو اور یا ایک فقہ شیطان پر ہزار عبادت گزار سے زیادہ سخت ہے اور ہر چیز کا ایک ستون ہے اور دین کا ستون فقہ ہے۔ (طبرانی اوسط بیہقی شعب الایمان عن ابی ہریرہؓ)

سب سے افضل عبادت فقہ ہے۔ (طبرانی عن ابن عمرؓ)
دو خصلتیں منافق میں جمع نہیں ہوتیں۔ اچھا اخلاق اور دین کی فقہ۔

(ترمذی عن ابی ہریرہؓ)
فقہ کا طلب کرنا ہر مسلمان پر سخت واجب ہے۔ (رداء حاکم عن انسؓ)

۱۲:۔۔۔ امام ابو حنیفہؒ حضرت عبداللہ بن جزاء الزبیدی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے جو دین میں فقہ بن گیا اللہ تعالیٰ اس کے مقاصد میں اس کو کفایت کریں گے اور ایسی جگہ سے اس کو روزی عطا فرمائیں گے جہاں اس کا وہم و گمان ممکن نہ ہوگا۔ (خطیب دار بن نجار)

۱۳:۔۔۔ بہترین عبادت فقہ ہے۔ (ابو الشیخ عن انسؓ)
۱۴:۔۔۔ عبادت فقہ ہی کے ساتھ ہے اور فقہ کی مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

(دارقطنی فی الافراد عن ابن عمرؓ)
۱۵:۔۔۔ تھوڑی فقہ کثیر عبادت سے افضل ہے۔ (ابو یعلیٰ عن ابن عمرؓ)

۱۶:۔۔۔ ہر چیز کی ترقی اور تنزل ہے۔ اس دین کی ترقی یہ ہے کہ سارے کا سارا قبیلہ فقہ بن جائے، پورے قبیلے میں اس سے علیحدہ ہونے والا ایک یا دو شخص ہوں اور اس دین کا تنزل یہ ہے کہ سارے کا سارا قبیلہ غیر فقہ ہو، اس میں ایک یا دو فقہ آدمیوں سے زائد کوئی نہ پایا جائے۔ پس وہ مقبور اور ذلیل ہوں، اس پر کوئی مددگار اور نصرت کرنے والا نہ پائیں۔

(ابن اسحاق و ابو نعیم عن ابی امامہؓ)

۱: اس عبادت گزار کی مثال جو فقہ حاصل نہ کرے اس شخص کی سی ہے جو رات بھر عبادت بنائے اور صبح کو گرا دے۔

(ابن ابی الدینانی العلم والدی عن عائشہ) (منتخب از کنز العمال جلد ۱۰ کتاب العلم)
○ اسی طرح پوری امت فقہ کو خیر مانتی رہی ہے، یعنی جو اجتہاد مجتہدین ماہر شریعت کا ہو نہ کہ غیر ماہرین کا۔ چنانچہ امام بخاری وغیرہ محدثین اپنی اپنی کتب میں فضائل فقہ کے ابواب باندھے ہیں۔ مثلاً باب ما لا یسنحی من الحق للفقہ فی الدین (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۰) باب من یرد اللہ بہ خیراً یلفہ فی الدین (بخاری جلد ۱۶ باب السمر فی الفقہ والخیر بعد العشاء (بخاری جلد ۸۴) باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۸۴) باب اذا اراد اللہ بعبید خیراً فقیہ فی الدین (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۷۹) باب اختلاف الفقہاء (دارمی مقدمہ)

اسی طرح تمام محدثین کسی نہ کسی فقیہ کے مقلد ہوئے ہیں، اگر فقہ حدیث کے خلاف ہوتی تو یہ محدثین بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی وغیرہم محدثین فقہاء کی تقلید نہ کرتے، پھر جن لوگوں نے ساری زندگی فقہ اور حدیث پڑھنے پڑھانے میں گزاری، مثلاً علامہ زیلعی، حافظ ابن حجر، عینی، قسطلانی، ابن ہمام، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ اسحاق صاحب، شاہ عبدالغنی صاحب، حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی، حضرت شاہ الہند، حضرت مدنی، سید انور شاہ صاحب کشمیری، حضرت بنوری، حضرت تھانوی، حضرت مدظلہ خیر محمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ یہ وہ جہال علم ہیں جن کی حدیث اور فقہ دونوں پر کامل نظر تھی۔ انہی علوم کو پڑھتے پڑھاتے انہوں نے اپنی عمر ختم کر دی۔ انہوں نے تو کبھی یہ نہ کہا کہ فقہ حدیث کے خلاف ہے اور آج کل کے جاہل جو نہ فقہ سے واقف ہیں نہ حدیث سے وہ کہتے ہیں کہ فقہ حدیث کے مخالف ہے، حالانکہ ان کی رائے محدثین و فقہاء کے مقابلہ میں ایسی ہے

ہر مریض کی رائے ڈاکٹروں کے متفقہ فیصلہ کے خلاف ہو، جس طرح اہل فن میں مریض کی رائے بے وقعت ہے اسی طرح آپ کی رائے فقہاء اور محدثین کے مقابلہ میں شریعت کی نظر میں بے وقعت ہے۔

اب فقہ کے بارہ میں اعتراضات اور ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۱:..... الہدایۃ القرآن کہ ہدایہ قرآن کی طرح ہے۔ کیا یہ ہدایہ جو مخلوق کی نکمسی ہوئی ہے وہ خالق کی کام سے کیسے مقابلہ کر سکتی ہے؟ (مقدمہ ہدایہ)

الجواب:..... سوال کا حاصل یہ ہے کہ تشبیہ میں تقابل ہوتا ہے اور خدا اور مخلوق کی ہوتی اشیاء میں یہ تشبیہ والا تقابل قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ سائل پر لازم تھا کہ:

اس تشبیہ کو ثابت کرتا کہ یہ فقہ کا مسئلہ ہے، نہ کہ یا علم بیان کا نہیں، اور اہل حدیث کے اصول اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے مطابق یہ بات قرآن پاک کی صریح آیت یا حدیث صریح مرفوعہ غیر معارض سے ثابت کرتا، مگر یہ بات نہ اس نے ثابت کی اور نہ کوئی ثابت کر سکتا ہے۔ سوائے لو کہان بعضہم لبعض ظہیر، تو یہ اس کا پہلا جھوٹ ہو گیا کہ اس نے علم لغت و علم بیان کے تشبیہ والے مسئلہ کو فقہ کا مسئلہ کہا۔

۲: قرآن پاک کی صریح آیت یا حدیث صحیح صریح سے یہ ثابت کرتا کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں تقابل ہوتا ہے، مگر یہ بات ثابت کرنے سے بھی پوری غیر مقلدیت ناجز رہے گی۔ (انشاء اللہ) تو یہ دوسرا جھوٹ ہوا۔

۳: خدا اور مخلوق کی بنائی ہوئی چیزوں میں یہ تقابل یعنی تشبیہ ناجائز ہے، اس کو بھی کسی آیت یا حدیث سے کوئی ثابت نہیں کر سکتا، تو اس دعویٰ مخالف فقہ و قرآن و حدیث کی بنیاد ان تین جھوٹوں پر ہو گئی اور قرآن پاک میں لعنۃ اللہ علی الکاذبین "کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔" تو فقہ پر اعتراض کرنے کے لئے آپ کو تین لعنت کی خندقیں عبور کرنا پڑیں اور

پھر بھی خائب و خاسر لوٹنا پڑا۔

وضاحت:..... تشبیہ لغت میں ایک چیز کے دوسری چیز سے اشتراک معنوی کا نام ہے۔ اس میں مشبہ اور مشبہ بہ کا نہ کوئی تقابل مقصود ہوتا ہے نہ مساوات کلیہ، مثلاً زید شیر کی طرح ہے۔ اس میں زید اور شیر میں نہ تقابل مقصود ہے نہ تمام صفات وغیرہ میں اشتراک کہ کوئی فیہ مقلد دیکھے کہ شیر کی چار ٹانگیں ہیں، زید میں بھی چار ٹانگیں تلاش کرنا شروع کر دے، شیر کی ذم ہے تشبیہ کی وجہ سے اب زید کی ذم بھی تلاش کرنا شروع کر دے، بلکہ صرف بہادری میں اشتراک بیان کرنا مقصود ہے، پھر اس بہادری میں بھی مساوات مقصود نہیں بلکہ اکثر مشبہ میں وہ صفت بہ نسبت مشبہ بہ کے کمزور ہوتی ہے اور بلاض اوقات غیر مشبور کو مشبور تر کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔ دیکھئے قرآن پاک کی آیت مثل نودہ کمشکوۃ کا ترجمہ محمد جونا گڑھی نے مقلد نے یہ کیا ہے: "اس کے نور کی مثال مثل ایک طاق کے ہے جس میں چراغ، داور چراغ شیشہ کی قدیل میں ہو۔" (ترجمہ جونا گڑھی مع تفسیر صراح الدین یوسف صفحہ ۸۷۹) تو کیا غیر مقلدین یہ شور مچائیں گے کہ نور خداوندی جو غیر مخلوق ہے اس کو مخلوق کے بنائے ہوئے اور چراغ سے کیوں تشبیہ دی اور یہ مقابلہ کیسے صحیح ہے؟ تو سب کہیں گے جتنا بہ حترض صاحب ہی تشبیہ کے معنی سے باخبر نہیں، اسی طرح اگر کوئی کہے کہ درود ابراہیمی میں روزانہ کھانا صلیبت علی ابراہیم میں صلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صلوة علی ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دے کر پانچ وقت کی نمازوں میں مساوات یا تقابل کیا جا رہا ہے تو یہی جواب دیا جائے گا کہ ابراہیم علیہ السلام کے "اشہر" ہونے کی وجہ سے یہ تشبیہ دی ہے۔ تشبیہ من کل الوجہ نہیں ہوتی، اسی طرح ان الیادۃ کالقوآن میں نسخ تہ اول کتب ہے۔ یعنی جس طرح قرآن پاک نے کتب ساویہ کو منسوخ کر دیا اسی طرح ہدایہ کو ان تعالیٰ نے ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ اس سے پہلے فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتب کی جگہ ایسے

یہ نے لے لی جیسے قرآن پاک نے کتب ساویہ سابقہ کی جگہ لے لی۔

خلاصہ یہ کہ نسخ شہرت و مقبولیت عامہ میں تشبیہ ہے نہ کہ کسی اور چیز میں۔ البتہ یہ میں "بجہ شبہ" قوی ہوتی ہے بہ نسبت مشبہ کے، اس لئے سابقہ کتب ساویہ کی شہرت و اس دونوں ختم ہو گئے اور کتب فقہ حنفیہ کا صرف تہ اول منسوخ ہوا نہ کہ کل۔

متراض نمبر ۲:..... قدوری صفحہ ۲۲ پر ہے کہ اگر تشہید کی مقدار کے اندر کوئی ایسا عمل کیا جو منافی نماز ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز ہو جاتی ہے۔ مثلاً جان بوجھ کر سامان نایا گوز لگا دینا۔

الجواب:..... معترض پر ضروری تھا کہ اس مسئلہ کے خلاف کوئی آیت یا حدیث صحیحہ غیر حاض پیش کرنا، مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ فقہ اور حدیث دونوں کے بارہ میں وسات سے کام لیا ہے۔

سببیں نمبر ۱:..... قدوری اور فقہ کا یہ مسئلہ تشہید کے بعد کا ہے جبکہ اس نے تشہید کی مقدار کے اندر لکھ کر قدوری اور امام صاحبؒ پر دو جھوٹ بولے ہیں۔ قدوری میں بعد بعد قدر الشہد کے الفاظ ہیں اور اسی حالت کے ساتھ مذکورہ مسئلہ کا تعلق ہے۔

سببیں نمبر ۲:..... نام غیر مقلدین کی عادت کی طرح سائل نے یہ مسئلہ وہاں نقل کیا جہاں اس کی تفصیل نہیں تھی حالانکہ قدوری نے یہی دو ورق پہلے نماز کا مسنون بقہ یوں لکھا ہے کہ دوسرے قعدہ میں التحیات پڑھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور ادعیہ ماثورہ اور الفاظ قرآن کے مشابہ جو دعا چاہے مانگے اور ایسے الفاظ سے دعا نہ لگے جو لوگوں کی کلام کے مشابہ ہے، پھر اپنی دائیں جانب السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہے ہوئے سلام پھیرے، پھر اپنی بائیں جانب اسی طرح سلام پھیرے۔ (قدوری ص ۴۶) یہ نماز کا مسنون طریقہ ذکر کیا ہے معترض نے اس کی طرف قلم التفات نہیں

۲..... امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اسحاق بن ابراہیم کا مسلک یہ ہے کہ جب نماز الحیات پڑھ لے اور سلام نہ پھیرے تو اس کے لئے اتنا کافی ہے اور انہوں نے عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تشہد سکھایا، پھر فرمایا کہ جب تو اس سے فارغ ہو جائے تو تو نے وہ فرض جو تجھ پر لازم تھا ادا کر دیا۔ (ترمذی جلد ۸ صفحہ ۸۶) ابوداؤد شریف میں ہے کہ جب تو یہ تشہد پڑھ لے یا اس فعل کو ادا کر لے، پس تحقیق تو نے پورا کر لیا اپنی نماز کو، اگر تو کھڑا ہونا چاہے تو کھڑا ہو جا اور اگر بیٹھنا چاہے تو بیٹھ رہ۔ (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۹۷)

۳..... حضرت علیؓ نے فرمایا جب تشہد کی مقدار بیٹھ جائے پھر وضو ٹوٹ جائے تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔ (بیہقی واسنادہ حسن، اعلام السنن) یہ حدیث حکما مرفوع ہے۔

(اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۱۷)

۴..... حضرت حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارہ میں جو آخری سجدہ سے سر اٹھائے، فرمایا کہ اس کی نماز کفایت نہیں کرے گی یہاں تک کہ وہ التحیات پڑھے یا التحیات کی مقدار بیٹھے۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۹۰)

۵..... حضرت عطاءؒ فرماتے تھے کہ جب آدمی آخری تشہد پڑھ لے، السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین کہہ لے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے اگرچہ اس نے اپنی دائیں یا بائیں جانب سلام نہ پھیرا ہو تو انہوں نے ایسی کلام کی جس کا مفہوم یہ تھا کہ اس کی نماز پوری ہوگئی یا فرمایا کہ نماز کی طرف نہ لوٹے۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۹۰) یہ سند حسن ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۲۰)

۶..... حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ تشہد نماز کا پورا ہوتا ہے اور سلام نماز کے پورا ہونے کی خبر دینا ہے۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۸۹) رجالہ کلہم ثقافۃ (اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۲۰)

۷..... حضرت ابراہیم نخعیؒ اس آدمی کے بارہ میں جو امام کے پیچھے تشہد کی مقدار بیٹھے، پھر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے چلا جائے، فرماتے تھے کہ یہ فعل اس کے لئے کافی نہیں اور حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے تھے کہ جب تشہد کی مقدار بیٹھ جائے تو اس کے لئے کافی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ میرا قول عطاءؒ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار لمحمد) رجالہ کلہم ثقافۃ (اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۲۰)

۸..... حمید بن عبد الرحمنؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو سنا، فرماتے تھے کہ تشہد کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم بھی اسی کو لیتے ہیں کہ جب کوئی تشہد پڑھ لے تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔ پس اگر سلام پھیرنے سے پہلے نماز سے پھر جائے تو نماز اس کو کفایت کرے گی اور جان بوجہ کر اس کے لئے ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔ (کتاب الاثار ص ۶۷) اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ (اعلاء السنن جلد ۱ صفحہ ۱۲۱) البتہ دوسری روایات میں میں نفس سلام یا وجوب سلام کا ذکر ہے جیسے تحلیلہا التسلیم تو امام صاحبؒ نے مذکورہ بالا روایات کو فرضیت کے معنی میں لے لیا اور دوسری روایات کو وجوب کے معنی میں لیا جیسا کہ نفس مسئلہ کی وضاحت میں گزرا ہے کہ نماز واجب الاعادة ہوگی، اس طرح امام اعظمؒ نے اس مسئلہ کی تمام روایات پر عمل کر لیا اور غیر مقلدین نے مذکورہ بالا آٹھ روایات پر عمل نہیں کیا، تو مع

ہم الزام ان کو دیتے تھے، قصور اپنا نکل آیا

اب غیر مقلدین جواب دیں کہ انہوں نے ان روایات پر خدا تعالیٰ یا حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے روکنے کی وجہ سے عمل نہیں کیا یا امتیوں کی تقلید میں عمل نہیں کیا اگر خداوند تعالیٰ یا نبی اقدس ﷺ نے روکا ہے تو وہ آیت یا حدیث، کھائیں ورنہ اقرار کریں کہ ہم اپنی نفسانی خواہش سے روایات کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھے عطا فرما کر اسلاف کے

نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

مکرمی جناب تشیہ الرحمن صاحب (رحیم یار خان) کے سوالات کے جوابات
..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امام ابو حنیفہؒ کی بشارت..... آپ کے سوال کا منشاء یہ ہے کہ اطاعت کے لئے قرآن یا حدیث میں قابل اطاعت شخصیت کا ذکر ضروری ہے۔ یہ غیر مقلدین کا ذہنی مفروضہ ہے جس کا ثبوت نہ قرآن و سنت سے ملتا ہے نہ عرف سے اور نہ ہی غیر مقلدیت سے۔

اس سوال کا قرآن و سنت سے تعلق:

قرآن پاک یا حدیث پاک میں کہیں یہ نہیں کہ اس کی اطاعت جائز ہے جس کا نام قرآن و سنت میں ہو، اگر قرآن و سنت میں کسی کا نام نہ ہو تو اس کو نہ مانا جائے یا اس کی اطاعت ضروری نہ ہو، اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہے تو کوئی ایسی آیت یا حدیث پیش کرے۔
و ادعوا شہداء کم من دون اللہ ان کنتم صادقین کیا جن انبیاء کا ذکر قرآن پاک یا حدیث پاک میں نہیں آپ ان کو مانیں گے یا نہیں؟ کیا پہلے انبیاء کے تمام صحائف کا ذکر قرآن و حدیث میں ملتا ہے، اگر نہیں ملتا تو آپ ان کا انکار کر دیں گے۔ اللہ ینزل الہام انزل الہک وما انزل من قبلک پر کیسے عمل ہوگا؟ قراء عشرہ کے نام قرآن و حدیث میں ہیں کہ ان کی قراءت کو تسلیم کیا جائے ورنہ یہ کہہ کر کہ ان کی بشارت چونکہ قرآن و حدیث سے نہیں ملتی اس لئے ہم قرآن کو نہ ان متواتر قراءتوں پر پڑھیں گے نہ مشہور و غیرہ قراءتوں پر۔ صحاح ستہ کے مؤلفین، اسامہ رجال، اصول حدیث، صرف و نحو کے مؤلفین کا ذکر قرآن و سنت میں نہیں تو کیا غیر مقلدین ان علوم کو چھوڑ دیں گے۔ اسی طرح شافی اللہ تعالیٰ ہیں، اگر کوئی شخص یہ اصول بنالے کہ شفا حاصل کرنے کے لئے کسی ایسے حکیم یا ڈاکٹر کو تلاش کرنا چاہئے جس کی بشارت قرآن و حدیث میں ہو تو ایسا شخص زندگی بھر علاج نہیں کرا سکے گا۔

غیر مقلدین کا طرز عمل:

جس طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے لینے کے باٹ اور دینے کے اور دینے کے اسی طرح غیر مقلدین ہم سے تو ائمہ کے بارہ میں نص کا مطالبہ کرتے ہیں جو اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے، البتہ روافض کے ہاں اماموں کا منصوص ہونا ضروری ہے اس لئے ان سے تو نص کا سوال ہو سکتا تھا، ہم سے شیعہ کے اصول پر سوال کرنا قطعاً درست نہیں۔ ہاں ان کو اپنے گھر کی بھی خبر لینی چاہئے کہ فتاویٰ ثنائیہ، فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ ستاریہ وغیرہ کو یہ حجت مانتے ہیں۔ کیا ان کو شاء اللہ، میاں نذیر حسین، مولوی عبدالستار کے بارہ میں نصوص میں بشارات مل گئی ہیں کہ اب انہیں فقہ حنفی کے ماننے کے لئے امام صاحب کی بشارت کی ضرورت ہے۔

حقیقت حال:

پوری دنیا جانتی ہے کہ ہر فن کے ماہر کی تعین کا حق اس فن کے ماہرین کو ہوتا ہے نص میں اس کی کوئی بشارت ضروری نہیں۔ امام صاحب کی نقاہت اور اجتہاد پر تمام مجتہدین کا اتفاق و چمکا ہے اس لئے اس اجماع امت کی دلیل سے امام صاحب مجتہد ہیں، ان کے اجتہاد کا انکار قرآن پاک کے مطابق سمیل المؤمنین کا ترک اور دخول نار کا سبب ہے۔ (نساء ۱۱۵) اور حدیث کے مطابق سواد اعظم سے کٹ کر جہنم میں گرنا ہے۔ (مٹکوة صفحہ ۳۰) نیز اللہ تعالیٰ کے دستِ خلعت سے محروم ہو کر گمراہی میں مبتلا ہونا۔ (مٹکوة صفحہ ۳۰) اور اسلام کے کڑے کو اپنی گردن سے نکالنا ہے۔ (مٹکوة صفحہ ۳۱) اور شیطان کا نوا لا بننا ہے۔ (مٹکوة صفحہ ۳۱)

بشارات:

تاہم امام اعظم ابو حنیفہؒ کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) شافعی نے تبیض الصحیفہ بمناقب الامام ابی حنیفہ صفحہ ۱۸ پر باب باندھا ہے

کہ تبشیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایمان ثریا ستاروں تک بلند ہو جائے تو ایک فارسی آدمی وہاں سے جا کر اسے حاصل کرے گا۔ (تمیض الصحیفہ صفحہ ۲۱) یہ روایت بخاری میں بھی کچھ الفاظ کے تغیر کے ساتھ موجود ہے اور حضرت قیس بن سعد بن عبادہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے بھی اس حدیث کو نقل کر کے علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام صاحب کی بشارت اور فضیلت میں ایسی صحیح بنیاد ہے جس پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ (تمیض الصحیفہ صفحہ ۲۱) ابن حجر مکیؒ متوفی ۸۵۲ھ علامہ جلال الدینؒ کے قول کو نقل کر کے فرماتے ہیں، علامہ سیوطیؒ کے بعض تلامذہ نے کہا ہے کہ ہمارے شیخ نے جو یقین سے یہ بات کہی ہے کہ اس حدیث سے مراد امام ابو حنیفہؒ ہیں، بالکل ظاہر ہے اس میں کسی قسم کا شک نہیں کیونکہ امام صاحبؒ کے زمانہ میں فارسیوں میں سے کوئی شخص امام صاحبؒ اور ان کے شاگردوں کے مرتبہ کو نہیں پہنچا اور اس حدیث پاک میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح معجزہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آئندہ واقع ہونے والی چیز کی خبر دی (الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان صفحہ ۳۱) نیز علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ ان روایات سے جو امام ابو حنیفہؒ کی عظمت شان کی صلاحیت رکھتی ہیں وہ حدیث ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ۱۵۰ھ میں دنیا کی زینت اٹھائی جائے گی۔ علامہ شمس الائمہؒ کر درئی نے فرمایا کہ یہ حدیث امام ابو حنیفہؒ پر محمول ہے کیونکہ ۱۵۰ھ میں ان کا وصال ہوا۔ (الخیرات الحسان صفحہ ۳۳)

علامہ سیوطیؒ کے شاگرد محمد بن یوسف دمشقی شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قاضی ابو القاسم بن کاس نے حسن بن سلیمان سے روایت کی ہے کہ کسی نے ان سے اس حدیث کا مطلب پوچھا کہ ”قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ علم خوب ظاہر نہ ہو جائے۔“ تو حسن بن سلیمان نے فرمایا کہ وہ ابو حنیفہؒ کا علم اور ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی تفسیر ہے۔

(تذکرۃ النعمان، ترجمہ عقود الجمان، صفحہ ۶۷)

علامہ حوارزمی نے روایت نقل کی ہے کہ کعب احبارؒ بیان کرتے ہیں کہ میں بہت علماء کے نام ان کی صفات اور نسب نامے کے ساتھ لکھا ہوا پاؤں کہ ان میں ایک شخص کا نام مان بن ثابت ہوگا اور کنیت ابو حنیفہؒ ہوگی، علم و حکمت اور دنیا سے بے رغبتی میں اس کی بڑی ہی عظیم ہوگی، اپنے زمانہ کے علماء کے سردار ہوں گے، ان میں چاند ہوں گے، اسی زندگی حاسدوں کے حسد کا شکار رہیں گے اور اسی حالت میں مرجائیں گے۔

ابو البختری سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ امام جعفر بن صادق کی خدمت میں ضرر ہوئے جب امام جعفرؒ نے ان کو دیکھا تو فرمایا ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ تم میرے دادا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو از سر نو زندہ کرو گے، ہر معصیت زدہ کی جائے پناہ بنو گے، ہر غزوہ کے یار بنو گے، حیران لوگ جب حیران و پریشان ہو کر کھڑے ہو جائیں گے تو تمہارے ہمارے چل پڑیں گے اور جب گمراہ ہوں گے تو تم واضح اور صاف راستہ کی رہنمائی کرو گے۔ (تذکرۃ النعمان، صفحہ ۷۷)

ان روایات کو نقل کر کے علامہ محمد بن یوسف صاکیؒ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ جلال بن یوسف سیوطیؒ نے فرمایا کہ صحیح روایتوں کے ہوتے ہوئے ان موضوع روایتوں کی ضرورت نہیں جن کو بعض اصحاب مناقب نے نقل کیا ہے کیونکہ وہ واضعین حدیث سے نقل کی گئی ہیں۔ (تذکرۃ النعمان، صفحہ ۸۷)

امام صاحبؒ اول اول منقبض رہتے تھے، سائل کا جواب نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ آپ نے خواب دیکھا کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھودی، ہڈیاں جمع کیں اپنے سینے پر رکھ لیں تو فرماتے ہیں کہ میں خواب سے بیدار ہوا، بڑا غمگین، رونے لگا کہ میں قبر کھوتا ہوں حالانکہ اس کی وعیدیں بہت سخت ہیں اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھاتا ہوں۔ چنانچہ میں درس و تدریس چھوڑ کر گھر بیٹھ گیا، لوگ بیمار داری کو آئے، بعض لوگوں نے کہا نبض ٹھیک ہے کوئی بیماری نہیں۔ معاملہ کیا ہے؟ میں نے خواب بیان کیا، انہوں

فقہین ہیں، وہ بھی انہیں کے باب و دبیز اور مدخل سے داخل ہوئے اور انہیں کو گمراہ کرنا سے اپنا حصہ مفروضہ کامل اور وافی مثل شیطان کے لئے گئے، پھر ملاحدہ، مرزا سیہ، یہ نکلے تو انہوں نے بھی انہی کے باب و دبیز اور مدخل سے داخل ہونا اختیار کیا اور امت کثیرہ کو ان میں مرتد اور منافق بنادیا، اور جب ملاحدہ زنا و قد چکڑا لویہ نکلے تو وہ بھی ان دبیز اور دروازہ سے داخل ہوئے اور ایک طلق کو انہوں نے مرتد بنادیا اور جب یہ مولوی مہذبا تم السلحدین نکلا تو وہ بھی انہی بچال الجحدیث کے باب اور دبیز میں داخل ہو کر، کیا یہ قصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی عداوت کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو خالِم کہہ کر گالیاں دیں اور پھر جس قدر الحاد و زندقہ دیں کوئی پردہ انہیں، اسی طرح ان جہال بدعتی کا ذب الحدیثوں میں کوئی ایک دفعہ رفع کرنے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کی بیگ کرے مثل امام ابو حنیفہ کے جن کی امامت فی الجماعہ کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر بدعتی اور الحاد و زندقہ ان میں پھیلا ہوا ہے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چیں بہ چیں بھی نہیں ہوتے، اگرچہ علماء اور اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں، ہرگز نہیں سنتے۔ سبحان اللہ ما اشبه اللبلبہ حہ اور سراسر کا یہ ہے کہ مذہب و عقائد اہل سنت والجماعت سے نکل کر اتباع سلف سے حلف و مستکبر ہو گئے ہیں۔ فافہم و تدبر (کتاب التوحید والائتہ صفحہ ۲۶۲، جلد ۱)

اسی طرح مولوی محمد حسین صاحب بنا لوی فرماتے ہیں پچیس برس کے تجربہ سے ہم یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ باوجود بے علمی کے مجتہد اور مطلق تقلید کے تارک بن گئے ہیں وہ بالآخر اسلام ہی کو سلام کر بیٹھے ہیں، ان میں سے بعض نیسائی ہو جاتے ہیں اور بالذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو زادی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے، ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ، جماعت اور نماز، ہمسوز بیٹھتے ہیں، سود و شراب سے پرہیز نہیں کر سکتے اور بعض جو کسی مصلحت و نیوی کی وجہ

نے فرمایا خیر کوئی بات نہیں، یہاں ایک مُتَمَزِّز ہیں جو ابن سیرین کے ساتھی ہیں ان کو باہر میں۔ امام صاحب نے فرمایا میں خود چلتا ہوں۔ گئے اور خواب سنایا، انہوں نے پوچھا تم خواب دیکھا ہے؟ امام صاحب نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے تعبیر دی کہ جو کچھ تو کہتا ہے اگر حق ہے تو اقامتِ سنت میں وہ کام کرے گا جو تجھ سے پہلے لوگوں میں سے کسی نے نہیں کیا اور تم میں بہت گہرائی تک پہنچ جائے گا، جب میں نے یہ تعبیر سنی تو علم میں آنکھ محنت کرنے لگا۔ (تذکرۃ العثمان، صفحہ ۱۳۱)

جواب سوال نمبر ۲:

تقلید کا معنی ماہرین پر اعتماد ہوتا ہے۔ ڈاکٹری، حکمت، سائنس، حساب، صرف نحو، لغت، حدیث، اصول حدیث، تفسیر، اصول تفسیر، اسماء رجال وغیرہ قانون میں جس قدر ماہرین پر اعتماد کی ضرورت ہے اتنی ہی ائمہ (ماہرین شریعت) پر اعتماد کی ضرورت ہے۔ اگر مذکورہ بالا فنون میں ان کے ماہرین پر اعتماد نہ کریں تو ہماری علمی اور جسمانی زندگی خطرہ میں ہوگی۔ ائمہ کرام پر بدعتیوں سے ایمانی زندگی خطرہ میں ہوگی، اسی طرح اگر کسی فن کو غیر ماہر کے سپرد کر دیا جائے۔ مثلاً جولاہے کو ڈاکٹری کی دکان پر اور حجام کو مٹھائی کی دکان پر بٹھا دیا جائے تو اس فن اور دکان کی تباہی ہوگی، اسی طرح ائمہ مجتہدین کی جگہ اگر جاہلوں کو بٹھا دیا جائے تو دین کی تباہی ہوگی۔

اس حقیقت کا اعتراف غیر مقلدین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ قاضی عبداللہ خانپوری فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کے جموں نے ائمہ حدیث، مبتدعین، منافقین سلف صالحین جو درحقیقت ماجاء بہ الرسول سے جاہل ہیں وہ اس صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ اور روافض کے، جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دبیز کفر و نفاق کے تھے اور ملاحدہ اور زنا و قد کا مدخل تھے اسی طرح یہ جاہل بدعتی الجحدیث اس زمانہ میں باب اور دبیز اور مدخل ہیں، ملاحدہ اور زنا و قد منافقین کے بعینہ مثل اہل تشیع کے دیکھو، ملاحدہ و منچر یہ جو کفار ہیں

سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق خفی میں سرگرم رہتے ہیں، ناجائز طور پر عورتوں کو نکال میں پھنسا لیتے ہیں، کفر و ارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت ہیں مگر دین داروں کے لئے بے دین ہو جانے کے لئے بے غلی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری مسبب ہے۔ مگر وہ اہلحدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ذریں اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہو جاتے ہیں۔ (اشادۃ السنۃ ۱۸۸۸ء)

مولوی محمد لکھوی غیر مقلد اپنی کتاب رد نیچری میں فرماتے ہیں:

ابلیس ہزاراں سالوں کوشش کر کے خلق پھنکائی
 لہذا چھ ست سالوں دے دیجی کہی اس تمیں دودھ کمائی
 ابلیس نادان بے علماں نوں وچہ گمراہی پایا
 لہذا اہل علم دا کر خناس دین ایمان گویا
 اکثر غیر مقلد خالی مگر انہاں دے لگے
 جہاں اندر دین نلو یا سستی عادت پکڑی اگے
 مگر بیٹھے جمع نمازاں کر دے سرتے غدر ورائیں
 چھ ست کوہاں سے پڑھن دوکانہ سستی جہاں ادائیں
 تقلید مذاہب اہلسنت محمد لگے
 مگر انہاں دے اس مذہب تمیں بہترین مقلد تے درجیاں دے
 ایہ مانڈولیا گنو یا خطی کر دا مذہب بازی
 نہ ہک مذہب تے ٹھہرے نت تلپیں کداوے تازی

(بحوالہ تجلیات، صفحہ ۵۱۶، ۵۱۷ء)

جواب سوال نمبر ۲:

نماز کے تمام اقوال و افعال مع حکم شرعی ترتیب و تفصیل سے فقہ میں ملتے ہیں۔ مثلاً
 علیم الاسلام میں نماز کی تمام شرائط ساز سے تین سطروں میں لکھی ہوئی یکجامل جائیں گی۔
 ۱۔..... بدن کا پاک ہونا۔ دوسرے..... کپڑوں کا پاک ہونا۔ تیسرے..... جگہ کا پاک ہونا۔ چوتھے..... ستر کا چھپانا۔ پانچویں..... نماز کا وقت ہونا۔ چھٹے..... قبلہ کی طرف منہ کرنا۔ ساتویں..... نیت کرنا۔ (تعلیم الاسلام صفحہ ۲۱-۲۲، جلد ۱)

اس آسان ترتیب سے یہ شرائط کسی ایک حدیث میں تو کجا کسی حدیث کی کتاب میں بھی یکجا نہیں ملیں گی۔ مثلاً بخاری شریف میں وضو کا بیان صفحہ ۲۵ پر اور نجاست حقیقی سے جسم کا پاک ہونا صفحہ ۳۳ پر ہے، کپڑے کی پاکی کا مسئلہ صفحہ ۳۳ پر ہے، جگہ کے پاک کرنے کا مسئلہ صفحہ ۳۵ پر ہے، ستر کے چھپانے کا مسئلہ صفحہ ۵۱ پر، اوقات کا ذکر صفحہ ۷۵ سے شروع ہوتا ہے۔ استقبال قبلہ صفحہ ۷۵ پر ہے اور نیت کی روایت اگرچہ امام بخاری نے سات جگہ ذکر کی ہے مگر کتاب اصولۃ میں اس کو ذکر نہیں کیا نیت کے علاوہ باقی جگہوں پر بھی اکثر شرطیت واضح نہیں۔
 لطیفہ:

ایک دفعہ دونو جوان لڑکے میرے پاس آئے کہ ہم تحقیق کے لئے آئے ہیں، میں نے کہا کہ کس چیز کی تحقیق؟ کہنے لگے نماز کی۔ میں نے کہا خیر ہے کوئی نئی نماز نازل ہوگئی ہے، نہ لگے کہ نماز تو پرانی ہے مگر ایک غیر مقلد عالم نے کہا ہے کہ تم تحقیق کر لو کہ یہ اصلی نماز ہے یا اصل نماز، جس کا حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ چودہ صدیاں گزر گئی ہیں کسی واقعہ کا خیال نہیں آیا اب آپ کو چند سو صدی میں یہ خیال پیدا ہوا؟ کہنے لگے کہ اس مقلد مولوی نے ہمیں حدیثیں دکھائی ہیں کہ تم جو نماز پڑھتے ہو وہ ان احادیث کے خلاف، تم خود تحقیق کر کے دیکھ لو۔ میں نے پوچھا کہ آپ کی تعلیم کیا ہے؟ ایک نے کہا کہ میٹرک

فیل ہوں، دوسرے نے کہا میں کچھ نہیں پڑھا۔ میٹرک فیل سے میں نے پوچھا کہ آپ نے سکول میں کوئی عربی بھی پڑھی ہے؟ کہنے لگا ساتویں میں عربی رکھی تھی مگر مشکل لگی تو میں نے چھوڑ دی۔ میں نے کہا کہ اگر عربی عبارت آپ کو دکھاؤں تو ترجمہ کر لو گے؟ کہنے لگا نہیں میں نے پوچھا اگر میں ترجمہ کر دوں تو تمہیں یہ پتہ چل جائے گا کہ کون سا ترجمہ کس لفظ کا کر رہا ہوں؟ کہنے لگا نہیں۔ مجھے کچھ ہند نہیں۔ میں نے کہا کہ آپ پھر کیسے تحقیق کریں گے جب آپ عربی کے ابجد سے بھی ناواقف ہیں۔ کہنے لگا پھر ہم کیا کریں؟ میں نے کہا کہ آپ تعلیم الاسلام سے مسائل دیکھ کر عمل کریں تو دونوں بہت ہنسے، میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی کہ کہنے لگے کہ ہمیں اس مواد صاحب نے پہلے کہا تھا کہ ہم تمہیں حدیثیں دکھاتے ہیں اور تعلیم الاسلام یا ہشتی زیور آپ کو پڑھائیں گے۔ ہم آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بتاتے ہیں وہ آپ کو مولویوں کے پیچھے لگائیں گے اور امتیوں کی تقلید کرائیں گے۔ میں نے کہا کہ انہوں نے بھی اپنے مولویوں کے رسالے تمہیں دیئے ہیں اور اپنے مولوی کے پیچھے جھمبیں لگایا ہے، خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام صرف دھوکہ دینے کے لئے لیتے ہیں۔ کہنے لگا کہ وہ تو قرآن کی آیات اور بخاری شریف کی احادیث ہمیں دکھاتے ہیں اور اس وقت سو فیصد یقین رکھتے ہیں کہ چھ ماہ میں انہوں نے ہمیں امتیوں سے اور فقہ سے تو قرآن وحدیث سے جوڑ دیا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ قرآن پاک لے لو اور یہ بخاری لے لو اور ایک رکعت کے مسائل آپ بخاری سے دکھادیں۔ آپ سبحنک اللہم نماز میں پڑھتے ہیں، سبحان ربی العظیم رکوع میں اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہتے ہیں۔ ان کا نہ قرآن میں ذکر ہے نہ بخاری میں۔ بخاری شریف کھول کر ہنسنے لگے۔ میں نے پوچھا ہے؟ کہنے لگے یہ تو عربی میں ہے، ہم نے تو پہلے کہا تھا کہ ہم عربی نہیں جانتے، اردو قرآن اور اردو بخاری انہوں نے ہمیں دکھائی ہے۔ میں نے کہا کہ اول تو ترجمہ کرنے والے کی آ

تقلید کی ہے، دوم آپ نے اس مترجم کو خدا یا رسول سمجھا ہے، پھر میں نے کہا چلو یہ قرآن بخاری بلکہ پوری صحاح ستہ کا ترجمہ آپ کو دیتا ہوں آپ صرف نماز کی شرطیں دکھا دیں، تو مولوی میر سوچ کر کہنے لگے کہ آپ یہ قرآن اور بخاری کا ترجمہ ہمیں دے دیں ہم غیر مقلد ہوں، وی سے نشان لگو اگر لائیں گے۔ میں نے کہا کہ معلوم ہوا کہ آپ اردو ترجمہ سے بھی تلاش کرنے میں غیر مقلد مولوی کے محتاج ہیں، اسی کو وہ لوگ شرک کہتے ہیں تو چھ ماہ میں انہوں نے آپ کو متحقق نہیں بلکہ اپنا مقلد بنایا ہے اور ایسے مجتہد سے توڑا ہے جس کے مجتہد ہونے پر امت کا اجماع ہے اور ایسے شخص سے جوڑا ہے جس کو اس کی پوری غیر مقلد جماعت بھی مولوی کہتا ہے، کیا مسلمان ماننے کے لئے بھی تیار نہیں اور آپ کے سامنے اس کو خدا یا رسول ہونے کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ کہنے لگے کہ واقعی آپ نے ہمیں بہت بڑے دھوکے سے نکال دیا ہے۔

جواب سوال نمبر ۴

- ۱۔ دو چیزوں میں ٹکراؤ اور تضاد ثابت کرنے کے لئے آٹھ مشہور شرطیں ہیں۔
- ۲۔ موضوع: یعنی محکوم علیہ کا ایک ہونا، اگر موضوع ایک نہیں ہوگا تو ٹکراؤ نہیں ہوگا۔ مثلاً زید کھڑا ہے کہ زید کھڑا نہیں ہے ٹکراؤ ہے مگر عمرو کھڑا نہیں ہے اس کا ٹکراؤ نہیں ہوگا۔ یہاں موضوع بدل گیا ہے۔
- ۳۔ اتحاد محمول: چنانچہ زید کھڑا ہے، زید کھڑا نہیں، ان میں تو ٹکراؤ ہے مگر زید لینا نہیں سے پہلے جملے کا ٹکراؤ نہیں۔
- ۴۔ وحدۃ مکان: چنانچہ زید نے ظہر مسجد میں پڑھی ہے کا ٹکراؤ اس جملہ سے تو ہے کہ زید نے ظہر مسجد میں نہیں پڑھی مگر اس کا ٹکراؤ اس جملہ سے نہیں کہ زید نے ظہر کی نماز گھر میں نہیں پڑھی۔
- ۵۔ وحدۃ شرط: مثلاً بیٹہ کو فرض ادا کر سکتا ہے اگر قیام پر قادر نہیں، اس کا ٹکراؤ اس

جملہ سے نہیں کہ بیٹھ کر فرض ادا نہیں کر سکتا، اگر قیام پر قادر ہو کیونکہ شرط ایک نہیں۔

۵:..... وحدت اضافتہ:..... اگر نسبت تبدیلی تبدیل ہو جائے تو بھی حقیقی ٹکراؤ نہیں ہوتا۔ مثلاً زید باپ ہے، زید باپ نہیں، اگر ایک آدمی کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہو تو ٹکراؤ ہوگا اور اگر دو آدمیوں کے اعتبار سے ہو تو ٹکراؤ نہیں ہوگا۔ مثلاً زید باپ ہے یعنی مرد کا اور زید باپ نہیں یعنی بکر کا تو اتحاد نسبت کے نہ ہونے سے ٹکراؤ ختم ہو گیا۔

۶:..... وحدۃ جزو کل:..... یہ پلاٹ میرا ہے یعنی بعض حصہ اور یہ پلاٹ میرا نہیں، یعنی کل پلاٹ۔ ان میں بھی حقیقی ٹکراؤ نہیں کیونکہ پہلا حکم جز کے اعتبار سے اور دوسرا حکم کل کے اعتبار سے ہے۔

۷:..... اتحاد قوۃ وفعل:..... زید نمازی ہے (یعنی بالقوۃ) زید نمازی نہیں (یعنی بالفعل) ان میں تعارض نہیں۔

۸:..... اتحاد زمان:..... اگر زمانہ ایک نہ ہو تو بھی حقیقی ٹکراؤ نہیں ہوگا۔ مثلاً حلیتِ خمر کا زمانہ اور تھا اور حرمت کا زمانہ اور یعنی فاجتنبوہ کی آیت کے نازل ہونے کے بعد۔ تو یہ حقیقی ٹکراؤ تو کبھی فقہ اور حدیث میں ہو ہی نہیں سکتا۔ صوری ٹکراؤ کے لئے بھی دونوں دلیلوں کا برابر ہونا ضروری ہے۔ اعلیٰ اور ادنیٰ میں تعارض نہیں ہوتا۔ (اصول بزودی، صفحہ ۲۰۰)

ہمارے فقہاء نے تو قیاس کی صحت کی شرائط میں لکھا ہے کہ:.....

۱:..... قیاس نص کے مقابلہ میں نہ ہو۔ (اصول الشاشی، صفحہ ۸۵) تو اس صورت میں اجتہادی مسئلہ اور حدیث میں تعارض کیسے ہو سکتا ہے بلکہ ہمارے فقہاء نے اس قیاس کو بالفعل رد کر دیا جو نص سے ٹکرانے والا ہو۔ چنانچہ امام زفرؒ سے کسی نے پوچھا کہ نماز میں تہتہ مارنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ تو سائل نے کہا کہ نماز میں اگر کسی پاک دامن پر تہمت لگائے تو وضو ٹوٹے گا؟ امام زفرؒ نے فرمایا نہیں، اس نے کہا کہ پاک دامن پر تہمت

نماز میں تہتہ مارنے سے بڑا گناہ ہے جب اس سے وضو نہیں ٹوٹتا تو تہتہ سے بھی نہیں ٹکرا پاتا ہے۔ تو امام زفرؒ نے فرمایا کہ چونکہ نماز میں تہتہ سے وضو ٹوٹنا حدیث پاک میں آ گیا اس لئے حدیث کے خلاف قیاس معتبر نہیں ہے۔ اسی طرح عورت اپنے محرم کے ساتھ حج ملتی ہے کیونکہ آبروریزی کا اندیشہ نہیں، اگر اسی علت کی وجہ سے کوئی قیاس کرے کہ اگر عورتوں کا گروپ ہو تو وہاں بھی اپنی عزت کی حفاظت کے ساتھ حج کر سکتی ہے تو یہ قیاس حدیث کے خلاف ہے کہ کسی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے عورت کے لئے حدیث میں کہ تین رات دن سے زائد کا سفر کرے، مگر اس حال میں کہ اس کے ساتھ اس کا پ بویا اس کا خاوند یا اس کا ذی رحم محرم۔ (اصول الشاشی، صفحہ ۸۵) اس لئے یہ قیاس مردود ہے۔ پھر آج تک کسی ماہر فن نے یہ نہیں کہا کہ فلاں مسئلہ فقہ کا حدیث کے خلاف ہے اگر کسی ماہر نے اعتراض کیا بھی تو اس کا جواب ہو گیا جن لوگوں نے ساری زندگی فقہ اور حدیث سے پڑھانے میں گزاری، انہوں نے تو فقہ کو حدیث سے متعارض نہیں مانا، البتہ انگریز نے یہاں حکومت خفیوں سے لی تھی اور ان سے جہاد بھی احناف نے کیا تو اس احناف کو نام کرنے کے لئے کچھ ایسے آدمی خریدے جنہوں نے فقہ حنفی کو حدیث کے خلاف کہنا شروع کیا تاکہ یہ مسلمان کہلانے والے میرا (انگریز کا) پیچھا چھوڑ کر آپس میں لڑنا شروع کر دیں اور ان کا منصوبہ غیر مقلدین کے نومولود فرقہ نے پورا کر دیا، سب سے پہلے ہری ند بن دیوان چند کھتری ساکن علی پور ضلع گوجرانوالا نے غیر مقلدیت کے رنگ میں اپنا م نام محمد الدین رکھ کر الظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین نامی کتاب لکھی اس میں فقہ کا قرآن و حدیث سے ٹکراؤ ظاہر کیا۔ علمائے حرمین شریفین نے اس شخص کے ارادہ میں فرمایا کہ یہ خود گمراہ اور لوگوں کو گمراہ کر کے زمین میں فساد مچانے والا ہے اس لئے اس کی بد عملی مزین کر دی گئی ہے۔ یہ مصنف اور اس کے ساتھی شیطان کا گروہ ہیں۔ خبردار

رہو کہ شیطان کا گروہ ہی خسار نے والا ہے۔ (فتح المبین، صفحہ ۳۹۸)

مفتی عبدالرحمن سرانج نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ مسلم حکمرانوں کا
کئی گنا بڑھا دیں، ان پر اس ہمال (گمراہ) مظل (گمراہ کرنے والا) کو سخت سزا
واجب ہے۔ اگر چہ قتل ہی کیوں نہ ہو۔ (فتح المبین، صفحہ ۵۰۰)

جواب سوال نمبر ۵:

آپ نے پوچھا کہ صحت فقہ کیسے معلوم ہوگی؟ تو جواباً عرض ہے کہ دنیا اور دین میں
برفن کے ماہر تحقیق سے اور غیر ماہر تقلید سے اس فن کا درست ہونا معلوم کرتے ہیں۔ ہم
جواب سے معلوم ہو گیا کہ اہل فن نے فقہ حنفی کی تصدیق کی ہے، اگر یہ بات صحیح ہے کہ در
اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو فقہ حنفی نے ہزاروں اولیاء اللہ پیدا کئے، محدثین پیدا کئے
اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

جواب سوال نمبر ۶:

امام صاحب کی کتاب الآثار حدیث کی سب سے پہلی کتاب ہے عفا اللہ
الفقہ الاکبر سب سے پہلی کتاب آج بھی ملتی ہے، وصایا امام اعظمؒ بھی مترجم ملتی ہے
بہت بڑا جھوٹ ہے کہ امام صاحب کی کوئی کتاب نہیں۔ (فقط واللہ اعلم)

جماعت المسلمین کے وساوس اور ان کے جوابات

بسم الله الرحمن الرحيم

بعد الحمد والصلوة۔ عرض ہے کہ ایک جیسی ساز کا جھوننا سا کتابچہ ملا جس کا نام
صلاح فقیدہ ہے۔ شائع کرنے والی جماعت المسلمین ملتان ہے مگر مؤلف کا نام مذکور نہیں
اور یہ بھی لکھا ہے کہ ہماری جماعت اور تنظیم کا نام المسلمین ہے اور ہمارا فرقہ دارانہ
وہوں سے کوئی تعلق نہیں، مگر کتابچہ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے غلو کو کسی کو
لمان نہیں مانتے۔ بلکہ اس جماعت سے ہو کر گزرنے والے ایک شخص سید وقار علی نے ان
کے خلاف ایک کتابچہ لکھا کہ جماعت المسلمین یا جماعت الکفر۔ اس میں یہ بات ثابت کی
جماعت المسلمین کے لوگ اپنے امیر مسعود احمد کو اس طرح مانتے ہیں جس طرح نبی کو مانتے
تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ”ہم کسی غیر نبی غیر رسول غیر معصوم شخص کو وہ درجہ، وہ مقام
دیتے ہیں کہ جو صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کے لئے مخصوص ہے۔ ہم اس کی
محکمہ عقیدت و محبت میں ذوب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس کی ہر بات کو بلا سوچے سمجھے بلا تحقیق
ال کر لیتے ہیں۔ اس کے سحر میں ایسے گرفتار ہو جاتے ہیں کہ یہ سوچنے کی ذمہ داری کو ارد
کر دیتے کہ جو کچھ یہ صاحب بیان کر رہے ہیں کیا ہمارے دین کا مجموعی نظام بھی اسے قبول
تا ہے یا نہیں۔ کیا ہمارے اسلاف نے بھی دین کی یہی تعبیر بیان کی تھی کہ جو کچھ آج ارشاد
مالا بار بار ہے؟ کیا انہوں نے بھی ان بات و احادیث پر اسی طرح عمل کیا تھا کہ جس طرح

آج ہم سے عمل کروایا جا رہا ہے؟ کیا انہوں نے ان آیات و احادیث کی یہی تاویل و تفسیر و تشریح کی تھی کہ جس طرح سے آج کی جا رہی ہے؟..... تو پھر طرح طرح کی گمراہیوں، مثالوں، ذرائع اور متناقضوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ "جماعت المسلمین یا جماعت الکفر" (ص ۵) اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ جماعت المسلمین مسعود احمد کو نبی کا درجہ دیتی ہے۔ اسی طرح مذکورہ کتاب میں لکھا ہے کہ یہ جماعت اپنے آپ کو مسلم اور دوسروں کو غیر مسلم سمجھتی ہے اور پوری امت کی نمازوں کو باطل قرار دیتی ہے اور اپنی جماعت کے علاوہ دوسروں کے جنازے، حتیٰ کہ معصوم بچوں کے بھی جنازے نہیں پڑھتے اور غیر جماعت المسلمین کی لڑکیوں کے نکاح اپنے سے اور اپنی لڑکیوں کے نکاح غیر جماعت والوں سے حرام سمجھتے ہیں (خلاصہ جماعت المسلمین یا جماعت الکفر ص ۴) نیز یہ بات مشاہدہ کی ہے کہ اپنی جماعت کے غیر کو یہ لوگ سلام نہیں کرتے۔ ان کی جماعت کا آدمی فوت ہو جا۔ تو دوسرے مسلک کے مولوی سے جنازہ نہیں پڑھواتے، خود پڑھاتا نہ آئے تو بغیر جنازہ کے اس کو دفن کر دیتے ہیں اور پھر چند دن بعد باہر سے ان کا آدمی آ کر قبر پر جنازہ پڑھاتا ہے۔ بورت والد رشتی پورہ محلہ کے کچھ آدمی کراچی جا کر اس جماعت میں داخل ہوئے۔ واپس آ کر انہوں نے اپنی بیویوں کو کہا کہ تم مشرکات ہو، اس لئے ہمارے نکاح تم سے جائز نہیں۔ اگر تم ہماری جماعت میں داخل ہو جاؤ تو نکاح باقی رہ سکتا ہے، ورنہ تم اپنے والدین کے پاس چلی جاؤ۔ چنانچہ ان کو اسی بناء پر گھروں سے نکال دیا۔ سید وقار علی نے اپنی کتاب میں یہ اشارات بھی کئے ہیں کہ یہ لوگ ان خارجیوں سے تعلق رکھنے والے ہیں جنہوں نے صحابہ کرام کو کافر کہا تھا اور حضرت علیؑ نے ان کو قتل کیا تھا۔ یہ اپنے مادہ تمام لوگوں کے خون اور مال کو حلال سمجھتے ہیں۔ قیامت کے قریب جب ذنبال ظاہر ہوگا تو یہ لوگ اس کے ساتھ مل جائیں گے۔ واضح رہے کہ اہل جماعت کا بانی مسعود احمد نبی۔ ایس ہی پہلے غیر مقلدین کی جماعت غرباء اہل حدیث کا رکن تھا اور یہ غرباء اہل حدیث انگریز کے دور ۱۳۱۳ھ میں بنی۔ اس کا بانی

ہر ادب و بلوی تھا جس کو بقول پروفیسر محمد مبارک غیر مقلد کے انگریز نے اپنا آلہ کار اس رخ بنایا کہ موصوف کو اس کا احساس تک نہ ہوا (آئینہ غرباء اہل حدیث ص ۸) نیز اس کی حسب احادیث پر بھی نظر نہیں تھی (آئینہ غرباء ص ۱۲) اس نے تحریک جہاد کو افرادی و مالی حسان پہنچایا (خلاصہ آئینہ غرباء ص ۱۳) اس نے شریک منتر سے خلافت کو جائز لکھا۔ اس کی وجہ سے موصوف پر شرک ہونے کا فتویٰ لگایا گیا (آئینہ غرباء اہل حدیث ص ۱۴) اس غرباء اہل حدیث نے مقلدین کو تو مشرک کہا ہی تھا مگر پروفیسر مبارک کہتے ہیں "غرباء اہل حدیث اپنے علاوہ دوسرے اہل حدیث کو ابلیس و مردود سمجھتی ہے۔ پھر پروفیسر نے ان کے یہ شعر نقل کیے ہیں۔

کیا ابلیس نے جھگڑا آدم کی اقامت پر

اقتداء آدم میں داخل ہو جائے جس کا جی چاہے

بڑا عالم تھا یہ ملعون بھی اپنے زمانے کا

امامت سے پھرے مردود بن کر جس کا جی چاہے (آئینہ غرباء ص ۱۱)

مولوی عبد الجبار کھنڈیلوی بانی جماعت غرباء کے بارہ میں فرماتے ہیں "مولوی صاحب موصوف کے جنونا امامت نے رفتہ رفتہ یہاں تک ترقی کی کہ وہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ حق گو اور ذی علم سمجھنے لگے اور امام دقت کا یعنی خلیفہ کا دعویٰ کر بیٹھے اور اپنی نسبت یہاں تک کہا کہ جو امام دقت کی بیعت بغیر کئے مرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور جو امام دقت کی اجازت بغیر زکوٰۃ دے گا تو اس کی زکوٰۃ قبول نہ ہوگی اور ایسے ہی امام وقت کی اجازت بغیر طلاق نکاح بھی درست نہیں اور جو اس دقت مدعی امامت ہوگا وہ واجب التحلل ہے، کیونکہ میں امام وقت ہوں (مقاصد الامیہ ص ۲) پروفیسر محمد مبارک صاحب فرماتے ہیں جماعت غرباء اہل حدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے مقصد کے لئے رکھی گئی تھی۔

صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد بریلوی کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریزوں کو خوش کرنے کا مقصد چاہا تھا۔ (علماء احناف اور تحریک مجاہدین ص ۴۸) نیز فرماتے ہیں اس بنیاد پر جماعت غرباء اہل حدیث باغی جماعت ہے جس کا جماعت اہل حدیث سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ پوری جماعت مع امام کے واجب القتل ہے۔ افسوس سید احمد شہید کی تحریک کامیاب ہو جاتی تو ضرور جماعت غرباء اہل حدیث کو مع امام کے قتل کیا جاتا جس طرح سید امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کو کفر کر دار تک پہنچا دیا تھا۔ جس طرح مسیلہ کذاب کی جماعت کی حمایت کرنے والے بھرم تھے اسی طرح وہ علماء جو جماعت غرباء اہل حدیث کے جلسوں کو رونق بخشتے ہیں وہ بھی بھرم ہیں۔ (علماء احناف اور تحریک مجاہدین ص ۵۲)

تو جماعت المسلمین کے بانی اسی جماعت کا دودھ پی کر جوان ہوئے۔ چونکہ اس جماعت میں امیر کا نظام چلتا تھا تو ان کے دل میں بھی امیر بننے کی امنگ پیدا ہوئی تو انہوں نے پہلے اپنی ذیلی جماعت اور پھر ۱۳۹۵ھ میں مستقل جماعت المسلمین کے نام سے جماعت بنائی اور یہ کہنا شروع کیا کہ ہماری جماعت کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن میں رکھا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ اور فریب ہے۔ جیسے مرزا ائیوں نے ۱۹۴۷ء میں ایک شہر ربوہ نامی آباد کیا اور لوگوں کو دھوکا دینا شروع کیا کہ اس شہر کا نام قرآن میں دو جگہ آیا ہے اور قرآن سے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۶۵ اور مومنون کی آیت نمبر ۵۰ دکھاتے ہیں مگر وہاں جماعت المسلمین والے بھی کہتے ہیں مرزا ائیوں کے ربوہ اور قرآن کے لفظ ربوہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسی طرح ہم جماعت المسلمین والوں کو کہتے ہیں کہ قرآن کی آیت ہو مسماکم المسلمین اور تمہاری جماعت المسلمین میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جیسے آپ کہتے ہیں مسعود احمد کی جماعت حزب اللہ کو آیت الا ان حزب اللہ هم المفلحون کا مصداق

ہمیں دیتے اسی طرح ہم قرآنی آیت میں المسلمین کا مصداق آپ کی جماعت کو قرار نہیں دیتے۔ پھر سوچنے کی بات ہے کہ جب یہ نام اللہ تعالیٰ نے رکھا تھا تو مسعود احمد کو یہ نام رکھنے کا اور پھر حکومت سے رجسٹریشن کرانے کی کیا ضرورت تھی۔ خدا پر اعتماد نہیں تھا۔ واضح ہو کہ جماعت المسلمین میں جماعت کا رجسٹریشن نمبر ۶۱۰۶۵/۳۱۶۳ درج کیا گیا ہے۔ پھر اصلاحِ عقیدہ میں بھی تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے ہماری مسلمانہ کی اکثریت کا بھی یہی حال ہے کہ اولیاء اللہ اور بزرگوں کو مرنے کے بعد دنیاوی قبروں میں زندہ مانتی ہے (ص ۴) اس عقیدہ کو پیش نظر رکھ کر یہ لکھا ہے کہ جتنی قومیں بھی اللہ کے غضب کا شکار ہوئیں ان کا سب سے بڑا جرم یہی تھا کہ وہ اللہ کو ماننے کے ساتھ ساتھ دوسری ہستیوں کو بھی اللہ کا شریک و ہم نامی سمجھیں۔ (ص ۴)

قبر دینیوی:

پہلی عبارت میں دنیاوی قبروں کے لفظ سے لکھنے والے نے یہ اشارہ کیا ہے کہ دنیاوی قبر کے علاوہ بھی کوئی قبر ہے۔ دوسرے رسالوں میں جماعت المسلمین اور کیمپن مسعود عثمانی دور حاضر کے غیر مقلدین اور اشاعت التوحید والہ (مقامی نول) نے یہ قرآن و سنت کے خلاف نظریات پھیلانے کی مہم شروع کر رکھی ہے کہ قبر سے مراد یہ قبر نہیں ہوتی بلکہ مقامِ طہین یا جہنم ہے جہاں رومی ٹھہرتی ہیں، حالانکہ قرآن و سنت میں قبر سے مراد زمین والی قبر ہی ہوتی ہے اور عرف میں بھی اسی کو قبر کہا جاتا ہے۔ چنانچہ مصباح اللغات میں ہے القبر انسان کے دفن کرنے کی جگہ، جمع اس کی قبور ہے (ص ۶۵۴) ہم الفاظ القرآن میں ہے القبر مفر المیت و جمعہ قبور۔ یعنی میت کے قرار کی جگہ قبر ہے، اس کی جمع قبور آتی ہے (ص ۳۳۱ ج ۲) اسی طرح امام راغب فرماتے ہیں قبر میت کے رکھنے کی جگہ کو کہتے ہیں (مفردات ص ۳۹۰) علامہ فیروز آبادی فرماتے ہیں: قبر انسان کے دفن کرنے کی جگہ ہے،

اس کی جمع قبور آتی ہے (قاموس ص ۴۱۳) قرآن پاک میں ہے کہ آپ کسی منافق کا جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں (توبہ آیت ۸۴) یہاں قبر سے مراد یہی گڑھا ہے نہ حنین۔ کیونکہ حضور ﷺ جنازہ کے بعد اسی ونبوی قبر پر کھڑے ہوتے تھے کہ علیین یا حنین پر اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ اُنھائیں گے ان کو جو قبروں میں ہیں (سورہ بقرہ آیت ۷۱) تو قیامت میں انہی قبروں سے مروے اُنھیں گے نہ کہ علیین اور حنین سے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور جب کہ قبروں کو اکھیرا جائے گا (انفطار ۲۲۰) کیا پس نہیں جانتا انسان جب اکھاڑا جائے گا اُن کو جو قبروں میں ہیں (العاویات ۹)

ان آیات میں قبروں سے مراد یہی قبریں ہیں۔ پھر محدثین نے جو کتب احادیث میں ابواب باندھے ہیں ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ قبر یہی زمینی ہے اور کوئی نہیں۔ مثلاً بخاری کا باب کہ آدمی کا عورت کو قبر کے پاس جا کے کہنا کہ مبرک۔ اسی طرح باب زیارۃ القبور، باب ما بکروہ من اتخاذ المساجد علی القبور (قبروں پر مساجد بنانے کی کراہت کا باب) باب الصلوة علی القبر (ص ۱۷۸) (یعنی قبر پر نماز جنازہ کا باب) باب بناء المسجد علی القبر ص ۱۷۹ (یعنی قبر پر مسجد تعمیر کرنے کا باب) باب من یدخل قبر المرأة ص ۱۷۹ (اس شخص کا بیان جو عورت کی قبر میں داخل ہو) باب دفن الرجلین او الثلاثة فی قبر واحد، باب الاذخروا الحشیش فی القبر ص ۱۷۹، باب هل یخرج المیت من القبراء، باب اللحد والنق فی القبر ص ۱۸۰، باب الجریب علی القبر ص ۱۸۱، باب موعظة المحدث عند القبر ص ۱۸۲، باب قبر النبی ﷺ و ابی بکر و عمر ص ۱۸۶۔ اسی طرح مسلم شریف کے درج ذیل ابواب باب جعل القطیفة فی القبر، باب الامر بتسوية القبر، باب النهی عن تجصص القبر، باب النهی عن الجلوس علی القبر، باب ما یقال عند دخول القبر، باب استئذان النبی ﷺ ربه عزوجل فی زیارة قبر امه۔ اسی طرح ابوداؤد شریف میں

ارد ابواب کے علاوہ یہ ابواب ہیں: باب جمع المونی فی قبر والقبر یعلم، باب تعمیق القبر، باب کراهیة القعود علی القبر، باب الاستغفار للمیت صد القبر، باب المشی فی الحداء بین القبور۔ اسی طرح ترمذی میں ہے باب ما جاء ما یقول اذا ادخل المیت قبره، باب ما جاء فی کراهیة الوطی علی القبر۔ ان تمام ابواب اور ان کے تحت ذکر کردہ احادیث سے روز روشن کی طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ قبر سے مراد محدثین کے ہاں بھی یہی زمینی قبر ہے۔ تو عذاب و ثواب قبر میں بھی یہی مبرر ہوا ہوگی۔ مگر جماعتِ المسلمین والوں نے یہاں آ کر ایک قبر غیر زمینی گھڑی اور دین میں اپنی طرف سے اضافہ کیا اور سارے جماعتِ المسلمین والے اس مفہوم کے موجد (مسعود احمد) کی تقلید شخصی کر رہے ہیں اور اپنے اصول کے مطابق شریعت سازی کے شرک میں مبتلا ہیں، مگر عوام کو یہی کہتے ہیں کہ صرف ہم مسلم ہیں اور اس زمینی قبر کو ماننے والے غیر مسلم ہیں مگر یہ بات بھی ان کی محض فریب ہے، کیونکہ اس زمینی قبر کے انکار کرنے میں ان کے ساتھ ممانی، پیٹن مسعود عثمانی کا فرقہ اور اہل حدیث (غیر مقلدین) کے دوسرے فرقے بھی شامل ہیں۔ مگر جماعتِ المسلمین کے ہاں اس کے باوجود وہ بھی غیر مسلم ہیں۔ تو لے دے کے بات یہاں تک پہنچتی ہے کہ جو مسعود احمد بی ایس جی کو اس کے نئے نظریات میں امیر (امام) نہ مانے وہ غیر مسلم ہے۔

خدا کی قبر:

مثل مشہور ہے کہ دروغ گور حافظہ نہ باشد۔ یعنی جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ کبھی کبھی کہتا ہے کبھی کبھی۔ تو اب تک یہ زمینی قبر کا انکار کرتے تھے مگر اب خدا کی بھی زمینی قبر مان لی، کیونکہ جب یہ لکھ دیا کہ زمینی قبر میں انبیاء و اولیاء کی حیات ماننا شرک ہے اور آج تک یہ حقیقت مسلم ہے کہ شرک خدا تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک کرنا ہے تو حیات فی الہم کے شرک ہونے کا واضح مفہوم یہ ہوگا کہ زمینی قبر میں خدا زندہ ہے۔ اگر غیر خدا کو بھی

اس زمینی قبر میں زندہ مانا جائے تو یہ شرک ہوگا۔ نفوذ باللہ تعالیٰ منہ، نوبت کہاں سے کہاں تک پہنچاوی۔ خیر ان کے تو سارے نظریات ہی وہابیات قسم کے ہیں۔ البتہ اگر کوئی صاحب عقل، شعور ان میں مبتوہ ہمیں ان سے یہ سوالات حل کرا کے دے (۱) اللہ تعالیٰ کی زمینی قبر قرآن سے ثابت ہے یا حدیث سے، واضح آیت یا حدیث بیان کریں۔ (۲) وہ قبر کس جگہ ہے؟ (۳) جماعت المسلمین نے خدا کا جنازہ پڑھ کے دفن کیا یا بغیر جنازہ پڑھے دفن کر دیا۔ (۴) خدا کے دفن کرنے کے بعد کائنات کا نظام جماعت المسلمین کے سپرد ہے یا کسی اور کے، اس کا نام بتایا جائے؟ (۵) خدا تعالیٰ کی زمینی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ (۶) زمینی قبر میں حیات خداوندی ماننے کی صورت میں ان آیات کا انکار تو لازم نہیں آئے گا وہو معکم ابن ما کنتم (حدید/۳) فانما تولوا فہم وجہ اللہ (بقرہ/۱۱۵) ما یکون من نجوی لثلثہ الا ہو رابعہم ولا خمسۃ الا ہو سادسہم (الآیہ، مجادلہ/۷) ونحن اقرب الیہ منکم ولكن لا تبصرون (واقفہ/۸۵) ونحن اقرب الیہ من جبل الودید (ق/۱۶) واذا سالک عبادی عنی فانی قریب (بقرہ/۱۸۶) **فوت:** واضح رہے کہ سماع موتی کو شرک اور کفر کہنا یہ بھی شریعت سازی ہے۔ قرآن پاک کی ایک آیت یا ایک حدیث ایسی پیش نہیں کر سکتے کہ اللہ یا اللہ کے رسول نے اس کو شرک کہا: وہ پاکستان بننے کے بعد اس مسئلہ کو شرک کہا جائے گا جس پر دلائل شرعیہ موجود ہیں۔ مثلاً (۱) حضرت براء بن عازبؓ نے حضور ﷺ سے کاسے سوال قبر سے پہلے بعد درود وحہ طیٰ جسدہ کے الفاظ نقل فرمائے ہیں (مشکوٰۃ ص ۲۶) کہ میت کی روح اس کے جسم کی طرف اوناوی جاتی ہے (ایضاً تفسیر ابن کثیر ص ۱۲۴ ج ۳) جب جسم میں روح لوٹے گی تو اپنے تمام لوازمات کے ساتھ لوٹے گی اور سماع بھی اس کے لوازمات میں سے ہے۔ لہذا اس حدیث سے سماع ثابت ہوا۔ (۲) امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے المیت یسمع خفیف النعال

میت جو تیوں کی آواز سنتی ہے اور حضرت انسؓ کی مرفوع روایت اس بارہ میں ذکر فرمائی (مس ۱۷۸/ج ۱) (۳) اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے تین بدر کے بارہ میں فرمایا کہ ما النعم باسمع منہم ولكن لا یجیبون (بخاری ۱۸۳ ج ۱) کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن وہ جواب نہیں دیتے۔ (۴) اسی ج حضور ﷺ نے اہل قبور کو سلام کرنے کی تعلیم دی (مسلم ص ۳۱۴ ج ۱) اگر مرنے سننے میں تو سلام حاضر کے صیغہ سے کرنے کا کیا فائدہ۔ (۵) حضرت عمرو بن العاصؓ نے تے وقت وصیت کی کہ میری قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد اتنی دیر میری قبر کے ارد گرد ڈھیر بنا جتنی اونٹ کے ذبح کر کے اس کے گوشت کو تقسیم کرنے میں لگتی ہے۔ میں تم سے مانوس ہوں گا میں غور کر سکوں گا کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دوں (مسلم ص ۶۷ ج ۱) (۶) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو میری قبر کے پاس درود پڑھے گا میں اس کو سنوں گا اور جو درود کر دے گا وہ مجھ کو پہنچایا جائے گا (مشکوٰۃ ص ۸۷) (۷) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ضرور بالفرد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تازل ہوں گے اس حال میں کہ وہ حاکم ہوں۔ امام اور منصف ہوں گے اور حج یا عمرہ کے لئے راستہ چل کر میری قبر کے پاس آئیں گے۔ یہاں تک کہ مجھے کو سلام کریں گے اور میں ان کو جواب دوں گا (جامع صغیر ص ۱۳۰) (۸) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے کہ جب تمہارا کوئی مسلمان (بھائی فوت ہو جائے تو تم اس پر مٹی برابر کر دو، پھر تم میں سے ایک آدمی قبر کے روبرو کھڑا ہو جائے پھر کہے کہ اے فلانی کے فلاں نے بیٹے۔ پس تحقیق وہ سنتا ہے اور جواب اُس دیتا، پھر (دوبارہ) کہے اے فلانی کے فلاں نے بیٹے تو وہ مرد و سیدھا بیٹہ جاتا ہے۔ پھر یہ کہ اے فلانی کے فلاں نے بیٹے تو وہ مردہ کہتا ہے کہ اللہ تجھ پر رحم کرے تو میری رہنمائی کر۔ لیکن

تہیں اس کی بات کا شعور نہیں ہوتا، پھر اس کو کہے کہ تو اس کلمہ شہادت کو یاد کر جس پر تو دنیا سے نکلا ہے: اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدًا عبده و رسوله اور اس کو بھی یاد کر کہ تو اللہ پر رب ہونے کے اعتبار سے اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر اور قرآن کے امام ہونے پر راضی رہا الخ (شرح الصدور ص ۴۴) (۹) حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ کوئی مسلمان آدمی اپنے بھائی کی قبر کی زیارت نہیں کرتا کہ اس کے پاس بیٹھے مگر وہ قبر والا اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کو جواب دیتا ہے (شرح الصدور ص ۸۴) (۱۰) حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ کوئی شخص اپنے اس مومن بھائی کی قبر سے نہیں گزرتا کہ جس کو دنیا میں پہچانتا ہو، پھر اس کو سلام کرے مگر وہ قبر والا اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے (شرح الصدور ص ۸۴) (۱۱) حضرت ابو زین کو حضور ﷺ نے قبرستان والوں کو سلام کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! کیا وہ سنتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا سنتے ہیں مگر جواب کی طاقت نہیں رکھتے (یعنی ایسا جواب جس کو عمومی طور پر جن اور انسان سن سکیں) (شرح الصدور ص ۸۴) جماعت المسلمین ان تمام روایات کو ماننے والوں کو غیر مسلم اور مشرک کہتے ہیں اور انکا انکار کرتے والوں کو مسلم اور مؤحد۔ اس کتابچہ کے ص ۱۲ پر واتبع سبیل من اناب کا ترجمہ کیا ہے کہ اس شخص کے راستے کی پیروی کرنا جس نے میری طرف رجوع کیا ہے“ واضح ہو کہ سبیل کا لفظ مذہب ہے۔ اس آیت سے تقلید شخصی کا وجوب ثابت ہوتا ہے جماعت المسلمین جس کی پیروی ہے۔ ص ۱۲ پر ہے کہ طاغوت سے مراد وہ مولوی، پیر اور سیاست دان ہیں جو کفر و شرک کرتے ہیں اور حکم کھلا لوگوں کو اس کی دعوت دیتے ہیں۔ جماعت کے بانی مسعود احمد آنجنانی نے بھی اپنی امارت کے عنوان سے شرک کر لیا ہے کہ جو اس کی امارت کو نہیں مانتا تھا اس کو غیر مسلم کہتا تھا وہ بھی اس طاغوت کی تفسیر میں داخل ہو گا یا نہیں؟ نیز اس کتابچہ میں لکھا ہے کہ میاں

وہ جو اپنی نمازوں میں خشوع اور عاجزی اختیار کرتے ہیں۔ یہاں یہ نہیں بتایا کہ ت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو نماز میں رفع یدین نہیں کرتے، لہذا جماعت المسلمین اس آیت کی مخالفت کر کے بقول خود غیر مسلم بن گئی۔

نیز اس رسالہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے الیا ہے، نبی کی وجہ سے نہیں (ص ۲۰) اس عبارت میں آخری جملہ جس کی تردید کی جارہی وہ ایک مشہور حدیث ہے: لو لاک لما خلقت اللالاک۔ یعنی اگر آپ نہ ہوتے افلاک (یعنی کائنات) کو پیدا نہ کرتا۔ اس حدیث کو آیت کریمہ کے متضاد سمجھ کر حدیث کی تردید کر رہا ہے، حالانکہ پوری امت نے یہ آیت اور حدیث بیان کی مگر ان میں بیان نہیں کیا مگر جماعت المسلمین نے اس آیت اور حدیث میں پہلے تضاد بیان کیا پھر حدیث کا انکار کر دیا تو اصل میں اس فرقہ کا مقصد ہی احادیث کا انکار ہے۔ اس حدیث کے میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ معنائی نے اس کو موضوع کہا ہے مگر اس کا معنی صحیح ہے، ملا علی نے حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آیا لائے تو انہوں نے کہا اے محمدؐ لولاک لما خلقت الجنة ولولاک ما النار (یعنی اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت و جہنم کو پیدا نہ کرتا) اور ابن عساکر کی حدیث میں ہے اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا (موضوعات کبیر ص ۱۰۱) باقی الفاظ مفہوم کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا، جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے اس کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شان رسول اللہ ایک مرد واحد کی شان نہیں، بلکہ ایک عالم مبتدا منبسط ہے۔ اوپر صورت بشری اور بشری عالم منبسط ہے وجہ موجودات کا۔ تو گویا آنحضرت ﷺ غایۃ الغایات ہیں اور ظہور کے الفاظ ہیں (فیوض الحرمین ص ۳۸) کھل کھلے الفاظ میں آپؐ نے اسی حدیث کے مفہوم کو

بیان فرمایا۔ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ فرماتے ہیں: "ونصلی علی افضل البرایا شفیع الامم الذی لولاه ما اخرجت الدنيا من العدم یعنی ہم اس افضل الخالق شفیع الامم درود بھیجتے ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو دنیا ہی نہ ہوتی (خط در جواب ملا بغدادی در تذکیر الاخوان ص ۲۶۴) مولانا بلیاویؒ فرماتے ہیں: لولاه لما خلق السموات والارضین کہ اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا نہ فرماتے (ضیاء الخیوم ص ۲) اس رسالہ میں ایصالِ ثواب کا بھی انکار کیا ہے جو غلط ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ انسان کے لئے جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب اپنے غیر کو پہنچائے خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ وغیرہ جیسے حج اور تلاوت قرآن اور اذکار اور بیویوں، شہیدوں اور ولیوں اور صالحین کی قبور کی زیارت ہو یا مردوں کی تکفین اور ہر قسم کی نیکیاں اس میں شامل ہیں (ص ۲۵۷، ج ۱)

تعلیم القرآن والسنتہ پشاور کے شائع کردہ

وساوس کے جوابات

بسم الله الرحمن الرحيم

برادرانِ اسلام! یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن پاک کے ذریعے دین کی تکمیل کی اور ہمارے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا۔ مگر اسی قرآن پاک میں اس کی تشریح کا حق اپنے پیغمبر ﷺ کو دے دیا۔ لتبین للناس ما نزل الیہم۔ تاکہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے، آپ اُسے کھول کھول کر بیان کر دیں۔ (۴۴/ انحل، ۴۳/ انحل) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا اور فیصل قرار دیا۔ وان حکمت فاحکم بینہم بالقسط (۴۲/ مائدہ) لتحکم بین الناس بما اراک اللہ (۱۰۵/ النساء) فلا وربک لا یؤمنون حتی بحکموک فیما شجر بینہم (۴۵/ النساء) مگر ایک گروہ جس کا وجود انگریز کے دور سے پہلے نہیں تھا وہ قرآن کی محبت کا نام لے کر عوام میں یہ دوسے پھیلائے لگا کہ دیکھو اگر نبی اقدس ﷺ کو فیصل یا حکم اور شارح مان لیا گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ قرآن کامل نہیں، بلکہ ناقص ہے۔ اور یہ بات تکمیل دین والی آیت کے منافی ہے۔ بالکل اسی طرح ایک گروہ جو انگریز کے دور میں معرض وجود میں آیا، انگریز کے دور سے پہلے نہ ان کی کوئی مسجد نہ مدرسہ نہ جماعتی تشکیل نہ کوئی کتاب نہ تاریخ میں ان کا ذکر۔ انہوں نے محبت حدیث کا لبیل لگا کر ائمہ مجتہدین کی اتباع کو اتباع رسول ﷺ کے خلاف اور شرک فی الرسالت قرار دیا۔ حالانکہ پوری امت کا اجماع تھا کہ امام نبی سے زنی والا ہوتا ہے، توڑنے والا نہیں ہوتا۔ جس طرح رسول خدا سے جوڑتے ہیں توڑتے

نہیں۔ قرآن پاک میں خدا کی اطاعت کا بھی حکم ہے۔ رسولِ اقدس ﷺ کی اطاعت کا بھی اور ائمہ مجتہدین کی اطاعت کا بھی مگر عوام کو گمراہ کرنے کے لئے دونوں گروہ غلط قسم کے سوالات عوام میں پھیلاتے رہتے ہیں۔ اسی طرزِ فکر کا ایک ورق ”مقلدین کے لئے نئے فکر“ کے عنوان سے جامعہ تعلیم القرآن والسنۃ بیرون گنج پشاور کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ جس میں امامِ اہم ابوحنیفہؒ کی تقلید پر بائیس سوالات کئے گئے ہیں، جن کے جواب حسب ذیل ہیں و سوسہ نمبر: امام صاحبؒ پیغمبر تھے یا عالمِ دین۔ اگر پیغمبر تھے تو کیا دلیل ہے۔ اگر مجتہد تھے تو ان کی تقلید کس نے واجب کی؟

الجواب: امام صاحب مجتہد ہیں۔ پوری امت نے آپ کو مجتہد مانا ہے اور اجماعِ امت دلیل شرعی ہے۔ اور مجتہد کی اتباع کا حکم قرآن پاک سے ہے۔ واللع سبیل من اناب وغیرہ آیات۔

وسوسہ نمبر ۲، ۳، ۴: آیا امام صاحب کا نام قرآن میں ہے، حدیث میں ہے، نکتہ طیب یا آمت باللہ میں آیا ہے؟

الجواب: جس طرح بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ محدثین کے نام قرآن میں نہیں۔ نیز قاری عاصم اور قاری حنفی کے نام قرآن میں نہیں۔ مگر اجماعِ امت کی وجہ سے ہم ان کی کتب اور قراءتوں کو مانتے ہیں۔ بالکل اسی طرح ائمہ مجتہدین کے ناموں کا قرآن و حدیث یا ایمان مفصل میں ہونا ضروری نہیں۔ آپ اصول حدیث میں ابن حجر وغیرہ پر اعتماد کرتے ہیں۔ کیا ان کے نام آپ کو قرآن و حدیث اور ایمان مفصل میں مل گئے ہیں۔ صرف نحو اور لغت وغیرہ فنون میں ان فن والوں کے نام آپ کو قرآن پاک، حدیث اور ایمان مفصل میں مل گئے ہیں کہ آپ ان کو مانتے ہیں۔ جس طرح یہاں بھی اجماعِ امت کی وجہ سے آپ ان فنون اور ان کے ماہرین کو مانتے ہیں، بالکل اسی طرح ہم اتباعِ امت

ماجہ سے امام ابوحنیفہؒ کو مجتہد مانتے ہیں۔ امین اللہ پشاور کی اپنا نسب قرآن و حدیث یا ان مفصل میں دکھائے، یا اعلان کرے کہ میں اپنے باپ یاد رکھیں کہ ایسے آدمیوں سے فقہ تو شاید بعد میں چھوٹے، اپنا نسب پہلے چھوٹ جائے گا۔ امین اللہ کبھی یہ دین نہیں کرے گا کہ عدالتوں میں جتنے گواہ پیش ہوتے ہیں ان کے نام نہ قرآن میں ہیں، حدیث میں اور نہ ایمان مفصل میں۔ اسی طرح ججوں کے نام بھی اگر قرآن و حدیث اور ان مفصل میں ہوں گے تو ہم ان کے فیصلے مانیں گے، ورنہ ہم اعلانِ بغاوت کریں گے۔ پتا ہے کہ ایسے اعلان سے تو بین عدالت کا کیس چلے گا۔ امین اللہ اپنے نکاح کے گواہوں کے نام اپنی شرائط کے مطابق قرآن و حدیث سے یا ایمان مفصل میں ہوں، دکھا دے، ورنہ ان کو نہ مانیں گے کہ میرا نکاح نہیں ہے۔ شادی بھی اُس عورت سے کرے جس کا نام قرآن و حدیث اور ایمان مفصل میں ہو۔ ورنہ ایسی بیوی کو چھوڑ دے، مگر ہمیں یقین ہے کہ فقہ کو ان آدمیوں سے چھڑانے والے کبھی اپنے وسوسوں کے مطابق بیوی کو نہیں چھوڑیں گے، تو ان شاء اللہ اہل ایمان بھی ان وسوسوں سے متواتر شریعت کی عملی صورت یعنی فقہ حنفی کو نہیں چھوڑیں گے۔ واضح رہے کہ جس طرح قرآن پاک کی متواتر قراءۃ ان علاقوں میں قراءۃ عام کوئی اور اہمیت قاری حنفی کوئی کی ہے، اگر کوئی ایسے وسوسوں سے اس قراءۃ کا انکار کر دے تو وہ ان کے انکار کو لازم کرنے والا ہے۔ اسی طرح ان علاقوں میں دین اسلام فقہ حنفی کی شکل میں قائم ہو کر آیا ہے۔ اور کوئی فقہ اس علاقے میں نہیں۔ لہذا یہاں فقہ حنفی کے انکار سے ان کا انکار لازم آئے گا۔ تو یہ غیر مقلدین حقیقت میں ایسے وسوسوں سے دین و ایمان پر ڈالنا چاہتے ہیں۔

نمبر ۵: آیا امام صاحبؒ کی تقلید پر تمام امت متفق ہے؟

جواب: شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا ہے کہ امت کے قابلِ اعتماد لوگوں کا

مذہب اربعہ کی تقلید کے جائز ہونے پر اجماع ہے (ص ۱۵۴)۔ یعنی مذاہب اربعہ میں۔ جس پر بھی عمل کریں اُس نے پورے دین پر عمل کیا اور دوسرے ائمہ بھی امام اعظمؒ کو اپنا پڑا مانتے ہیں۔ البتہ غیر مقلدین کی کسی جماعت پر اُمت مسلمہ کا تو کیا غیر مقلدین کا بھی اجماع نہیں۔ ہر ایک دوسرے کو کافر تک کہتا ہے۔ اب غیر مقلد کو سوچنا چاہئے کہ بغیر اتفاق اُمت کے اور بغیر اُن کی جماعتوں کے قرآن و حدیث کلمہ طیبہ اور آمنت باللہ میں مذکور ہونے کے اُمت کے بالا اتفاق ٹھکرا دینے کے کیوں کسی جماعت میں داخل ہوتے ہیں۔ اسی طرح امام بخاریؒ کی کتاب پر پوری اُمت کا اتفاق نہیں۔ ابن ابی حاتم نے خطا البخاری لکھی۔ دارقطنی نے ساڑھے چار سو کے قریب رجال بخاری پر جرح کی ہے۔ امام ترمذیؒ اور مسلمؒ نے بھی بعض شروط وغیرہ میں اُن کی مخالفت کی ہے۔ کیا اس اختلاف کی بنا پر بخاری شریف سے آپ دستبردار ہو جائیں گے۔

وسوسہ نمبر ۷، ۸: آیا امام صاحبؒ کے بارے قبر و حشر میں سوال ہوگا؟

الجواب: قبر اور حشر میں جس طرح فرشتوں اور قرآن پاک اور دوسری آسمانی کتابوں اور حضور اقدسؐ کے علاوہ دوسرے رسولوں اور خود قیامت کے بارہ میں اور اچھی بری تقدیر۔ بارہ میں اور بعثت ابدال موت کے بارہ میں ختم نبوت کے بارہ، صحابہ کرامؓ خصوصاً خانقاہ۔ بارہ میں اور اصحاب صحابہؓ سے کے بارہ میں بھی سوال نہیں ہوگا، اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کے بارہ میں بھی سوال نہیں ہوگا۔ اگر قبر اور حشر میں امام صاحبؒ کے بارہ میں سوال نہ ہونے کی، سے اُن کا انکار ضروری سمجھا جاتا ہے تو پھر ذرا میدان میں آکر تمام مذکورہ بالا چیزوں کا انکار کریں جن کا سوال قبر وغیرہ میں نہیں ہوگا۔ خدا تعالیٰ کے اوصاف میں سے صرف منفرد ربوبیت کا سوال ہوگا۔ من ربک۔ تو جناب باقی صفات کا انکار کریں۔ خدا تعالیٰ کے مالا کل جہاں ہونے کا سوال نہیں ہوگا۔ اس لئے آپ کھلم کھلا اعلان کریں کہ خدا خالق کل جہاں

میں ہے۔ ربوبیت کے بارہ میں بھی ربوبیت عامہ کا سوال ہوگا۔ من ربک؟ تیرا رب دن ہے؟ ربوبیت عامہ کا سوال نہیں ہوگا۔ اس لئے جناب سب غیر مقلدین کے ساتھ مل کر امان کریں کہ ہم کبھی خدا کو رب العالمین نہیں مانیں گے، سب غیر مقلدین اپنے آباؤ اجداد کا اس لئے کھلم کھلا انکار کریں کہ ان کا سوال نہ قبر میں ہونا ہے نہ حشر میں۔ اگر ایسے وسوسوں سے کسی سے فتنہ خفی چھڑوانی ہے تو اُس سے پہلے آپ کو مذکورہ بالا اشیاء کا انکار کرنا پڑے گا۔ اور یہ بھی آپ کو سوچنا ہوگا کہ لشکر طیبہ، جمعیت اہل حدیث، جماعت اہل حدیث، غرباء اہل حدیث، اہل حدیث یوتھ فورس، تحریک محمدی، جماعت المسلمین وغیرہ، آپ کی جماعتوں کا ذکر نہ قرآن اور حدیث میں نہ کلمہ طیبہ اور آمنت باللہ میں اور نہ اُن کا سوال قبر و حشر میں ہوتا ہے۔ اس لئے ذرا اپنے وسوسوں کے مطابق غیر مقلدین سے ان تمام جماعتوں سے اظہار برأت کرائیں، تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ اپنے اصولوں پر پہلے اپنوں کو عمل کراتے ہیں، پھر دوسروں کو اور یہ معلوم ہو جائے کہ ان کے لینے اور دینے کے ایک باٹ ہیں۔ اور یہ بات نہیں کہ اپنوں کے لئے اور اصول ہوں اور دوسروں کے لئے اور اصول ہوں۔

وسوسہ نمبر ۸: امام صاحبؒ نے اپنی کس کتاب میں یہ کہا ہے کہ اے لوگو! میری تقلید کرو اور میری بات مانو؟

الجواب: یہ سوال بھی پہلے سوالات کی طرح لغو ہے اور قرآن و سنت کی روح کے خلاف ہے۔ نہ قرآن میں یہ حکم ہے، نہ حدیث میں اور نہ ہی عرف میں کہ کسی صفت کے ثبوت کے لئے صاحب صفت کا اپنا اقرار ضروری ہے۔ کیا آپ کے نزدیک صحابیؓ بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کبے انا صحابی، میں صحابی ہوں۔ خلیفہ راشد ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان سے کہے کہ میں خلیفہ راشد ہوں؟ کیا کاتب وحی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کتب میں کاتب وحی ہوں۔ کیا قاری عاصم کی قرآء کو ماننے کے لئے ضروری ہے کہ

اقدس علیہ السلام کا بھی یہ فرمان ہے کہ حکم شری کا استنباط کرنے والے سے اگر خطا واقع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور ایک اجر عطا فرماتے ہیں۔

وسوسہ نمبر ۹: امام صاحب نے کونسی کتابیں لکھی ہیں؟ ان کے نام بتاؤ۔ انہوں نے قرآن کی تفسیر یا حدیث کی شرح تفسیر میں کونسی کتاب لکھی ہے؟ اگر تو پوری وضاحت کے ساتھ لکھو؟
الجواب: یہ اعتراض مفسرین حدیث سے غیر مقلدین نے لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر نبی اقدس علیہ السلام نے خود کوئی کتاب حدیث لکھی ہے تو ہم احادیث کو مانیں گے۔ اگر انہوں نے خود نہیں لکھی بلکہ تیسری صدی ہجری میں لکھی گئی ہیں تو ہم ان کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔ کیا یہ اللہ یا اللہ کے رسول کا حکم ہے کہ اگر جس نے کتاب لکھی ہو، اس کی اطاعت کرنا اور جس نے کتاب نہ لکھی ہو اس کی اطاعت نہ کرنا اگر قرآن و سنت میں کہیں یہ شرط نہیں تو آپ اپنی طرف سے یہ شرط لگا کر شرک کا دروازہ کیوں کھول رہے ہیں۔ اور کیا اگر آپ کی شرط دیکھ کر شیعہ میدان میں آجائیں کہ خلفائے ثلاثہ کی کتابیں حدیث یا تفسیر کی دکھاؤ، ورنہ ان کی اطاعت چھوڑ دو، تو آپ اپنے اختراعی اصول پر کتنا ماتم کریں گے۔ اور اگر کوئی کہہ دے کہ آپ بخاری و دیگر کتب حدیث میں ان راویوں کی روایات لیں جنہوں نے حدیث یا تفسیر کی کتابیں لکھی ہوں اور جنہوں نے کتابیں نہیں لکھیں ان کی روایت حدیث کا اعتبار نہیں تو آپ یقیناً اپنے خانہ زاد اصول کو چھوڑیں گے نہ کہ کتب احادیث کو، اسی طرح دنیا نے کوئی ایسا بے وقوف نہیں دیکھا ہوگا جو یہ کہے کہ میں تو اس شخص کو بیچ مانوں گا جس نے قانون کی کوئی کتاب لکھی ہو، اور میں حکیم یا ذاکر اس کو مانوں گا جس نے ذاکری یا طب کی کتاب لکھی ہو۔ میں اس باورچی کی پکی ہوئی روٹی کھاؤں گا جس نے کھانوں کی کتاب لکھی ہو۔ میں ہرگز اس حلوائی کی مشائی نہیں کھاؤں گا جس نے مشائیوں پر کتاب نہ لکھی ہو۔ اس حجام سے حجامت نہیں: وہاں سے کہ جس نے فن حجامت پر کتاب نہ لکھی ہو اور بجلی کا کام ہرگز اس شخص سے نہیں

کراؤں گا جس نے اس فن پر کتاب نہیں لکھی ہوگی۔ تمام غیر مقلدین اپنے اس اصول کو بذریعہ فنون میں پہلے عام کریں تاکہ لوگ ان کو پاگل خانے میں داخل کروائیں اور شریعت کو یہ ان کے خانہ زاد اصولوں سے ذخی بلکہ شبید نہ ہو۔ خیر اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی اگر کوئی غیر مقلد اپنی اس بات پر اڑا رہے تو پھر سن لے کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے تمہیں الصحیفہ میں باب باندھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سب سے پہلے شریعت کو مدون کرنے والے ہیں۔ اور سب سے پہلے انہوں نے کتاب الشرائع اور کتاب الفرائض لکھی اور اس کے تحت لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ نے جو سب شریعت میں امام ابوحنیفہؒ کی پیروی کی ہے (ص ۱۲۹)۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام مالکؒ نے موطا کی ترویج میں امام ابوحنیفہؒ کی پیروی کی ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کتب حدیث کے سب سے پہلے مدون ہیں۔ چنانچہ آج بھی ان کی سب سے پہلی حدیث کی کتاب، کتاب الآثار کے نام سے ملتی ہے۔ جس کی روایت آپ کے اور بہت سے شاگردوں کی طرح قاضی ابویوسفؒ اور امام محمدؒ نے بھی کی ہے۔ اسی طرح علم عائد میں سب سے پہلی کتاب امام ابوحنیفہؒ کی "فقد اکبر" ہے جو آج بھی ملتی ہے۔ اسی طرح امام اعظمؒ نے جو دقا فو قنا اپنے شاگردوں کو وصیتیں کی ہیں وہ بھی آج کل وصایا کے نام سے ملتی ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے سب سے پہلے کتاب الفرائض لکھی (تمہیں الصحیفہ ص ۱۳۰) ابوسلیمان جوزجانی فرماتے ہیں کہ مجھے احمد بن عبد اللہ قاضی بصرہ نے کہا کہ ہم علم شریعت کی بصیرت اہل کوفہ سے زیادہ رکھنے والے ہیں۔ میں نے کہا علماء کے لئے انصاف بہت عمدہ شے ہے۔ اس فن کو تو وضع ہی امام ابوحنیفہؒ نے کیا تم نے اس فن میں کچھ کمی زیادتی کی ہے اور اچھی عبارات سے اس کی تعبیر کی ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ سے قبل اپنی اور اہل کوفہ کی شریعتوں کو لا کر دکھاؤ۔ تو قاضی صاحب خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ میں بہ قسم کہتا ہوں کہ حق کو تسلیم کر لینا زیادہ اچھا ہے۔ بہ نسبت ناحق جھگڑنے کے (تمہیں

اصحیہ ص ۱۳۰) لہجے آپ تو کتاب کو دوتے تھے دو تو فنون کے سوجد ہیں۔ حافظ ابن حجر کی فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ شاگردوں کو مسائل لکھوایا کرتے تھے۔ اسی لئے ان کی کتیب ابو حنیفہ ہوئی۔ کیونکہ حنیفہ عراقی زبان میں دوات کو کہتے ہیں۔ تو وہ تمام مسائل کتب امام ہی کہلائیں گے۔

دوسرے نمبر ۱۰: صحابہ کرام مقلد تھے یا غیر مقلد۔ اسی طرح تابعین، تبع تابعین اگر مقلد تھے تو انہ (اربعہ) میں سے کس مذہب کے مقلد تھے یا غیر مقلد تھے؟

الجواب: حضرت شاد ولی اللہ محدث دہلویؒ نے قرۃ العینین میں فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ دو گروہ تھے: مجتہد اور مقلد۔ اسی طرح شاد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ مختلف شہروں میں پھیل گئے، اور ان میں سے ہر ایک، ایک ایک علاقے کا مقتدا بن گیا۔

(حجۃ اللہ البانہ ص ۱۴۱، ج ۱)

حدیث معاذؓ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مسئلہ قرآن و سنت میں نہ ملا؟ تو حضرت معاذؓ نے عرض کیا اجتہد ہر انسی کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا تو اللہ کے نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا ارنح۔ تو اس حدیث سے پتہ چلا کہ حضرت معاذؓ صوبہ یمن میں اپنے اجتہاد کی بنا پر بھی فیصلے کرتے رہے۔ مگر کوئی حدیث یا تاریخ سے ایک آدمی بھی پورے صوبہ یمن میں غیر مقلد ثابت نہیں کر سکتا جس نے کہا: وہ کہ اے معاذؓ! ہم قرآن و سنت کے فیصلے تو مانیں گے مگر آپ کی رائے کو نہیں مانیں گے، بلکہ سارا صوبہ یمن حضرت معاذؓ کی تقلید شخصی کرتا رہا۔ باقی صحابہ کرامؓ دوسرے مجتہد صحابہ کرامؓ کی تقلید کرتے تھے۔ جو ائمہ کرام بعد میں ہوئے ان کی اقتداء کا اسی طرح سوال غلط ہے جیسے کوئی منکر قرآن کہے کہ صحابہ کرامؓ نے قاری عامؓ، ابن کثیرؒ، مکیؒ، مابغ، مدنیؒ، جزئیؒ، کسائیؒ وغیرہ میں سے کسی کی قرآن پر قرآن نہیں پڑھا۔ لہذا میں بھی ان کی قرآن پر قرآن نہیں پڑھوں گا، تو قرآن سے ہاتھ دھو

ہے گا۔ اسی طرح کوئی منکر حدیث یہ کہے کہ صحابہ کرامؓ نے نہ بخاری پڑھی نہ مسلم نہ ترمذی نہ داؤد و نسائی و ابن ماجہ وغیرہ تو ہم بھی یہ نہیں پڑھیں گے، تو یہ غلط ہے۔ اسی طرح آپ کا یہ دوسرے صحابہؓ نہ حنفی تھے نہ شافعی نہ مالکی نہ حنبلی، لہذا ہم بھی ان کا انکار کرتے ہیں، غلط ہے۔ صحابہ کرامؓ احادیث کو مانتے تھے، وہی بعد میں مرتب ہو گئیں۔ اسی طرح وہ فقہ کے فتاویٰ کو مانتے تھے، ائمہ کرامؓ نے انہیں کو مرتب کر دیا، تو جیسے امام بخاریؒ نے محنت کر کے جن احادیث و مرتب کیا بخاری کی محنت کی وجہ سے ان کو بخاری کی طرف نسبت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح فقہاء نے صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ کو جمع کیا تو ان کو اگر فقہ حنفی کہہ دیا جائے تو وہی حرج نہیں۔ باقی صحابہ کرامؓ کا دوسرے صحابہ کرامؓ کی تقلید کرنے کی بہت سی مثالیں ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک موقع پر حضرت ابو موسیٰ الاشعرؓ نے فرمایا کہ جب تک مبارک درمیان عبد اللہ بن مسعودؓ ہیں، مجھ سے سوال نہ کیا کرو۔ (ص ۹۹، ج ۲)

اسی طرح قرۃ العینین میں ہے کہ نبی اقدسؐ کے بعد جب خلافت کے مسئلہ پر کچھ عجزا بوا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آخروقت میں حضور اکرم ﷺ نے ابوبکرؓ کو مصلیٰ کا امام بنایا تھا تو جب دین کا امام حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو بنادیا تو ہم دنیا کی امامت ملی ان کے سپرد کر دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ حضرت عمرؓ کا اجتہاد تھا، سب صحابہ کرامؓ نے ان کی تقلید شخصی کی۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منکرین زکوٰۃ سے جہاد کا ارادہ کیا تو صحابہ کرامؓ نے بالخصوص حضرت عمرؓ نے حدیث سے استدلال کیا کہ کلمہ کو سے قتال ممنوع ہے۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کر کے منکرین کو مرتد قرار دیا اور جہاد کا پختہ ارادہ فرمایا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (مذکورہ بالا قیاس میں) حضرت ابوبکرؓ کا شرح صدر فرمادیا ہے۔ تو میں نے جان لیا کہ یہ قتال حق ہے (بخاری ص ۱۰۸۲) اس اجتہاد صدیقی میں سب صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی تقلید شخصی کی، نیز جمع

قرآن کے لئے بھی حضرت عمرؓ کا شرح صدر ہوا۔ اور سارے صحابہ کرام نے آپ کی تشریح قرآن میں تقلید کی۔ (بخاری ص ۷۵)

وسوسہ نمبر ۱۱: چوتھی صدی تک پوری امت کا کونسا مذہب تھا یا فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار شرح طحاوی جلد ۱ ص ۵۱ میں لکھا ہے کہ یہ سب علماء غیر مقلد تھے۔ تو آیا یہ سب گمراہ تھے؟

الجواب: سوال نمبر ۱۰ سے معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام کے زمانے میں تقلید پائی جاتی تھی۔ قرآن پاک میں لیستفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم میں فتنباء کی طرف رجوع کا ذکر ہے۔ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الدین یستبطونہ (الآیہ) میں بھی اہل استنباط کی طرف رجوع کا ذکر ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (الآیہ) میں بھی فتنباء کی اطاعت کا حکم ہے۔ واتبع سبیل من اناب میں منیب الی اللہ کے پورے مذہب کی اتباع کا حکم ہے۔ فاستلوا اہل الذکر سے بھی تقلید ثابت ہوتی ہے۔ تو اب طحاوی کا قول پیش کرنا تقلید ہے یا اثرانا، پہلی صورت میں پیش کرنے والے مشرک ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان کا دعویٰ ہے: ائس حدیث کے دو اصول: اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ طحاوی کو خدا کی حیثیت سے پیش کر رہے ہیں یا رسول کی حیثیت سے۔ پہلی صورت میں شرک فی التوحید اور دوسری میں شرک فی الرسالت لازم آئے گا۔ اور اگر احناف کو الزام دینا ہے تو یاد رکھیں کہ الزام کا درجہ آخری ہوتا ہے، جب تحقیقی دلائل نہ ہوں۔ پھر الزام مقابل کے مسلمات سے دیا جاتا ہے۔ ہم امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں نہ کہ امام طحاویؒ کے اور فقہ حنفی کا منشی یہ قول بطور الزام آپ پیش کر سکتے ہیں۔ شاذ اقوال اور غیر منشی یہ سے الزام غلط ہے۔ جب ہم امام ابوحنیفہؒ کی وجہ سے بڑے بڑے ائمہ یعنی امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کو چھوڑ چکے ہیں، جو یقیناً طحاویؒ سے بڑے ہیں، تو ایک مقلد کا قول آپ ہمارے سامنے کیسے پیش کر سکتے ہیں۔

وسوسہ نمبر ۱۲: ایک شخص امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ کے نام سے بالکل واقف نہیں اور نہ

کسی ان کا نام سنا اور وہ قرآن وحدیث پر غافل ہے تو یہ باتی ہے یا گمراہ، دلیل سے جواب دو؟

الجواب: اپنے علاقے کے معروف عمل کو اختیار کرنا قرآن وسنت کے اعتبار سے ضروری ہے۔ یا مروون بالمعروف وینہون عن المنکر قرآن نے مومنوں کی علامت

اور یا مروون بالمعکر وینہون عن المعروف منافقوں کی علامت بتائی ہے۔ مسلم میں

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں بھی یہی ہے کہ غیر معروف حدیثوں کو پھیلانے سے فتنہ اور

گمراہی پھیلے گی۔ آپ بھی ذرا بتائیں کہ اگر ایک آدمی امام بخاری، امام مسلم وغیرہ محدثین اور

ان کی کتب سے ناواقف ہے اور صرف فقہ حنفی کے معروف عمل کے مطابق اپنی عبادت کرتا

ہے تو وہ گنہگار ہو گا یا نہیں؟

وسوسہ نمبر ۱۳: آیا ایک امام مثلاً امام ابوحنیفہؒ کی تقلید واجب ہے؟ اگر ہے تو انہوں نے

وکی آیت یا حدیث پیش کی ہے، جس میں فرمایا: وہ کہ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرنا واجب ہے؟

الجواب: وجوب تقلید کے دلائل باطل میں گزر چکے کہ اہل استنباط اور فتنباء کی اتباع کی

جائے اور اجتماع امت والی دلیل شرعی سے امام ابوحنیفہؒ کا فقیہ ہونا ثابت ہے۔ اس لئے ان

کی تقلید کی جاتی ہے۔ کیا غیر مقلدین کی تمام جماعتوں اور صحابہ سنت وغیرہ والوں کے نام آپ

و قرآن وسنت سے مل گئے ہیں؟

وسوسہ نمبر ۱۴-۱۵: کیا قرآن وحدیث کے علاوہ کسی اور چیز سے بھی وجوب

نہی شے کا ثابت ہوتا ہے؟ اگر تقلید اتنی ضروری ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو کیوں نہ بیان

کیا؟ اور اسی طرح رسول اللہؐ نے کن وجوہات کی بنا پر یہ اہم امر چھوڑ دیا ہے؟

الجواب: بخاری ومسلم وغیرہ کتب حدیث کے احترام کا وجوب قرآن وحدیث سے ثابت ہوا ہے یا کسی اور دلیل سے؟ تقلید کا قرآن وحدیث میں مذکور ہونا پہلے گزر چکا ہے۔

وسوسہ نمبر ۱۶: آیا نبی کے وصال پر ملال کے وقت دین الہی کامل تھا یا ناقص؟ اگر کامل تھا تو تقلید کی کیا ضرورت اور امام صاحبؒ نے کس نقصان کو پورا کیا، اسے بیان کرو؟ اگر دین الہی ناقص جانتے ہو تو پھر آیت کریمہ: **اليوم اكملت لكم دينكم** الخ کا کیا مطلب ہے؟

الجواب: اصول کے اعتبار سے قرآن پاک کامل ہے۔ اس میں تکمیل دین کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ احادیث اور فقہ میں فروعات ذکر کی گئی ہیں۔ جس طرح قراء سبعہ کی قراءۃ صحاح ستہ تکمیل دین کے منافی نہیں، اسی طرح فقہ بھی منافی نہیں۔ فقہ کے اندر جو مسائل ہوتے ہیں قرآن و سنت سے ہی ماخوذ ہوتے ہیں۔ اس لئے اصول فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **الفیاس مظہر لا مثبت**۔ کہ قیاس کے ذریعے قرآن و سنت کی تہہ میں چھپے ہوئے مسائل کو ظاہر کیا جاتا ہے نہ کہ اپنی طرف سے مسائل بنائے جاتے ہیں۔ جس طرح حساب ایک مکمل فن ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ جمع و تفریق کے اصول کامل ہیں۔ مگر ہر شخص کے پیش آمدہ حساب کے سوالات کا حل حساب کی کتاب میں نہیں ہوتا۔ اگر خود حساب دان ہے تو اپنا مسئلہ خود حل کرے گا۔ ورنہ کسی جاننے والے سے حل کرا لے گا۔ تو اس طرح ہر شخص کا اپنے جزوی سوالات کے جوابات معلوم کرنا تکمیل حساب کے منافی نہیں۔ اسی طرح فقہی جزئیات کا حل بھی تکمیل اصول دین کے منافی نہیں۔ اگر یہ بات ذہن میں نہیں بیٹھتی تو آپ ہی بتلائیں کہ کیا اللہ کے نبی ﷺ نے آخری وصیت میں صحاح ستہ، قراء سبعہ کے ماننے کا حکم دیا تھا اور ان کا ماننا تکمیل دین کے منافی تو نہیں؟

وسوسہ نمبر ۱۷: آیا قرآن وحدیث تمام عالم کے لئے بالعموم اور بالخصوص مسلمانانِ عالم کے حل کے لئے ناقص ہے؟

الجواب: جس طرح اللہ تعالیٰ نے اصول شفاء تمام جہان کے لئے کامل بنائے ہیں۔

ان ماہرین بلا واسطہ خود ماہر ہونے کی وجہ سے دوا سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اور جاہل و اکثر کے واسطہ سے شفاء حاصل کرتے ہیں۔ اب کوئی کہے کہ یہ اصول مرینوں کے حق میں ناقص ہیں تو یہ غلط ہوگا۔ اسی طرح ائمہ کی اتباع سے دین پر عمل کرنے سے دین میں نقص رہ نہیں آتا۔

وسوسہ نمبر ۱۸: آیا رسول اللہؐ نے ساری امت کو امام صاحب کے حوالے کیا ہے اور کیا بعض مسائل کی تکمیل ان کے لئے چھوڑی تھی؟

الجواب: جس طرح اللہ تعالیٰ نے امت کو سات قاریوں کے حوالہ نہیں کیا، مگر قراءۃ کا حکم دیا، اب قراءۃ اگر ہمیں قاری عاصم کوئی سے ملی تو ہم اس کو لے لیں گے۔ اسی طرح پورے حکام میں داخل ہونے کا شرعی حکم ہے۔ وہ ہمیں امام ابوحنیفہؒ سے ملاتو لے لیا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تکمیل قاریوں پر اور نبی پاک ﷺ نے اپنی سنت کی تکمیل صحاح ستہ پر نہیں چھوڑی، اسی طرح تکمیل دین امام ابوحنیفہؒ پر نہیں چھوڑی مگر پورے دین پر عمل کرنے کی مسائل فرعیہ کے اعتبار سے یہ ایک صورت ہے، جس طرح قرآن سات قراءتوں کی صورت میں اور حدیث صحاح ستہ کی صورت میں دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، آپ ہی بتائیں کہ کیا خدا تعالیٰ نے سات قاریوں کے سپرد کیا تھا اور فرمایا تھا کہ بعض قرآن کی تکمیل ان قاریوں پر چھوڑ دی ہے۔ یا اللہ کے نبیؐ نے امت کو بخاری وغیرہ کے سپرد کیا تھا کہ کچھ دین کی تکمیل میں بخاری پر چھوڑ رہا ہوں۔

وسوسہ نمبر ۱۹: آیا نبی ﷺ نے وقت وصال امام صاحب کی تقلید کا حکم کیا تھا یا قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی وصیت کی تھی؟ (انصاف آپ کے سپرد)

الجواب: فقہ قرآن و سنت کی کامل تعبیر ہے، اس کے منافی نہیں۔ اس پر عمل کرنے والا قرآن و سنت پر ہی عامل ہے۔ اور قرآن و سنت پر عمل کا حکم آپ ﷺ نے دیا ہے۔ کیا اللہ

کے نبی نے "باوغ المرام" وغیرہ کا حکم دیا تھا اور صحاح ستہ کی وصیت کی تھی۔ (فما ہو جو ابکم فہو جو ابنا)

دوسرے نمبر ۲۰: قرب قیامت میں جب امام مہدیؑ ظاہر ہوں گے اور عیسیٰؑ آئناںوں سے اتریں گے تو یہ دونوں کون سے مذہب کے مقلد ہوں گے؟

الجواب: امام مہدیؑ اور حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام جن سے قرآن اور صحاح ستہ پرچیں گے ان سے فقہ بھی پڑھ لیں گے۔ آپ بتائیں کہ قرآن اور حدیث وہ فرما اہل حدیث سے پرچیں گے؟ جمعیت اہل حدیث یا جماعت اہل حدیث یا لدعوۃ یا تحریک مجاہدین سے؟..... دودنیائیں آکر خود مجتہد ہوں گے۔ مجتہد کو کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں ہوتی، البتہ بعض اہل کشف کا قول ہے کہ ان کا اجتہاد امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کے موافق ہوگا، واللہ اعلم۔

دوسرے نمبر ۲۱: امام صاحب کے دو شاگردوں (امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) نے آپ

استاد کے مذہب کے دو حصوں کی مخالفت کی ہے۔ تو آیا وہ ان کی مخالفت کی وجہ سے گمراہ ہو گئے؟
الجواب: معلوم نہیں یہ قول شاذ آپ نے فقہ حنفی کے متواتر مسائل کے مقابلہ میں کس دلیل سے پیش کیا ہے۔ حالانکہ متواتر قرأتوں کے مقابلہ میں قرآن شاذ بھی موقوف ہوتا ہے۔ کیونکہ اس قول شاذ کا تقاضا تو یہ ہے کہ فقہ حنفی میں ہر دو اختلافی مسائل کے بعد تیسرا مسئلہ اتفاق آئے گا۔ آپ فقہ کی کسی کتاب کو کھول لیں، آپ پر نصف النہار کے سورج کی طرح اس کا جھوٹ واضح ہو جائے گا۔ متاخرین کی کتب میں سے اس وقت عالمگیری کا ص ۳ میرے سامنے ہے۔ اس میں پچیس مسائل مذکور ہیں۔ صرف ایک مسئلہ میں قاضی صاحب کے اختلاف کا اشارہ لکھا ہے۔ جبکہ آپ کے بقول ۱۴ مسائل اختلافی ہونے تھے۔ اسی طرح کتب معتدین میں سے اس وقت امام محمدؒ کی کتاب الآثار بندہ کے سامنے ہے، جس میں امام محمدؒ نے دو سو چھیالیس مسائل کے ابواب باندھے ہیں۔ اور صرف پچیس مسائل میں امام

صاحب سے مخالفت ذکر کی ہے۔ اگر آپ کے بقول دو جہائی میں مخالفت ہوتی تو کم از کم ایک۔ نوے مسائل میں مخالفت ہونی چاہئے تھی۔ پھر مخالفت کی نسبت نقل کرنے والوں کے اقوال بھی مختلف ہیں۔ علامہ شامیؒ نے ثلث کا قول ذکر کیا ہے اور پھر صاحب درمختار کا قول ذکر کیا ہے کہ امام صاحبؒ کا ہر شاگرد آپ ہی کی روایت کو لے کر اس کو دلیل سے ترجیح دیتا تھا۔ پھر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: یعنی امام صاحبؒ کے شاگردوں میں سے کسی کا کوئی قول امام صاحبؒ کے اقوال سے خارج نہیں ہے۔ اسی وجہ سے دوا البیہ کی کتاب البنیات میں ہے کہ قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میں نے کوئی قول ایسا نہیں کیا جس میں امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت ہو، مگر یہ بھی وہی قول ہے جس کے امام صاحبؒ قائل رہے ہیں۔ اسی طرح کا قول امام زفر نقل کر کے فرماتے ہیں: فہذا اشارة الى انہم ما سلكوا طریق الخلاف (یعنی یہ اشارہ ہے کہ امام صاحبؒ کے شاگرد، امام صاحبؒ سے اختلاف کے راستہ پر نہیں چلے ہیں)

(شامی ج ۱ ص ۴۷)
یہی بات علامہ شامیؒ نے رسم الحنفی میں ذکر کی ہے۔ پھر ان کا اختلاف بھی صرف فردع میں ذکر کیا گیا ہے۔ اصول میں بالکل کسی نے اختلاف نقل نہیں کیا اس کو تسلیم کرنے کی صورت میں بھی یہ مجتہد فی المسائل ہوں گے۔ اور مجتہد پر دوسری مجتہد کی تقلید ضروری نہیں ہوتی۔ آپ کا یہ اعتراض بالکل ایسا ہے جیسا کہ منکرین حدیث کہتے ہیں۔ عورتوں کے مسجد میں آنے کے مسئلہ میں حضور اکرم ﷺ کے شاگردوں نے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کی ہے۔ ہم ان کو بھی سمجھاتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے خود تسلیم کر لیا تھا کہ اگر آج خود نبی اقدس ﷺ ہوتے تو یہ پابندی لگا دیتے، کیونکہ پہلے جیسے حالات نہیں رہے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کی سختی مزاج نبویؐ کے مطابق تھی۔ اسی طرح امام صاحبؒ کے شاگردوں نے حالات کے بدلنے سے امام صاحبؒ کے ہی کسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔ یہ ان کی مخالفت نہیں موافقت ہے۔

وسوسہ نمبر ۲۲: آیا وہ لوگ جو قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں، بے ادب ہیں یا نہیں۔
 یا وہ لوگ جو پوری امت میں سے ایک عالم کے پیچھے چلتے ہیں، اور دوسرے علماء کو ذلیل
 گردانتے ہیں اور اس کی بات پر اعتبار نہیں کرتے اور ہر مسئلہ میں ان کی خطا کی طرف نسبت
 کرتے ہیں۔ مقلدین حضرات امام صاحبؒ کی تمام باتیں مانتے ہیں یا کچھ مانتے ہیں، کچھ
 نہیں۔ اگر تمام مانتے ہیں تو ان کے فرامین میں سے منجملہ یہ بات بھی ہے کہ حرام علی
 من لم یعرف دلیلی بن یفتی بکلامی وفي رواية لا يحل لاحد ان ياخذ بقولنا
 ما لم يعلم من ابن اخذناه (میزان للشعرانی ج ۱، ص ۵۵) اب حضرات مقلدین خود
 سوچیں کہ آیا وہ امام صاحبؒ کی اس بات پر عمل کرتے ہیں کہ نہیں؟ یا امام صاحبؒ کی تھلید کا
 دعویٰ کرتے ہیں، اور متاخرین کی بات مانتے ہیں؟

الجواب: اس سوال کا مدار اس لحاظ پر ہے کہ مقلد قرآن وحدیث کو نہیں مانتے
 اور غیر مقلد قرآن وحدیث کو مانتے ہیں۔ تو جواباً عرض ہے کہ ہم قرآن، سنت، اجماع،
 قیاس، چاروں دلیلوں کو مانتے ہیں۔ اور غیر مقلد قرآن وسنت کا نام لیتے ہیں مگر ان میں سے
 اجماع اور قیاس والی آیات اور احادیث کو نہیں مانتے۔ ان میں بھی اصل میں ان کی خواہش
 نفس کا دخل ہوتا ہے۔ چند اختلافی احادیث کو لے کر امت میں فتنہ برپا کرتے ہیں۔ ہم
 قرآن وسنت پر فقہاء کی فتاہت کی روشنی میں چلتے ہیں۔ علماء کی توہین کوفتنہ میں قریب پہنچ کر کہا
 گیا ہے۔ البتہ غیر مقلد تمام ائمہ سے استہزاء تک کرتے ہیں۔ ان کی تقریریں اور تحریریں بلکہ
 یہی سوالات کا انداز بھی اس پر شاہدِ ندل ہے۔ امام صاحبؒ نے اپنے فروع میں اجتہاد کی
 صلاحیت رکھنے والوں کو یہ کہا تھا کہ حرام علی..... الخ اور لا یحل لاحد جائل
 آدمی کو یہ نہیں کہا تھا بلکہ عوام کے لئے ان کا وجوب تھلید کا قول کفایہ کے حوالہ سے پیچھے گزر چکا
 ہے۔ (فقط۔ واللہ اعلم بالصواب)

چند شبہات کے جوابات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد:

چند دن ہوئے ایک طالب علم جو کسی مسجد میں امامت کرواتے ہیں چار صفحات پر
 فقہ کے چند حوالہ جات لکرائے اور بتایا کہ غیر مقلدین نے یہ اوراق ہمارے نمازیوں میں
 تقسیم کئے ہیں، جس کی وجہ سے ہمارے خفی دوست پریشان ہیں کہ غیر مقلدین کا مسلک فقہ
 خفی کی کتب سے ثابت ہے اور غیر مقلدین بھی ان فقہی حوالوں سے اپنی تائید ظاہر کر کے
 اپنے حق پر ہونے کا پردہ پینڈا کر رہے ہیں۔ بندہ نے ان اوراق کو دیکھا تو مسائل کے اڑیس
 ۲۸ نمبر دیئے تھے اور شروع میں لکھا تھا کہ مختلف مسائل دینیہ میں حدیث کی تائید فقہ خفی کی
 روشنی میں اور آخر میں لکھا تھا: ماخوذہ حقیقۃً، تالیف محمد یوسف جے پوری۔ ان اڑیس
 نمبروں میں سے آخری پانچ نمبروں میں صرف امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام
 ترمذی، امام نسائی کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات ذکر کی ہیں۔ معلوم نہیں کہ ان پانچ
 محدثین کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات سے کن حدیثوں کی تائید ہوتی ہے۔ اگر ان حدیثوں کو
 محمد یوسف جے پوری یا ان کی تھلید شخصی کرنے والا آدمی تحریر کر دیتا تو دعویٰ مدلل ہو جاتا۔

واضح رہے کہ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ہم قرآن وسنت کے علاوہ کسی امتی کے
 قول کو حجت نہیں سمجھتے، کیونکہ امتیوں کے اقوال کو ماننا شرک فی الرسالہ ہے۔ مگر محمد یوسف
 جے پوری نے اور اس کی تھلید شخصی میں بیت الفرقان والوں نے مذکورہ مسائل کوفتنہ خفی سے
 چرانے کی کوشش کی ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اس سے آپ شرک فی الرسالہ کے مرتکب

تو نہیں ہوئے؟ اگر آپ اس کو ہم پر الزام کے طور پر پیش کرتے ہیں تو الزام مجاہدات میں ہوتے ہیں جو اکثر اہل باطل کا شیوہ ہے اور اس سے تحقیق حق مقصود نہیں ہوتی۔ پھر الزام کے لئے مسلمات محکم کا تذکرہ ضروری ہے، اس لئے جب تک مذکورہ مسائل کا مطلبیہ نہ ہوتا ثابت نہ کریں الزام درست نہیں ہو سکتا اور اس میں یوسف جے پوری اور اس کے مقلد بیت الفرقان والے سو فیصد ناکام رہے ہیں کیونکہ کسی ایک مسئلہ کا بھی مفتی نہ ہونا ثابت نہیں کیا۔ یہ بالکل ایسے ہے جیسے منکرین حدیث منکر، شاذ، معلل، ضعیف، موضوع احادیث کو الزامی طور پر پیش کریں تو غیر مقلدین بھی کہیں گے کہ یہ ہمارے مسلمات کے خلاف ہے۔ لہذا اس سے ہم کو الزام دینا درست نہیں یا کوئی منکر قرآن شاذ قرأت کو الزامی طور پر پیش کرنے تو وہ الزام درست نہیں۔ اسی طرح ان مسائل کے متعلق مسائل کی تعداد کے مطابق آیات یا احادیث پیش کرنا ضروری تھا تا کہ پتہ چل جائے کہ ان آیات و احادیث سے غیر مقلدین کا مسلک ثابت ہے..... پھر احادیث کے بارہ میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ احادیث کس درجہ کی ہیں؟ صحیح لذات یا حسن لغیرہ، یا حسن لغیرہ ہیں اور ان احادیث کے مقابلہ میں کوئی آیات یا ایسی احادیث نہیں جو ان احادیث کے ہم پل یا اس سے اعلیٰ ہو۔ نیز وہ حدیث خیر القرون میں متروک العمل بھی نہ ہو۔ اور متواتر عمل کے خلاف بھی نہ ہو، لیکن نہ تو محمد یوسف جے پوری نے ان چیزوں کے بیان کرنا التزام کیا ہے نہ بیت الفرقان والوں نے، بلکہ کتب فقہ کے حوالوں کے نقل کرنے میں بھی انتہائی بددیانتی کا ثبوت دیا ہے چنانچہ ان مسائل کو حسب الترتیب ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱: (۱) عصر کا وقت ایک مثل سے شروع ہوتا ہے (در مختار ج ۱ ص ۱۶، ہدایہ ج ۱ ص ۲۵۷، منیہ ص ۶۸)۔ یہ حوالہ حقیقۃً الفقہ سے نقل کیا ہے اور حقیقۃً الفقہ میں پہلے بریکٹ میں مذہب صاحبین پھر بین القوسین مطابق حدیث لکھا تھا اس کو نقل نہیں کیا۔ کیونکہ

اس سے معلوم ہو جاتا تھا کہ امام صاحب کا یہ مسلک نہیں ہے، پھر در مختار کی عبارت و وقت العصر منه الی قبیل الغروب میں منہ کی ضمیر کا مرجع مثلین ہے۔ جیسا کہ شامی نے ذکر کیا، تو در مختار کی عبارت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ عصر کا وقت سائے کے دو مثل تک پہنچنے سے غروب سے تھوڑی دیر پہلے تک ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ در مختار کی طرف مثل اول سے عصر کے اول وقت کی نسبت سو فیصد جھوٹ ہے جو بیت الفرقان والوں نے محمد یوسف جے پوری کی اندھی تقلید میں تحریر کر دیا ہے۔ پھر ظہر کے آخر وقت میں کچھ در مختار میں صاحبین کے قول کو ترجیح دی تھی مگر شامی نے اسکی اس طرح تردید کر دی ہے کہ "دلائل دونوں طرف برابر ہیں اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا ضعف ظاہر نہیں ہوا۔ بلکہ آپ کے دلائل بھی قوی ہیں جیسا کہ مطولات اور منیہ کی شرح کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔

بحر الرائق میں کہا ہے کہ امام صاحب کے قول کو چھوڑ کر صاحبین یا ان میں سے کسی ایک کے قول کی طرف رجوع بغیر کسی ضرورت کے نہیں کیا جائے گا مثلاً امام صاحب کی دلیل کا ضعیف ہونا یا ان کے خلاف تعامل کا پایا جانا جیسے مزارعت کے مسئلہ میں اگرچہ مشائخ اس بات کی تصریح بھی کر دیں کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے جیسا کہ اس مقام میں ہے ۱۲ شامی ص ۳۵۹ ج ۱ بلکہ اس مسئلہ میں علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ اگر مثلین تک تاخیر میں جماعت چھوٹنے کا خطرہ ہو تو جماعت کو چھوڑنا اولیٰ ہے (ایضاً ص ۳۵۹ ج ۱) پھر ہدایہ کا حوالہ نقل کرنے میں بھی گڑبڑ کی ہے کیونکہ عصر کے اول وقت کے بارہ میں فرمایا کہ "عصر کا اول وقت دونوں قوموں کے مطابق جب ظہر کا وقت خارج ہو جائے۔" معلوم ہوا کہ صاحب ہدایہ نے پہلے دو قول نقل کئے ہیں اور وہ وہی امام صاحب اور صاحبین والے قول ہیں۔ پھر صاحب ہدایہ کا طریقہ یہ ہے کہ قول رائج کو پہلے اور قول مرجوح کو بعد میں ذکر کرتے ہیں اور ذکر اولہ کے وقت قول مرجوح کی دلیل کو پہلے اور قول رائج کی دلیل کو بعد میں لکھتے ہیں جیسا کہ حوالہ

عبداللہ صاحب نے مقدمہ میں تحریر کیا ہے۔ تو اب اس اصول کے مطابق صاحب ہدایہ نے دو مثل کے قول کو نقل مقدم اور استدلال مؤخر کر کے اس کے رائج اور مثل اول کے قول کے مرجوح ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔ پھر امام ابوحنیفہ کے استدلال میں ظہر کو غنہا کر کے پڑھنے والی روایت بھی ذکر فرمائی اور فرمایا کہ ایک مثل ظہر کا یقینی وقت ہے اور دوسری مثل میں ظہر کے وقت ختم ہونے کا شک ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ مثل ثانی ظہر کا وقت ہے نہ کہ عصر کا۔ پھر صاحب فتح القدیر نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ صاحبین کے متدل حدیث جبریل کے جو حدیث بھی اوقات کے بارہ میں متعارض ہوگی اس کو حدیث جبریل کے لئے ناسخ قرار دے کر معتبر مانا جائے گا۔ کیونکہ حدیث جبریل احادیث اوقات میں سب سے مقدم ہے۔ اور باقی احادیث مؤخر ہیں۔ اب چونکہ مارکٹ والے غیر مقلد محمد یوسف کے وکیل صفائی بن کر ہمیں یہ سمجھا دیں کہ ہدایہ کا ایک قول مرجوح نقل کرنا اور رائج کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا یہ خدا یا خدا کے رسول ﷺ کے حکم سے کیا ہے؟ پھر یہ بھی حکم خدائی یا فرمان مصطفائی تھا کہ مشین والے قول کی حدیث نقل نہ کرتا۔

اسی طرح مذیہ المسلسل سے بھی امام صاحب کے رائج قول کو ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی غلطی بددیانتی ہے جس کے بغیر غیر مقلدین کا مذہب قائم ہی نہیں رہ سکتا۔ پھر غیثہ شرح منیہ میں مشائخ احناف کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ عصر کو مشین کے بعد اور ظہر کو مثل اول میں ۱۱ کر لیا جائے تاکہ دونوں نمازیں بالاتفاق درست ہوں۔ اور غیر مقلدین کے نزدیک بھی مشین کے بعد عصر کا وقت رہتا ہے۔ چنانچہ نواب نور الحسن متوفی ۱۳۳۶ھ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سورج کے زرد نہ ہونے تک عصر کا وقت بیان کیا ہے (عرف الجاوی ص ۱۸) اور وحید الزمان نے یہ وقت عصر باکراہت اور اس کے بعد غروب تک بکراہت وقت عصر ذکر کیا ہے۔ (کنز الحقائق ص ۱۷) نزل الابرار میں بھی یہی وقت لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ عصر کا

پسندیدہ وقت دو مثل تک ہے (نزل الابرار ص ۵۶، ج ۱)۔۔۔۔۔ اقتدار احمد سہبانی غیر مقلد نے بخاری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عصر کا وقت ظہر کے بعد سے شروع ہو کر غروب آفتاب تک باقی رہتا ہے (صلوۃ الرسول ص ۱۰)۔۔۔۔۔ حکیم صادق سیالکوٹی متوفی ۱۹۸۶ء نے لکھا ہے: "اور وقت عصر کا ہے جب تک کہ نہ ہو آفتاب زرد۔" (صلوۃ الرسول ص ۱۳۳)۔۔۔۔۔ مولوی محمد یونس دہلوی غیر مقلد فرماتے ہیں: "عصر کی نماز میں یہاں تک تاخیر کی کہ نماز عصر کے پڑھنے کے بعد کوئی کہتا تھا کہ آفتاب زرد پڑ گیا۔ (دستور الہندی ص ۸۰)۔۔۔۔۔ مفتی عبدالرحمن بھی لکھتا ہے کہ عصر کا وقت زردی آفتاب سے قبل تک ہوگا (صلوۃ الرسول ص ۳۶)۔ ذکر شفیق الرحمن زید نقل فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نماز عصر پڑھتے تھے اور آفتاب بلند (زردی کے بغیر روشن) ہوتا تھا" (نماز نبوی ص ۹۹)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ سورج کے زرد ہونے سے پہلے غیر مقلدین کے ہاں نماز باکراہت جائز ہے، تو وہ مثل سایہ کے بعد سورج کے زرد ہونے سے پہلے جس وقت تمام احناف کی مساجد میں عصر ہوتی ہے یہ وقت بالاتفاق صحیح ہے۔ مگر غیر مقلد اس امت کے اتفاق کو پارہ پارہ کرنے کے لئے اختیانی وقت میں اذان اور نماز پڑھنے کو کارثواب سمجھتے ہیں، بلکہ مرد و ست کو زندہ کرنا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے انتشار سے امت کو بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

لطیفہ: بورت والہ شہر میں بعض سرکاری آدمیوں نے یہ کوشش کی کہ اذانوں اور نمازوں کے اوقات اس طرح متعین کر دیئے جائیں کہ ایک ہی وقت میں تمام مساجد میں اذان اور جماعت ہو، تاکہ سرکاری طور پر بازار بند ہو جائے اور سب بازار والے مسجد میں جا کر نماز پڑھیں۔ غیر مقلدین نے باقی نمازوں میں تو اس تجویز کو قبول کیا مگر عصر کے بارہ میں قبول کرنے سے انکار کیا۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب حنفی صاحب مدظلہ نے دلائل سے ثابت کیا

کہ ہمارا وقت اتفاقی ہے اور آپ کا اختلافی۔ ہمارے وقت میں آپ کی نماز باکراہت ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کو تسلیم کرنے میں امت کی شیرازہ بندی ہے، مگر جس فرقہ کی بنیاد ہی امت میں انتشار پیدا کرنے کے لئے ہے، اس کو یہ تجویز بالکل پسند نہ آئی۔

مستدلات امام اعظم ابوحنیفہ:

(نوٹ) واضح ہو کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مستدلات آیات و احادیث کافی ہیں، ان میں سے بعض کا ذکر کرتا ہوں۔ (۱) حافظ ابو بکر احمد بن علی البصاص متوفی ۳۰۷ھ فرماتے ہیں کہ مشلین کے قول پر اللہ تعالیٰ کے قول اقم الصلوٰۃ طرفی النہار سے استدلال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ نماز جتنی وقت غروب کے قریب ہوگی وہ طرف نہار کے اطلاق کے زیادہ مناسب ہوگی۔ (۲) اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس کے ظاہر کا اقتضایہ ہے کہ وقت نماز غروب آفتاب تک ہے، تو مشلین بہ نسبت مثل اول غروب آفتاب کے قریب ہے۔ (۳) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا: تمہارا مقررہ وقت بہ نسبت ان لوگوں کے وقت کے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں ایسے ہے جیسے عمر سے سورج کے غروب ہونے تک ہے اور تباریٰ مثال اور تم سے پہلے دو کتاب والوں (یہود و نصاریٰ) کی مثال مثل اس شخص کے ہے جس نے مزدور مزدوری پر لئے۔ تو اس نے کہا کہ کون ہے جو میرے لئے صبح سے دوپہر تک کام ایک قیراط پر کرے تو یہودیوں نے عمل کیا۔ پھر اس نے کہا کون میرے لئے دوپہر سے عصر تک ایک قیراط پر عمل کرے گا۔ تو عیسائیوں نے عمل کیا۔ پھر اس شخص نے کہا کہ کون میرے لئے عصر اور مغرب کے درمیان دو قیراط پر عمل کرے گا، تو تم نے عمل کیا تو یہودی اور عیسائی ناراض ہو گئے کہ ہمارا کام زیادہ اور مزدوری کم ہے تو اس شخص نے کہا کہ میں نے تمہاری مقررہ اجرت سے کوئی کمی کی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو اس شخص نے کہا کہ یہ میرا فضل ہے جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں۔ اس حدیث پاک میں عصر سے مغرب تک کے عمل کو زوال سے عصر تک کے

مثل سے قلیل کہا گیا ہے۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ عمر مشلین کے بعد شروع ہو۔ اگر ایک مثل سے شروع ہو تو زوال سے عصر تک کا وقت قلیل ہوگا (احکام القرآن ص ۲۶۹)۔ (۴) حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو، اس لئے کہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے (بخاری ص ۷۷)۔ (۵) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا جب گرمی سخت ہو تو نماز کو ٹھنڈا کر دو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے (بخاری ص ۷۶)۔ (۶) انہیں الفاظ سے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے بھی ہے (بخاری ص ۷۶)۔ (۷) حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے مؤذن نے ظہر کی اذان کا ارادہ فرمایا تو حضور ﷺ نے فرمایا ٹھنڈا کر، ٹھنڈا کر، یا فرمایا انتظار کر، انتظار کر اور فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے۔ پس جب سخت گرمی ہو تو نماز مؤخر کر کے ٹھنڈی کر دو۔ حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا (بخاری ص ۷۶) اور دوسری روایت میں ہے کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا (بخاری ص ۸۸)۔ (۸) حضرت صفوانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اقدس ﷺ کو سنا، فرماتے تھے: ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر دو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے (ابن ابی شیبہ ص ۳۵۹، ج ۱)۔ (۹) ابو بکر بن ابی موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد بھی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم دیتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۳۵۹، ج ۱)۔ (۱۰) یزید بن عبد الرحمنؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو محمدؒ نے مکہ میں ظہر کی اذان کہی تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ اے ابو محمدؒ! کیا یہ تیری آواز ہے جو میں نے سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں، میں نے آپ کو سنانے کے لئے یہ آواز محفوظ کی تھی۔ تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اے ابو محمدؒ! تو سخت گرم زمین میں ہے۔ پس نماز کو ٹھنڈا کر اور خوب ٹھنڈا کر (ابن ابی شیبہ ص ۳۵۹، ج ۱)۔ (۱۱) عبداللہ بن شقیقؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ بھی ظہر کو ٹھنڈا کرنے کا حکم دیتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۳۵۹، ج ۱)۔ (۱۲) حضرت قیسؓ فرماتے ہیں کہ عودی طور پر یہ بات کہی جاتی تھی کہ ظہر کو

نشدنا کرد، کیونکہ جہنم کے دروازے کھل جاتے ہیں (ابن ابی شیبہ ص ۵۹ ج ۱)۔
 (۱۳) حضرت منذر بھی حضرت عمرؓ کے ظہر کو نشدنا کرنے کا حکم نقل فرماتے ہیں (ابن ابی شیبہ ص ۵۹ ج ۱)۔
 (۱۴) حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نماز کو نشدنا کر کے پڑھنے کا حکم دیتے تھے (مصنف عبد الرزاق ص ۵۴۲ ج ۱)۔ (۱۵) ابن سیرین فرماتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ظہر کو نشدنا کرو، کیونکہ گری کی سختی جہنم کے جوش سے ہے (عبد الرزاق ص ۵۴۲ ج ۱)۔ (۱۶) حضرت طاؤس فرماتے تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا گری میں ظہر کو نشدنا کرو۔ (عبد الرزاق ص ۵۴۳ ج ۱)

ان روایات سے امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا استدلال اس طرح ہے کہ موسم گرما میں ایک مثل کے بعد نشدنا ہوتی ہے۔ نیز حلو ان کی وجہ سے نیلوں کا سایہ عام طور پر اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب دوسری چیزوں کا سایہ تقریباً ایک مثل ہو جاتا ہے۔ تو جب نیلہ کا سایہ ایک مثل ہوگا تو دوسری اشیاء کا سایہ دو مثل کے قریب ہوگا۔ تو جب اس میں ظہر پڑھی تو غرض لامحالہ اس کے بعد ہوگی۔

دوسرا مسئلہ شرح وقایہ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ صحیح حدیث سے اذان کے کلمے دود بار اور تکبیر کے ایک ایک بار (شرح وقایہ ص ۸۰)

الجواب: یہ مسئلہ بھی محمد یوسف جے پوری کی اندھی تقلید میں لکھا گیا ہے، جس کا اصل جواب قولہ اللہ علی الکاذبین ہے، کیونکہ شرح وقایہ میں یہ مسئلہ بالکل نہیں اگر کوئی غیر مقلد جرأت کر کے شرح وقایہ کی عربی عبارت پیش کرے اس کو منہ مانگا انعام دیا جائیگا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ شرح وقایہ میں اس کی تردید ہے چنانچہ شرح وقایہ میں ہے "بلا لحن و ترجیع" کہ اذان بغیر لحن اور ترجیع کے کہی جائے گی یعنی شہادتین کو دو بار (ایک مرتبہ آہستہ اور ایک مرتبہ بلند آواز سے) نہیں کہا جائیگا۔ (ص ۱۵۲) اور آگے لکھا ہے والا فامۃ مسئلہ کہ اقامت اذان کی مثل ہے اور ساتھ ہی امام شافعی کی اکبری اقامت کی تردید کی ہے (ص ۱۵۳)۔ تو

یہ ہی سانس میں اس قدر تبوت ہونا موجودہ دور کے غیر مقلدین کا حوصلہ ہے، اللہ تعالیٰ کو ہدایت عطا فرمائے۔

اصل مسئلہ کلمات اقامت:

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے درج ذیل احادیث سے یہ مسئلہ لیا ہے۔ (۱) حدیث عبد اللہ بن زید و اقام منشی کہ فرشتے کو دوہری اقامت کہتے دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصویب فرمائی اور حضرت بلالؓ کو اذان و اقامت کہنے کا حکم دیا تو آپ نے دوہری اقامت کہی (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۱ ج ۱، ص ۲۳۲ ج ۱، ابو داؤد ص ۵۳) (۲) خلیفہ اشعث حضرت عمرؓ نے مذکورہ بالا خواب کی مثل خواب دیکھا یعنی فرشتہ کی دوہری اقامت تھی (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۳ ج ۱، مصنف عبد الرزاق ص ۴۶۲ ج ۱) (۳) حضرت ابو حمزہ درودؓ کو جو خود نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت سکھائی وہ ستر و کلمے تھے یعنی دوہری اقامت (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۱ ج ۱، ابن ماجہ ص ۵۲) (۴) رفیع بن قیس فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ اذان اور اقامت دوہری ہے اور حضرت علیؓ ایک ایسے مؤذن کے پاس آئے جو اکبری اقامت کہتا تھا تو آپ نے فرمایا تیری ماں مرجائے تو نے اس کو دوہرا کیوں نہیں کہا (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۳ ج ۱) (۵) حضرت سلمہ بن الاکوع بھی دوہری اقامت کہتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۳ ج ۱) (۶) حضرت ابو العالیہ بھی فرماتے تھے کہ جب تو اقامت کہے تو اس کو دوہرا کہہ (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۳ ج ۱)۔ (۷) ابراہیم نخعی فرماتے تھے کہ دوہری اقامت کہنا امت محبوبہ (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۳ ج ۱)۔ (۸) حجاج بن ارطاة سے ہے کہ ابو اسحاق نے کہا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے تمام شاگرد دوہری اذان اور دوہری اقامت کہتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۳ ج ۱)۔ (۹) حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ حضرت بلالؓ دوہری اذان اور دوہری اقامت کہتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۳ ج ۱)۔ (۱۰) محدث عبد الرزاق

فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری کو منی میں اذان کہتے سنا اور اقامت بھی مثل پہلی حدیث کے الفاظ کے پوری کہی (معنف عبد الرزاق ص ۴۶۲ ج ۱)۔ (۱۱) اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ دوہری اذان اور دوہری اقامت کہتے تھے (الخ)۔ (معنف عبد الرزاق ص ۴۶۲ ج ۱)۔ (۱۲) مسلم البطين فرماتے تھے کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے حضرت علیؓ کے مؤذن کی اذان سنی تھی کہ وہ اقامت دوہری کہتا تھا۔ (معنف عبد الرزاق ص ۴۶۳ ج ۱)۔ (۱۳) فطر فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہد کے سامنے اکبری اقامت کا بیان ہوا تو آپ نے فرمایا یہ ایسی چیز ہے جس کو امراء نے ہانکا کر لیا ہے، ورنہ اقامت تو دوہری دوہری ہے۔ (معنف عبد الرزاق ص ۴۶۳ ج ۱)۔ (۱۴) عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے فرمایا کہ ہم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن زید الانصاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ نے فرمایا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خواب میں ایک آدمی کو جو ایک نوئی دیوار پر کھڑا تھا تو اس نے دوہری اذان اور دوہری اقامت کہی۔ (بیہقی ص ۴۲۰ ج ۱)۔ (۱۵) امام شعبیؒ حضرت عبد اللہ بن زید الانصاری سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان کو سنا تو آپ کی اذان اور اقامت دوہری تھی، (الجوہر النقی مع البیہقی ص ۴۲۲ ج ۱)۔ (۱۶)

ابو حیرہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوہری اذان اور دوہری اقامت کہتے تھے۔ (الجوہر النقی مع البیہقی ص ۴۲۳ ج ۱)۔ (۱۷) حضرت سید بن غفلہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ دوہری اذان اور اقامت کہتے تھے، (الجوہر النقی ص ۴۲۳ ج ۱)۔ (۱۸) امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کا دوہری اقامت پر قائم رہنا متواتر آثار سے ثابت ہے۔ امام طحاویؒ نے قیاس صحیح سے بھی اس کی تائید کی ہے کہ اذان میں جو کلمے دو بار آتے ہیں تو دوبارہ پہلے سے نصف ہوتے ہیں تو ہم نے اقامت کے

ی کلمات اللہ اکبر اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کو دیکھا کہ یہ اقامت کے کلمات اذان کی مثل ہیں۔ معلوم ہوا کہ باقی کلمات بھی اذان کی مثل ہوں گے۔

ان دلائل کو ذرا ایک نظر پھر ملاحظہ کریں کہ دوہری اقامت فرشتے سے حضرت عبد اللہ نے سنی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ اقامت حضرت بلالؓ نے کہی حضرت عمرؓ نے یہی اقامت خواب میں دیکھی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کو ترک کرنے والے کیلئے بد ما دیتے ہیں۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ امراء نے دوہری اقامت میں تخفیف کی ہے۔ معلوم ہوا کہ خیر القرون میں معروف دوہری اقامت تھی بالخصوص ان علاقوں میں تو جب سے میں آیا ہے فقہ حنفی ہی متواتر العمل ہے تو اس متواتر عمل کے خلاف منکر عمل کو رواج دینا فتنہ اور مراءتی کا سبب ہے۔

دوہری اقامت:

واضح ہوا کہ ہم نے اکبری اقامت والی روایات پر بھی اس طرح عمل کیا ہے کہ کلمات تو اکبرے نہ ہوں البتہ سانس بہ نسبت اذان کے اکبرے ہوں یعنی اذان میں مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر پر دو سانس لے گا مگر تکبیریں یہاں تک ایک سانس سے لے گا شہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ پر اذان میں دو سانس اور تکبیر میں ایک دو۔ شہد ان محمد رسول اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ پر اذان میں دو اور اقامت میں ایک سانس ہو گا اسی طرح حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ پر اذان میں دو اور اقامت میں ایک سانس ہو گا طیٰ حذا القیاس اکبری اقامت میں اکبرے سانس مراد ہوں گے۔ شارح بخاری حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ نے اکبری اقامت والی روایت کا یہ مفہوم بیان فرمایا ہے کہ الاقامۃ میں اقامت سے مراد خاص دوہر کی اقامت ہے جس سے پہلے حضرت بلالؓ اور حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کی دوسر

اور فجر کی اذانیں تھیں تو شبہ ہو سکتا تھا کہ اذانیں دو ہوئی ہیں تو اقامتیں بھی دو ہونی چاہئیں، اس شبہ کے ازالے کیلئے آپ نے فرمایا کہ اقامت دوہری اذان کے بعد اکبری یعنی ایک مرتبہ ہی ہوگی دوہری کہنے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ دونوں اذانیں فجر کی نہیں بلکہ ان میں سے ایک عمری کی اذان ہے۔ لیکن یہ دوا ایسے مفہوم میں کہ ان کے اعتبار سے ہم نے دوہری اور اکبری اقامت والی تمام روایات پر عمل کر لیا مگر کس قدر افسوس ہے کہ ہم ان تمام روایات پر عمل کر کے بھی اہل حدیث نہیں اور غیر مقلدین دوہری اقامت کی تمام روایات متواتر ہو چھوڑ کر بھی اہلحدیث ہیں۔

مسلك اہلحدیث:

مولوی وحید الزمان غیر مقلد فرماتے ہیں کہ حدیث میں آنے والے کسی بھی طریقے اذان یا اقامت کہی تو وہ کفایت کرے گی (نزہۃ الابرار ص ۵۸) نیل الاوطار میں ہے کہ دوہری تکبیر کی احادیث ایک تو زیادتی پر مشتمل ہیں تو اس کی طرف رجوع لازم ہے۔ (بحوالہ ہدیۃ المصدی ص ۵۲ ج ۳)۔ نیز وحید الزمان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح سات قرأتوں میں اختیار دیا ہے جس قرأت پر چاہے قرآن پڑھ لے اسی طرح اکبری اور دوہری تکبیر میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹا بھی ہے کہ خواہ یہ کہہ لے یا یہ کہہ لے (ہدیۃ المصدی ص ۵۲ ج ۲) انواب توراحسن غیر مقلد لکھتے ہیں جیسے اکبری اقامت کے دلائل آئے ہیں اسی طرح دوہری اقامت کے دلائل بھی ہیں پھر دوسطر بعد فرماتے ہیں کہ ان اذان میں تقدیم و تاخیر معلوم نہیں اس لئے دونوں قسم کے دلائل کو غماز جمع کرنا ہی بہتر ہے اور زائد کلمات پر عمل صحیح سند سے ثابت ہے پس اس صورت پر اقامت دوہری ہی چاہئے سوائے آخر میں لا الہ الا اللہ کے یہی قول اصول کے تقاضا کے موافق ہے۔ (عرف الجاوی ص ۲۳، ص ۲۵)۔ اب بیت الغرقان والوں سے درخواست ہے کہ ان حقائق میں اتفاق اور اتحاد کی صورت یہی ہے

اور دوہری تکبیر صدیقین سے یہاں چلی آ رہی ہے، روایات سے بھی اور آپ کے غیر مقلدین سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اسی پر عمل کو جاری رہنے دیں۔

طالبہ:

اگر آپ کو یہ صورت پسند نہیں تو آپ اپنے دعویٰ کے مطابق کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی بات کو حجت نہیں سمجھتے۔ (۱) کوئی ایک آیت یا صحیح معنی حدیث پیش کریں جس میں دوہری تکبیر کی ممانعت ہو۔ (۲) نیز یہ واضح کریں کہ اختلاف روایات کے وقت آپ نے اکبری اقامت کو ترجیح دیا یا رسول خدا کے قول سے دی ہے تو اس کو پیش کریں اور اگر کسی امتی کی رائے سے ترجیح دی ہے تو امتی کی رائے مان کر کیا آپ مشرک نہیں ہوئے؟ (۳) کلمات تکبیر کے اکبرا کہنے کے الفاظ اگر کسی مرفوع حدیث میں ہوں تو بیان کریں؟ صرف ایثار اقامت (اکبرا کہنا) سے کلمات کا ایثار ثابت نہیں ہوتا بعد اس سے اقامت کے سانس اکبر نے بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایثار کے پہلے مفہوم کا اثبات اور دوسرے کی نفی نقل فرمائیں۔

نوٹ: ہم تو اختلاف روایات میں جب نبوی فیصلہ نہ ہو تو مجتہد کے قول پر عمل کرتے ہیں جو دلیل شرعی ہے آپ بلا دلیل اکبری اقامت کو آخر کیوں ترجیح دیتے ہیں۔ (۴) اکبری اقامت کہنے سے کتنا اثواب ملتا ہے جو دوہری اقامت کہنے والوں کو نہیں ملتا؟ جواب آیت یا حدیث سے دیں۔

لطیفہ: ایک دفعہ میں ادا کو نالہ تھمیل چپچہ وطنی میں جمع پڑھا نے گیا تو ایک آدمی مجھے کہنے لگا کہ ابھی چند دن ہوئے چند غیر مقلد مجھے ٹی وی پر حج دکھانے لے گئے اور عرفات میں جب اقامت ہوئی تو خاص طور پر ہم خفیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھو یہاں اکبری اقامت ہو رہی ہے یہ ہماری اقامت ہے معلوم، واکہ ہمارا مسلک حرم والوں کا مسلک ہے اور خفیوں کا

مسک حرم والوں کے خلاف ہے۔ اس بات سے ہم خفی لوگ بڑے پریشان ہیں۔ میں نے کہا کہ واقعی انہوں نے آپ کوئی وی دکھایا ہے تو اس نے کہا بالکل دکھایا ہے اور اس میں یمن رفع یدین بھی دکھاتے تھے کہ دیکھو وہ حاجی رفہ یدین بھی کرتے ہیں اور کہتے تھے کہ: مسک مکہ اور مدینہ والا ہے تمہارا مسک کوٹنے والا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ تو اکثر الدعوة وغیرہ رسالوں میں یہ مضمون شائع کرتے ہیں کہ فی وی دیکھنا حرام ہے۔ اہنت ہے۔ فاشی ہے پھیلنے کا ذریعہ ہے اور فی وی تو زمہم کی اکثر خبریں الدعوة میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ فلاں فلاں جگہ ہمارے لشکریوں نے فی وی توڑ دیئے یا تڑوا دیئے اور آپ کہتے ہیں کہ ہمیں خود انہوں نے فی وی دکھایا تو اس نے کہا کہ جی میں اور بہت سے آدمی پیش کر سکتا ہوں جن وہ انہوں نے فی وی دکھایا بلکہ وہ تو ہمارے چک ۸۸ کی مسجد میں مناظروں اور تقریروں کی وہ کیسٹس دکھاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا قول اور فعل ایک دوسرے کے مطابق نہیں، کہنے لگا کہ جی یہ بات تو واضح ہے۔ میں نے کہا کہ حرمین شریفین کے ائمہ جنہوں ہیں۔ چنانچہ محمد بن عبد اللہ السبیل (امام حرم) فرماتے ہیں۔ "اما کوبہ حنابلہ لنعم۔ ہم علی مذهب امام اہل السنۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ الذی اجمع العلماء علی تسمیۃ امام اہل السنۃ۔ یعنی ائمہ حرمین شریفین کا جنہوں پر صحیح بات ہے کیونکہ وہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب پر ہیں جن کے امام اہلسنت نام رکھنے پر علماء کا اجماع ہے۔ (خطابین سبیل ۱۰-۶-۱۳۱۳ھ از شرعی فیصلہ ص ۲۱۸)۔

میں نے کہا کہ وہ تو غیر نبی کی طرف مذہب کی نسبت کر کے اور امام کی تقلید کر کے شرک ہو گئے تو ان کی رفع یدین یا اکہری تکبیر کہنی تو غیر مقلدین کے ہاں ابو جہل کے اعمال جیسا ایک قمل بوجیب بات ہے کہ وہ اس پر خوش ہو رہے ہیں کہ شرکین مکہ سے ان کے قمل کی تائید ہو رہی ہے، آپ آج ہی جا کر ان سے پوچھیں کہ حضرت جی! آپ کا دعویٰ تو ہے کہ اہلحدیث کے دواصول اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ تو اس دن آپ نے جو حضرت فی

فی میں ہمیں دکھائے تھے وہ خدا تھے یا رسول؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر ہم سے آپ نے کتنا اوجھ کر کیا۔ کہ خدا اور رسول کے نام سے چند رھویں صدی کے مشرک کے پیچھے لگا دیا جو خدا کی ربوبی صلاحیت تو کیا اجتہادی صلاحیت سے بھی محروم ہے اور غیر القرون کے اس مجتہد سے کم کو توڑنا چاہا ہے جس کے مجتہد ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ فی وی میں جو آپ نے دیکھا سب رفع یدین کرنے والے تھے یا نہ کرنے والے بھی تھے تو اس نے کہا بہت سے نہ کرنے والے بھی تھے بلکہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے والے بھی تھے وہ میں نے کہا کہ جب وہاں دہنوں قمل ہیں تو ترک رفع یدین بھی حرم والی ہوئی تو وہ ایک قمل مانتے ہیں اور وہ نہیں دکھاتے کیا یہ نفسانی خواہش پر چلنا نہیں؟ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ وہاں فی وی میں انہوں نے کہیں یہ بھی اعلان کیا: وہ کہ ساری دنیا کے مسلمان ہم جیسی نماز ہمیں اکہری تکبیر کہیں دوہری نہ کہیں وغیرہ؟ تو کہنے لگا کہ ایسا تو انہوں نے نہیں کہا اور نہ ہی ہم نے یہ دیکھا ہے کہ ان کے خلاف نماز پڑھنے والوں کو وہ روکتے ہوں۔ تو میں نے کہا کہ پھر آپ کیوں پریشان ہیں جب ان کا بھی یہی مسک ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے جس کی فقہ کے مطابق بھی کوئی مسلمان نماز پڑھے وہ درست ہے تو ان کے ہاں ہماری دوہری تکبیر درست ہے کی لئے وہ اس پر انکار نہیں کرتے مگر ان غیر مقلدین کی حالت یہ ہے کہ:

نہ خدا ہی ملانہ وصال منم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

نام یہ قرآن وحدیث کا لیتے ہیں نہ ان کے پاس قرآن ہے نہ حدیث نہ قول فقہ۔ اس لئے ان کے اعمال اکثر دلیل شرعی سے ثابت نہیں اور ہمارے اعمال الحمد للہ اولہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی دلیل سے ضرور ثابت ہیں تو دلیل واواں کو تو پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ ایشان تو وہ ہوں جس کو نہ قیامت میں خدا کا سہارا ہو گا نہ رسول خدا کا اور نہ کسی فقیہ کا۔

تیسرا، چوتھا، یا پنجواں اور چھٹا مسئلہ:

بیت الفرقان والوں نے ھقیقۃ الحق کے حوالہ سے یہ تحریر کیا ہے کہ (۳) ناف کے

نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باطلاق احمد محدثین ضعیف ہے ہدایہ ج ۱ صفحہ نمبر ۳۵۰ (۲) یہ
پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باطلاق احمد محدثین صحیح ہے۔ شرح وقایہ ص ۹۲ (۵) ناف کے
ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں ہے وہ قول حضرت علی سے ہے اور ضعیف ہے شرح وقایہ
ص ۹۳ (۶) حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی حنفی سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو
سبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور سینے پر ہاتھ باندھتے تھے مقدمہ ہدایہ جلد ۱ ص ۱۱۱
ص ۳۵۱، ان چار حوالوں سے پہلے کی طرح کوئی ہزاروں حصہ بھی سچائی کا تلاش کرنے
نہیں مانتا۔

اب آپ اصل عبارات ملاحظہ فرمائیں، ہدایہ میں ہے اور نکائے اپنے انہیں
ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے بوجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے کہ بے شک سنت
دایاں بائیں پر ناف کے نیچے رکھنا ہے اور یہ حدیث امام مالک کے خلاف ارسال اور امام
شافعی کے خلاف وضع علی الصدر کے مسئلہ میں ہماری دلیل ہے اور اس لئے بھی ناف کے نیچے
ہاتھ باندھنے چاہئیں کہ یہ تعظیم کے زیادہ قریب ہے اور نماز سے اصل مقصود یہی تعظیم ہے
(ہدایہ مع اللع ص ۲۸۷ ج ۱)۔ لیکن یہ عبارت ہدایہ کا ترجمہ ہے صاحب ہدایہ اس حدیث سے
امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے خلاف استدلال کر رہے ہیں جو معنی حدیث کی صحیح
اور پھر دلیل عقلی سے بھی اس کو رد کر رہے ہیں کہ یہ فعل اقرب الی التعظیم ہے لیکن بیت
الفرقان نے محمد یوسف جے پوری کی اندھی تقلید میں درج ذیل تہوٹ ہدایہ کے نام سے
بولے ہیں (۱) تمام محدثین کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے۔ (۲) صاحب ہدایہ نے ان
اتفاق کو ہدایہ میں ذکر کیا ہے۔ (۳) حضرت مرزا مظہر جان جاناں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی
حدیث کو بہ سبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے۔ (۴) یہ بات مقدمہ ہدایہ میں ہے۔ (۵)
مرزا صاحب خود بھی سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (۶) یہ بات بھی مقدمہ ہدایہ میں ہے۔

پ حیران ہوں گے کہ ان جھوٹوں میں سے ایک بات بھی ہدایہ یا مقدمہ ہدایہ میں نہیں
کوئی غیر مقلد ہدایہ کی عربی عبارت سے یہ مسئلہ ثابت کر دے تو اس کو اس کا مسلک زندہ
کرنے کیلئے دریائی مینڈک کچھوا، دریائی کتا دریائی سانپ کا تاشہ کر لیا جائے گا کیونکہ یہ سب
شیاء غیر مقلدین کے نزدیک حلال ہیں۔ (حق آنست کہ ہر حیوان بحری حلال است حرف
ہادی ص ۲۳۸) ہے کوئی احیاء مسلک کا شیدائی جو اس موقعہ کو غنیمت سمجھے۔

طیفہ: جس ہدایہ کے مقدمہ کا بیت الفرقان والوں نے محمد یوسف کی اندھی تقلید میں آخری
والہ دیا ہے اسکے مصنف ۱۲۹۳ھ میں فوت ہوئے ہیں جبکہ مرزا مظہر جان جاناں ۱۳۱۱ھ یا
۱۳۱۲ھ میں پیدا ہوئے تو کیا بتی کرامت ہے بیت الفرقان والوں کی کہ مرزا صاحب کے پیدا
ہونے سے جو شخص ۱۸ سال پہلے فوت ہو چکا اس کی کتاب میں مرزا صاحب کے سینہ پر ہاتھ
باندھنے کا ذکر آ گیا۔ واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ فرمایا تھا کہ جب معاملات آبادوں کے
پیر ہو گئے تو قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ بخاری ص ۱۲۔ واقعی اب دین پر غیر مقلدین نے قیامت
پر پا کر دی ہے اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائے (آمین)

دو حوالے یعنی (۲) و (۵) شرح وقایہ کے درپے ہیں شرح وقایہ میں ہے کہ اپنا
دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ (ص ۱۶۵ ج ۱)۔ شرح وقایہ میں نہ تو سینے پر ہاتھ
باندھنے والی روایت کی تصحیح ہے اور نہ ہی ناف کے نیچے ہاتھ دالی پر جرح ہے بلکہ شرح وقایہ
میں کسی روایت کو ذکر ہی نہیں کیا نہ مثبت نہ منفی تو یہ دونوں حوالے بھی سو فیصد جھوٹ پر مبنی ہیں۔
شرح وقایہ کی وہ عربی عبارت پیش کی جائے جس کا ترجمہ بیت الفرقان والوں نے نقل کیا ہے۔
اعترافش: ایک دوست کہنے لگے کہ آپ عربی ہدایہ اور عربی شرح وقایہ کا ان سے مطالبہ
کرتے ہیں۔ وہ ہمیں اردو زمین الہدایہ اور شرح وقایہ اردو (نور الہدایہ) دکھاتے ہیں۔ ان
میں واقعی یہ باتیں منقول ہیں جن کا انہوں نے حوالہ دیا ہے؟

الجواب: میں نے کہا کہ ہدایہ اور شرح وقایہ دونوں عربی میں لکھی گئی ہیں اور وہ حوالہ ہدایہ اور شرح وقایہ کا دیتے ہیں، اس لئے ہم ان سے اصل کتاب کی عبارتوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ بین الہدایہ یا ترجمہ شرح وقایہ کا حوالہ نہیں دیتے کہ ہم ان کے حوالوں کو صحیح تسلیم کر لیں۔ دیکھئے قرآن کی تفسیر کوئی عیسائی یا مرزائی لکھے تو وہ بات قرآن نہیں کہلائے گی، بلکہ عیسائی یا مرزائی کی بات ہوگی۔ اسی طرح تفہیم القرآن کی بات کو اگر کوئی قرآن کہہ کر پیش کرے تو یہ وجہ کا ہوگا، کیونکہ وہ بات مودودی صاحب کی تو ہوگی قرآن اور خدا تعالیٰ کی نہیں ہوگی، بالکل اسی طرح بین الہدایہ کی بات امیر علی غیر مقلد کی ہوگی نہ کہ ہدایہ کی، اسی طرح شرح وقایہ کی تشریح وحید الزمان غیر مقلد نے کی ہے، تو وہ بات وحید الزمان کی تو ہوگی، شرح وقایہ کے حوالہ سے اس کو ذکر کرنا محض دہم کا ہے۔ پھر ان شروحات اُردو کی عبارات نقل کرنے میں بھی خیانت کی ہے، کیونکہ بین الہدایہ میں ہے کہ امام نووی (شافعی) نے کہا کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے پر ائمہ حدیث متفق ہیں۔

پھر صاحب بین الہدایہ نے لکھا ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک مرفوع صحیح روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ پس (یہ) روایت صحیح ہے (بین الہدایہ ص ۳۵۰) پھر صاحب ہدایہ کے اس قول پر کہ "یہ اثر مذکور شافعی پر بھی حجت ہے سینہ پر ہاتھ باندھنے میں۔" امیر علی فائدہ لکھتے ہیں کیونکہ اس اثر سے مسنون ہونا منصوص ہے، جس کی تائید شہادت اہل علم صحابہ و تابعین موجود۔ علاوہ اس کے حدیث ابن ابی شیبہ صحیح الاسناد ہے اور اثر مذکور میں کوئی ایسا ضعف نہیں جو رفع نہ ہو، حتیٰ کہ امام احمد نے اس کو روایت کیا ہے (بین الہدایہ ص ۳۵۰) اس سے معلوم ہوا کہ امیر علی بھی امام نووی کے اس قول کو نقل کر کے رو کر رہے ہیں تو بین الہدایہ سے بھی اس کا حوالہ پیش کرنا ایسے دوا بیسے کوئی عیسائی کہے کہ قرآن میں ان اللہ هو المسیح بن مریم ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی مسیح بن مریم ہے۔ اور ساتھ یہ نہ بتائے کہ قرآن نے اس قول کی تردید کی ہے۔ اسی طرح اُردو شرح وقایہ یعنی نور الہدایہ کے حوالہ میں

میں اس غیر مقلد نے دھوکا دیا ہے، کیونکہ نور الہدایہ اُردو شرح وقایہ کی عبارت یہ ہے "اور اسناد میں اس کی عبدالرحمن بن اسحاق کوئی ضعیف ہیں۔ ضعیف کہا ان کو احمد وغیرہ نے اور اس ضعف سے ضعف حدیث کا لازم نہیں آتا، کیونکہ ابوحنیفہ مقدم ہیں ان پر اور کہا بعض جہلاء نے کہ نہیں ہے وہی حدیث مرفوع صحیح اس باب میں واسطہ حنفیہ کے اور یہ بات غلط ہے (نور الہدایہ ص ۸۵)۔ اس خط کشیدہ عبارت میں غور کریں کہ محمد یوسف بچے پوری کی اس سے ترویج ہوتی ہے یا حنفیہ کی۔ پھر ابن ابی شیبہ کی روایت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: "یہ شاہد ہے اس حدیث علی رضی اللہ عنہ کا پس نہیں ہے وجہ کلام کی اس شخص کے جس نے کہا کہ نہیں دلیل ہے حنفیہ کی اس مسئلہ میں۔" (نور الہدایہ ص ۸۵) اب آپ خود فیصلہ کریں کہ اُردو شرح وقایہ کے حوالہ دینے میں بیت الفرقان والوں نے کس قدر خیانت کی ہے۔

دلائل احناف:

باقی ہمارے دلائل درج ذیل ہیں:

- (۱) حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اقدس ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا (ابن ابی شیبہ ص ۳۹۰) عبدالرؤف غیر مقلد نے صلوٰۃ الرسول کے حاشیہ پر اور وحید الزمان نے نور الہدایہ میں اس سند کو صحیح تسلیم کیا ہے۔
- (۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نماز میں سنت بتیلی پر بتیلی ناف کے نیچے رکھنا ہے (ابوداؤد ص ۷۶، ابن ابی شیبہ ص ۳۹۱)۔
- (۳) حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ نماز میں بتیلی کو بتیلی پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔ (ابوداؤد ص ۷۶)
- (۴) حضرت ابراہیم نخعی فرماتے تھے کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے ہو۔ (ابن ابی شیبہ ص ۳۹۰)

(۵) ابوہریرہ فرماتے تھے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا اندرونی حصہ بائیں کے ظاہر پر ناف کے نیچے رکھے (ابن ابی شیبہ ص ۳۹۱)

(۶) حضرت انس فرماتے ہیں کہ تین چیزیں اخلاق نبوت سے ہیں: انظار جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا، اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

(الجواہر النقی مع التہقی ص ۳۲، ج ۲)

(۷) حضرت زید امام زین العابدینؑ سے، وہ حضرت حسینؑ سے، وہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے نقل فرماتے ہیں کہ انبیا نے فرمایا کہ تین چیزیں تمام انبیاء کے اخلاق میں سے ہیں۔ انظار جلدی اور سحری میں تاخیر اور ہتھیلی ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا۔

(مسند امام زید ص ۱۸۳)

(۸) محمد جو ناگرمی غیر مقلد حسن محمدی میں نقل کرتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انبیا نے نماز میں اپنا بائیں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ پر رکھا تو رسول کریم ﷺ نے یہ دیکھ کر ان کا دایاں ہاتھ بائیں پر کر دیا اور کہا سنت نماز میں ہتھیلیوں کا زیر ناف رکھنا ہے (دلائل المحققین ص ۷، ج ۵)۔ (۹) عقبہ بن صہبان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فصل لوبک وانحر کی تفسیر میں یہ فرماتے سنا ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں پر ناف کے نیچے رکھے (التبیین ص ۷۸، ج ۲۰) ہم ان روایات پر اپنے امام کے مسلک کے مطابق عمل کرتے ہیں اور قول محدث مجتہد جب شرعیہ ہے، لہذا امام صاحب کا ان روایات پر عمل کرنا یہ ان روایات کی تصحیح ہے۔ غیر مقلدین کے نزدیک دلیل صرف اللہ اور رسول ﷺ کا فرمان ہے۔ اس لئے وہ یہ بتائیں کہ ان روایات پر عمل سے خدا نے روکا ہے یا رسول اقدس ﷺ نے۔ اگر ان روایات پر وہ جرح کی سوچیں تو بھی یہ بات پیش نظر رہے کہ وہ جرح خدا یا رسول سے ثابت کریں، امتی کے کسی قول کو نقل کر کے مشرک نہ بنیں۔

نوٹ: سید انور شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت پر اسلاف میں سے کسی نے عمل نہیں کیا اور ائمہ کرام میں سے بھی کسی نے اس کو مذہب نہیں بنایا (فیض الباری ص ۲۶۶، ج ۲) امام ترمذی اپنی کتاب میں ائمہ کے مذاہب نقل کرتے ہیں۔ انبیا نے بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے کا کسی کا مسلک ذکر نہیں کیا۔ ملاحظہ: ترمذی ص ۲۶۶، ج ۱۔

○ امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہے (المسنى ص ۴۷۲، ج ۱)۔ دہلوی محمد اسحق بھٹی نے فقہائے ہند میں لکھا ہے کہ ابوالحسن سندھی م ۱۱۳۱ھ کو مدینہ کے قاضی نے اس لئے جیل بھیج دیا تھا کہ وہ رفع یدین اور سینے پر ہاتھ باندھا کرتا تھا (مجلس ص ۷۵، ج ۵)۔ اس سے معلوم ہوا کہ بارہویں صدی ہجری تک مدینہ میں اس پر عمل کرانے والا قابل تعزیر سمجھا جاتا تھا۔ پورے والا میں تدریس کے دوران ایک دفعہ میں نے ایک طالب علم حافظ محمد ریاض سے کہا کہ تمہارے چپک میں لامذہبیت کی دبا ہتھیلی رہی ہے، تم تو اس سے متاثر نہیں ہوئے؟ تو تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگا کہ اور تو کچھ نہیں، البتہ نماز میں اپنے چپک جا کر ہاتھ کچھ اوپر باندھنے پڑتے ہیں۔ میں نے کہا کیوں؟ تو کہنے لگا کہ وہ غیر مقلد مذاق کرتے ہیں کہ تو نے اپنے ننگ پر ہاتھ رکھا: ہا۔ اس لئے شرم کی وجہ سے میں ہاتھ اوپر کر لیتا ہوں۔ میں نے پوچھا: لوگ کتنا پڑھے ہوئے ہیں؟ کہنے لگا کچھ بھی نہیں۔ میں نے کہا کہ تو نے یہاں قرآن حفظ کیا اور دو سال کتابیں پڑھی ہیں۔ تیرے اساتذہ اہل علم ہیں، تو ان کے عمل کو نہیں دیکھتا، جاہلوں سے متاثر ہو گیا ہے جو تیرے جتنا بھی علم نہیں پڑھے ہوئے۔ کہنے لگا کہ وہ مذاق کرتے ہیں۔ اس لئے میں صرف ان کے سامنے ہاتھ تھوڑے سے اونچے کر لیتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کوئی حدیث بھی بیان کرتے ہیں؟ کہنے لگا نہیں۔ میں نے کہا کہ صرف ان کے مذاق کی وجہ سے تو نے اس عمل کو چھوڑ دیا جس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سنت اور حضرت انسؓ اخلاق نبوت میں شمار کرتے ہیں۔ کہنے لگا کہ وہ کہتے ہیں کہ ننگ پر ہاتھ رکھنے سے نماز نہیں ہوتی۔ میں نے کہا کہ یہ کوئی آیت یا حدیث ہے کہ ننگ پر

ہاتھ رکھنے سے نماز نہیں ہوتی۔ کہنے لگا مجھے تو علم نہیں۔ میں نے کہا ان سے پوچھنا۔ پھر میں نے بتایا کہ یہ شخص ان کا قیاس ہے جو سنت کے خلاف ہے۔ پھر اگر یہ بات صحیح ہے کہ تنکیز پر ہاتھ رکھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو یہ لوگ بھی رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے ہیں۔ پھر ان کی نماز بھی ٹوٹ گئی۔ فرق یہ ہوا کہ بقول ان کے ہماری نماز کی مثال اس کیفیت کی ہوگی جو ان کی بنی نہیں، مگر ان کی ان کی آگائی پر ازلے پڑ گئے۔ پھر عورتوں کا تو سارا بدن تنکیز ہے۔ تو وہ بے چاریاں ہاتھ کاٹ کر پھینک دیں۔ معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا کام سنتوں کا مذاق کرنا ہے۔ چنانچہ حکیم فیض عالم غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ”یہاں ایک اعلیٰ پایہ کا خلفائے بنی عباس میں سے بارہن کا ایک نماز میں ازار بند کھل گیا اور اس نے سینے سے ہاتھ نیچے کر کے ازار بند سنبال لیا۔ نماز سے فراغت کے بعد مقتدیوں نے حیرانی سے بارہن رشید کے اس فعل کو دیکھا۔ قاضی ابو یوسف نے فتویٰ دیا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی صحیح ہے“ (اختلاف امت کا ایہ ص ۷۸)

دیکھئے یہ غیر مقلد مخالف سنت کی آگ میں کیسے جل رہا ہے کہ قاضی ابو یوسف کے سنت والا فتویٰ کیوں بتا دیا۔ کاش کہ وہاں کوئی غیر مقلد ہوتا جو بارہن رشید کو فتویٰ دیتا کہ جناب! اگر یہ ظالم ازار کرتی تھی تو مرنے دینا تھا۔ کیونکہ ہمارے ہاں اگر ازار اور قمیص دونوں بھی اتر جائیں تو نماز درست ہوتی ہے۔ آپ نے ہاتھ نیچے کر کے اس کو سنبالنے کی زحمت کیوں اٹھائی ہے۔

دست عورت و آنچہ مفید شرطیت باشد در اں موجود نیست..... داز پنجادریافت باشی کہ برکہ چیز سے از عورتش در نماز نمایاں شد یا در جامہ تا پاک نماز گزار و نمازش صحیح است و زائم بطلان ش مطالب (بدلیل عرف الجاوی ص ۲۲)

پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ ہمارے احناف کے ہاں (سینہ) صدر والی روایت اگرچہ ضعیف ہے، لیکن عورتوں کے لئے یہ فعل زیادہ ستر کا کام دیتا ہے۔ اس لئے عورتوں کے

اعتبار سے ہم نے اس پر کسی عمل کر لیا۔ تو احناف کے ہاں دونوں حدیثوں پر کسی نہ کسی درجہ میں عمل ہو گیا، لیکن اس کے باوجود بھی یہ غریب عامل بالحدیث نہیں اور غیر مقلدین ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی تمام روایات کو چھوڑ کر بھی عامل الحدیث کہلائیں۔ یہ کیا سی عجیب بات ہے۔ تاہم آدمیوں کے لئے اس علاقہ میں احناف کا متواتر عمل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت پر رہا ہے۔ البتہ انگریزی دور حکومت میں انگریزی بنی سے یہ عمل چلا، چنانچہ سیرت الہمدی میں ہے مرزا صاحب نے فرمایا: ”شروع عمر میں بھی ہمارے ارد گرد سب خفی تھے۔ مجھے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا کبھی پسند نہیں ہوا، بلکہ ہمیشہ طبیعت کا میان ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کی طرف رہا ہے (ص ۱۰۳، ج ۱) نیز قاضی محمد یوسف پشاور (مرزائی) کی روایت ہے کہ میں نے حضرت غلام احمد علیہ السلام کو بارہا نماز فریضہ اور تہجد پڑھتے دیکھا۔ آپ نماز نہایت اطمینان سے پڑھتے۔ ہاتھ سینے پر باندھتے (سیرت الہمدی ص ۲۸، ج ۳) ان کی دوسری روایت ہے کہ جب میں پہلی مرتبہ قادیاں آیا تو حضرت اقدس ان ایام میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی اقتداء میں نماز پڑھا کرتے تھے اور مسجد مبارک میں جو گھر کی طرف کو ایک کھڑکی کی طرز کا دروازہ ہے اس کے قریب دیوار کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ بحال نماز ہاتھ سینے پر باندھتے تھے (سیرت الہمدی ص ۲۶۵، ج ۳) انگریزی اہل حدیثوں نے یہاں سے یہ مسئلہ لیا ہے، ورنہ اس سے قبل عام آدمیوں میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا عمل نہیں پایا جاتا تھا۔ البتہ عورتوں میں یہ عمل متواتر چلا آتا تھا۔ اس لئے تشبہ بالنساء کی وجہ سے بھی اس فعل کی اس علاقہ میں ممانعت ہوگی۔

لطیفہ: اس علاقہ میں جب آدمیوں میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا عمل شروع ہوا تو ایسے تشبہ بالنساء کر کے نماز پڑھنے والے کو دیکھ کر کچھ لوگ حیران ہوئے اور آپس میں تعجب سے گفتگو کرنے لگے کہ یہ کیسے عورتوں کی طرح نماز پڑھ رہا ہے، تو ایک آدمی نے سوچ سوچ کر یہ کہا کہ معلوم ہوتا ہے اس کو کسی آدمی نے نماز نہیں سکھائی۔ اس نے اپنی والدہ سے نماز سیکھی ہے۔ اس لئے یہ عورتوں کی طرح ہاتھ باندھ کر پڑھا ہے۔ اگر باپ سے یا کسی مرد استاد سے سیکھتا تو

ایسے نماز میں کھڑا نہ ہو۔

(۷) مقتدی فاتحہ کو ہل میں پڑھ لے اور یہ حق ہے۔ ہدایہ ج ۱ صفحہ ۴۴۰۔ یہ مسئلہ بھی بیت الفرقان والوں نے محمد یوسف سے پوری سے لیا ہے اور ہدایہ کی طرف نسبت کرنے میں ایک فیصد بھی سچائی نہیں، مگر بیت الفرقان والوں نے تھوڑی سی اس معاملہ میں احتیاط برتی ہے کہ یوسف سے پوری نے اس مسئلہ میں ھیتۃ اللہ صفحہ ۱۹۳-۱۹۴ پر ہدایہ کے حوالہ سے چار جھوٹ اور شرح وقایہ کے حوالہ سے بھی چار جھوٹ بولے تھے جو درج ذیل ہیں:

(۱) لا صلوة الا بفاتحة الكتاب یہ حدیث بسند صحاح ستہ وابن حبان و سنن دارقطنی وغیرہ میں مروی ہے ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۳۶۱۔ (۲) ابن حمام نے مکتب القرآن والی حدیث کے راوی کو وثقہ بتا کر کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمہری نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھے ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۴۲۹۔ (۳) امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی احادیث ضعیف ہیں شرح وقایہ صفحہ ۱۰۸-۱۰۹۔ (۴) حضرت ابن عمر کا اثر فاتحہ خلف امام نہ پڑھنے کا ضعیف بن شرح وقایہ صفحہ ۱۰۹۔ (۵) حضرت علی کا قول بھی منع فاتحہ میں ضعیف ہے (باطل) شرح وقایہ صفحہ ۱۱۰۔ (۶) اذا کبر الامام فکبروا الخ حدیث ضعیف ہے۔ شرح وقایہ صفحہ ۱۱۰۔

(۷) مشرکین نے قرآن سننے سے پرہیز کیا آپس والوں سے کہتے لا تسمعوا لهذا القرآن (مت سنو اس قرآن کو) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نصیحت کی فرمایا: واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحموا (جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو) ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۴۳۰۔ (۸) وہی جھوٹ جو (۷) نمبر کے عنوان سے بیت الفرقان والوں نے نقل کیا ہے۔ مگر بیت الفرقان والوں نے سات جھوٹ نظر انداز کر کے صرف ایک جھوٹ نقل کیا ہے۔ واضح رہے کہ مذکورہ بالا آیتوں حوالے غلط ہیں کوئی غیر مقلد ایک حوالہ بھی اصل کتابوں سے ثابت نہیں کر سکتا بلکہ اصل کتابوں میں اس مسلک کی تردید ہے چنانچہ شرح وقایہ میں ایک آیت تین احادیث اور ایک

حلی قلعی سے اس مسئلہ کو مدلل کیا ہے کہ مقتدی قرأت نہ کرے بلکہ توجہ کرے اور خاموش رہے اور مذکورہ بالا حوالوں میں سے ایک حوالہ بھی شرح وقایہ میں نہیں، اسی طرح ہدایہ میں ہے "مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے فاتحہ میں امام شافعی کا اختلاف ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ قرأت نماز کے ارکان میں سے ایک رکن ہے تو اس میں مقتدی اور امام دونوں شریک ہوں گے اور ہماری دلیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس کا امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے اور اس مسئلہ پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔۔۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام قرآن پڑھے تو خاموش رہو (ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۰-۱۰۱)۔ لیجئے ہدایہ میں تو غیر مقلدین کی تردید ہے اور مذکورہ بالا حوالوں میں سے ایک حوالہ بھی ہدایہ میں نہیں۔ مضمون ہوا کہ نام نہاد اہل حدیثوں کے مسلک کی آبیاری ہی جھوٹ سے ہوتی ہے، پھر جھوٹ جی ایسے کہ تاریخ بھی اس پر ماتم کرے، مثلاً ابن حمام کا جو قول ہدایہ صفحہ ۴۲۹ سے نقل کیا گیا ہے تمام غیر مقلدین یہ تاریخی عقدہ حل کریں کہ ابن حمام کا قول ہدایہ میں کس طرح آ گیا ہے جبکہ اسی ھیتۃ اللہ کے صفحہ ۱۱۰ پر صاحب ہدایہ کی وفات ۵۹۳ھ تحریر کی ہے اور ابن حمام متوفی (۸۱۱ھ) نویں صدی ہجری کے آدمی ہیں کیا صاحب ہدایہ کا تین صدی قبل عالم ارواح میں ان سے رابطہ ہوا تھا؟

- (۸) رفع یدین کرنے کی حدیثیں بہ نسبت ترک دفع یدین کے قوی ہیں۔ ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۹
- (۹) رفع یدین نہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے۔ شرح وقایہ صفحہ ۱۰۲۔
- (۱۰) حق یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین ثابت ہے۔ ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۶
- (۱۱) عصام بن یوسف امام ابو حنیفہ کے شاگردان شاگرد ہیں رفع الیدین کرتے تھے مقدمہ عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۵۰۔ ان میں سے ۸، ۹، ۱۰، تو سو فیصد اصل کتابوں پر جھوٹ اور ۱۱۔ بھی محض تلمیس ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے "رفع یدین نہ کرے مگر پہلی تکبیر

(۱) یہ ترک رفع یدین والا متواتر عمل قرآن کے زیادہ موافق ہے اور الفاظ قرآنیہ قطعی ہیں، ان میں تغیر کا احتمال نہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب فرماتے ہیں قوموا للہ فانتہین ای ساکنین ساکنین (یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے سکون سے کھڑے ہوں) اب جہاں روایات میں اختلاف ہو حرکت اور سکون کے درمیان تو سکون دالی روایات کو لیں گے تو ترک رفع یدین میں سکون ہے اس لئے ان کو قرآن کے موافق ہونے کی وجہ سے لے لیا (تقریر بخاری بمہمود)

(۲) قد افلح المؤمنون اللین ہم فی صلاتہم خاشعون (بالتحقیق ان مسلمانوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں) حضرت تھانوی فرماتے ہیں خشوع کی حقیقت ہے سکون یعنی قلب کا بھی کہ خیالات غیر کو قلب میں بالتعمد حاضر نہ کرے اور جو ارجح کا بھی عبث حرکتیں نہ کرے (بیان القرآن) صلاح الدین بن یوسف غیر مقلد کہتا ہے خشوع سے مراد قلب اور جوارح کی یکسوئی اور انہماک ہے (تفسیر شائع کر، سعودیہ) مولانا عبدالحق حقانی دہلوی فرماتے ہیں بعض اس (خشوع) کو ہاتھ پاؤں کا عمل کہتے ہیں سکون سے کھڑا رہنا اور اُدھر التفات نہ کرنا کپڑے یا دانہ می یا اور چیز سے کھیل نہ کرنا نماز کے اندر (تفسیر حقانی جلد ۳ صفحہ ۳۴۴) علی بن طلحہ اور ابن عباس، مجاہد، حسن بصری، قتادہ اور زہری سے منقول ہے کہ نماز میں خشوع سے مراد خوف اور سکون ہے (تفسیر ابن کثیر) ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ نماز میں اصل سکون ہے تو اختلاف روایات کے وقت جو سکون کے موافق تھیں یعنی ترک رفع یدین والی تو ہم نے ان کو لے لیا اسی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ خشوع سے نماز پڑھنے والے وہ لوگ ہیں جو نماز میں رفع یدین نہیں کرتے (تنویر المعیاس بر حاشیہ در منشور جلد ۳ صفحہ ۳۲۳) اس تفسیر کو نقل کرنے والے علامہ کلبی تفسیر کے امام ہیں یہ امام ابوحنیفہؒ کے استاذ ہیں اور امام صاحب کسی ضعیف

سے روایت نہیں لیتے تھے مسند امام اعظم میں صفحہ ۲۲۷ پر ان کی روایت ہے۔
(۳) اقم الصلوۃ للذکری۔ میرا ذکر کرنے کے لئے تو نماز قائم کر (ابن کثیر و خازن) رفع یدین اور جلسہ استراحت ایسے افعال ہیں کہ ان کے لئے کوئی ذکر نہیں اس لئے تعارض روایات کے وقت ہم نے ان کو چھوڑ دیا بکسیر تحریرہ قنوت وتر اور بکسیرات عیدین میں ذکر ہے نیز ان میں اختلاف بھی نہیں اس لئے ان کو ہم نے رکھ لیا۔

(۴) حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں تم کو شریکوں کی دوسوں کی طرح رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں نماز میں سکون اختیار کر (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۱) اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں رفع یدین سکون نماز کے منافی ہے، اور رفع یدین کرنے والے شرارتی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ڈانٹا۔

(۵) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا صرف سات جگہ ہاتھ اٹھائے جائیں گے (۱) جب نماز کی طرف کھڑا ہو، (۲) جب بیت اللہ پر نظر پڑے، (۳) صفا پر (۴) مردہ پر (۵) عرفات میں (۶) مزدلفہ میں (۷) اری جمار کے وقت۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۷)
(۶) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں تو آپؐ نے نماز پڑھا کی اور صرف پہلی دفعہ رفع یدین کی۔ (ترمذی صفحہ ۶۲) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حدیث حسن ہے صفحہ ۶۵۔ امیر علی غیر مقلد کہتا ہے کہ ”حق یہ ہے کہ حدیث صحیح ہے ابن حزم نے غلطی میں اس کی تصحیح کی ہے“ عین الہدایہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۸۔

(۷) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب وہ نماز شروع کی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں کے برابر کیا اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کیا اور رکوع سے اپنا سر اٹھانے کے بعد پس رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ

دونوں مسجدوں کے درمیان (مسند حمیدی جلد ۲ صفحہ ۷۷۷-۷۷۸) ابوہریرہ جلد ۲ صفحہ ۹۰

(۸) حضرت ابن عمرؓ سے یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے

رفیع یدین کرتے دوبارہ نہ کرتے (یعنی خلائیات بحوالہ زیلعی جلد ۴ صفحہ ۴۰۴)

(۹) حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ رفیع

یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کی پہلی تکبیر میں (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۷)

(۱۰) عبدالعزیز بن حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ نماز کی شروع کی

پہلی تکبیر میں رفیع یدین کرتے تھے اس کے علاوہ کسی جگہ میں رفیع یدین نہیں کرتے تھے (موطا

امام محمد صفحہ ۹) واضح ہو کہ ابن عمرؓ مدینہ میں رہتے تھے اور مدینہ کے امام مالک جلد ۹ صفحہ ۹۳ میں یہ

اور ۹۷ میں فوت ہوئے، یعنی خیر القرون کے دور میں، وہ فرماتے ہیں کہ میں پہلی رفیع

یدین کے علاوہ کو پہچانتا نہیں حالانکہ مدینہ میں پوری دنیا کے مسلمان حاضری دیتے ہیں اور وہ

امام مالک اس رفیع یدین کے موطا اور بخاری میں راوی ہیں مگر عمل کے اعتبار سے فرماتے ہیں

کہ میں کسی کو یہ عمل کرتے پہچانتا نہیں بلکہ مدینہ میں وہ کہہ سکے کہ یہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ

میرے نزدیک رفیع یدین ضعیف ہے (المدوۃ الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۷۷)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں یہ سب سوائے نماز کے شروع کی پہلی تکبیر

کے رفیع یدین نہیں کرتے تھے راوی ابواسحاق فرماتے ہیں کہ ہم تمام نمازوں میں اس عمل کو

لیتے ہیں (دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۲۹۵)

(۱۲) حضرت اسودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ نماز میں

کبھی رفیع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع میں (طحاوی ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۰)

(۱۳) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی تکبیر میں جس

نماز شروع کرتے رفیع یدین کرتے پھر کبھی رفیع یدین نہیں کرتے تھے۔

(اعلٰی دارقطنی جلد ۲ صفحہ ۲۶۶۔ بحوالہ مجموعہ رسائل جلد ۱ صفحہ ۲۳۶)

(۱۴) حضرت علیؓ پہلی تکبیر کے وقت رفیع یدین کرتے پھر اس کے بعد رفیع یدین

نہیں کرتے تھے (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۳۲۔ ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۶)

(۱۵) ابواسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ اور حضرت علیؓ کے سارے شاگرد شروع

نماز کے علاوہ کبھی رفیع یدین نہیں کرتے تھے (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۶)

(۱۶) عبدالمالک بن الجبر فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبیؒ ابراہیم نخعیؒ اور ابواسحاق کو

دیکھا ہے کہ وہ صرف شروع نماز میں رفیع یدین کرتے تھے (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۷)

(۱۷) ابوبکر بن عیاش فرماتے ہیں کہ میں نے کسی سمجھ واد کو رفیع یدین کرتے نہیں دیکھا

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۳۲) ان کی پیدائش ۱۰۰ھ میں اور وفات ۱۹۴ھ میں جو خیر القرون کا دور

ہے اس میں شریعہ گمراہیوں والامل متروک ہو چکا تھا۔

(۱۸) حضرت برائین عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع

کرتے تو رفیع یدین کرتے پھر سلام پھیرنے تک رفیع یدین نہ کرتے۔

(المدوۃ الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۹۔ ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۶۔ طحاوی۔ دارقطنی۔ عبدالرزاق)

(۱۹) حضرت ابراہیم نخعیؒ کے سامنے رفیع یدین والی حدیث کا تذکرہ ہوا تو وہ قصہ میں

گئے اور فرمایا کہ حضرت وائلؓ نے شاید اس ایک دن کے عمل کو دیکھ کر یاد کر لیا اور حضرت

بد اللہ بن مسعودؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صحابہ کو یہ عمل یاد نہ رہا میں نے تو کسی

نبی سے یہ مسئلہ سنا تک نہیں وہ تو صرف نماز کی ابتداء میں تکبیر کہتے وقت رفیع یدین کیا

تے تھے (موطا امام محمد صفحہ ۵۴)

موت: حضرت ابراہیمؒ کی پیدائش ۱۰۶ھ میں اور وفات ۱۹۶ھ میں ہوئی جو صحابہ کرام کا دور

ہے معلوم ہوا کہ اس دور میں رفع یدین کرنا تو کجا زبانی اس کی روایت سن کر لوگوں کو غصہ آ جا تھا یہ بھی یاد رہے کہ یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

(۲۰) حضرت عباد بن الزبیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو ابتدا میں رفع یدین کرتے پھر فارغ ہونے تک نماز میں کہیں رفع یدین نہ کرتے۔ (زیلعی جلد ۱ صفحہ ۴۰۴)

مسئلہ نمبر ۱۳:

دیکھ کر قرآن پڑھنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ درمختار جلد ۱ صفحہ ۲۹۱، عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۱۳۹، ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۵۰۲، مدیہ صفحہ ۱۰۰۔ یہ مسئلہ بھی بیت الفرقان والوں نے جھوٹا ہے کہ نمازی کا قرآن دیکھ کر پڑھنا مطلقاً (یعنی قلیل ہو یا کثیر) نماز کو فاسد کر دیتا ہے کیونکہ نماز میں غلم کا سیکھنا ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ اس میں یہودیوں اور عیسائیوں کی مشابہت ہے۔ (الدر المختار مع الشامیہ جلد ۱ صفحہ ۶۲۳، جلد ۲ صفحہ ۶۲۳)۔ اسی طرح عالمگیری میں ہے کہ نمازی کا قرآن سے قراءۃ کرنا امام صاحبؒ کے نزدیک نماز توڑ دیتا ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۱۰) البتہ صاحبینؒ کا مسلک عدم فساد کا لکھ کر اس کی تردید کی ہے اور امام صاحبؒ کی یہ دلیل لکھ کر کہ قرآن پاک سے الفاظ لے کر پڑھنا یہ نماز میں علم حاصل کرنا ہے اور یہ تعلیم نماز کے افعال میں سے نہیں ہے۔ اس غلطی سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کو اٹھا کر پڑھنا یا بغیر اٹھائے دیکھ کر پڑھنا دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہی صحیح قول ہے۔ (عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۱۱۰) یہ وضاحت کر دی ہے کہ اس کے خلاف قول غیر مفتیؒ بہ ہے اور غیر مفتیؒ بہ قول پر فتویٰ دینے والا صاحب درمختار نے خلاف اجماع لکھا ہے۔ (الدر المختار جلد ۱ صفحہ ۷۷)۔ ہدایہ کے حوالے سے عین الہدایہ کا صفحہ تحریر کیا ہے اور وہ بھی ناقص حوالہ ہے کیونکہ ہدایہ میں امام صاحبؒ

لکھ بھی لکھا ہے کہ قرآن دیکھ کر نماز پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (عین الہدایہ جلد ۱ صفحہ ۵۰۱) البتہ عین الہدایہ میں یہ بھی لکھا تھا کہ یہی مسلک سعید بن المسیب، حسن بصری، شعبی، یحییٰ رحمہم اللہ کا ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۵۰۱) مگر اس معروف عمل کو بیت الفرقان والوں نے محمدؐ سے بے پوری کی تقلید شخصی میں چھوڑ دیا اور اس علاقے کا جو منکر عمل تھا اس کو اگلے صفحہ سے نقل کیا گیا اور یہ بیان نہیں کیا ہے کہ ہدایہ میں ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک قرآن دیکھ کر پڑھنا مردود ہے کیونکہ یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اس میں مشابہت ہے۔ (عین الہدایہ جلد ۱ صفحہ ۵۰۲) اب معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقے کے معروف عمل کو چھوڑ کر عوام کو یہ لوگ دونوں اور عیسائیوں کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ پھر اسی صفحہ پر بھی امام صاحبؒ کی دو دلیلوں پر بحث کرنے کے بعد امیر علی غیر مقلد نے لکھا: بحقیق تعلیل دوم ہے کہ مصنف پر دیکھ کر غصے سے تلقین لازم آتا ہے اور وہ مفسد ہے خواہ مصنف اٹھائے ہو یا رکھا ہو یا محراب پر لکھا ہو ہذا کافی میں لکھا کہ بہر حال میں مفسد ہے اور یہی صحیح ہے۔ (عین الہدایہ جلد ۱ صفحہ ۵۰۲) معلوم ہوا کہ تعصب کی وجہ سے صحیح قول نظر نہیں آتا۔ غیر صحیح لکھ کر عوام کو دھوکا دیتے ہیں..... مدیہ المصلیٰ میں بھی اس مسئلہ میں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا مذکورہ بالا اختلاف ذکر کیا ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہر حال میں نماز ٹوٹ جاتی ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے مگر علامہ حلبیؒ نے شرح میں لکھا ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک مردود ہے کہ قرآن نماز میں دیکھ کر پڑھا جائے اور وجہ بھی یہودیوں اور عیسائیوں کی مشابہت ذکر کی ہے۔ (غنیۃ المستملی صفحہ ۴۲۳) معلوم ہوا کہ چاروں کے چاروں حوالے غیر مقلد انہ خیانت اور تحریف معنوی کا شکار ہو چکے ہیں۔

اصل مسئلہ:

غیر مقلدین کا مجموعی مزاج یہ ہے کہ معروف عمل کے خلاف کسی منکر عمل میں عوام کو

الجھاؤ اور معروف کو صرف چھڑاؤ ہی نہیں بلکہ اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھو..... تو ان غایبوں میں فقہ حنفی کے مطابق عمل چل رہا ہے اور تمام مسلمان قراءۃ قرآن دیکھ کر کرنے کو مفید مسلوٰۃ سمجھتے ہیں مگر نواب وحید الزمان غیر مقلد نے فتویٰ دے دیا کہ نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (نزل الامار جلد ۱ صفحہ ۱۱) اسی کو یوسف جے پوری اور مبشر ربانی اور بیت الغرقان والوں نے لے لیا حالانکہ نبی اقدس ﷺ کے ۲۳ سالہ دور نبوت میں کہیں ایک نماز کی ایک رکعت میں بھی یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے دیکھ کر قرآن پڑھا ہو اور نہ ہی آپ ﷺ نے کسی کو قرآن دیکھ کر پڑھنے کا حکم دیا۔ البتہ یہ تو ثابت ہے کہ (۱) حدیث رفیعہ میں آپ ﷺ نے مسی الصلوٰۃ کو حکم دیا کہ اگر قرآن نہ آتا تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور تکبیر و تہلیل کر لے۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۷) یہ حدیث حسن ہے۔ (ترمذی صفحہ ۷۰) اسی طرح (۲) حضرت ابن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں قرآن یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا آپ مجھے کسی ایسی چیز کی تعلیم دیں جو قرآن کی جگہ مجھے کفایت کرے تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ کلمات کہ لیا کر سبحان اللہ والحمد للہ ولا اللہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم (نسائی صفحہ ۹۴) دیکھئے حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر قرآن یاد نہیں ہوتا تو دیکھ کر پڑھ لیا کر..... تو جس طرح یہ مسئلہ قول و فعل نبوی علیہ السلام سے ثابت نہیں اسی طرح تقریر نبوی ﷺ سے بھی ثابت نہیں کہ حضور ﷺ کے سامنے کسی نے قرآن دیکھ کر نماز میں پڑھا ہو اور آپ ﷺ خاموش رہے ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ در نبوی میں کسی صحابی کو یہ جرأت نہ تھی کہ حضور ﷺ کے سامنے نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھتے۔ (۳) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ منع فرماتے تھے کہ لوگوں کی امامت قرآن دیکھ کر کرائی جائے۔

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۲۵)

معلوم ہوا کہ یہ کام سنت خلفاء راشدینؓ کے بھی خلاف ہے۔ (۴) عیاش عامریؓ فرماتے ہیں کہ سلیمان بن حظلہ بکری ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو قرآن دیکھ کر لوگوں کو امامت کر رہا تھا تو انہوں نے اس کو پاؤں مارا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۸) کاش! کہ ان غیر مقلدوں کو بھی کوئی پاؤں کی ٹھوکریں مارنے والا مل جائے۔ شاید ٹھوکرا کھا کر اس فضل سے باز آجائیں۔ (۵) حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ ابو عبد الرحمن قرآن دیکھ کر امامت کرانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ) (۶) امام عثمٰشؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم غنیؓ قرآن دیکھ کر امامت کرانے کو ناپسند کرتے تھے کہ کہیں یہودیوں اور عیسائیوں سے مشابہت نہ ہو جائے۔ (۷) حضرت ابراہیمؓ فرماتے ہیں کہ غموئی طور پر لوگ قرآن دیکھ کر امامت کرانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۹)

واضح رہے کہ یہ ابراہیم غنیؓ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور صحابہ کرامؓ کے دور ۴۶ھ میں ان کی پیدائش اور صحابہ کرامؓ ہی کے دور ۹۶ھ میں ان کا وصال ہوا، تو یہ صحابہؓ اور تابعینؓ پر عمومی حکم لگاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی یہودیوں اور عیسائیوں والے اس عمل کو پسند نہیں کرتا تھا۔ (۸) حضرت مجاہدؓ بھی اس کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی قرآن دیکھ کر امامت کرائے۔ (ابن ابی شیبہ) (۹) حضرت سعد بن المسیبؓ بھی قرآن دیکھ کر امامت نہیں کرواتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ) (۱۰) حضرت حسن بصریؓ بھی اس کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایسا کام عیسائی کرتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ) (۱۱) حضرت حماد اور قتادہؓ نے رمضان میں ایک شخص کو قرآن دیکھ کر نماز پڑھاتے دیکھا تو اس کو ناپسند فرمایا۔ (ابن ابی شیبہ) (۱۲) حضرت عامرؓ بھی فرماتے تھے کہ قرآن دیکھ کر امامت نہ کروائی جائے۔ (ابن ابی شیبہ)

☆ اس مسئلہ پر مبشر احمد ربانی لکھتے ہیں کہ نماز میں قرآن مجید کو اٹھا کر قراءۃ کرنا جائز و درست ہے لیکن اسے معمول نہیں بنانا چاہئے۔ (آپ کے سوال قرآن و سنت کی روشنی

میں جلد ۱۱۸) اس عبارت میں ایک جزء مثبت ہے یعنی قرآن دیکھ کر قراءۃ کرنا جائز ہے اور دوسرا جزء منفی ہے کہ اسے معمول نہیں بنانا چاہئے..... ربانی صاحب نے جزء مثبت کو مدلل کرنے کی کوشش کی ہے جو ان کے نزدیک بھی معمول نہیں ہونا چاہئے اور قرآن دیکھ کر قراءۃ نہ کرنا جو ان کے نزدیک بھی اصل معمول ہے اس کی طرف نظر التفات نہیں فرمائی ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ معروفات کے مقابلہ میں منکرات و متروکات کی ترویج کی طرف ان کی توجہ ہے مگر نہ تو کتاب اللہ سے اس کے جواز کو ثابت کر سکے ہیں، نہ نبی اقدس ﷺ کے قول، فعل یا تقریر سے۔ البتہ حضرت عائشہ سے بخاری کی ایک روایت بلا سند ذکر کی ہے جس کے بارہ میں غیر مقلد امیر علی بھی یہی کہتا ہے کہ اس روایت کی تصحیح چاہئے ہے۔ (عین الہدیۃ جلد ۵۰۲) پھر یہاں یہ بھی پتہ نہیں کہ یہ حضرت عائشہ ام المؤمنین ہیں یا عائشہ بنت طلحہ ہیں۔ ربانی صاحب کے (۲) سے نشان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت عائشہ ام المؤمنین ہیں مگر ابن ابی شیبہ سے عائشہ بنت طلحہ کا شبہ ہے، اگر حضرت ام المؤمنین ہی ہوں تو بھی علامہ طبری فرماتے ہیں کہ ان صحابہ فہو محمول علی اندہ کاف یراجعہ قبیل الصلوۃ لیکون بذکرہ اقرب (غنیۃ المستملی صفحہ ۴۲۳) یعنی اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس کو اس معنی پر محمول کرنا چاہئے کہ ذکر ان نماز سے تھوڑی دیر پہلے قرآن کی طرف مراجعت کرنا تھا تا کہ قرآن پاک کو بکثیر تحریر سے زیادہ قریبی حالت میں یاد کر لے جیسا کہ آج کل بھی کچے حافظ جن کا سامع نہیں ہوتا وہ قرآن پاک قریب رکھ لیتے ہیں اور اگر بھول جائیں تو سلام پھیرنے کے بعد قرآن دیکھ کر اپنی تصحیح کر لیتے ہیں یا یؤمھا من المصحف میں من تبعضضہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ نماز میں پوری سورۃ نہیں پڑھتے تھے بلکہ بعض بعض حصہ پڑھ کر سورۃ کو ختم کرتے تھے۔

☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا فرماتے ہیں کہ یہ توجیہ مٹس الائمہ السرخسی کی

ہے اور یہ رائج ہے۔ (تقریر بخاری شریف جلد ۳ صفحہ ۸۵) اور امام بخاری نے بھی اس روایت سے نماز میں دیکھ کر قرآن پڑھنے پر استدلال نہیں کیا بلکہ غلام کی امامت کے جائز ہونے کے باب میں اس کو ذکر فرمایا ہے۔

معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک بھی یہ استدلال درست نہیں ہے۔ ربانی صاحب نے ایک یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ابن شہاب زہری نے فرمایا جب سے اسلام آیا ہے اس وقت سے وہ لوگ جو ہم سے بہتر تھے قراءۃ قرآن مجید سے کرتے رہے ہیں۔ (قیام اللیل صفحہ ۱۶۸) مگر اس کی سند ذکر نہیں کی..... معروف عمل کے خلاف بے سند اقوال ذکر کر کے ہی لوگوں کو غیر مقلد بنایا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ قیام اللیل کے مصنف محمد بن نصر ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے جبکہ ابن شہاب زہری ۱۲۵ھ میں انتقال فرما چکے تھے تو ۷۷ سال بعد پیدا ہونے والے نے ابن شہاب سے یہ قول کیسے نقل کیا ہے؟

مسئلہ نمبر ۱۴:

انکساری کے لئے سر کھول کر نماز پڑھنا درست ہے (در مختار ج ۱ ص ۲۹۹) یہ مسئلہ بھی حقیقۃً الفقہ ص ۱۹۷ سے نقل کیا ہے اور حسب سابق اس کے نقل کرنے میں انتہائی خیانت سے کام لیا ہے۔ در مختار میں ہے کہ نمازی کا سستی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ عاجزی کے لئے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نماز کی اہانت کے طور پر ننگے سر نماز پڑھنا کفر ہے اور اگر نمازی کی ٹوپی گر پڑے تو بغیر عمل کثیر کے اس کا سر پر رکھ لینا افضل ہے (در مختار مع الشامیہ ص ۶۴۱، ج ۱) اور نکاسل اور سستی کی تشریح علامہ شامی نے یہ کی ہے کہ نماز میں سر چھپانے کو اہم چیز نہ سمجھے (شامی ص ۶۴۲، ج ۱) اور غور کرنے سے غیر مقلدین کی حالت یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس سر چھپانے کو اہم نہیں سمجھتے بلکہ بعض تو اہانت تک پہنچ جاتے ہیں جس بناء پر واما للاہانة فكفر تک نوبت پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ تو غیر مقلدین جن عبارات کے

مصدق ہیں وہ ذکر نہیں کیس اور تذلل اور عاجزی والی عبارت جس کے وہ مصداق نہیں پیش کر دی ہے، بلکہ ہمارے عرف میں ننگے سر رہنے کو عاجزی سمجھنے کا رواج نہیں۔ سر کو چھپانا عاجزی اور ادب سمجھا جاتا ہے۔

الطیفہ: غیر مقلدین کے قرآنی آیات، احادیث اور فقہی عبارات بے موقع استعمال کرنے پر طیفہ یاد آیا کہ ایک آدمی استعجاۓ خاں میں بوقت استعجاۓ یہ دُعا پڑھ رہا تھا کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ خَشِیْتُ زِلْزِلَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُخْزِنِیْ زِلْزِلَةَ النَّارِ (اے اللہ! مجھے جنت کی خوشبو سٹکھانا اور جہنم کی بدبو نہ سٹکھانا) کسی نے باہر نکلنے پر پوچھا کہ یہ کیا پڑھ رہے تھے؟ تو کہا کہ حدیث میں یہ دُعا آئی ہے۔ اس نے کہا یہ دُعا تو وضو میں ناک میں پانی ڈالنے کے وقت کی ہے، استنجہ کے وقت کی تو نہیں۔ اس نے کہا جاب میں کوئی تیرا مقلد تو نہیں۔ بس حدیث میں آگئی ہے میں جہاں چاہوں پڑھوں۔ نصیحت کرنے والے نے کہا کہ بھائی ٹھیک ہے کہ تو غیر مقلد ہے، مگر خدا نے یہ پانچ سیر کا سر جو تیرے جسم پر رکھا ہے یہ کوئی سزا کے طور پر پٹھو نہیں لگایا ہوا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے عقل والا ایک قیمتی جوہر رکھا ہے۔ اس سے ہی تو سوچ لے کہ خوشبو اور بدبو کا اور اک اس سوراخ (استعجاۓ خاں) سے ہوتا ہے جس پر تو یہ دُعا پڑھا رہا تھا یا اس ناک کے سوراخ سے جس کا میں ذکر کر رہا ہوں؟ تو جس طرح وہ غیر مقلد دُعا کا سوراخ بھول گیا اسی طرح یہ غیر مقلد درختار کی اس عبارت کا موقع اور محل بھول گیا ہے۔

پھر علامہ شامی نے لا باس کی تشریح میں شرح مدیہ کا ایک قول یہ بھی ذکر کیا تھا: لَیْسَ اِشَارَةُ اِلٰی اَنْ اَوَّلٰی اَنْ لَا یَفْعَلْ یعنی لفظ لا باس (ص ۶۴۲، ج ۱) میں اشارہ ہے کہ اگر کسی علاقہ میں تذلل سرنگار رکھا جاتا ہے تو بھی بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے (فرمان خداوندی خذوا زینتکم پر عمل کرتے ہوئے) یہ فعل اختیار نہ کرے۔ ایک دوسرے مقام پر بھی علامہ شامی فرماتے ہیں کلمہ لا باس کا غالب استعمال اس مقام میں ہوتا ہے جس کا

ترک اولیٰ: دو (شامی ص ۱۱۹، ج ۱)

اصل مسئلہ: جمہور اُمت نے قرآن و سنت کی روشنی میں نماز میں سر چھپانے کو مستحب قرار دیا تھا اور اسی پر اُمت کا متواتر عمل تھا۔ یہاں تک کہ ہندوستان پر انگریز کا تسلط ہوا۔ ان کے ہاں اکثر ننگے سر رہنے اور سلوٹ مار کر ایک ہاتھ ملانے کا رواج تھا۔ کچھ لوگوں نے ایسی باتوں کو حکمرانوں کی رسم سمجھ کر اپنالیا اور کچھ سرکاری مولویوں نے اس کو سنت قرار دیا۔ ابتداء میں تو کچھ لوگ اس کو انگریز کی سنت سمجھتے رہے، مگر جب انہوں نے احادیث و دلیل میں پیش کرنی شروع کیں تو پتہ چلا کہ یہ لوگ اس انگریزی عمل کو سنت نبویہ کے عنوان سے رائج کرانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ ستاریہ میں ہے: بے شک ننگے سر نماز پڑھنا بھی مسنون طریقہ ہے (فتاویٰ ستاریہ ص ۹۸، ج ۱) نیز مولوی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں: ننگے سر نماز پڑھنا، جو تہ پہن کر نماز پڑھنا نماز میں تین بار آمین بالجہر کہنا، یا رب اغفر لی آمین کہنا یہ سب امور مسنونہ و مشروعة ہیں (فتاویٰ ستاریہ ص ۱۲۲، ج ۱)

اولہ جمہور: (۱) قرآن پاک میں ہے: اے اولاد آدم! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو (الاعراف آیت ۳۰) اس آیت کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: چونکہ نماز میں صرف ستر پوشی ہی مقصود نہیں بلکہ لباس زینت اختیار کرنے کا ارشاد ہے اس لئے مرد کا ننگے سر نماز پڑھنا یا مونڈھے یا کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے (معارف القرآن ص ۵۴۳، ج ۳) نیز فرماتے ہیں: سر مونڈھے کہنیاں کھول کر نماز کا مکروہ ہونا آیت قرآنی کے لفظ زینت سے بھی مستفاد ہے اور رسول کریم ﷺ کی تصریحات سے بھی (معارف القرآن ص ۵۴۳، ج ۳) خاتم الحمد شین حضرت سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ اسی آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ لفظ زینت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی نماز کے وقت بہ نسبت غیر نماز کے اچھی حالت میں ہو اور اس کی وضاحت حدیث اور

فقہ نے کی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ (۱) حضور ﷺ کی نماز میں پکڑنی سات ہاتھ ہوتی تھی اور فقہ میں ہے کہ مستحب ہے کہ آوی تین کپڑوں میں نماز پڑھے جن میں سے عمامہ بھی ہے (فیض الباری ص ۲۷۷ ج ۲)..... (۲) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ حرم کیا کچھ پہن سکتا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ حرم قمیص، شلوار اور ٹوپی نہ پہنے الخ (بخاری ص ۵۳) امام بخاریؒ اس حدیث کو کتاب الصلوٰۃ میں لا کر بتا رہے ہیں کہ عام نمازی تو سر کو چھپاتے تھے مگر حرم کو حضور ﷺ نے سر چھپانے سے روک دیا کہ وہ نماز میں بھی سر نکال رکھے گا۔..... (۳) حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ لوگ (گرمی کی شدت کے وقت) پکڑیوں اور ٹوپیوں پر سجدہ کیا کرتے تھے (بخاری ص ۵۶ ج ۱) یہ حضرت حسن بصریؒ تقریباً ۲۱ھ عہد فاروقی میں پیدا ہوئے اور ۱۱۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابو موسیٰ الاشعری، حضرت ابوبکرہ، حضرت عمران ابن الحصین، حضرت جندب بجلی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت امیر معاویہ، حضرت معقل بن یسار، حضرت انس، حضرت جابر رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ بہت سے صحابہ اور تابعین کے شاگرد ہیں جنہوں نے ان اکابرین کو گرمی سے بچنے کے لئے پکڑیوں کے پھپھوں پر سجدہ کرتے دیکھا۔ معلوم ہوا کہ یہ صحابہ اور تابعین پکڑیوں سمیت نماز پڑھا کرتے تھے۔..... (۴) صالح بن حرانؒ مسلمان نقل کرتے ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنی پیشانی سے عمامہ کو اٹھا لیتے (کنز العمال ص ۲۱ ج ۷)..... (۵) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: پکڑی کے ساتھ دو رکعتیں بغیر پکڑی کے ستر رکعتوں سے بہتر ہیں (کنز العمال ص ۱۳۳ ج ۱۵)..... (۶) حضرت ابن عمرؓ روایت ہے کہ پکڑی کے ساتھ نفل یا فرض نماز بغیر پکڑی کے پچیس نمازوں کے برابر ہے اور پکڑی کے ساتھ جمعہ پڑھنا پکڑی کے ستر جمعوں کے برابر ہے (کنز العمال ص ۳۳

ج ۱۵)..... (۷) ابواخی فرماتے ہیں کہ میں نے قاضی شریح کو اپنی ٹوپی میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵ ج ۱)..... (۸) عبدالرحمن بن الاسود اپنے باپ اسود کے بارہ میں نقل کرتے ہیں کہ وہ اپنے لباس کے ساتھ سلی ٹوپی میں سجدہ کرتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵ ج ۱)..... (۹) محدث عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسود کو اپنی سبز ٹوپی میں سجدہ کرتے دیکھا ہے اور میں نے عبدالرحمن بن یزید کو شامی ٹوپی میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔..... (۱۰) موسیٰ بن نافعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر کو ٹوپی میں نماز پڑھتے دیکھا ہے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۶ ج ۱)..... (۱۱) ابواسحاقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عاتقہ اور سروق کو اپنی ٹوپیوں میں نماز پڑھتے دیکھا ہے (ابن ابی شیبہ)..... (۱۲) حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہ میں سے بعض اپنی پکڑیوں پر سجدہ کرتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۶ ج ۱)..... (۱۳) عبدالرحمن بن یزید اپنی پکڑی کے بیچ پر سجدہ کیا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷ ج ۱)..... (۱۴) حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ سعید بن المسیب اور حسن بصریؒ پکڑی کے بیچ پر سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷ ج ۱)..... (۱۵) حمید فرماتے ہیں کہ بکر پکڑی باندھنے کی حالت میں سجدہ کرتے تھے (ایضاً)..... (۱۶) محمد بن راشدؒ حضرت کحول سے نقل کرتے ہیں کہ وہ پکڑی کے بیچ پر سجدہ کرتے تھے تو میں نے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں کنکریوں کی ٹھنڈک کی وجہ سے اپنی نظر کے نقصان کا خوف کرتا ہوں (اس لئے پکڑی کے بیچ پر سجدہ کرتا ہوں) (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷ ج ۱)..... (۱۷) جعفر بن برقان ابن شہاب زہری سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: پکڑی کے بیچ سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷)..... (۱۸) ابودرقاء فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اوفیٰ کو اپنی پکڑی کے بیچ پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷ ج ۱)..... (۱۹) محمود بن ربیعؒ حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ

جب نماز کی طرف کھڑے ہوتے تو اپنی پگڑی کو پیشانی سے اوپر کر لیتے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷، ج ۱)..... (۲۰) ابن ابی لیلیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنی پیشانی سے پگڑی کو بٹالے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۸، ج ۱)..... (۲۱) حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی پگڑی کے بیچ پر سجدہ نہیں کرتے تھے (یعنی پیشانی سے پگڑی بنا لیتے) (ابن ابی شیبہ)..... (۲۲) عیاض بن عبد اللہ قرشی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک آدمی کو پگڑی کے بیچ پر سجدہ کرتے دیکھا تو اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا کہ پگڑی کو اوپر اٹھالے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۸، ج ۱)..... (۲۳) اشعث فرماتے ہیں کہ محمد بن سیرین پگڑی کے بیچ پر سجدہ نہ کر سکتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۸، ج ۱)..... (۲۴) حشام اپنے باپ (حضرت عروہ) سے نقل فرماتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ پگڑی باندھنے والا اپنی پیشانی کو زمین پر ٹکائے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۸، ج ۱)..... (۲۵) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ایک آدمی کو (بطور اٹکار) فرمایا کہ شاید تو ان لوگوں میں سے ہے جو پگڑی کے بیچ پر سجدہ کرتے ہیں (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۸، ج ۱)

نوٹ: نمبر ۲۵ تا ۲۴ یہ معلوم ہوا کہ خیر القرون میں یہ اختلاف تو تھا کہ پگڑی کے بیچ پر سجدہ مکروہ ہے یا نہیں۔ مگر اس بارہ میں اتفاق تھا کہ وہ پگڑی وغیرہ سے سر چھپا کر نماز پڑھا کرتے تھے بلکہ غیر مقلدین میں سے اکثر پرانے حضرات سر ڈھانپنے کو ہی افہام سمجھتے تھے۔ چنانچہ.....

نواب وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں کہ نمازی کا سستی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ عاجزی کے طور پر کوئی حرج نہیں (نزل الابراہیم ص ۱۱۳، ج ۱) اور یہ پہلے گزرا چکا ہے کہ اس علاقہ میں سر کھولنا عاجزی نہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ اگر نماز میں پگڑی گر جائے تو اس کا سر پر رکھ لینا افضل ہے (نزل الابراہیم ص ۱۱۳، ج ۱)..... اتفق یعنی صاحب مولانا داؤد وغرنوی کے بارہ میں لکھتے ہیں "ننگے سر نماز پڑھنا اور نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر وضو نہ کرنا مانگنا ان کے نزدیک نہایت

پسندیدہ فعل تھا (نقوش عقلمت رفتہ ص ۲۳) نیز انہی کے بارہ میں لکھا ہے: ننگے سر نماز پڑھنا مولانا کو ناگوار گزرتا تھا۔

اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو: ایک مرتبہ مسجد چیمپیاں والی میں بیٹھے تھے کہ ملک محمد رفیق جو ان کے پرانے عقیدت مند اور حلقہ مسجد چیمپیانوالی کے رہنے والے تھے ان کی موجودگی میں مسجد میں آئے اور ننگے سر نماز پڑھنے لگے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ان کو بلایا اور فرمایا: ملک صاحب! ایک بات عرض کروں؟ انہوں نے کہا: مولانا فرمائیے! کیا ارشاد ہے؟ کہا: "ننگے سر نماز نہ پڑھا کریں۔" (داؤد وغرنوی ص ۱۳۴)

..... اسی طرح مولوی اسماعیل امیر جماعت اہل حدیث اور بدیع الدین شاہ راشدی بھی ننگے سر نماز پڑھنے کے خلاف تھے۔

وساوس:

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا اور ان کا فرمانا کہ میں نے حضور ﷺ کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا (بخاری) جواب: حدیث میں صراحت ہے کہ انہوں نے بیان ضرورت کے لئے ایسا کیا اور کسی روایت میں یہ نہیں کہ حضرت جابرؓ کا زندگی کا معمول ہی یہ تھا۔ خلاف معمول تو بخاری شریف میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منبر پر نماز پڑھنا، بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنا وغیرہ بھی ہے۔ پھر حدیث جابرؓ میں ایک کپڑے میں نماز پڑھنے پر اعتراض بھی ہے جو اس کی دلیل ہے کہ یہ عام صحابہ کرام کا معمول نہیں تھا اور پھر بخاری شریف میں یہ بھی ہے کہ یہ بات اس وقت کی ہے جب دو کپڑے ملنا بھی مشکل تھا اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو تم بھی وسعت کرو (بخاری ص ۵۳) نیز ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سر نہ لگاؤ۔ بڑی چادر میں سر اور پورا جسم آدمی چھپا سکتا ہے۔ لہذا عبد اللہ کھچیا نوالی غیر قفلہ کا یہ کہنا کہ "ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے سر نہ لگا رہتا ہے" (فتاویٰ ستارہ ص ۱۲۶، ج ۱) صحیح نہیں۔ نیز امام بخاری نے

حضرت نکرہ کا قول نقل کیا ہے کہ اگر عورت ایک کپڑے میں اپنا جسم چھپالے تو نماز جائز ہے (بخاری ص ۵۴) تو اب غیر مقلد عورتوں کو بھی ننگے سر نماز پڑھنی چاہئے، کیونکہ یہاں ایک کپڑے کا ذکر ہے۔ نیز امام بخاری نے بھی اس حدیث سے ننگے سر پر استدلال نہیں کیا۔

(۲) مبشر احمد ربانی اور مولوی عبدالستار امام غرباء اہل حدیث نے لا تقبل صلوۃ حائض الا بخمار سے استدلال کیا ہے کہ عورت کی تخصیص سے رجل خارج ہے۔ معلوم ہوا مرد کی نماز ننگے سر جائز اور مقبول عورت کی نماز ننگے سر ناجائز و مردود ہے۔ اگر مرد کی نماز بھی ننگے سر ممنوع ہوتی تو عورت کے لئے اتنا تقید و تخصیص سکوت و جواز نہ ہوتا بلفاظ امام غرباء (فتاویٰ ستاریہ ص ۱۲۲، ج ۱)

جواب: اگر حائض کے تقید و تخصیص سے آدمی کی نفی ہو رہی ہے تو جناب خمار (دوپٹہ) کی تنصیب و تخصیص سے شلو اور قمیص کی نفی کیوں نہیں ہوگی۔ پھر ذرا مکمل کر اعلان کریں کہ عورت کے لئے صرف دوپٹہ کی ضرورت ہے، شلو اور قمیص کی ضرورت نہیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ صرف شریعت کا جنازہ غیر مقلدوں نے نہیں نکالا بلکہ شرم و حیا بھی بے گور و کفن اُن کے دروازہ پر تڑپ رہی ہے اور اگر دوسری کسی روایت کے سہارے سے آپ ان دو کپڑوں کی ضرورت کے لئے ضروری ہونا ثابت کریں گے تو ہمارے مذکورہ بالا دلائل آدمی کے سر چھپانے کے لئے کافی کیوں نہ ہوں گے؟ یٰٰبْنِیْ اٰدَمُ خَلُوْا ذٰبْنٰکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ مِّمَّنِیْ اَدَمٌ مِّنْ مَّرْدٍ وَّ اٰخِلْ فِیْہِ الْعِمَامَہُ وَ قَارِ لِلْمُؤْمِنِ وَ عَزَّ لِلْعَرَبِ الْخ (کنز العمال ص ۱۳۳، ج ۱۵) اس حدیث سے گجڑی کا وقار اور زینت ہونا واضح ہوا۔ قرآنی آیت سے اس کے نماز میں استحباب پر پوری اُمت نے اتفاق کیا ہے۔ پھر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اہل سنت سر چھپانے کو مستحب کہتے ہیں اور غیر مقلدین عدمِ فرضیت کی دلیل سے اس کا رد کرتے ہیں، یعنی جس کی تردید کر رہے ہیں اس کا تو دعویٰ ہی نہیں اور جس

نکرہ کا دعویٰ ہے اس کی تردید نہیں۔ "ماروں گھٹنا چھوئے آنکھ" والا حوالہ سنا تو بچپن سے تھا مگر کچھ غیر مقلدین کے اس جیسے استدلال سے آیا ہے۔

(۳) مولوی عبدالستار امام غرباء اور عبدالحلیل سامردی فرماتے ہیں کہ مرد کے لئے سر نہ نہیں، البتہ اس کا حنا پنا ضروری نہیں (فتاویٰ ستاریہ) جواب: فرض اور ضروری ہونے کی بحث نہیں، استحباب کی بات چل رہی ہے، اس کی طرف غیر مقلدین آتے نہیں، پھر اگر سر نہ ہونے سے سر کو ننگا رکھتا ہے تو قمیص، جرائیں، دستانے وغیرہ سب کچھ اتار پھینکنے چاہئیں۔ سر میں اللہ نے عقل کا جو ہر رکھا ہے، کیا اس لئے آپ اس کے پیچھے پڑتے ہوئے ہیں؟

(۴) مولوی عبدالحلیل سامردی فرماتے ہیں: "محرم برابر سر برہنہ فرض نوافل سب ادا کرتا ہے الخ (فتاویٰ ستاریہ ص ۱۲۳، ج ۱) جواب: سبحان اللہ! ائمہ مجتہدین کے قیاس کو کار ٹیٹس کہنے والے خود بالکل نصوص کے مقابلہ میں اسی طرح قیاس کرتے ہیں جیسے اٹلیس نے کیا تھا۔ ہمارے مذکورہ بالا دلائل کے سامنے یہ قیاس بمقابلہ نصوص ہے۔ غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ حاجتِ احرام اور غیر حاجتِ احرام کا کچھ فرق نہیں۔ یہ درست نہیں، کیونکہ حالتِ احرام میں خاکیزا پہننا مرد کے لئے ناجائز اور غیر مکمل کپڑوں میں نماز پڑھنا ضروری ہے۔ کیا اپنے اس فتویٰ کی بنا پر غیر مقلد یہ اعلان کریں گے کہ آدمی کے لئے ہر حالت میں مکمل کپڑے میں نماز ناجائز ہے؟

(۵) عبدالحلیل سامردی کہتے ہیں کہ گاہے نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ کر شترہ کی جگہ رکھ پا کرتے تھے (فتاویٰ ستاریہ ص ۱۲۳) جواب: بدیع الدین راشدی غیر مقلد نے اس روایت کو تسلیم نہیں کیا۔ اگر یہ روایت کہیں ہو تو اس سے سر کا ننگا ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ حضور ﷺ اکثر گجڑی کے نیچے ٹوپی رکھا کرتے تھے، جیسا کہ شائل سے معلوم ہوتا ہے، تو ٹوپی کے رکھنے سے گجڑی کا اتارنا لازم نہیں آتا۔ حضور ﷺ نے تو ابو داؤد وغیرہ کی روایت میں

فرمایا کہ اگر عاصانہ ہو تو خط کھینچ دیا کرو۔ نوپیاں اتار کر رکھنے کا کہیں حکم نہیں دیا۔ اگر بغرض محال ایسا واقعہ کہیں پیش آیا بھی، تو ضرورت ستر و پر محمول ہوگا۔ عام حالت میں ننگے سر پہ تو استدلال ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی کہے کہ غسل خانہ میں ضرورت کپڑے اتارے جاتے ہیں تو ہم عام حالت میں بھی کپڑے اتار کر پھریں گے۔ الضرورات تنقذہ بقدر الضرورہ (یعنی ضرورت والی چیز جب ضرورت تک ہی بند رہتی ہے) والے عقلی اور شرعی اصول سے انحراف کا نام ہی غیر مقلدیت ہے۔ اسی طرح سامرودی صاحب نے حضرت شریکؒ کے نوپا کو سترہ بنانے سے بھی استدلال کیا ہے۔ تو سوسہ نمبر ۵ کے جوابوں کے علاوہ ذکر ہے کہ جناب کے ہاں تو قول صحابی حجت نباشد (عرف الجاوی ص ۳۸، ص ۱۰۱) یعنی صحابہ کرام کے اقوال بھی حجت نہیں۔ تو اب تابعین کے دروازہ پر کاسہ گدائی کیسے لئے پھر رہے ہیں۔

☆ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنے کی کوئی صریح روایت ذخیرہ احادیث میں نہیں ہے۔ اس کو فیشن، مانا مزاج شریعت کے خلاف ہے۔

ضرورت اتحاد

قارئین کرام پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مسلمانوں کو ماضی میں جتنی تفوق و اتحاد کی ضرورت تھی اس سے کئی گنا زائد اس وقت ضرورت ہے عالم کفر شعائر اسلام کو خنجر و بن سے اکھاڑنے کی فکر میں ہے۔ پوری کفریہ طاقتیں اہل اسلام کے خلاف متحد ہو گئی ہیں مگر مسلمانوں کو مادر پدر آزادی اور خود رائی نے ایسی سر پھٹول میں مبتلا کیا ہے کہ لامان و الحفیظ۔

صورت اتحاد:

ضرورت اتحاد تو ایک بدیہی چیز ہے جس پر کوئی دلیل دینے کی ضرورت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شخص فخر و اتحاد بلند کرتا ہے مگر صورت اتحاد میں اتفاق نہیں۔ ہر نیا فرقہ بنانے والا بڑے زور شور سے اتحاد کا اعلان کرتا ہے مگر کہتا ہے کہ میری جماعت میں سارے شریک ہو جائیں۔ منکر حدیث اتحاد اس کو قرار دیتے ہیں کہ سارے مسلمان اعدو باللہ منکر حدیث بن جائیں، منکر فقہ سب کو منکر فقہ بنا کر اتحاد کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہیں، اہل بدعت اپنی بدعات میں شذیت کو مدغم کر کے اعلان اتحاد کے منتظر ہیں، منکر بین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم انکار حیات کے آئینہ میں وحدت ملت دیکھنا چاہتے ہیں، خارجیت زدہ لوگ اپنے نظریات کے پیلاؤ میں اتحاد کو ضمیر سمجھتے ہیں مگر صحیح صورت اتحاد یہی ہے کہ جہاں کہیں افتراق ہوا ہے اس افتراق کو ختم کیا جائے، خود بخود صورت اتحاد پیدا ہو جائے گی۔

بہت سے فرقے تو وہ ہیں جو پاکستان بننے کے بعد معرض وجود میں آئے ہیں اور

اگر ایک یا ڈیڑھ صدی قبل کا مطالعہ کر لیا جائے تو بہت سے جدید نظریات سامنے آئیں گے ان کو ختم کر کے امت میں وحدت پیدا ہو سکتی ہے۔ دورِ حاضر میں ردِ فرض کے نام پر ایک بے فرقہ، معترض و جو میں آچکا ہے جس کی عمر پاکستان کی عمر سے کم ہے۔

محمود احمد عباسی نے اس فرقہ کی داغ بیل ڈالی اور بہت سے لوگ حبِ حضرت معاویہ کے نام سے بغضِ اہلِ بیت کے مہلک مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اہلِ فرض کے بارے میں مشہور تھا کہ ان میں حبِ علی نہیں بلکہ بغضِ معاویہ ہے۔ بالکل اسی طرح اس جہاں گروہوں میں حبِ معاویہ نہیں بلکہ بغضِ علی کا فرما ہے حالانکہ اہلِ سنت والجماعت کا طرہٴ امتیاز یہی رہا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو نجومِ ہدایت سمجھ کر سمتِ منزل متعین کر کے حبِ اہلِ بیت سے غینہٴ نوح میں بیٹھ کر اپنی روحانی منزل مقصود تک پہنچتے رہے ہیں۔

فرض کی تائید یا تردید:

یہ گروہ رافضیت کی تردید کا نعرہ بلند کرتا ہے حالانکہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ دانستہ یا نادانستہ طور پر رافضیت کے مؤید ہیں اور اہلِ سنت والجماعت کے مخالف کیونکہ رافضی دنیا کو ہمیشہ یہ باور کرانے کی کوشش میں رہے ہیں کہ اہلِ سنت اہلِ بیت کے منکر ہیں مگر اس دعویٰ پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی، ان کی ضرورت تھی کہ کوئی نام نہاد سنی کہلانے والا اہلِ بیت کی توہین کرے تاکہ ہم اپنے دعویٰ میں سچے ہوں۔ اس گروہ نے نام نہاد سنی بن کر رافضیت کی دیرینہ آرزو پوری کر دی ہے کہ کبھی حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضراتِ حسینؓ کو اہلِ بیت سے خارج کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کبھی حضرت حسینؓ کی صحابیت کا انکار کرتے ہیں اور کبھی حضرت علیؓ کے ایمان میں ان کو شک ہوتا ہے کہ تاباشی ایمان اٹھو باللہ معتبر نہیں۔ حضرت خاتونِ جنت اور حضراتِ حسینؓ کے فضائل کا انکار ان کے ہاں اولین قدم ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو باقی صاحبزادیوں پر اور حضراتِ حسینؓ دوسرے نواسوں پر کوئی فضیلت نہیں۔ کبھی ہر فاطمی کو رافضیت کا شاخسانہ کہا جاتا ہے۔ اور

طرحِ رافضی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ مہسوم مانتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں یہ لفظ استعمال نہیں کرتے مگر عملاً روافض سے پیچھے نہیں، کیونکہ حضرت امیر معاویہؓ کی خطا اجتہادی کا لفظ سن کر فوراً آگ بگولا ہو جاتے ہیں حالانکہ خطا اجتہادی عبادت کے درجہ میں ہے جس پر ایک ثواب کا ملنا حدیثِ پاک سے ثابت ہے۔

اسلاف پر سب و شتم:

روافض کی طرح یہ گروہ بھی عوام کو اسلاف سے متنفر کرنے میں پورا زور صرف کرتا ہے۔ کبھی عوام کو یہ ذہن دیتا ہے کہ یہ مولوی صحابی رسول کو خطا کار کہتے ہیں اور خطائے اجتہادی کا صحیح مفہوم ان کو نہیں بتاتے کہ یہ سورۃِ خطاء ہے، حقیقتاً عبادت کی ایک قسم ہے۔ ان کا یہ پروپیگنڈہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ آج کل اہلِ بدعت و مکروا و مکیر اللہ، لبغفر لک للہ ماتقدم من ذنبک اور وجدک ضلالت کے تراجم عوام کو دکھا کر بڑے بڑے اہلِ تفسیر سے لوگوں کو متنفر کرتے ہیں اور ان آیات کی تفسیر عوام سے چھپاتے ہیں۔

کم فہمی یا کج فہمی:

یہ لوگ عدمِ علم یا تعصب کی بنا پر ایک برکی عبارت کو بگاڑنے میں بھی پوری کوشش کرتے ہیں۔ ایک شخص نے مجھے کہا کہ قاضی مظہر حسین صاحبؒ اور سید نفیس شاہ صاحبؒ مدظلہ نے حضرت امیر معاویہؓ کی توہین کی ہے۔ قاضی صاحب نے تو دفاعِ معاویہ نامی کتاب میں اور حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے قاری قیام الدین صاحب پنڈ وادن خان والوں کی حضرت معاویہؓ کی سوانح کے مقدمہ میں۔ میں نے کہا کہ حضرت قاضی صاحبؒ حضرت مدنی کے معتمد علیہ ہیں اور حضرت شاہ صاحب مدظلہ حضرت رائے پوریؒ کے۔ ان کے بارے میں ایسی بات ہمارے تصور میں نہیں آ سکتی۔ میں نے یہ دونوں کتابیں دیکھی نہیں مگر معلوم ہوتا ہے جیسے بریلوی ”تخذیر الناس“ میں انکا ختم نبوت دیکھتا ہے اسی طرح آپ نے ان بزرگوں کی عبارت سے توہینِ معاویہؓ کو اخذ کر لیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جس کتاب کا نام دفاعِ معاویہؓ

ہے اس میں تو ہین معاویہ کیسے آسکتی ہے اور واقعہ بھی ایسا ہی ہے کہ وفاء معاویہؓ میں حضرت امیر معاویہؓ کا صرف وفاء ہے، خطاء اجتہادی کو انہوں نے خطاء عنادی سمجھ کر شور مچایا ہے اور حضرت شاہ صاحب مدظلہ کی تو اپنی عبارت ہی نہیں بلکہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی مرحوم کی عبارت مولانا منظور احمد صاحب نعمانیؒ کے حوالے سے انہوں نے نقل فرمائی ہے کہ حضرت علیؓ کی صفِ انحال میں بھی اگر حضرت امیر معاویہؓ کو جگہ مل جائے تو یہ ان کی سعادت ہے۔ یہ بالکل اہل سنت کے عقیدہ کی وضاحت تھی کہ اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد اہل سنت کے ہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مرتبہ ہے۔ اس مرتبہ میں حضرت امیر معاویہؓ شامل نہیں تو یہ الفاظ حضرت علیؓ کی نسبت سے لکھے تھے یا لوگوں نے صرف صفِ انحال یاد کر لی اور اس نسبت علیؓ کو حذف کر دیا۔ یاد رکھیں کہ یہ صفِ انحال مولانا عبدالشکور لکھنویؒ یا مولانا نعمانیؒ یا حضرت شاہ صاحب مدظلہ کی نہیں حضرت علیؓ کی ہے جو بالاتفاق خلیفہ راشد ہیں۔ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے بعض عظیم ہستیوں کے بارہ میں لکھ دیا کہ خدا تعالیٰ کے حضور یہ سب ذرہ ناچیز ہیں۔ اہل بدعت نے نسبت خداوندی کو حذف کر کے ذرہ ناچیز یاد کر لیا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر شاہ صاحبؒ نے اپنے اعتبار سے ذرہ ناچیز کہا ہے تو واقعہ تو یہ ہے اور اگر خدا تعالیٰ کے اعتبار سے کہا ہے تو یہ توہین نہیں فرق مراتب ہے۔ بہر حال ایک تو عبارت کا مفہوم غلط سمجھا دوسرے عبارت حضرت لکھنویؒ کی تھی جو حضرت شاہ صاحب کے ذمہ لگا دی، حالانکہ شاہ صاحب صرف ناقل ہیں اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ ناقل جب حوالہ دے دے تو وہ بری الذمہ ہوتا ہے۔ پھر صفِ انحال کا بھی محاورہ میں حقیقی معنی مرا نہیں ہوتا بلکہ مجازاً مقام خدام لیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی پہلو توہین والا نہیں۔

مودودی صاحب اور مسلک اکابر میں فرق:

بعض اوقات پوچھا جاتا ہے کہ مودودی صاحب نے بھی حضرت امیر معاویہؓ کا خطا کر کہا ہے اور اکابرین نے بھی تو فرق کیا رہا۔ تو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ مودودی صاحب

خطاء عنادی کے قائل ہیں نہ کہ خطاء اجتہادی کے جبکہ اکابر اہل سنت خطاء عنادی والے مسلک کو رافضیت کا اثر سمجھتے ہیں اور خطاء اجتہادی کو عبادت سمجھتے ہیں۔

وکالت یزید:

اس گروہ نے آج کل یزید کو سیدنا امیر المومنین اور خلیفہ عدل جیسے الفاظ سے متعارف کرانا شروع کیا ہے جو اہل سنت کے مسلک سے خروج ہے کیونکہ اہل سنت میں اختلاف ہے کہ یزید کافر ہے یا نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ، ابن جوزیؒ وغیرہ کفر کے قائل ہیں۔ اسی وجہ سے دو اہل شخص کے بھی قائل ہیں اور بہت سے اہل سنت کفر میں توقف کرتے ہیں مگر اس کے فسق پر متفق ہیں لیکن کسی نے اس کو امیر عادل وغیرہ قرار نہیں دیا۔ حافظ ابن حجر مکی متوفی ۸۵۴ھ فرماتے ہیں کہ بے شک اہل سنت والجماعت کا حضرت معاویہؓ کے بیٹے اور ان کے ولی عبد یزید کی تکفیر میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ نے سبط ابن جوزیؒ وغیرہ کے اس قول مشہور کی بنا پر کافر کہا ہے کہ جب اس کے پاس حضرت حسینؑ کا سر آیا تو اہل شام جمع ہوئے تو یزید حضرت حسینؑ کے سر کو بانس کی لکڑی سے کریدنے لگا اور زہری کے یہ شعر پڑھنے لگا کہ کاش میرے بدروا لے شیوخ حاضر ہوتے یعنی مشہور اشعار اور ان میں دو شعر ایسے داخل کئے جو صریح کفر ہیں اور ابن جوزیؒ نے سبط ابن جوزیؒ کی حکایت کے مطابق فرمایا کہ ابن زیاد کے حضرت حسینؑ سے قتال پر تعجب نہیں ہے، تعجب تو یزید کے حضرت حسینؑ کی مدد چھوڑنے اور ان کے اگلے دانتوں پر چھری مارنے اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹوں کے کچاوں پر سوار کرنے پر ہے اور ابن جوزیؒ نے بہت سی قبیح چیزوں کا ذکر کیا جو یزید سے حد شہرت پہنچ چکی ہیں اور یزید کے حضرت حسینؑ کے سر مبارک کو بدبو کی حالت میں مدینہ کی طرف لوٹانے کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا یزید کا مقصد صرف رسوائی اور سر کو سرعام ظاہر کرنا تھا۔ یہ عمل تو ناجیوں اور باغیوں کے ساتھ بھی جائز ہے کہ ان کو کفنا کر جنازہ پڑھ کر دفن کیا

جائے اور اگر یزید کے دل میں جاہلیت والا کینہ اور بدری کھوٹ نہ ہوتی تو سر مبارک جب اس کے پاس پہنچا تھا تو اس کا احترام کرتا اور اس کے کفن و دفن کا انتظام کرتا اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن سلوک کرتا۔ ابن جوزی کی کلام ختم ہوئی۔

اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یزید کا فرقی نہیں کیونکہ ان اسباب میں سے جو کفر کو واجب کرنے والے ہیں ہمارے نزدیک سب ثابت نہیں اور اصل اس کا اپنے اسلام پر باقی رہنا ہے۔ جب تک اس کو اسلام سے نکالنے والی کوئی چیز یقیناً ثابت نہ ہو اور جو پہلے مشہور بات گزری ہے اس کے مقابلہ میں یہ روایت بھی ہے کہ جب یزید کے پاس حضرت حسین کا ر آیا تو یزید نے کہا اے حسین! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے یقیناً تجھے ایسے آدمی نے قتل کیا ہے جو رشتہ داری کے حق کو پہنچاتا نہیں ہے اور ابن زیاد پر دیگر گویاں ہو اور کہا تو نے ہر نیک و بد کے دل میں میری عداوت کا بیج بویا اور حضرت حسین کی عورتوں اور بقیہ اولاد کو آپ کے سر کے ساتھ مدینہ بھیج دیا تاکہ وہاں دفن کر دیا جائے، اور تو جانتا ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی اور اصل میں وہ مسلمان تھا۔ پس ہم اسی اصل کو لیں گے جب تک کوئی ایسی چیز پایہ ثبوت کو نہ پہنچ جائے جو اس کے اسلام سے اخراج کو واجب کرنے اسی وجہ سے محققین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ درست قوی طریق کفر یزید میں توقف کرنا ہے اور اس کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کرنا ہے اس لئے کہ وہ مخفیات کا جاننے والا ہے اور پوشیدہ رازوں پر مطلع ہے۔ پس ہم اس کی تکفیر کے چھپے بالکل نہیں پڑیں گے کیونکہ یہی زیادہ لائق اور سائنسی کا راستہ ہے اور اس قول پر کہ وہ مسلمان ہے پس دو فاسق، شریر، ناشہ باز، ظالم ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارہ میں خبر دی۔ چنانچہ ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں سند ضعیف سے ابونبیدہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا معاملہ ہمیشہ انصاف کے ساتھ چلنا رہے گا یہاں تک کہ سب سے پہلا شخص جو اس

میں رخنہ ڈالے گا بنو امیہ کا آدمی ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا اور روایانی نے مسند میں حضرت ابو الدرداء سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے کہ سب سے پہلا شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنی امیہ کا آدمی ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔ ان دونوں حدیثوں میں کتنی قوی دلیل ہے کہ حضرت امیر معاویہ کی خلافت ان کے بعد والے بنو امیہ کی خلافت جیسی نہیں تھی اس لئے کہ یہ تحقیقی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کے معاملہ میں سب سے پہلا رخنہ ڈالنے والا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کو تبدیل کرنے والا یزید ہوگا تو یہ بات سمجھ لے حضرت معاویہ نے نہ اس امت کے معاملہ میں رخنہ اندازی کی ہے اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو تبدیل کیا ہے اور یہ بات ایسے ہی ہے بوجہ اس بات کے جو پہلے زور چکی ہے کہ حضرت امیر معاویہ مجتہد تھے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو ایک ہدایت یافتہ امام نے کیا جیسا کہ اس کو ابن سیرین وغیرہ نے نقل کیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس کسی شخص نے حضرت امیر معاویہ کو برا بھلا کہا تو انہوں نے اس کے تین کوزے لگائے اور اس شخص کو جس نے یزید کو امیر المومنین کہا تھا تیس کوزے لگوائے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ (ان شاء اللہ) تو غور کریں کہ ان دونوں باتوں میں کتنا فرق ہے اور حضرت ابو ہریرہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یزید کے بارہ میں گزشتہ روایات تھیں اسی وجہ سے وہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں ساٹھویں سال اور بچوں کی حکومت سے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی۔ پس ۵۹ھ میں ان کو وفات دے دی اور حضرت امیر معاویہ کی وفات اور ان کے بیٹے کی حکومت ۶۰ھ میں ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ کو اس میں ولایت یزید کا علم تھا تو وہ اس سال سے پناہ مانگتے تھے۔

یزید کے ان قبیح احوال کے جاننے کی وجہ سے صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے

اس کے ان کو خبر دینے کے واسطے سے اور نوفل بن ابی فرات نے کہا ہے کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس تھا، ایک آدمی نے یزید کا ذکر کیا تو امیر المومنین یزید بن معاویہ کہا تو حضرت عمر بن العزیز نے فرمایا کہ تو امیر المومنین کہتا ہے، پھر اس کے بارہ میں حکم دیا تو اس کو بیس گوزے لگائے گئے اور یزید کے معاصی میں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے ہی اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑی دی تھی کیونکہ واقدی نے بہت سی سندوں سے نقل کیا کہ عبداللہ بن حنظلہ غسلیل ملائکہ نے فرمایا اللہ کی قسم! ہم نے یزید کے خلاف بغاوت نہیں کی یہاں تک کہ ہمیں خوف ہو کہ آسمان سے ہمارے اوپر پتھر نہ برسائے جائیں (لحم الصواعق المحرقة، صفحہ ۲۲۰، ۲۲۱)

یہ ابن حجر کی عبارت اس لئے ذکر کی ہے کہ آج کل بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم ہندوستانی مولویوں کی بات نہیں مانتے۔ یہ کتاب کہ میں لکھی گئی ہے۔

اسلاف سے بدگمانی:

اسلاف سے جب کسی کو بدگمانی ہوتی ہے تو اس کا نتیجہ بدزبانی ہوتی ہے جس سے بالآخر نفعت ایمان بھی زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ جامعہ عربیہ اسلامیہ بورپوالہ کی تدریس کے ایام میں بندہ کو پتہ چلا کہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نعمانیؒ محرم میں سیالکوٹ کے ایک جدید محقق کی کتابوں کا مطالعہ کر کے طلباء کو یزید کی صفائی پر کچھ نوٹ لکھواتے ہیں۔ دو تین سال تو میں اسباق میں طلباء کا ذہن صاف کرتا رہا۔ ایک محرم میں حسب معمول حضرت نے طلباء میں اعلان کیا کہ آج دس محرم ہے، میں کچھ ایسی اہم چیزیں آپ کو نظہر کے بعد لکھواؤں گا جو نام کتب میں نہیں ملتیں اس لئے کاغذ قلم تیار رکھنا۔ طلباء نے مجھے بتایا، دوپہر کو میں حضرت کے کمرہ میں گیا تو اسی ذہن کا لٹریچر نکال رکھا ہے اور مطالعہ فرما رہے ہیں۔ میں نے پوچھا حضرت یہ حکیم صاحب کون ہیں جن کی کتاب کا مطالعہ

فرما رہے ہیں کہا میں واقف تو نہیں ہوں، کتاب بہت اچھی لکھی ہے، شیعوں کا ستیاناس کر دیا ہے۔ میں نے کہا کہ تھوڑا بہت ہی مصنف کا تعارف ہو؟ فرمایا کچھ نہیں۔ میں نے کہا کہ حضرت بانو توئیؒ حضرت گنگوہیؒ، شاہ عبدالعزیزؒ صاحبان سے کچھ تعارف ہے؟ فرمایا کہ ان کو کون نہ جانے ہے، سارا جہان ان سے واقف ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! اگر یہ کتاب پڑھ کر کسی کا یہ ذہن بن جائے کہ ان بڑے بڑے حضرات کو بھی صحیح واقعات نہیں مل سکے اور اس فن سے یہ جاہل رہے تو کیا ایسی کتاب پڑھنی چاہئے؟ فوراً کتاب بند کر کے ایک طرف رکھ دی۔ تھوڑی دیر کے بعد لاہور رین موادی محمد حنیف کو آواز دی کہ ان کو اٹھا کر لے جاؤ۔

بہر حال دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فتنہ میں مبتلا ہونے والوں کو غور کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اختلاف کی خلیج کو کم سے کم کر کے متفق و متحد ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ ایسے دسواں کے علان کے لئے علی و حسینؑ مصنف قاضی محمد اطہر صاحب مبارک پوری حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ بہت عمدہ کتاب ہے۔



ایک خط کا جواب

مسئلہ فسق یزید

معزز قارئین کرام! گزشتہ محرم ۱۴۲۵ھ کے شمارہ میں بندہ نے حضرت اتحاد اور صورت اتحاد پر مضمون لکھا تھا۔ میرے مخاطب تمام وہ فرقے تھے جو اہل سنت سے کسی نہ کسی مسئلہ میں شذوذ اختیار کر گئے ہیں مگر محرم کی مناسبت سے کچھ رفض و خردج کی مثالیں زیادہ ذکر کر دیں۔ اب بھی بندہ اس موقف کو درست سمجھتا ہے کہ اسلاف سے کٹ کر نئے فرقے معرض وجود میں آتے ہیں۔ اسلاف پر عدم اعتماد سے صرف ایک آدھ مسئلہ نہیں چھوٹے گا بلکہ پورے دین سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ پہلے اسلاف سے بدگمانی پیدا ہوتی ہے اور بعد میں بدزبانی اور اولیاء اللہ پر بدزبانی ایمان لیوا ثابت ہوتی ہے کیونکہ حدیث قدسی میں ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی سے عداوت رکھے گا میرا اس سے احباب جنگ ہے اور اس خداوندی محاربہ سے ایمان کا سلامت رہنا مشکل ہے۔ اس کی بہت سی واقعاتی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مرزائیت، نیچریت، انکار حدیث، موجودہ دور کے اکثر لائڈ ہب فرقے اسی درخت کا کڑوا پھل ہیں۔ ایک یہ بات بھی قارئین کرام کے پیش نظر رہے کہ دنیا اور دین کے تمام شعبوں میں اہل فن کے خلاف کوئی نہ کوئی شاذ قول مل جاتا ہے۔ وہاں جس طرح دنیاوی شعبوں میں جمہور اہل فن کی رائے کو آخری فیصلہ سمجھا جاتا ہے اسی طرح ہمیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دین میں بھی علیکم بالسواد الاعظم کے فرمان ویشان سے شاذ اقوال کو چھوڑ کر اہل سنت کے سوا اعظم سے وابستہ رہنے کا حکم فرمایا ہے اور شذوذ کی صورت میں جہنم کی وعید سنائی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

بندہ نے اپنے مضمون میں سیدنا امیر معاویہؓ اور یزید کے بارہ میں جمہور اہل سنت کا موقف سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ سیدنا حضرت علیؓ کے ساتھ محاربہ میں حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں رافضیت اور تاعبیت کی دو متضاد رائے افراط و تفریط کا نتیجہ ہیں کہ رافضی ان کی خطائے عنادی کا قول کر کے ایمان کے ہی منکر ہو گئے اور تاعبی ان کو درجہ عصمت دینے کی فکر میں ہیں جبکہ اہل سنت والجماعت کا مسلک معتدل یہ ہے کہ حضرت علیؓ برحق تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ سے خطا اجتہادی ہوئی جس پر انہیں ایک اجر ملے گا یہ بات اہل سنت والجماعت کی تقریباً تمام کتابوں میں موجود ہے اور بندہ نے اس کو اقسام عبادت لکھا تھا اور یہ لکھا تھا کہ کچھ لوگ خطا اجتہادی کا لفظ سن کر آگ بگولہ ہو جاتے ہیں۔ گویا کہ وہ رافضی کی طرح حضرت امیر معاویہؓ کو معلوم سمجھتے ہیں۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

ایک دفعہ ایسا ہی ایک شخص مجھے کہنے لگا کہ ہدیہ الشیعہ میں مولانا نانوتویؒ نے حضرت امیر معاویہؓ کی توہین کی ہے۔ میں نے کہا کہ اس وقت ہدیہ الشیعہ میرے پاس نہیں اس سے قبل آپ نے دفاع معاویہؓ پر اعتراض کیا تھا مگر اس کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو توہین والا مفہوم آپ اس سے نکالتے ہیں وہ اس میں موجود نہیں تو انہوں نے کہا کہ وہاں میں نے بھی بعد میں وہ کتاب دیکھی تھی، اس میں وہ بات نہیں۔ میں نے کہا اسی طرح حضرت نانوتویؒ کی عبارت اگر آپ غور سے پڑھیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ اس میں کوئی توہین نہیں ہے۔ چنانچہ کتاب دیکھنے پر پتہ چلا کہ حضرت نانوتویؒ نے حضرات شیخینؒ یعنی حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت امیر معاویہؓ کے دور حکومت کا نقشہ پیش کرتے ہوئے شخصیت کی زندگی کو زائد نہ کیا اور حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی کو ملوکانہ لفظ سے تعبیر کر دیا ہے۔ اس عبارت کے سیاق و سباق کو چھوڑ کر لفظ ”ملوکانہ“ کو لے کر حضرت نانوتویؒ کو گستاخ صابہ کہنا شروع کر دیا حالانکہ حضرت نانوتویؒ نے ساتھ ہی یہ لکھ دیا تھا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان کی حکومت

جابر انہی کی کہ نہ ان کا عدل دنیا میں مشہور ہے۔ طرزِ زندگی میں فرق ہوتا ہے بیسے حضرتؐ کی علیہ السلام کی زندگی زہدانہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی زندگی ملوکانہ تھی۔ (مخلص بدیع الشیخہ) میں نے بعد میں یہ پوری عبارت دکھا کر ساتھیوں کو مطمئن کیا کہ اس میں کوئی توہین والا پہلو نہیں، اگر لفظ ملوکانہ سے توہین ہے تو وہی لفظ حضرت نانوتوئیؒ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے استعمال کیا ہے حالانکہ وہ نبی ہیں تو جو لفظ ایک نبی کے لئے استعمال ہونا توہین نہیں تو صحابی کے لئے وہ توہین کیسے بن گیا؟ کیا ان لوگوں میں حضرت امیر معاویہؓ کی عظمت حضرت سلیمان علیہ السلام سے زیادہ ہے؟

بہر حال میرے گزشتہ محرم کے مضمون بہت جگہ ماتم ہوا۔ اکابرین پر تہزاکا رنگ میری طرف پھر گیا، تقریروں کے علاوہ ایک سترہ صفحے کی تحریر بھی اسلام آباد سے موصول ہوئی جس میں یہ لکھا کہ: "اس مضمون میں حضرت امیر معاویہؓ کی صراحت اور دیگر بعض صحابہؓ تا بعین کی اشارہ توہین کی گئی ہے اور اپنے خط کے جواب لکھنے کا اولا بندہ سے اور پھر حضرت مہتمم صاحب قاری محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہ سے اور حضرت مولانا محمد ازہر صاحب سے پر زور مطالبہ کیا گیا۔ اس لئے بندہ اس مضمون کی وضاحت کے لئے قلم اٹھا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سید و نسیان سے امن و حفاظت میں رکھیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

از: ... پہلا سوال انہوں نے خطاء اجتہادی کو عبارت اور اس پر آجر ملنے پر کیا ہے کہ یہ بات حکمِ فتح الہام اور نوویؒ کی وضاحت کے خلاف ہے۔

میں نے خطا کی دو قسمیں ذکر کی تھیں۔ عنادی اور اجتہادی۔ خطاء محض پر آجر ذکر نہیں کیا۔ ترمذی شریف میں اصلاح بین الناس کے لئے جھوٹ کو حلال کہا گیا ہے یعنی اصلاح کے ساتھ کذب اپنے اصلی حکمِ لعنت سے خارج ہو جاتا ہے، اسی کو شیخ سعدی نے فرمایا: "در دغ مصلحت آئیز۔ از راستی فتنہ انگیز" دروغ مصلحت کی آمیزش سے بہتر بن

جاتا ہے۔ اسی طرح خطاء اجتہادی کی آمیزش سے خطائے محض یعنی دفع عن امنی الخطاء النسبان سے خارج ہو کر اجتہادی حکم میں مدغم ہو گئی اور اگر عناو سے ملتی تو گناہ کے اندر مل ہو جاتا۔ بہر حال یہ بات تو مسلم ہے کہ مجتہد خطی ایک آجر کا مستحق ہوتا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ خطاء اجتہادی کی صورت میں ماجر ہیں خواہ آپ خطاء پر آجر نہ مانیں اجتہاد پر مانیں۔ اصل مسئلہ جس پر سارا ماتم ہو رہا ہے وہ خطائے اجتہادی کا ہے۔ صاحب فتح الہام اور امام نوویؒ می اس کے قائل ہیں۔ ہر باطل کردہ اصول اکابر سے چوری کر کے نتیجہ اسلاف کے خلاف نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ منکرین حدیث یہ اتفاقی اصول اکابر سے لیتے ہیں کہ خلاف قرآن و حدیث ہو وہ واجب الرد ہے اور پھر تمام روایات جو ان کے ذہن کے موافق نہ ہوں ان کو قرآن کے مخالف کہہ کر رد کر دیتے ہیں حالانکہ وہ قرآن کے مخالف نہیں ہوتیں بلکہ ان کے شیعہ کردہ غلط مضموم کے مخالف ہوتی ہیں۔ اسی طرح آپ نوویؒ اور صاحب فتح الہام سے لے کر ذکر کردہ خطاء اجتہادی کو نہیں لیتے۔ آپ کے عقیدہ کے مطابق تو یہ دونوں گستاخ ماتم ہوں گے پھر ان کے اقوال نقل کرنے میں آپ کو کیا فائدہ ہوگا؟

... خطائے اجتہادی جس سے بھی ہو اس کو ایک آجر ملے گا مگر صفینی اجتہاد میں آیت اہل اور اجماع اہل سنت سے حضرت علیؓ کا حق پر ہونا ثابت ہے اس لئے جابج مخالف میں خطاء یقینی ہو گئی اس لئے اگر کوئی اس کے خلاف حضرت علیؓ کو خطاء اجتہادی کا مرتکب کہے اور قرآن اور اجماع اہل سنت کا مخالف ہے اس لئے آپ کا یہ عقلی احتمال ختم ہو گیا۔ دیسے پ خلیفہ راشد کے بارہ میں یہ خطاء کا احتمال ذکر کر کے گستاخ علیؓ تو نہیں بنے؟ نیز تھوڑا سا مکر کریں کہ گستاخ قرآن اور انکار اجماع کے مرتکب تو نہیں ہو گئے؟

آیت اختلاف اور اجماع است کی مخالفت سے بچانے کے لئے جب خطاء اجتہادی کا مل کیا جائے تو وہ حضرت امیر معاویہؓ کی براءت کے لئے ہے نہ محض حفظ کے لئے۔

۳:۔۔۔ حضرت قاضی صاحبؒ کی پوری عبارت پر ہمیں تو آپ کا اعتراض غلط ہے کیونکہ انہوں نے حضرت علیؑ کو کہیں معصوم نہیں لکھا۔ آیت اختلاف ولیمکن لہم دہبہم اللہی ارتضیٰ لہم کہ خلافت راشدہ میں اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین مروج ہوگا ہے حضرت علیؑ سے خطا و اجتہاد کی احتمال کی نفی کی ہے، اگر ذاتی طور پر معصوم ہوتے تو اس آیت کی مخالفت کی دلیل ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

تو حضرتؑ کا یہ فرمان کہ اللہ کی مرضی کے خلاف وہ کام کر ہی نہیں سکتے یہ آیت ارتضیٰ لہم دہبہم کی وجہ سے ہے نہ عصمت ذاتی کی وجہ سے آپ کے اس خطا کے ذکر کرنے سے تو اس وعدہ خداوندی کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سلیم عطا فرمائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صغیر نعال:۔۔۔ آپ نے اس فرق مراتب کے انداز کو حضرت امیر معاویہؓ کی توہین و تنقیص شمار کیا ہے اور ایک کو دوسرے کے جوتوں میں بٹھانا اور سوء ادب قرار دیا ہے۔

محترم! یہ عبارت آپ نے بھی تسلیم کر لی ہے کہ امام اہل سنت حضرت لکھنویؒ کی ہے اور مولانا نعمانیؒ نے ان کے حوالہ سے لکھی ہے۔ آپ نے میرے بارہ میں لکھا ہے کہ:۔۔۔ آپ نے اس عبارت کی تصدیق کرتے ہوئے اس کو عقیدہ اہل سنت قرار دیا ہے۔ اور پھر لکھا ہے کہ:۔۔۔ حضرت لکھنویؒ کی شخصیت کے پیش نظر اس کی کوئی مناسبت توجیہ تو کی جائے گی۔“ (الزم)

جواباً عرض ہے کہ بندہ نے تو اس کی توجیہ بھی ذکر کی تھی۔ جناب کی نظر شفقت میں باریابی حاصل نہیں کر سکی۔ بندہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:۔۔۔ ”یہ بالکل اہل سنت کے عقیدہ کی وضاحت تھی کہ اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد اہل سنت کے ہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مرتبہ ہے۔ اس مرتبہ میں حضرت امیر معاویہؓ شامل نہیں۔“ (الخیر صفحہ ۲۱)

یہ بات الفاظ کی ہے یا معنی کی؟

اور بندہ نے یہ بھی لکھا تھا کہ:۔۔۔ ”صغیر نعال کا بھی محاورہ میں حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا بلکہ مجازاً مقام خدام لیا جاتا ہے، اس میں کوئی پہلو توہین والا نہیں۔“ (صفحہ ۲۲)

میں نے تو حضرت لکھنویؒ کی عبارت کی یہ بھی توجیہ کی تھی اور لکھا تھا کہ ان الفاظ کا حقیقی معنی مراد نہیں مگر آپ پھر بھی لکھ رہے ہیں کہ:۔۔۔ ”ایک کو دوسرے کے جوتوں میں بٹھانا سوء ادب اور توہین ہے۔“ (خط، صفحہ ۲) آپ نے لکھا ہے کہ:۔۔۔ ”ہمیں معلوم نہیں کہ حضرت لکھنویؒ نے یہ بات کس موقع پر اور کس سیاق و سباق میں کہی۔“ اور پھر لکھا ہے کہ اس انداز کو توہین کے شائبہ سے بھی پاک جان کر اس کی تصحیح برگزگرنہیں کی جاسکتی۔ صحابہ کرامؓ کے متعلق ایسا انداز اختیار نہیں کرنا چاہئے۔“ (خط، صفحہ ۳) اور پھر لکھا ہے کہ:۔۔۔ ”اس کو اس طرح صحیح بتانا بالکل غلط ہے اصول اہل سنت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔“ (خط، صفحہ ۴) نیز آپ نے لکھا ہے کہ:۔۔۔ ”اس میں عظمت معاویہؓ کو فراموش کرنا ہے۔“ (مفہومیہ خط، صفحہ ۴)

نمبرہ:۔۔۔ مگر! جب آپ کو حضرت لکھنویؒ کی بات کے سیاق و سباق کا ہی علم نہیں تو آپ مولانا لکھنویؒ پر ایسے سخت فتوے لگا کر انہیں کو خوش کر رہے ہیں کہ زندگی بھر قلعہ صحابہؓ کرنے والے شخص کو بھی عظمت صحابہؓ کا پاس نہیں تھا۔ آپ کا سیاق کلام کے بغیر دھوری بات لینا اس شخص کی طرح نہیں جو کہا کرتا تھا۔

لا تغربوا الصلوٰۃ زہیم بنخاطر است

و از امر یاد مانده کلوا واشربوا مرا

اسی طرح آپ نے حضرت شاہ صاحب مدظلہ کے بارہ میں فرمایا کہ:۔۔۔ ”ہمیں معلوم نہیں کہ نفیس شاہ صاحب کا انداز بیان سے کیا مطلب ہے۔ الفاظ بہر حال غلط ہیں۔“

(خط، صفحہ ۳) اور اس پر بھی آپ نے توہین کا حکم لگایا ہے۔ (صفحہ ۳) اور لکھا ہے کہ:

”نفیس شاہ صاحب نے حضرت معاویہؓ کو نیچا دکھانے بلکہ بنانے کے لئے استدلال کیا ہے۔

(خط، صفحہ ۳)

محترمی! جب آپ کو حضرت شاہ صاحب مدظلہ کا انداز بیان ہی معلوم نہیں تو آپ اتنے سخت فتوے ان پر کیسے لگا رہے ہیں۔ میں نے لکھا تھا کہ حضرت شاہ صاحب تو ناقل ہیں اور ناقل جب حوالہ دے دے تو وہ بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ (الخیر، صفحہ ۲۲) آپ نے لکھا ہے کہ: ”یہ اصول مودودی صاحب اور اعلیٰ شاہ صاحب پر بھی لاگو ہوگا۔ نیز کیا روافض حضرات صحابہ کی توہین و تحقیر بلکہ تکفیر تک میں بھی قرآن و حدیث اور سنی کتب تک کے حوالے نہیں دیا کرتے۔“ (خط، صفحہ ۴) اور آپ نے لکھا ہے کہ: ”شاہ صاحب نے صرف حوالہ نہیں دیا بلکہ استدلال کیا ہے، اگر وہ حوالہ سے بری الذمہ بھی ہو جائیں تو استدلال سے بری الذمہ نہیں ہوں گے۔“ (مملوہ خط، صفحہ ۴) تو جواباً عرض ہے کہ مودودی صاحب اور اعلیٰ شاہ صاحب اور روافض کے بہت سے حوالے غلط ہوتے ہیں۔ بہت سے مقامات پر آپ کی طرح سیاق و سباق سے کاٹ کر عبارت نقل کرتے ہیں اور بعض جگہ عبارت سے آپ کی طرح غلط مفہوم اخذ کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی کو ان پر قیاس کرنا اور ان کے انداز بیان سے لاعلمی کے ساتھ ان پر اعتراض کرنا مودودیت اور رافضیت ہے یا بغض اہل بیت کا شاہکار ہے۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی نے نہ کوئی اپنا دعویٰ کیا ہے، نہ استدلال۔ انہوں نے مولانا نعمانیؒ کے اس دعویٰ کو کہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنؤی میں غیر معمولی اعتدال تھا ان کی دلیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور صرف یہ لکھا ہے کہ اس زمانے میں محمود عباسی کی تحریروں سے متاثر ہونے والے اکثر لوگ حضرت سیدنا معاویہؓ کا دفاع کرتے ہوئے جاوہ حق سے

تجاوہ کر جاتے ہیں اور خاتم الخلفاء، الراشدین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی تنقید و تنقید کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی افراط و تفریط سے بھی مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔ (تذکرہ کاتب وحی سیدنا معاویہؓ، صفحہ ۱۹)

اس کے بعد حضرت نے مولانا نعمانیؒ کی عبارت ان کے دعویٰ اور دلیل کے ساتھ نقل کی ہے جس پر آپ کو اعتراض ہے بندہ الفرقان کی پوری عبارت نقل کرتا ہے۔ مولانا نعمانیؒ: ”مولانا عبدالشکور لکھنؤی کے حالات لکھتے ہوئے“ غیر معمولی اعتدال کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں: ”..... مناظرہ کے میدان میں رہنے کے بعد راہ اعتدال پر قائم رہنا بڑی مشکل بات ہے۔ اللہ ہی اگر توفیق دے اور دیکھیری فرمائے تو آدمی اعتدال پر قائم رہ سکتا ہے ورنہ اس میدان میں قدم رکھنے والے کا افراط یا تفریط میں مبتلا ہو جانا ایک عام بات اور اکثری تجربہ ہے۔ ناچیز نے اس پہلو سے حضرت مولانا کو بہت ہی ممتاز اور باتوفیق پایا۔ صرف ایک قول نقل کرتا ہوں جو مولانا سے میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے۔ ایک موقع پر حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درجات کا فرق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”..... حضرت علیؓ سابقین اولین کی پہلی صف کے بھی اکابر ہیں اور حضرت معاویہؓ اگرچہ صحابی ہونے کی حیثیت سے ہمارے مرتاب ہیں لیکن حضرت علیؓ سے ان کو کیا نسبت؟ ان کی مجلس میں اگر مصنف احوال میں بھی حضرت معاویہؓ کو جگہ مل جائے تو ان کے لئے سعادت اور باعث فخر ہے۔“ (الفرقان لکھنؤ، نیا نمبر، اپریل، مئی، جون ۱۹۷۷ء، صفحہ ۱۰۵)

لیجئے بندہ نے امام اہل سنت مولانا لکھنؤی کی بات کا سیاق و سباق بھی آپ کو دے دیا اور مولانا نعمانیؒ کا دعویٰ غیر معمولی اعتدال اور مولانا لکھنؤی کا حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے فرق و درجات کا دعویٰ اور بحث و عنہا عبارت کا بطور دلیل مذکور ہونا متا دیا ہے۔ امید ہے کہ اب اگر بغض اہل بیت نہ ہو تو حضرت شاہ صاحب کا پیچھا چھوڑ دیں گے اور

روئے سخن امام اہل سنت کی طرف کریں گے تاکہ تاصبیہ کے ساتھ ساتھ رافضیت سے بھی آپ کو داد ملے، مگر یہ سوچ لیں کہ یزیدیت اور رافضیت نے حضرت حسینؑ کے اخلاق کی قدر نہیں کی تو آپ کی قدر کیسے کریں گے؟ اور یاروئے سخن ناقبل اور مدعی اول حضرت مولانا نعمانیؒ کی طرف کریں گے۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی کی تقریظ کا سبق:

قارئین کی اطلاع کے لئے کہ صاحب خط نے حضرت شاہ صاحب مدظلہ پر جو حضرت امیرِ حادیہؑ کے بارے میں غلط تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے یہ سراپا غلط ہے۔ حضرت شاہ صاحب کی عبارت کا ماقبل ذکر کرتا ہوں، حضرت مدظلہ فرماتے ہیں:

”اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جزو ایمان ہے۔ سعادت مند ہیں وہ لوگ جن کے قاب میں ان کی محبت و عقیدت موجزن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی بھی اس مقام رفیع پر فائز ہے جہاں اُمت کے دوسرے افراد کی رسائی نہیں، چاہے وہ غوث ہوں، قطب ہوں، ابدال ہوں، فقہاء ہوں، محدثین ہوں یا مجددین ہوں۔ تیرہ بخت ہیں وہ لوگ جن کے سینہ دل صحابہ کرامؓ کے بغض و کینہ کی کمین گاہیں ہیں۔ چاند پر تھوکا اپنے منہ پر گرتا ہے۔ جس مقدس جماعت کی شان پر قرآن کریم شاہد ہو اور جس کی مدح میں خود سید الاولین والاخرین ﷺ رطب اللسان ہوں اسے مزید کسی شہادت کی ضرورت نہیں، لیکن انہوں نے ان پر جنہوں نے ان پاک بازان اُمت کی عداوت میں اپنا ظاہر و باطن سیاہ کر لیا۔ آخرت میں جب اپنے انجام کو پہنچیں گے اور اپنے کئے کی سزا پائیں گے تو سوائے حرمان و یأس کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ان نفوسِ قدسیہ کے درجاتِ عالیہ تو لحظہ بہ لحظہ ترقی پذیر ہیں۔ خاک اڑانے والے اپنے ہی سروں پر خاک ڈالتے رہیں گے۔ یوں تو پوری جماعت صحابہؓ ہی ان ظالموں کے سب و شتم کا نشانہ ہے لیکن ان میں سب سے زیادہ امام مظلوم حضرت سیدنا

ہمیں اور حضرت سیدنا معاویہؓ ان کے زہر آلود تیروں کا شکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے بد بختوں سے ہماری اُمت کو محفوظ فرمائے۔ (تذکرہ صاحب دہلی سیدنا حادیہؑ صفحہ ۱۸، ۱۹)

آپ خود فیصلہ کریں کہ ایسی ذات کے بارہ میں یہ حکم لگانا کہ وہ حضرت حادیہؑ کی جین کرتے ہیں کتنا بڑا ظلم ہے۔

صحاب ثلاثہؓ اور حضرت علیؑ میں فرق مراتب اور بعض بزرگوں میں تقابل:

آپ نے لکھا ہے کہ: ”اگر کوئی خارجی یا ناموسی یہی طریقہ اصحاب ثلاثہؓ اور حضرت علیؑ میں فرق مراتب بیان کرتے ہوئے اپنا دلوں کہے کہ اصحاب ثلاثہؓ کی صفت حال میں بھی اگر حضرت علیؑ کو جگہ مل جائے تو یہ ان کی سعادت ہے اور ایسے ہی اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ حضرت مدنیؑ کی صفت حال میں بھی حضرت رائے پوری کو جگہ مل جائے تو یہ ان کی سعادت ہے یا کوئی یوں کہے کہ حضرت قاضی صاحبؒ کی صفت حال میں بھی حضرت نفیس شاہ صاحب کو جگہ مل جائے تو یہ ان کی سعادت ہے تو کیا آپ کے نزدیک فرق مراتب بیان کرنے کا یہ انداز صحیح ہوگا؟ کیا آپ کے نزدیک اس انداز بیان میں کوئی قباحت نہیں؟“ (خط صفحہ ۳)

تو جواباً عرض ہے کہ اصحاب ثلاثہؓ اور حضرت علیؑ میں فرق مراتب نص اور اجماع سے دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اور باقی بزرگوں میں کوئی واضح دلیل نہیں، لہذا اصحاب ثلاثہؓ اور حضرت علیؑ میں اگر امام اہل سنت حضرت لکھنویؒ جیسا شخص یہ فرق مراتب بیان کرے اور حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانیؒ جیسا شخص جو کلام کے معانی، حقیقت و مجاز کے فرق کو سمجھنے والا، نقل کرے تو اس میں یقیناً کوئی توجہ نہیں ہوگی، البتہ آپ جیسا جلا بھنا ناموسی اگر بیان کرے جو محاوراتی، محانی سے ناواقف ہو تو اس کے لئے یقیناً ناجائز ہوگا۔ یہ بات کر کے آپ نے ان بزرگوں کے متعلقین میں اختلاف پیدا کرنے کے لئے شیطان کی طرح شہد کی انگلی دکائی ہے۔ جب ان بزرگوں کے حالات سے واقف ہر شخص جانتا ہے کہ وہ تو ایک

دوسرے پر جان نثار کرنے کے لئے تیار تھے اور الحمد للہ ان کے متعقین کی بھی یہی حالت تھی۔
اللہ تعالیٰ اسی اظمت و محبت پر خاتمہ فرمائے۔

مر فرق مراتب نہ کنی زندیق

حامد رضا خان صاحب کی شاگردی:

حضرت تھانویؒ کی عبارت حفظ الایمان کو آپ کی طرح سیاق و سباق سے جدا کر کے احمد رضا خان نے کفر کا فتویٰ حاصل کیا تھا۔ پوری عبارت کے مضبوط سے واقفیت کے بعد فتویٰ دینے والے علمائے حریم شریفین نے اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا لیکن احمد رضا کی ذریت اسی پر ڈٹی رہی کہ اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ حامد رضا نے کہا کہ مولانا منکبورا احمد صاحب نعمانی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی جگہ اپنے پیر حضرت تھانویؒ کا نام لکھ کر یہی عبارت شائع کریں تو ہم مان جائیں گے کہ اس میں توہین نہیں مگر مولانا نعمانی ہرگز ایسا نہیں کریں گے جو اس کی دلیل ہے کہ یہ عبارت توہین والی ہے۔ تو جوام مولانا نعمانیؒ نے حضرت تھانویؒ کا نام لکھ کر وہ عبارت الفرقان میں شائع کر دی تو حامد رضا نے کہا کہ نعمانی صاحب نے اپنی مسلکی لاج رکھنے کے لئے یہ عبارت لکھ دی ہے ورنہ سمجھتے وہ بھی ہیں کہ یہ عبارت توہین والی ہے۔ مولانا نعمانیؒ نے فرمایا کہ تم عدالت میں مقدمہ کرو، میں عدالت میں ثابت کروں گا کہ یہ عبارت توہین والی نہیں ہے۔ اس پر رضا خانی غبارے سے یہ اٹھل گئی۔ آپ نے بھی رضا خانی طرز اختیار کیا ہے مگر ان شاء اللہ جس طرح حامد رضا ذلیل ہوا تھا ان طرح آپ بھی اس کے نقش قدم پر چل کر ذلیل ہوں گے۔

غیر صحابی کا صحابی سے تقابل:

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت قاضی مظہر حسین صاحب حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے معتمد علیہ ہیں اور حضرت شاہ صاحب حضرت اقدس شاہ

عبدالقادر رائے پوری کے معتمد علیہ ہیں۔ ان کے بارہ میں توہین صحابہ کرام کا سوچنا صحیح نہیں۔ آپ نے فوراً ان کے مقابلہ میں حضرت امیر معاویہؓ کو لاکھڑا کیا کہ "سیدنا امیر معاویہؓ امام الانبیاء اور صحابہ کرام کے معتمد ہیں۔" (خط صفحہ ۴)

میں نے تو آپ جیسے معترضین کو سمجھانے کے لئے لکھا تھا کہ آپ سے زیادہ ان میں حب صحابہ ہے کیونکہ یہ بزرگوں کے معتمد علیہ ہیں۔ اس کے جواب میں آپ اپنا کسی اللہ والے سے تعلق ثابت کر دیتے اور کوئی نہیں مانتا تھا تو یہی لکھ دیتے کہ ہم محمود عباسی کے معتمد علیہ ہیں۔ آپ نے ان بزرگوں کے مقابلہ میں صحابی رسول کو لاکھڑا کیا اور عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ یہ بزرگ صحابہ کرام کے خلاف ہیں حالانکہ یہ آپ کے غلط نظریہ کے خلاف ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے مرزائی اجرائے نبوت کا غلط نظریہ قرآن کی طرف منسوب کرتا ہے علماء جب اس کی تردید کرتے ہیں تو وہ شور مچاتا ہے کہ مبلوی قرآن کی تردید کرتے ہیں۔ ہم مرزائی کے غلط نظریے کو قرآن ماننے کے لئے تیار ہیں اور نہ آپ کے غلط نظریے کو تعلیم نبوی اور نظریہ صحابہ کرام ماننے کے لئے تیار ہیں۔

لطیفہ:.....

دورے والا کے علاقہ میں ایک ایسے ہی نظریہ کا شخص حب یزید میں غور مجھے کہنے لگا کہ تم ہمارے سامنے ہندوستانی مولویوں یعنی حضرت مالو توئی، حضرت گنگوہی، حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کو پیش کرتے ہو ہم صحابہ کے مقابلہ میں ان ہندوستانی مولویوں کو نہیں مانتے۔ میں نے کہا کہ آج تک تو ہم یہی سمجھتے آئے ہیں کہ ان بزرگوں کے ذریعہ ہمیں حب صحابہؓ ملی ہے مگر آپ کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ یہ بزرگ صحابہ کرام کا مقابلہ کرتے رہے۔ آپ کی یہ بات بالکل ایسے ہی ہے جیسے غیر مقلد کہتا ہے کہ ہم نبی کے مقابلہ میں اماموں کو نہیں مانتے، ہم ان کو بھی سمجھاتے ہیں کہ اماموں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو امت تک پہنچایا اور دین کی خدمت کی، نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ نہیں

کیا۔ اسی طرح ہم آپ کو بھی سمجھاتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے عظمت صحابہ کرام سے لوگوں کو روشناس کرایا ہے، صحابہ کرام سے مقابلہ نہیں کیا۔

دفاع معاویہ:

میرے ان الفاظ پر کہ میں نے وہ کتاب دیکھی نہیں، آپ نے لکھا کہ: "جب دیکھی نہیں تو اس کے بارہ میں تمہاری رائے غیر معتبر ہے۔" آگے میں نے لکھا تھا کہ واقعہ بھی ایسا ہی ہے۔ یہ الفاظ میں نے کتاب دیکھ کر ہی لکھے تھے مگر آپ کی نظر ان پر نہیں پڑی۔

دفاع معاویہ یا دفاع قاضی صاحب:

آپ نے لکھا ہے کہ قاضی صاحب نے اس کتاب میں اپنا دفاع کیا ہے۔ حضرت امیر معاویہ کا دفاع نہیں اور حضرت قاضی صاحب کی تیرہ (۱۳) عبارتیں اپنا گستاخانہ مفہوم ڈال کر ان کو حضرت امیر معاویہ کی گستاخی کا مرتکب قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ ان میں بارہ (۱۲) عبارتیں خارجی فتنہ کی ہیں اور ایک دفاع معاویہ کی اور حضرت قاضی صاحب کو مودودی بنانے کی کوشش کی ہے۔ یہ بھی علامات قیامت میں سے ہے کہ جن لوگوں نے ساری زندگی شیعیت کی تردید کی آج آپ انہیں شیعہ بنا دیں اور جنہوں نے ساری زندگی مودودی کی تردید کی آپ اسے مودودی بنا دیں۔ محترم! میں نے اپنے اصل مضمون میں بھی مودودیت اور اکابر اہل سنت میں فرق لکھا تھا کہ مودودی صاحب خود لکھتے ہیں کہ: "میں اسے محض غلطی سمجھتا ہوں، اس کو اجتہادی غلطی ماننے میں مجھے سخت حائل ہے۔" (خلافت و ملوکیت، صفحہ ۳۲۳)

مگر حضرت قاضی صاحب بار بار اس کو خطا و اجتہادی فرماتے ہیں جس پر ایک اجر ملتا ہے۔ مودوی مہر حسین نے بھی آپ کی طرح قاضی صاحب کی عبارات کو بکا ذکر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ جمہور کا مسلک جو قاضی صاحب نے پیش کیا ہے اس میں بھی حضرت معاویہ کی توہین ہے تو حضرت قاضی صاحب نے بتایا کہ حضرت امیر معاویہ پر اس

لئے طعن نہیں کہ وہ مجتہد تھے تو یہ حضرت امیر معاویہ کا دفاع ہو، انہ کہ حضرت قاضی صاحب کا اپنا دفاع۔

توضیح عبارات:

... آپ نے لکھا ہے: "....." (حضرت امیر معاویہ) نے بہر صورت اللہ کے حکم کی مخالفت کی۔ (خارجی فتنہ، صفحہ ۳۶۱، ۳۶۲) اور پوچھا ہے کہ یہ حضرت امیر معاویہ کی توہین نہیں؟

جواب:.....

یہ سب آپ کے ہاتھ کا کرشمہ ہے ورنہ حضرت کی اصل عبارت دیکھیں، حضرت آیت استخلاف کے ترجمہ کے بعد فرماتے ہیں: "جبکہ حضرت علی المرتضیٰ آیت استخلاف کے امر و وعدہ کے مطابق برحق خلیفہ (صاحب امر) ہیں تو ان کا حکم رعیت کے لئے واجب التسليم ہوگا اور سند یلوی صاحب کے اپنے استدلال مذکور کے تحت ان کی مخالفت بھی فتنہ قرآنی سے ثابت ہے جس سے لازم آئے گا کہ اگر حضرت معاویہ نے حضرت علی کی مخالفت کو ہی تسلیم نہیں کیا تو یہ گویا اللہ کے حکم کی مخالفت ہے اور خلیفہ مان کر ان کا وہ حکم تسلیم نہیں کیا جو خلاف حکم خدا و رسول کے نہ تھا تو یہ بھی آیت اولی الامر کے خلاف ہے، اس لئے سند یلوی صاحب اس بحث میں بڑے پریشان ہیں اور مختلف بولیاں بول کر اپنا جی مہلایہ لیتے ہیں۔ (خارجی فتنہ، صفحہ ۳۶۱، ۳۶۲)

اس عبارت کو مکرر سر کر رہے ہیں کہ حضرت قاضی صاحب سند یلوی صاحب کو یہ احرام دے رہے ہیں کہ جب آپ نے حضرت علی کی خلافت کو آیت استخلاف اور آیت حکم کا مصداق مان لیا (جواب شافی، صفحہ ۱۰) تو یہ بھی خلفائے ثلاثہ کی خلافت کی طرح عبوری خلافت نہیں ہوگی اور نہ ہی یہ عزل کے قابل ہوگی تو اگر آپ حکمین کی خطائے اجتہادی کا قبول نہیں کریں گے تو بہر صورت اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت لازم آئے گی یعنی خطائے عنادی کو

لازم ماننا پڑے گا اور خلفائے ثلاثہ کی مخالفت کا بھی قابل معزول ہو گا لازم آئے گا۔ آپ نے بغیر سوچے سمجھے اس الزامی بات کو حضرت قاضی صاحبؒ کے ذمے لگا دیا۔ حضرت قاضی صاحبؒ تو خطائے اجتہادی کا قول کر کے حکمین اور حضرت معاویہؓ کو آیت کی صریح مخالفت سے بچا رہے ہیں اور آپ اور سندیلوی صاحبؒ ان کو صریح مخالفت کا مرتکب بنا رہے ہیں۔ آپ حضرت امیر معاویہؓ کے نادان دوست ہیں اور قاضی صاحبؒ کی تمام عبارتیں تقریباً اسی طرح بگاڑ رہے ہیں۔ اصل میں حضرت قاضی صاحبؒ یہی فرمانا چاہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ کو خلیفہ موعود و خلیفہ راشد مان لیا تو ان کی معزولی کا مطالبہ کرنے اور ان سے لانے والے آیت اختلاف کے مخالف اور قصور وار ٹھہرتے ہیں۔ ہاں خطائے اجتہادی کی تاویل سے وہ صرف معذوری نہیں بلکہ ماجور باجرواحد بھی ہوں گے اور جو خطائے اجتہادی کے مسلک کے قائل نہیں ان کے نزدیک نفس قرآنی و حدیثی کی مخالفت لازم آئے گی جو گناہ بڑا اور سخت نا فرمانی۔ اسی طرح حضرت قاضی صاحبؒ جابجا حضرت معاویہؓ کو رضی اللہ عنہ لکھ رہے ہیں مگر آپ نے زور زور کے صغریٰ کبرے مار کر لکھا کہ قاضی صاحبؒ کے نزدیک وہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے مصداق نہیں۔ اللہ تعالیٰ فہم عطا فرمائیں۔

مکرمی! آپ نے حضرت قاضی صاحبؒ کی آخری عبارت اور حوری یہ لکھی کہ:

”وہ صحابی نہ ہوتے تو ان کا حکم اور تھا۔“ (خط، صفحہ ۶) آپ کی اس ناقص عبارت سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت قاضی صاحبؒ اور اللہ مرقدہ حضرت امیر معاویہؓ کی صحابیت کو دفاع حضرت معاویہؓ کے طور پر بیان فرما رہے ہیں کہ ان کی صحابیت ان کے دفاع کے لئے کافی ہے اور ساتھ ہی حضرت نے ان کے اجتہاد کا ذکر کیا تھا جو آجرواحد کا سبب ہے اس کو آپ نے درمیان سے حذف کر کے اپنے بغض کا اظہار فرمایا ہے۔ حضرت کی پوری عبارت یہ ہے:

”حضرت معاویہؓ اگر صحابی نہ ہوتے اور پھر مجتہد ہونے کی وجہ سے ان کا اختلاف بلکہ جنگ و

(الاجتہاد پر مبنی نہ ہوتا تو پھر ان کا حکم اور تھا۔“ (خارجی فتنہ، صفحہ ۵۵۰، جلد ۱)

آپ نے خط کشیدہ الفاظ کو عبارت سے حذف کر دیا اور پھر اسی صفحہ پر حضرت امیر معاویہؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں: ”اس وقت حضرت امیر معاویہؓ معذور تھے۔ مختلف حالات کے پیش نظر انہوں نے یہ مطالبہ کر دیا اور آخر میں اس مطالبہ سے بھی دستبردار ہو گئے۔“ (خارجی فتنہ، صفحہ ۵۵۰، جلد ۱)

لیجئے! حضرت قاضی صاحبؒ حضرت امیر معاویہؓ کا دفاع کر رہے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی معزولی کا اگر انہوں نے کچھ معروضی حالات کی بناء پر مجبوراً مطالبہ کیا تھا تو بعد میں اس سے دستبردار ہو گئے تھے۔ سندیلوی صاحبؒ اس مطالبہ کو صحیح قرار دینے والے حضرت امیر معاویہؓ کے نادان دوست ہیں۔

واضح رہے کہ حضرت قاضی صاحبؒ اور اللہ مرقدہ کی کتاب ”خارجی فتنہ“ کی تائید بت سے علمائے حق نے کی ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ فرماتے ہیں: ”بلاشبہ ان دو مسئلوں میں (یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خلیفہ راشد ہونا اور ان کے مقابلہ میں آنے والوں سے خطا اجتہادی کا صدور) جناب مصنف نے اہل حق کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کی ہے۔ اہل حق پر جس طرح روافض کی تردید لازم ہے اسی طرح خوارج و نوامب کی تردید بھی ان پر لازم ہے اور جس طرح خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے دفاع کرنا ضروری ہے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے مدافعت کرنا بھی اہل حق کا فریضہ ہے۔ جناب مصنف کو حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اہل حق کی طرف سے یہ فرض کفایہ انجام دیا ہے۔“

(بینات، جنوری ۱۹۸۳ء)

”البلاغ“ ۱ اکتوبر ۱۹۸۳ء نے لکھا کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک اہل بیت

کی محبت کا نہ ہوتا خارجیت ہے اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیزاری اور ان کی مخالفت رفض و شیعیت ہے اور محبت اہل بیت کے باوجود صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر سنت ہے۔ مولانا مظہر حسین صاحب نے دو حصوں میں ان کے خیالات پر تنقید کی ہے اور پہلے حصہ میں مشاجرات صحابہ کے بارے میں اکابر علمائے حق کے اقوال اور ان کے تحریری اقتباسات پیش کئے ہیں اور ہر طرح مسلک اہل سنت کی ترجمانی فرمائی ہے۔ یہ کتاب محض تحفظ مسلک حق کی خاطر تحریر کی گئی ہے۔ (الحق)

ماہنامہ "الحق" نے لکھا حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے بھی زیر تبصرہ کتاب میں مانا علیہ و اسحابی کے اصول کے پیش نظر اصلاً خوارج اور ضمناً اہل تشیع کا زبردست نوٹس لیا ہے۔ (الحق، مارچ ۱۹۸۳ء)

ماہنامہ "الخیر" نے لکھا کہ درودی صاحب جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کو حیلینہ باطل پر سمجھتے ہیں اور سندیلوی صاحب اور عباسی صاحب حضرت معاویہؓ کی خطائے اجتہادی کے بھی قائل نہیں ہیں لیکن اہل حق اس افراط و تفریط کے خلاف اعتدال پر قائم ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس موضوع پر قاضی صاحب نے قلم اٹھایا ہے وہ جوہر اہل سنت کا مختار اور رائج موقف ہے۔ (الخیر، فروری ۱۹۸۴ء) ان تبصروں کو مکررہ کر رہیں کہ قاضی صاحب اہل سنت کے ترجمان ہیں یا آپ؟

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو حضرت امیر معاویہؓ کی زیارت:

حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ میں بندہ کو بغض اللہ تعالیٰ چوتھی مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ منیٰ میں شب جمعہ ۹ ذی الحجہ نماز عشاء پڑھ کر جلدی سو گیا تو خواب میں حضرت امیر معاویہؓ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؓ نے بندہ کا کارہ سے معاف فرمایا۔ اس کے بعد بندہ

نے عرض کیا کہ حضرت! بندہ نے کتاب "خارجی فتنہ" لکھی ہے اگر اس میں آپؓ کے متعلق کوئی تنقیص و توہین پائی جاتی ہے تو معاف فرمائیں۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ حضرت معاویہؓ کا چہرہ باوقار اور سفید نورانی تھا اور بندہ کی معافی کی درخواست پر آپؓ کے چہرہ پر کوئی مائل ظاہر نہیں ہوا بلکہ حسب سابق شفقت کی نگاہ تھی۔ (دفاع معاویہ، صفحہ ۱۸)

حضرت قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں خواب گوشری حجت نہیں ہے لیکن حسب ارشاد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بشارات میں سے ہوتے ہیں۔

بیعت یزید:

آپؐ نے لکھا کہ:..... "یزید کی بیعت صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان نے کی، حتاکہ (نوٹ خط میں خط نویس نے حتی کہ کو اسی طرح لکھا ہے شاید رسم الخط پہ بھی یزید کی مار پڑی ہے) یزید کی بیعت کرنے پر حضرت حسینؓ بھی آمادہ ہو گئے تھے جیسا کہ کتب تواریخ میں موجود ہے۔ تمام اطراف میں یزید کی بیعت ہو گئی تھی اور صحابہ و تابعین، آل ابی طالب اور بنی عبدالمطلب آخر تک یزید کی بیعت پر قائم تھے۔ (خط ۶)

جواب:

یہ بات تو صحیح ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے جب یزید کو اپنا ولی عبدنا مزد کیا تو اکثر حضرات نے ولی عہدی کو تسلیم کر لیا، البتہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، حضرت حسینؓ، عبداللہ بن الزبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے اس کی ولی عہدی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور قبل ازیں حضرت معاویہؓ نے زیاد سے مشورہ لیا تو اس نے بھی اس کی ولی عہدی کو ناپسند کیا تھا اور عبید بن کعب نمیری کو حضرت امیر معاویہؓ کی اس رائے کو تبدیل کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اس نے پہلے یزید کو زیاد کی طرف سے سمجھایا کہ وہ ولی عہدی کا مطالبہ نہ کرے اس لئے کہ اس کا اس بات کو ترک کرنا اس کے کوشش کرنے سے بہتر

ہے تو یزید بھی اس مطالبہ سے باز آ گیا اور حضرت امیر معاویہؓ نے بھی دلی عہدی کے ترک پر ان سے اتفاق کر لیا۔ زیاد کی ناپسندیدگی کی وجہ یزید کے لیے دلب اور شکار کا رسیا ہونا تھا۔ زیاد کے فوت ہونے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے بعض لوگوں کے مطالبہ پر پھر تازہ دلی کا ارادہ فرمایا تو ان پانچ صحابہ کرامؓ نے دلی عہدی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ احنف بن قیس (جو خضرین میں سے ہیں اور صحابہؓ کے راوی ہیں) نے حضرت امیر معاویہؓ کے حکم سے یزید کی مجالست کے بعد اس کی دلی عہدی کی ناپسندیدگی کا جو اظہار کیا وہ البدایہ والنہایہ صفحہ ۸۳، جلد ۸ پر مذکور ہے۔

اسی طرح مذکورہ صفحہ پر حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے حضرت سعید کا اس بارے میں ناپسندیدگی والا مکالمہ حضرت امیر معاویہؓ سے مذکور ہے۔ بہر حال یہ ابتدائی معاملہ ہے انجام کار کیا ہوا بندہ نے پہلے بھی اس کا تذکرہ کیا تھا کہ اکثر صحابہ کرامؓ نے اس کی بیعت توڑ دی تھی۔ چنانچہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ: "یزید کے معاصی میں مد سے بڑھ جانے کی وجہ سے اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی۔ چنانچہ واقدی نے بہت سی سندوں سے نقل کیا ہے کہ غسل ملائکہ حضرت حفصہؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم نے یزید کے خلاف بغاوت اس وقت تک نہیں کی جب تک ہمیں اس بات کا خطرہ نہ ہو گیا کہ ہم پر اب آسمان سے پتھروں کی بارش نہ شروع ہو جائے۔ یزید یقیناً ایسا شخص تھا جو امہات اولاد اور بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرتا تھا اور شراب پیتا تھا اور بامحوم نماز کا تارک تھا، اور علامہ ذہبیؒ نے فرمایا کہ جب یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ وہ حشر کیا جو کیا اور اس کے خمر پینے اور منکرات کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے لوگ اس کے سخت مخالف ہو گئے اور بہت سے لوگوں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور اس کی عمر میں برکت نہیں ہوئی۔

ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ذہبیؒ کے قول کہ اہل مدینہ سے جو حشر کرتا تھا کیا اس سے

۶۳ء کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ یزید کو یہ خبر پہنچی کہ اہل مدینہ نے بغاوت کر کے اس کی بیعت کو توڑ دیا ہے تو اس نے ایک عظیم لشکر اہل مدینہ کی طرف بھیجا اور اس کو اہل مدینہ کے قتل کا حکم دیا تو وہ لشکر اہل مدینہ تک پہنچا اور مدینہ طیبہ کے دروازے پر حرہ کا محرکہ واقع ہوا اور تجھے کیا معلوم کہ حرہ کی لڑائی کیا ہے؟ حضرت حسن بصریؒ نے ایک مرتبہ حرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی قسم! کہ قریب تھا کہ اہل مدینہ میں سے کوئی ایک بھی نہ بچتا۔ اس حرہ کی لڑائی میں صحابہؓ وغیرہ میں سے ایک عظیم مخلوق قتل ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (الصواعق الخرقہ، صفحہ ۲۲۱) نیز حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں واقعہ حرہ میں تین سو صحابہؓ شہید ہوئے۔ (الصواعق، صفحہ ۲۲۲) اور قرآن کے سات سو قاری شہید ہوئے۔ (الصواعق، صفحہ ۲۲۲)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حرہ کی لڑائی کا سبب یہ ہوا کہ اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی اور قریش کا گورنر حضرت عبداللہ بن مطیعؓ کو بنا دیا اور انصار کا گورنر عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر کو بنا دیا۔ ۶۳ء کے شروع میں انہوں نے اس بات کا اظہار کر دیا اور منبر کے پاس جمع ہو گئے۔ کوئی شخص اپنے سر سے پگڑی اتار کر پھینکتا کہ میں نے جس طرح یہ پگڑی پھینکی اسی طرح یزید کی بیعت پھینکی، کوئی جو تاپھینک کر کہتا کہ میں نے یزید کی بیعت اس طرح پھینکی جیسے جو تاپھینکا، یہاں تک کہ بہت سی پگڑیاں اور جوتے وہاں جمع ہو گئے۔ پھر سب نے اتفاق کیا کہ یزید کے گورنر عثمان بن محمد بن ابی سفیان جو یزید کا چچا زاد تھا اس کو اور بنو امیہ کو مدینہ سے نکال دیا جائے۔ بنو امیہ مروان بن الحکم کے مکان میں جمع ہو گئے اور اہل مدینہ نے ان کا احاطہ کر لیا۔ امام زین العابدینؑ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے آپ کو ان لوگوں سے الگ تھلک رکھا اور یزید کی بیعت نہیں توڑی بلکہ اپنے اہل خانہ کو بھی بیعت توڑنے سے سختی سے منع کیا اور انہوں نے اہل مدینہ سے موت پر بیعت لینے پر بھی انکار کیا اور کہا کہ ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میدان جنگ سے نہ بھاگنے پر بیعت کرتے تھے (نہ موت پر)

اور بنی عبدالمطلب میں سے کسی نے بیعت نہیں توڑی اور محمد بن الحنفیہ خود بھی بغاوت سے بچے اور دوسروں کو بھی روکنے کی کوشش کی۔

(البدایہ والنہایہ، صفحہ ۲۲۰، ۲۲۱، جلد ۸)

ان چند نفوس قدسیہ کی وجہ سے یہ لکھنا کہ سب صحابہ و تابعین یزید کے طرف دار تھے صحیح نہیں۔ خود ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ ایک گروہ یزید پر اہانت کا قائل ہے اور دوسرے حضرات لعنت سے روکتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ عدم لعنت کے باوجود وہ حاکم فاسق تھا اور حاکم صرف فسق کی وجہ سے زیادہ صحیح قول کے مطابق معزول نہیں ہوتا بلکہ فتنہ، فساد، خونریزی، لوث، کھسوت اور عورتوں کی بے حرمتی وغیرہ ان مناسد کی بناء پر جو حاکم کے فسق سے کئی گنا زائد ہیں بغاوت کی اجازت نہیں۔ (البدایہ، صفحہ ۳۲۶، ۳۲۷، جلد ۸)

تو جن حضرات نے بغاوت میں حصہ نہیں لیا وہ یزید کو صالح نہیں کہتے تھے بلکہ ان مفاسد عظیمہ کی وجہ سے وہ رکے رہے، تو جب صحابہ کرامؓ میں سے اکثر نے بیعت توڑ دی اور بقول ابن شہاب زہری کے یزیدی لشکر نے بڑے بڑے مہاجرین و انصار میں سے سات سو کو اور ان کے علاوہ دس ہزار آزاد اور غلام لوگوں کو قتل کر دیا۔ (البدایہ، صفحہ ۲۲۳، جلد ۸) نیز حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ سادات صحابہ میں سے ایک بہت بڑی جماعت لشکر یزید کے خوف سے چھپ گئی تھی جن میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ اور حضرت ابو سعیدؓ بھی تھے۔ (البدایہ، صفحہ ۲۲۳) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اہل مدینہ کی پسپائی پر جب عورتوں اور بچوں کو چھینے چلاتے دیکھا تو فرمایا کہ رب کعبہؐ کی قسم! یہ شہادت عثمانؓ کے ساتھ ملتا جلتا ظلم ہے۔ (البدایہ، صفحہ ۲۲۳) حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ صحابی ہیں جو حرم مکہ میں خطبہ میں فرمایا کرتے تھے، بندروں والا یزید، شراب پینے والا، نمازیں ترک کرنے والا، لگانے والیوں کے پاس بیٹھنے والا۔ (ابن کثیر، صفحہ ۲۲۲، جلد ۸) حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ:..... یکون خلف من بعد ستین سنة

صاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا (ابن کثیر، صفحہ ۲۳۳، جلد ۸)

غور فرمانیں کہ صحابی رسول قرآن پاک کی اس آیت کا مصداق زمانے

اعتبار سے متعین فرما رہے ہیں اور ابن کثیرؒ یزید کے ترجمہ میں اس روایت کو ذکر کر کے اس اقولین مصداق یزید کو قرار دے رہے ہیں۔ گویا حضرت ابوسعیدؓ بھی یزید کو تارک صلوٰۃ اور ثبوت کا پیرو اور جنہی قرار دے رہے ہیں۔ عبید اللہ بن زیاد کو یزید نے مکہ پر چڑھائی کے لئے جب حکم دیا تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اس فاسق کی وجہ سے دو کام اکٹھے نہیں کروں گا۔ ایک تو حضور ﷺ کے نواسے کو قتل کیا ہے اور اب مکہ پر حملہ کروں۔ (البدایہ، صفحہ ۲۲۲)

یزید کا سپہ سالار مسلم بن عقبہ (جس کو اسلاف مسرف بن عقبہ کہتے تھے) نے حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے حضرت عمرو کو بلایا جو واقعہ حرہ میں غیر جانبدار بن کر گھر میں قہر سے ہوئے تھے اور ان سے کہا کہ تیرا مقصد یہ ہے کہ اگر اہل مدینہ غالب آجائیں تو تو بے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور اگر اہل شام غالب آجائیں تو تو کہے کہ میں امیر المومنینؓ کا صاحبزادہ ہوں۔ یہ کہہ کر اپنے کارندوں کو حکم دیا، انہوں نے ان کی داڑھی اکھنڈی جو بڑی لمبی تھی۔ (البدایہ، صفحہ ۲۲۳، جلد ۸) حضرت سعید بن المسیبؓ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو کسی نے یہ کہہ کر چھڑ دیا کہ یہ مجنون ہے۔ (البدایہ، صفحہ ۲۲۳) حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے دو صاحبزادے محمد اور عبد الرحمنؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایام حرہ میں اپنے باپ کے ساتھ مدینہ سے نکلے، ان کی نظر جا چکی تھی۔ انہوں نے فرمایا:..... ہلاک ہو وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوفزدہ کیا۔ ہم نے عرض کیا کہ اباجی! کیا کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خوفزدہ کر سکتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، فرماتے تھے کہ جس نے انصار کے اس قبیلے کو خوفزدہ کیا اس نے میرے ان دو پیادوں کے درمیان والی چیز (دل) کو خوفزدہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا۔ (البدایہ، جلد ۸، صفحہ ۲۲۳) حافظ ابن کثیرؒ واقعہ حرہ کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یزید نے مسلم بن

عقبہ کو یہ کہہ کر کہ تیرے لئے مدینہ تین دن کے لئے مباح ہے خطائے فاحش کی کیونکہ یہ بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے اور اس کے ساتھ صحابہ کرام اور ان کی اولاد کا قتل بھی مباح ہے اور یہ بات بھی پہلے گزر چکی ہے کہ اس نے عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کروایا اور حرہ کے ان تین ایام میں مدینہ منورہ میں غیر محدود اور ناقابل بیان مفسدات واقع ہوئے جن کا پورا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور اس نے مسلمہ بن عقبہ کو بھیج کر بلا منازعت اپنی سلطنت و حکومت کو مضبوطی اور دوام کا ارادہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مراد کے خلاف اس کو نذاب دیا اور اس کی خواہشات کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے ہلاک کرنے کی طرح اس کو ہلاک کیا اور غالب قدرت والے کی گرفت کی طرح اس کی گرفت کی۔ وکذا لک اخذ ربک اذا اخذ القرئی وہی ظالمة ان اخذہ الیم شدید (یعنی تیرے رب کی گرفت ایسے ہی ہے جب ظالم بستیوں کی گرفت کرتا ہے، بیشک اس کی گرفت دردناک شدید ہے) (البدایہ، صفحہ ۲۲۵، جلد ۸)

ان چند حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو گئی صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ اور خیر القرون والے یزید کے ساتھ نہیں تھے اور یہ کہنا تو بہت بڑی ذہنائی ہے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ عظام آخر تک یزید کی بیعت پر قائم رہے۔ تو جب صحابہ کرامؓ اور خیر القرون کی اکثریت یزید کے خلاف تھی تو اب خیر القرون اور صحابہ کرامؓ کی عظمت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ یزید کو فاسق، فاجر جانا جائے ورنہ اگر یزید کو عادل، صالح مانا جائے تو صحابہ کرامؓ پر حرف آئے گا کہ انہوں نے ایک عادل، صالح کے خلاف خروج کیوں کیا؟ باقی خروج کرنے والے سمجھتے تھے کہ ہم میں قوت ہے کہ ہم حکومت کو تبدیل کریں اور بعض حضرات جنہوں نے خروج نہیں کیا انہوں نے یزید کے حق میں کوئی صفائی کا کلمہ نہیں کہا۔ البتہ وہ خونریزی اور دوسرے مفسدات کی وجہ سے خاموش رہے۔ اس کی واضح دلیل حضرت ابن عباسؓ کا خط ہے جو آپ نے یزید کو لکھا۔ چنانچہ شقیق بن سلمہ فرماتے ہیں کہ شہادت حسینؑ کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

نے حضرت ابن عباسؓ کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ حضرت ابن عباسؓ نے بیعت نہ کی تو یزید نے شکر یہ کا خط لکھا اور دوسرے لوگوں کو بھی بیعت سے روکنے کا کہا۔ حضرت ابن عباسؓ نے جواب میں بڑا سخت خط لکھا کہ میں نے ابن زبیر کی بیعت ترک کر کے تیرے احسان اور تیری تعریف کا ارادہ نہیں کیا۔ میری جو نیت تھی اس کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ تو اپنے احسان کو مجھ سے دُور رکھ، میں اپنے احسان کو تجھ سے دُور رکھتا ہوں اور تو نے کہا ہے کہ میں لوگوں کے دل میں تیری محبت اور ابن زبیر کا بغض ڈالوں اور اس کی نصرت چھوڑنے پر آمادہ کروں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اس میں کوئی خوشی اور عزت نہیں، میں یہ کیسے کر سکتا ہوں جبکہ تو نے حضرت حسینؑ اور عبدالملک کے نو جوانوں کو قتل کیا جو ہدایت کے چراغ اور نشان راہ کے ستارے تھے اور تو نے ان کے کفن و دفن کا بھی انتظام نہ کیا۔ تیرے دل میں خدا اور اس کے رسول اور اس کے ان اہل بیت کی عداوت تھی جن سے اللہ تعالیٰ نے نہایت کفر و شرک کو دُور کر کے ان کو خوب پاک صاف کر دیا تھا اور تم نے ان کو ایسے قتل کیا جیسے غمی کافروں کو قتل کیا جاتا ہے، میرے لئے اس سے بڑی عجیب بات نہیں کہ تو میری محبت کا طالب ہے حالانکہ تو نے میرے باپ کی اولاد کو قتل کر دیا اور تیری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے، اب تو میرے انتقام کا بدف ہے۔ آج تیرا ہم پر فتح پاتا تجھے اچھا نہ لگے کیونکہ ضرور ہم بھی ایک دن تجھ پر فتح پائیں گے۔ والسلام

(مختص کامل ابن اثیر، جلد ۲، صفحہ ۶۰۴)

عوامی انداز یا علمی:

آپ نے فرمایا کہ علماء کو عوامی انداز کی بجائے علمی انداز کو اختیار کرنا چاہئے۔ (خط، صفحہ ۶) جناب! عرض ہے کہ مشاجرات صحابہ کرامؓ کے مسئلہ میں تو علماء کا انداز ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو اس پاک خون میں لوث ہونے سے بچایا ہے تو ہم اپنی زبانوں کو بھی ان پاک باز بستیوں کے مشاجرات سے بچائیں گے۔ مگر جب اہل تشیع نے عوام میں غلط روایات پھیلائی شروغ کیس اور ماصیوہ نے بھی تردید شیعہ کے عنوان

سے اکابر کی ڈاڑھیاں عوام کے ہاتھ میں پکڑا دیں تو اب عوام کا ذہن صاف کرنے کے لیے عوامی انداز ہی ہمیں مجبوراً اختیار کرنا پڑا۔ آخر آپ کی عباسی پارٹی نے عوام کو جو ذہن دیا ہے کہ خطاء اجتہادی کا مفہوم سمجھائے بغیر عوام میں یہ بات پھیلائی کہ دیکھو مولویوں نے صحابی رسول کو خطا کار کہہ دیا۔ ہندوستانی مولویوں (مولانا نانوتوی اور حضرت گنگوہی وغیرہ) نے حضرت امیر معاویہؓ کی توہین کی ہے۔ ہم صحابہ کرامؓ کے مقابلہ میں علامہ شاہ صاحب بخاریؒ اور ان ہندوستانی مولویوں کو نہیں مانتے۔ ہمارے اکابر فقہ اور حدیث پڑھتے پڑھاتے رہے شہادت حسینؑ تاریخی مسئلہ تھا اسکی ان کو پوری تحقیق نہ ہوئی۔ یہ اکابر غیر شعوری طور شیعہ ذہنیت سے متاثر ہو گئے۔ جتہ الاسلام حضرت نانوتویؒ کے بارے میں عوامی جلسوں میں یہ کہتا کہ میں آج کے بعد ان کو جتہ الاسلام نہیں بلکہ جتہ، جتہ کہوں گا کیونکہ انھوں نے حضرت امیر معاویہؓ کی فحش باطلہ توہین کی ہے یہ اور اس جیسے ہزاروں عنوان آپ کی پارٹی نے عوام کو دیے جس کی وجہ سے عوام کا ذہن صاف کرنے کی ضرورت سے ہمیں مجبوراً اس انداز کو اپنانا پڑا۔

”اے باد صبا ایں ہمہ آور دو وقت“

نہ تم صدے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے

نہ کھلتے راز سر بستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

دیے یہ معلوم نہیں کہ آپ نے میرے انداز کو عوامی انداز کیوں کہہ دیا۔ شاہ مثالوں سے عوام کو مسئلہ اچھی طرح سمجھ میں آ جاتا ہے تو ان مثالوں سے آپ الہجہ ہیں۔ تو یاد رکھیں کہ مثالوں سے مسئلہ کو سمجھانا یہ قرآن سنت کا انداز ہے مسئلہ قرآن، حدیث پر نظر کریں تو پتہ چلے گا کہ یہ انداز غلطی بھی ہے اور عوامی بھی۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مسلک:

آپ نے ازالۃ الخفا کے حوالہ سے لکھا ہے اگر کسی ایسے شخص کو خلیفہ بنائیں جس

میں میں یہ شرائط (خلافت) نہ پائی جائیں تو اس کی خلافت کے بانی گنہگار ہوں گے۔ (خط صفحہ ۷) کیا حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر لاطینی میں ایسا خطاب ہو جائے تو بھی بتانے والے گنہگار ہوں گے۔ یا بتانے کے بعد وہ فسق فجور کرنے لگے تو بتانے والے گنہگار ہوں گے۔ یا کسی بڑی خرابی سے بچنے کے لئے ابون ابلتین سمجھ کر اس کو اختیار کیا تو تب بھی وہ گنہگار ہوں گے۔

محترم ایہ شیعہوں کا پرانا اعتراض تھا کہ یزید کو خلیفہ منتخب کرنے والے گنہگار ہیں اور یزید کے تمام افعال ناشائستہ میں وہ نمودار باندہ برابر کے شریک ہیں۔ اور اکابر ابن ابی اسحاق کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ چنانچہ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ یزید اول صالح تھا۔ بعد خلافت کے خراب ہوا تھا۔ (تالیفات رشیدیہ، صفحہ ۲۴۲) اور اگر اس میں کچھ فسق و فجور تھا وہ ظاہر نہیں تھا۔ اور امت کے اتحاد کے پیش نظر وہ کوتاہیاں قابل نظر انداز تھیں۔ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ کے دل میں دوسروں کو چھوڑ کر اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانے کا داعیہ پیدا ہوا اسکی وجہ امت کے اتفاق اتحاد کی مصلحت تھی۔ بنو امیہ کے اہل حل و عقد اس پر متفق ہو گئے تھے۔ کیونکہ وہ اس وقت اپنے علاوہ کسی پر راضی نہ ہوتے اور اس وقت قریش کی سربراہ درود جماعت رہی تھی اور اہل ملت کی اکثریت ان ہی میں سے تھی اس لئے حضرت معاویہؓ نے ان کو ترجیح دی اور انھیں سے غیر افضل کی طرف رجوع کیا..... حضرت معاویہؓ کی عدالت اور مصابیت اس کے موا کچھ اور گمان کرنے سے مانع ہے (ابن خلدون بحوالہ حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹) اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسنؓ کا وصال ہو گیا تو یزید کا حامی حضرت معاویہؓ کے نزدیک قوت پکڑ گیا اور حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو اس امارت کا اہل سمجھا اور یہ بات باپ کی اپنی اولاد سے شدت محبت کی بنا پر اور اس وجہ سے کہ جب امیر معاویہؓ اس میں دنیوی شرافت خیال کرتے تھے اور اس میں

شہزادوں جیسی علامتیں اور فنون جنگ سے واقفیت اور انتظام سلطنت اور اس کی ذمہ دار پوری کرنے کی صلاحیت دیکھتے تھے۔ اور ان کا گمان یہ تھا کہ کوئی صحابی اس انتظام کو اتنا کام نہیں رکھ سکے گا اسی وجہ سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں خوف کرتا ہوں کہ اپنے بعد رعایا کو ان منتشر بکریوں کی طرح نہ چھوڑ جاؤں جن کا کوئی چراگاہ نہ ہو (البدایہ والنہایہ، صفحہ ۸۳، جلد ۸)

یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کی نامزدگی کے بعد یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! اگر میں نے یزید کی ولی مہدی کا فیصلہ اس بنا پر کیا ہے کہ مجھے اس میں یہ فضیلت نظر آئی ہے تو اس کو میرے مقصد تک پہنچا اور اس کی مدد کر اور اگر مجھے اس کام پر صرف اس کی محبت نے آمادہ کیا ہے جو باپ کو بیٹے کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ اس نامزدگی کا اہل نہیں ہے اس کے اس مقصد تک پہنچنے سے پہلے اس کی روح قبض کر لے۔ (تاریخ ذہبی بحوالہ حضرت معاویہؓ، تاریخی حقائق، صفحہ ۱۱۰) ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات نامزدگی میں مخلص تھے ان کی نیت پر شبہ کارنافضیت ہے البتہ نامزد ہونے کے بعد اگر یزید نے باپ کی وصیت پر عمل نہیں کیا تو اس میں ان پاکبازان صحابہ کرام کا کیا قصور؟ کیا قرآن یٰٰنبی کہتا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا وجہ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ ہر انسان کے لیے وہی ہے۔ کی خود اس نے کوشش کی (سورۃ نجم) اور حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ مجرم اپنے جرم پر ہی مامور ہوگا دوسرے سے اس کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث کا مقصد یہ ہے کہ اگر غیر عادل سمجھ کر بغیر کسی وجہ کے خلیفہ بنایا تو من سن سنة حسنة والی حدیث کے تحت وہ اس گناہ میں شریک ہوں اور یزید کی نامزدگی کا قصہ بالکل اس کے خلاف ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو گیا۔ پھر اگر آپ شاہ ولی اللہ محدثؒ پر ہی اعتماد ہے تو ان کی واضح عبارت دیکھ لیتے، صفرے کبرے ملائے

ضرورت نہ رہتی۔ حضرتؓ فرماتے ہیں دعاۃ ضلال یعنی گمراہی کی دعوت دینے والے شام میں یزید اور عراق میں مختار تھے (حجۃ اللہ البالغہ، صفحہ ۲۱۳، جلد ۲) نیز حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ خیر القرون کے ہر شخص کو غیر خیر القرون کے ہر شخص پر فضیلت دینا ممکن نہیں کیونکہ خیر القرون میں بالاتفاق وہ شخص بھی ہیں جو منافق یا فاسق ہیں اور ان میں سے حجاج، یزید بن معاویہ اور مختار بھی ہیں (حجۃ اللہ ص ۲۱۵ ج ۲) اور حضرت شاہ صاحبؒ شرح تراجم بخاری میں یزید کو قتل حسینؓ، مدینہ کو ویران کرنے اور شراب و خمر پر اصرار جیسے قبايح کا ارتکاب کرنے والا قرار دیتے ہیں۔ (بنوری، صفحہ ۶۲ مقدمہ) شاہ صاحبؒ اپنے کلیوں کو زیادہ سمجھتے تھے ان کے کھیلے نقل کر کے ان کے خلاف جزوی نتیجہ نکالنا ہر باطل فرق کا کام ہے نہ اہل حق کا شیوہ۔

حضرت حسینؓ کی یزید کی بیعت پر آمادگی:

آپؐ نے البدایہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت حسینؓ بھی غیر عادل کی بیعت پر آمادہ ہو گئے اور اس کے ثبوت میں آپؐ نے البدایہ، الاصابہ، اور غیر اس کے تین حوالے دیئے ہیں۔ البدایہ میں حافظ ابن کثیرؒ نے مختلف روایات نقل کی ہیں۔ ۱۔ عبداللہ بن سلیم اور مزری بن مشعل اسدی کی اس میں حر بن یزید نے حضرت حسینؓ کو تیسرا راستہ اختیار کرنے کا اور یزید کو غلط لکھنے کا حکم دیا ہے اور قتل کی دھمکی پر حضرت حسینؓ وہ شعر پڑھے جسے جن کا ترجمہ ہے کہ: "میں یقیناً اپنے مقصد پر چل رہا ہوں اور جب انسان کا مقصد حق ہو اور اسلام کی حالت میں جہاد کرے تو اس پر موت عار نہیں۔" اور اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اگر تم نے مجھے ناپسند کیا ہے تو میں تمہیں چھوڑ کر واپس جاتا ہوں (البدایہ، صفحہ ۷۶ جلد ۸) ابن زیاد نے یزید کی بیعت پر مجبور کرنے کا حکم دیا۔ پھر عمر بن سعدؓ رات گئے حضرت حسینؓ کے ساتھ دونوں لشکروں میں کافی دیر اس بارہ

میں ہم کام رہا لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ وہاں کیا باتیں ہوئیں لیکن بعض لوگوں نے گمان کیا کہ حضرت حسینؑ نے عمر بن سعد سے کہا کہ میرے ساتھ یزید کے پاس شام چل اور وہ دونوں لشکر یہاں چھوڑ دیں لیکن عمر بن سعد نے کہا کہ ابن زیاد میرا مکان مگر ادے گا۔ حضرت حسینؑ نے فرمایا کہ میں تیرا مکان پہلے سے عمدہ بنا دوں گا، عمر بن سعد نے کہا کہ وہ میری جائیداد پر قبضہ کر لے گا۔ حضرت حسینؑ نے فرمایا کہ میں اپنی حجاز کی عمدہ جائیداد تجھے دوں گا۔ تو عمر بن سعد یہ بات سن کر ناراض ہو گیا اور بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت حسینؑ نے اس سے سوال کیا کہ دونوں یزید کے پاس چلیں یا حضرت حسینؑ کو حجاز یا ترکوں کی لڑائی کے لیے کسی سرحد پر جانے کی اجازت دے، عمر بن سعد نے عبید اللہ کو لکھا، عبید اللہ بن زیاد راضی ہو گیا مگر شمر نے اسے کہا کہ تو اپنے ہاتھ پر بیعت لے۔ (البدایہ، صفحہ ۷۷، ۱، جلد ۸)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ تین شرطوں والی روایت محض انکل ہے ورنہ حقیقت حال کسی کو معلوم نہیں کہ وہاں کیا باتیں ہوئی پھر اس روایت میں بھی یزید کے پاس جانے کا ذکر ہے بیعت کا کوئی ذکر نہیں اس کے بعد ابن کثیرؒ نے عقبہ بن معاذ کی روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ سے لے کر حضرت حسینؑ کی شہادت تک ان کے ساتھ رہا ہوں اللہ کی قسم انہوں نے کسی مقام پر کوئی بات نہیں کی جو میں نے نہ سنی ہو اور یہ بات یقینی ہے کہ انہوں نے یہ سوال نہیں کیا کہ وہ یزید کے پاس جا کر اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھیں اور نہ کسی سرحد کی طرف جانے کا مطالبہ کیا، ہاں دو چیزوں میں سے ایک کا مطالبہ کیا تھا کہ یا جہاں سے آئے ہیں وہیں واپس چلیں جائیں یا انہیں چھوڑ دیں اور وہ اللہ کی وسیع زمین میں چلیں جائیں تاکہ دیکھیں کہ لوگوں کا ان کے ساتھ کیا معاملہ ہے (البدایہ، صفحہ ۷۷، ۱، جلد ۸)

اس روایت میں ابن کثیر واضح طور پر آپ والی روایت کا انکار کر رہے ہیں اور اسی بات کو علامہ محمد خضریٰ نے نقل کیا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ حضرت حسینؑ نے ان پر یہ بات

چش کی تھی کہ میں یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ رکھتا ہوں۔

(محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ، صفحہ ۱۲۸)

نیز البدایہ میں یہ بھی ہے کہ حضرت حسینؑ کو آخری رات حضور ﷺ نے خواب میں بشارت دی کہ شام تک تو ہمارے پاس آ جائے گا۔ آپ نے آخری رات ساری عبادت میں گزاری اور اپنے ساتھیوں کو حکم دے دیا کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں اس لیے تم میں سے جو واپس جانا چاہے جاسکتا ہے۔ لیکن ساتھیوں نے اپنی جانثاری کا عہد کیا۔ پھر حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسینؑ نے فرمایا ”اے لوگو! مجھے چھوڑ دو میں زمین سے اپنے امن کی جگہ لوٹ جاؤں تو لوگوں نے کہا کہ آپؑ کو اس بات سے کیا چیز مانع ہے کہ آپؑ اپنے چچا ذات بھائیوں کے فیصلے سے راضی ہو جائیں تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ کی پناہ ہے۔ انی عدلت ربی وربکم من کل متکبر لا یؤمن بיום الحساب میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ پکڑتا ہوں ہر ایسے متکبر سے جو قیامت کے دن پر ایمان نہ لانا ہو“ (البدایہ والنہایہ، صفحہ ۱۸۱، جلد ۸) اسی طرح جب قیس بن الاشعث نے بیعت کا مطالبہ حضرت حسینؑ کے واپسی کے مطالبہ پر کیا تو حضرت حسینؑ نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا، میں ان کو اپنا ہاتھ ذلت کے طور پر نہیں دوں گا، اور نہ ان کے حق میں غلاموں جیسا اقرار کروں گا۔

(البدایہ، صفحہ ۱۸۱، جلد ۸)

پھر اسی صفحہ پر حر بن یزید کا قول تین خصال میں سے ایک کو قبول کرنے کا ہے مگر ان کی تفصیل نہیں اور زہیر بن قین کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ اس نے ابن زیاد کے لشکر کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم اس (حسینؑ) اور اس کے چچا زاد بھائی کے معاملہ میں نہ آؤ اس کو جہاں چاہے جانے دو۔ (البدایہ، صفحہ ۱۸۲، جلد ۸)

پھر حر بن یزید کا اہل کوفہ کا خطاب نقل کیا ہے کہ تم نے حسینؑ کو اپنی طرف آنے کی

دعوت دی جب دو تمہارے پاس آئے تو تم نے ان کی مدد چھوڑ دی اور تم نے کہا تھا کہ ہم اس کے لیے جان دے دیں گے۔ پھر تم ان کے مخالف ہو کر انہیں قتل کرنا چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے ان وسیع و عریض شہروں میں ان کو جانے سے روکتے ہو جہاں سے کتے اور خنزیر کو بھی نہیں روکا جاتا اور تم ان کے اور فرات کے اس جاری پانی کے درمیان حائل ہو گئے ہو جس سے کتے اور خنزیر بھی پانی پیتے ہیں۔ (البدایہ، صفحہ ۱۸۲، جلد ۸)

اس سے معلوم ہوا کہ ان کا مطالبہ وسیع و عریض شہروں میں وہابی کا تھا ایک روایت ابن کثیر نے عمار و بنی شیعہ کی تین شرطوں والی ذکر کی جس میں فاذھب الی یزید کے لفظ ہی۔ (البدایہ، صفحہ ۱۹۹، جلد ۸) اس میں بھی بیعت کا کوئی لفظ نہیں آپ ابن کثیر کے وہ لفظ دکھائیں جن سے صرف بیعت یزید کی آمادگی معلوم ہوتی ہو۔ اگر آپ کے ذہن میں کوئی شیعہ کی ایسی روایت ہے جس میں تیسرا مطالبہ ہاتھ میں ہاتھ رکھنے کا تھا۔ تو جناب ہاتھ میں ہاتھ رکھنا یہ بیعت کرنے پر نہ عبارتہ النص ہے نہ اشارۃ النص اور نہ اقتناء النص، یہ استدلال بھی غیر مقلد کا ہوگا۔ پھر وضع کافلت میں معنی ذلیل و رسوا کرنا بھی آتا ہے تو اس وہابی اور شیعہ کی روایت کا معنی یہ ہو سکتا تھا اگر دو مطالبے نہیں مانتے تو میں اس کے ہاتھ میں اپنے ہاتھ کو باہر مجبوری رسوا کر سکتا ہوں۔ اس کا معنی حاملہ بنانا بھی ہو سکتا ہے۔ بلکہ ایک پروفیسر نے تو مرادی معنی منچہ آزمائی بھی کیا ہے۔ بہر حال یہ روایت عقبہ بن سحمان کے قول کے مطابق جھوٹی ہے اور صفحہ ۷۷ والی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف بعض لوگوں کا وہم و گمان تھا۔ اور اگر آپ والے الفاظ کہیں سے ثابت بھی ہو جائیں تو یہ تین مطالبوں میں سے ایک مطالبہ تھا اگر آپ اس مردود روایت پر ہی اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے تو یوں کہنا چاہئے تھا کہ تین مطالبوں کی وجہ سے حضرت حسینؑ ۳/۱ حصہ بیعت کی طرف مائل ہوئے تھے جو مقتولیوں کے ہاں ظن اور شک سے بھی کم درجہ یعنی وہیم بیعت کا بنتا ہے۔ اگر آپ سو فیصد آپ کا بیعت

کا ارادہ ثابت کر لے لو آپ کا ایک وہی روایت کی بنا پر سو فیصد مدعی ثابت ہو جاتا اور اگر آپ ساٹھ فیصد آپ کا اس طرف رجحان ثابت کر دیتے تو ہم مان لیتے کہ ایک جھوٹی وہی روایت کی بنا پر آپ کا دعویٰ یقینی نہیں ظنی طور ثابت ہو گیا اور آپ دو مطالبوں کے ضمن میں اس مطالبہ کو ۵۰ فیصد ثابت کر دیتے تو آپ کے دعویٰ کا ثبوت مشکوک ہوتا مگر کیا کریں آپ نے تو تین مطالبوں کے ضمن میں اس کا تیسرا حصہ ثابت کیا..... ۳۳ فیصد وہیم کا بھی اونٹنی درجہ ہے تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ آپ ایک جھوٹی اور وہی بات لے کر ایک اور وہیم میں ڈوب گئے۔ پھر شریعت کا بھی یہ اصول ہے اور عرف میں بھی یہی ہے البقیہ لا یزول بالشک کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا حضرت حسینؑ کی یزید سے مخالفت یقینی ثابت ہے اور آپ اس یقینی بات کو شک نہیں بلکہ وہیم سے دور کرنا چاہتے ہیں کیا آپ نے سمجھ لیا ہے کہ دنیا میں کوئی اصول شرع اور قوانین عقلیہ کی حفاظت کرنے والا نہیں رہا؟

فائدہ:

واضح رہے قرآن پاک نے الا متحرر لفتال (الانفال) میں لڑائی میں ہینترا بدلنے کی اجازت دی ہے حضور ﷺ نے بھی فرمایا:..... الحرب خدعة کہ لڑائی دھوکا ہے یعنی لڑائی میں دھوکا دینے کی اجازت ہے لہذا اگر ایسے الفاظ کہیں ثابت مان بھی لیں تو اس کو عربی میں "منخادعہ" کہا جائے گا۔ کیا البدایہ میں اور باقی کتب میں یہ واقع نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید نے جب مدینہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو خط لکھا کہ میری بیعت کے بارہ میں عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ، حضرت حسینؑ سے شدید مواخذہ کر، تو ولید بن عقبہ نے حضرت حسینؑ اور حضرت ابن زبیرؓ کو بلایا اور حضرت معاویہؓ کی وفات کی خبر دی اور بیعت کا کہا تو حضرت حسینؑ نے فرمایا کہ میرے جیسا آدمی چھپ کر بیعت کرے؟ اور ایسی بیعت تو شاید تو بھی مجھ سے کافی نہ سمجھے اور لیکن جب لوگ جمع ہو گئے تو ہم کو ان کے

ساتھ بلانا تا کہ معاملہ متحد رہے۔ (البدایہ، صفحہ ۱۵۰، جلد ۸) اور اس کے بعد موقع پاکر مکہ تشریف لے گئے جس طرح یہ فائدہ تحریر یہ تھی۔ اس روایت کو بھی مخالفت پر محمول کرنا موزوں ہوگا۔

واضح حکم کو چھوڑ کر مبہم استدلال ہر باطل فرقے کا کام ہے۔ آپ بھی ابن کثیر صفرے کبرے ملا کر یزید کی عدالت ثابت کرنا چاہتے ہیں کیا ابن کثیر نے واضح طور پر یزید کو فاسق فاجر نہیں لکھا اور صحابہؓ اور تابعین کے صریح اقوال بندہ پہلے نقل کر چکا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کی اصحاب سے بھی آپ نے یہی فی یزید والی منکر روایت ذکر کر کے یزید کی عدالت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کی واضح عبارات کو چھوڑ دیا۔ تہذیب التہذیب، صفحہ ۳۶۱ پر تفصیل کے ساتھ انہوں نے یزید کے افعال قبیحہ کا ذکر کیا ہے جو البدایہ کے حوالے سے پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔ اور تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں کہ یزید اس کا اہل ہی نہیں کہ اس سے کوئی روایت نقل کی جائے۔ (تقریب، صفحہ ۲۸۴)

صاحب نبراس مولانا عبدالعزیز صاحب پر باروٹی سے بھی آپ نے وہی روایت بیان کی ہے اور عدالت یزید ثابت کی تا کام کوشش کی ہے۔ واضح رہے کہ نبراس نے لفظ لابایہ پر محشی نے اعتراض کیا ہے کہ یہ الفاظ میں نے کہیں نہیں دیکھے البتہ تاریخ الخلفاء میں ہاتھ دینے کی روایت ہے۔ (شاید آپ کی طرح کسی نے یہ روایت بالمعنی کر دی ہے جس کی تردید پہلے ہو چکی) یہاں بھی آپ نے مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کے واضح فیصلے چھوڑ دیے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ بات صحیح ہے کہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت تو زدی اور اس کو معزول کر دیا اور ان میں صحابہؓ اور تابعین بھی تھے۔ (نبراس، صفحہ ۵۴۰، صفحہ ۵۴۱) اور آپ نے عبارت نقل کی ہے اس کی ایک سطر پر اس کے کچھ کفریہ شعر بھی نقل کئے گئے ہیں اور یہ فرمایا کہ حضرت معاویہؓ نے اس کو صالح سمجھ کر نامزد کیا پھر دُعا کی کہ اے اللہ! اگر یزید میرے گمان کے مطابق ہے تو درست ورنہ اس کو جلدی موت دے دینا۔

حضرت امیر معاویہؓ کی دُعا قبول ہوئی، چنانچہ اس کی سلطنت لمبی نہ ہوئی۔ (نبراس، صفحہ ۵۴۱) پھر فرماتے کہ بعض اسلاف سے منقول ہے کہ ہم نے یزید کے خلاف بغاوت اس وقت تک نہیں کی جب تک ہمیں آسمان سے پتھروں کے برسنے کا خوف نہیں ہوا۔

(نبراس، صفحہ ۵۴۲)

یزید فرماتے ہیں کہ یہ تحقیقی بات ہے کہ یزید سے اور بہت سے فسق و فجور والے منکر امور صادر ہوئے ہیں اور سب سے زیادہ وہ منکر معاملہ ہے جو اس نے اہل بیت سے کی۔

(نبراس، صفحہ ۵۵۱)

اسی صفحہ پر یزید کو امیر المومنین کہنے پر میں کوڑوں کی سزا نقل کی ہے۔ یزید فرماتے ہیں یزید کے قبیح افعال مشہور ہیں اور حب اہل بیت واجب ہے۔ (نبراس، صفحہ ۵۵۵)

ایسی واضح عبارات چھپا کر مبہم استدلالات ذکر کرنا علم اور دیانت کا خون کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرما کہ صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

لفظ امیر المومنین:

اگر اضافت تشریفی کی بنا پر ہو تو فاسق فاجر کے لئے اس کا استعمال درست نہیں۔ اسی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یزید کے لئے اس لفظ کے استعمال کرنے پر (۲۰) میں کوڑے لگوائے اور اگر شرافت سے قطع کر کے صرف اضافی معنی مراد ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ آپ نے جو حضرت نعمان بن بشیر اور امام زین العابدینؑ کے اور البدایہ، ابن تیمیہ کے جو حوالے دیئے ہیں دوسارے اس دوسرے مفہوم کے اعتبار سے ہیں، اس اعتبار سے تو آپ اپنے دور کے تمام ظالم حکمرانوں کو اس لقب سے یاد کر سکتے ہیں۔ اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ ابن کثیر اس لقب کے استعمال کے باوجود یزید کو فاسق فاجر لکھتا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

امام زین العابدینؑ:

امام زین العابدینؑ کا پورا واقعہ آپ نے نقل نہیں کیا کہ واقعہ حردہ میں مسلم بن عقبہ جس کو اسلاف مسرف بن عقبہ کہتے تھے، نے مدینہ کو تین دن مباح قرار دیا اور اشراف مدینہ اور قراء مدینہ میں سے خلق عظیم کو قتل کیا اور وہاں کے اموال اٹھائے اور عظیم شرار و بڑا فساد واقع ہوا تو اس نے امام زین العابدینؑ کو بلایا جو مروان بن الحکم اور عبد الملک بن مروان کے ساتھ امان حاصل کرنے کے لئے آئے، ان کو یہ پتہ نہیں تھا کہ یزید نے ان کے بارہ میں مسلم کو کوئی حکم دیا ہے۔ جب امام زین العابدینؑ اس کے سامنے بیٹھے تو مروان نے کوئی پینے کی چیز منگوائی۔ مسلم بن عقبہ شام سے جو برف لایا تھا اس کو اس میں ملایا گیا۔ مروان نے تھوڑا سا پی کر اپنا مہوٹا امام زین العابدینؑ کو دیا تاکہ اس سے ان کے لئے امان ثابت ہو جائے۔ مروان امام زین العابدینؑ سے مؤہب ہی چاہتا تھا مگر یزید کے سپہ سالار مسلم بن عقبہ نے جب پیالہ حضرت امام زین العابدینؑ کے ہاتھ میں دیکھا تو کہا کہ ہمارا مشروب مت پی، پھر حضرت سے کہا کہ تو ان دونوں کو اس لئے ساتھ لایا ہے کہ ان کی وجہ سے امن حاصل کرے؟ تو امام زین العابدینؑ کے ہاتھ کا پینے لگے۔ نہ وہ پیالہ رکھتے تھے نہ پیتے تھے، پھر مسلم نے کہا کہ اگر تو چاہتا ہے تو پی لے اور اگر تو چاہتا ہے تو اور پانی منگوالیں تو امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ جو میرے ہاتھ میں ہے میں اسی کا ارادہ رکھتا ہوں، پھر پانی پی لیا۔ (البدایہ صفحہ ۲۲۳، جلد ۸)

آپ نے ابن مسعودؓ کی روایت نقل کی ہے۔ اس کے راوی محمد باقرؑ ہیں۔ وہ روایت بیان کرتے ہوئے مسلم کو مسرف کہتے ہیں اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ کو قتل کرنے کے بعد یزیدی سپہ سالار نے پوچھا کہ امام زین العابدینؑ یہاں ہیں، لوگوں نے کہا ہاں، تو اس نے کہا میں ان کو دیکھتا کیوں نہیں۔ یہ بات حضرت الامام کو پہنچی تو تشریف لائے اور آپ کے ساتھ آپ کے دو بیٹے عبد اللہ اور احسن بھی تھے۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو مرحبا کہا اور اپنے ساتھ بٹھایا اور کہا کہ امیر المؤمنین نے مجھے تیرے ساتھ حسن

سلوک کی وصیت کی ہے تو انہوں نے جواب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو اس حسن سلوک کا صلہ دے۔ (طبقات، صفحہ ۱۶۶، جلد ۵)

اس میں صنعت مشاکلت ہے جیسے جزاء سیدہ کو سیدہ قرآن پاک میں کہا ہے حالانکہ برائی کا برائی کے برابر بدلہ لینا برائی نہیں مگر پہلے لفظ کی مشاکلت کی وجہ سے اس کو سیدہ کہا ہے۔ اسی طرح چونکہ مسلم بن عقبہ نے صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ کہا تھا تو جواب میں انہوں نے بھی وہی الفاظ استعمال کر دیئے۔ حضرت قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ جزاء الاحسان بالاحسان کے بطور کہا تھا پھر اس کی وصیت پر بھی جو عمل کیا البدایہ کی روایت سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ قتل کی دھمکیاں اس کے باوجود جاری ہیں، پھر انہی امام محمد باقرؑ کی روایت طبقات ابن سعد میں ہے کہ امام زین العابدینؑ حمرات کی طرف پیدل جاتے تھے اور آپ کا مکان منیٰ میں تھا۔ اہل شام آپ کو تکلیف دیتے تھے تو آپ قرین ثعالب یا اس کے قریب منتقل ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد، صفحہ ۱۶۹، جلد ۵)

منہال بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام زین العابدینؑ کے پاس گیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تندرست رکھیں، آپ نے کیسے صبح کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس شہر کے تجھ جیسے شیخ کے بارہ میں میرا خیال نہیں تھا کہ اسے معلوم نہ ہو کہ ہم نے کیسے صبح کی ہے۔ بہر حال جب تجھ کو علم نہیں ہے تو تجھے خبر دینا ہوں ہم نے اپنی قوم میں ایسے صبح کی ہے جیسے بنی اسرائیل آل فرعون میں صبح کرتی تھی کہ وہ دن کے بچوں کو ذبح کرتے تھے اور بچیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ ہمارے دشمن کا قرب ہمارے شیخ اور ہمارے سردار کو منبروں پر سب و شتم سے حاصل کیا جاتا ہے اور قریش سمجھتے ہیں کہ ہمیں تمام عرب پر اس لئے فضیلت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہیں، ان کی یہی فضیلت شمار کی جاتی ہے اور امام عرب ان کے لئے اس فضیلت کا اقرار کرنے والے ہیں اور تمام عرب ہم پر اس لئے اپنی فضیلت نہ رکھتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہیں، ان کی فضیلت اسی کے

ساتھ ہے اور اہل عجم ان کی اس فضیلت کا اقرار کرنے والے ہیں۔ تو اگر عرب اس بات میں پیچھے ہیں کہ ان کو عجم پر فضیلت ہے اور قریش اس بات میں سچے ہیں کہ ان کو باقی عرب پر فضیلت ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہیں تو بیشک ہم اہل بیت کو بھی باقی قریش پر فضیلت ہے اس لئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ہیں۔ اس کے باوجود یہ ادگ ہمارا حق لیتے ہیں اور ہمارے کسی حق کو پہچانتے نہیں۔ ہم نے اس طرح صبح کی ہے اگر تو یہ نہیں جانتا کہ ہم نے کس طرح صبح کی ہے۔ (ابن سعد، صفحہ ۷۰، جلد ۵)

ان حالات میں حضرت خود بھی مبر کرتے تھے اور دوسروں کو بھی مبر کی تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت کے پوتے علی بن محمد فرماتے ہیں کہ اہل خراسان نے حضرت امام زین العابدینؑ کے پاس اپنے احکام کے ظلم کی شکایت تو آپ نے ان کو صبر اور لڑائی سے رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں تو ایسے ہی کہتا ہوں جیسے عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم "اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو بخش دیں تو آپ غالب حکمت والے ہیں۔" (طبقات ابن سعد، صفحہ ۱۶۷، جلد ۵)

اور ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تارک کتاب اللہ کو پس پشت ڈالنے والے کی طرح ہے مگر یہ کہ اس کو خطرہ ہو۔ پوچھا گیا کہ خطرے سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ کسی جبار سرکش کا خوف ہو کہ وہ زیادتی کرے اور یا سرکشی کرے۔ (ابن سعد، صفحہ ۱۶۵، جلد ۵)

تو جو وقت کے حکام سے اس طرح خوفزدہ ہو اور ان کو فرعون کے ساتھ تشبیہ دے اس کے ساتھ صنعت مشاکلت کے طور پر امیر المؤمنین بھی کہہ دے تو اس سے اضافت تشریفی کہاں سے مفہوم ہوگی۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے بھی اضافت تشریفی کے طور پر امیر المؤمنینؑ نہیں کہا بلکہ: و تو امیر المؤمنین کہہ کر یہ فرماتے ہیں انشدک اللہ فی عشیرتک و انتصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (البدایہ، صفحہ ۲۲۱، جلد ۸) یعنی اے امیر المؤمنین! میں نے آپ کو اپنے قبیلہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار کے بارہ میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں (یعنی اہل مدینہ پر چڑھائی نہ کریں) تو وہ اس گناہ سے اس کو باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ اس سے باز نہ آیا۔ ابن تیمیہ کی عبارت میں آپ نے خود تسلیم کر لیا ہے کہ کوئی شخص بزرگ شمشیر فاسق و فاجر مسلمانوں پر مسلط ہو جائے اور اس کا حکم نافذ ہو تو اس کو خلیفہ اور امیر المؤمنین کہہ سکتے ہیں۔ (خط صفحہ ۸، بحوالہ خارجی فتنہ)

تو عرض ہے کہ آپ اپنے اقل کردہ حوالے کے مطابق یزید کو فاسق فاجر بزرگ شمشیر مسلط ہونے والا مان کر امیر المؤمنین کہہ لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس وقت یہ اضافت تشریفی نہیں ہوگی۔ میرا مقصد تو یہ تھا کہ اضافت تشریفی کے طور پر یہ لفظ استعمال کرنا صحیح نہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے جو یزید کو امیر المؤمنین کہنے پر (۲۰) بیس کوڑے لگوائے تھے وہ شخص اگر ساتھ ساتھ اس کو فاسق فاجر بھی کہہ دیتا تو یقیناً کوڑے نہ کھاتا۔

خلاصہ یہ کہ:..... صرف اضافی معنی مراد ہو تو اس کا استعمال فاسق فاجر پر جائز ہے اور اضافت تشریفی کے طور پر جیسے کہ آج کل عام یزیدی کرتے ہیں درست نہیں۔

یزید کے مامورین کفار یا مؤمنین؟

آپ نے اس عنوان کے تحت لکھا ہے کہ اس کے مامورین خیر القرون، عالم اسلام، صحابہ کرام و تابعین تھے اور یہ سب مؤمنین ہیں تو یزید امیر المؤمنینؑ ہوا اور آپ مامورین کو مؤمن نہیں مانتے تو یزید دشمنی میں آپ دور خیر القرون صحابہ و تابعین اور اہل بیت

سب کو کافر کہہ رہے ہیں۔ (خلاصہ خط صفحہ ۷)

جواب:..... یزید کے مأمورین کافر ذی بھی تھے اور معاہدہ حبلی بھی تھے اور وہ موئنین بھی تھے جو یزید کو شرابی، زانی، تارک صلوٰۃ، دشمن اہل بیت، سرکش، جبار، اور جاء کے عقیدہ والا خیال کرتے تھے اور انہی وجوہ کی بناء پر بیعت کرنے والوں میں سے تقریباً سب نے بیعت توڑ دی، سوائے ایک دو صحابہ کرام کے۔ بہر حال آپ کا یہ کہنا کہ اگر امیر المؤمنین نہیں تو امیر الکافرین ہوگا اور اس سے تمام صحابہ کرام اور تابعین اور خیر القرون کو کافر کہنا لازم آئے گا۔ میں نے تو امیر المؤمنین کی حیثیت اضافی تشریفی والی متعین کر دی ہے۔ باقی اس کے جو لوازمات آپ ذکر کر رہے ہیں یہ لوازمات تو بریلی سے صادر ہوا کرتے تھے کہ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی عموم قدرت باری تعالیٰ کی عبارت لے کر لکھ دیا کہ اس میں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدی اپنے لئے کر سکتا ہے وہ سب خدائے پاک کی ذات پر بھی روا ہے جس میں کھانا پینا، سونا، پاخانہ پھرتا، پیشاب کرنا، جلنا، ڈوبنا، مرنا سب کچھ داخل ہیں۔

(الکوئتہ اشباہیہ، صفحہ ۱۵)

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ نے فرمایا مولانا احمد رضا خان بریلوی کی میں نے ایک کتاب جس میں سو کفریات و ہابیہ کے نام سے لکھی ہے، دیکھی کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مانو، آگے اس پر حاشیہ لگایا کہ گویا رسول کو بھی نہ مانو، فرشتوں کو بھی نہ مانو، قیامت کو بھی نہ مانو کیونکہ یہ سب اللہ کے سوا ہی تو ہیں اور یہ تین کفر ہوئے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے۔ (مجالس حضرت رائے پوری، صفحہ ۱۷۴)

ایسے لوازمات کی وجہ سے نہ احمد رضا خان ہمارے بزرگوں کو خائف کر سکا تھا اور نہ ہی آپ ہی کر سکتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے کچھ اقوال میں پہلے لکھ چکا ہوں، اگر امیر المؤمنین نہ کہنے سے آپ کے بقول اگر صحابہ کرامؓ اور تابعین کو غزوہ باللہ کافر کہنا لازم آتا ہے تو

اگر آپ سے کوئی پوچھ لے کہ در یزید میں جو ذی کافر تھے امیر المؤمنین کہنے سے ان سب کفار کا مومن ہونا تو لازم نہیں آتا۔ یہ آپ کا لڑم آپ کو لے ڈوبے گا۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مسئلہ تکفیر و لعن یزید:

اس بارہ میں، میں نے امام احمد اور ابن جوزی وغیرہ کا قول نقل کر کے آگے لکھ دیا تھا کہ محققین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ درست قوی طریق کفر یزید میں توقف کرنا ہے اور اس کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کرنا ہے اس لئے کہ وہ مخفیات کا جاننے والا ہے اور پوشیدہ رازوں پر مطلع ہے۔ پس ہم اس کی تکفیر کے پیچھے بالکل نہیں پڑیں گے کیونکہ یہی زیادہ لائق اور سلامتی کا راستہ ہے۔ (الخیر، محرم الحرام صفحہ ۲۳، ۱۴۲۵ھ) اور اس کے بعد ابن حجر مکی کے حوالے سے یہ بھی لکھا تھا کہ اس قول پر کہ وہ مسلمان ہے پس وہ فاسق شریر، نشہ باز ظالم ہے۔ (الخیر، ایضاً) آپ نے یہ آخری قول جو محقق ہے یہ نہ دیکھا اور تکفیر اور لعن کی فضول بحث شروع کر دی۔ یاد رکھیں کہ بندہ جمہور کی طرح فسق یزید کا قائل ہے تکفیر کا نہیں۔ پہلا قول اس لئے لکھا تھا کہ یزید کو عادل اور صالح ثابت کرنے والے جان لیں کہ اہل سنت کے اس کے بارہ میں صرف دو قول ہیں (۱) کفر، (۲) فسق، صالح اور عادل والا قول کسی کا نہیں، تکفیر اور لعن شخص کی بحث آپ نے خط میں فضول چھیڑی ہے۔ البتہ اس فضول بحث میں بھی آپ نے بہت سی فضول باتیں کی ہیں۔ (۱) سند کی بحث کی ان روایات کی سند نہیں۔ آج کل غیر مقلدین بھی آپ کی طرح فقہ کے ہر مسئلہ کی امام صاحب تک سند کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر قدوری، ہدایہ وغیرہ کے مسائل کی سند نہ ہو تو اس کو امام صاحب کی طرف منسوب کرنا جعل سازی قرار دیتے ہیں حالانکہ متواترات اور مشہورات کے لئے سند کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ بات صرف اصول فقہ اور اصول حدیث ہی کی نہیں بلکہ تمام فنون کا واردہ دار اس پر ہے۔ کوئی

جو ایش جالینوس کی جالینوس تک سند تلاش کرے تو ہرگز نہیں ملے گی، نہ کہ سیلیمانی کا استعمال بغیر سند کے نہ کرے تو اپنا ہی نقصان اٹھائے گا جو کتب مشہور ہو چکی ہیں ان کی سند تلاش کرے۔ صرف کی کتاب کی واضح صرف یک اور نحو کی ہر کتاب کی واضح نحو تک سند بیان کر دو اس کا مقصد تحقیق نہیں بلکہ ان فنون کو تباہ و برباد کرنا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ متواترات بلا سند کا درجہ خبر واحد با سند سے قوی ہے۔ اس کے مقابلہ میں سند مترک ہوتی ہے، اس کی صرف ایک مثال ذکر کرتا ہوں کہ امام بخاریؒ نے چھ سندوں کے ساتھ والذکر والانشیٰ کی قراءۃ نقل کی ہے اور وما خلق الذکر والانشیٰ والی ایک سند بھی ذکر نہیں کی جبکہ یہ دوسری قراءۃ متواتر ہے۔ اب اس کی وجہ سے چھ سندوں والی قراءۃ چھوڑ دی جائے، نہ کہ سند کا لحاظ کر کے اس متواتر قراءۃ کو چھوڑا جائے۔

الطیفہ: ہمارے ایک دوست قاری عبدالاحد صاحب کسی دعوت میں شریک ہوئے جس میں غیر مقلد مولوی بھی مدعو تھے تو ایک غیر مقلد کو شرارت سوچھی، قاری صاحب سے کہنے لگا کہ تمہاری نماز خفی کی سند ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو یاد نہیں، تو انہوں نے شور مچا دیا کہ تمہاری بے سند نماز معتبر نہیں اس کو چھوڑ دو۔ اس سے توجہ کر لو، قاری صاحب فرماتے ہیں کہ میں کچھ شرمندہ سا ہوا مگر فوراً ذہن میں ایک بات آئی، میں نے اس غیر مقلد سے سوال کیا کہ تو اپنا نسب آدم علیہ السلام تک سند سے ثابت کرے گا؟ اس نے کہا نہیں، تو میں نے کہا کہ میری تو نماز گئی تیرا نسب ہی گیا۔ اب بتا کہ آدم علیہ السلام کی اولاد سے تو تو نہیں اب ہم تجھے کس طرف منسوب کریں۔

یاد رکھیں کہ یزید کے افعال ناشائستہ پوری امت میں شہرت سے پھیلے ہوئے ہیں اس لئے بیان سند کی ضرورت نہیں۔ تلخی بالقول مستقل دلیل ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ ان افعال ناشائستہ کو حلال سمجھ کر کرتا تھا یا حرام سمجھ کر، جن کو پہلی بات محقق: دہنی۔ انہوں

نے کفر کا قول کیا مگر جب واپس سنت کہتے ہیں کہ ان افعال کی حلیت قطعی طور پر ثابت نہیں اس لئے کفر میں کتب لسان ضروری ہے۔

مومن کو کافر کہنا کفر ہے:

آپ نے اس بارہ میں مسلم کی حدیث نقل کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے تو اگر وہ کافر نہ ہو تو کفر اس پر لوٹتا ہے۔ (مسلم، صفحہ ۵۷) آپ اس کے نیچے نووی کا حاشیہ بھی دیکھ لیتے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن کو بعض علماء نے اس وجہ سے مشکلات میں سے شمار کیا ہے کہ اس کا ظاہری معنی مراد نہیں اور یہ اس لئے کہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ کسی مسلمان کی زنا، قتل جیسے حاصی کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی اور اسی طرح کسی کا اپنے بھائی کو کافر کہنا دین اسلام کے بطلان کے اعتقاد کے بغیر کفر نہیں۔ (نووی، صفحہ ۵۷)

معلوم ہوا کہ یہ کفر کا حکم اس وقت لگے گا جب دین اسلام سے بغض رکھ کر کسی مسلمان کو کافر کہے۔ یزید کو جن حضرات نے کافر کہا ہے اس کی وجہ اس کے افعال ناشائستہ ہیں، دین اسلام سے بغض نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ذات اور تشدید پر محمول ہے۔ اس حدیث کا ظاہری مفہوم مراد نہیں۔ اگر آپ نے اس حدیث کا خلاف اہل حق ظاہری ہی مطلب لینا ہے اور امام احمد بن حنبلؒ جیسے ائمہ مجتہدین جن کی امامت یزید کے فوق و فوق کی طرح متواتر ہے کو کافر بنانا ہے تو سب لوگوں کو یقین ہوگا کہ آپ کی تکفیر سے وہ تو ان شاء اللہ محفوظ رہیں گے تو تکفیر امام احمد بن حنبلؒ کس گھر کی طرف لوٹے گی؟ حُب یزید میں مست ہو کر آپ کے اپنے بقول یہ کڑوا گھونٹ آپ کو نہ بھرتا پڑے۔ باقی امام احمدؒ کے مسلک کو آج تک تمام نے قبول کیا ہے اس لئے یہ کہنا کہ آپ کے اس تکفیری اصول سے ڈر کر امام احمد بن حنبلؒ اپنے مسلک کو چھوڑ دیں گے یا لوگ ان سے اعتماد اٹھالیں گے، ان شاء اللہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ بہتر ہے کہ آپ ہی اپنی

اداول کو چھوڑ دیں۔ باقی یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ خیر القرون اس کے فسق و فجور پر متفق تھا ایک آدھ آدی نے اگر اس کے خلاف کام نہیں کیا تو اس کو امام عادل وغیرہ بھی قرار نہیں دیا۔ بیعت کے توڑنے والے حوالے پہلے آچکے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ حنبلی:

امام احمد کے مسلک کو بقول آپ کے زیادہ جانتے تھے، لہذا ابن حجر مکی کی نقل درست نہیں۔ (ملخصاً)

جواباً عرض ہے!

امام ابن تیمیہؒ نے بھی منہاج السنۃ میں فرمایا ہے کہ: ونفقت عنه رواۃ فی لعن یزید کہ امام احمدؒ کی روایت لعن یزید کی بھی ہے۔ (بحوالہ خارجی تہذیب، صفحہ ۱۳۵) مگر اس روایت کو منقطع شمار کیا ہے مگر جس روایت پر آپ کی نظر ہے وہ کس سبب متصل سے منقول ہے وہ تو آپ ذکر کرتے، پھر آپ نے مؤلف علی قارئیٰ پر اعتماد کیا ہے وہ بھی شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: وَلَعْنَهُ وَجْهَ مَا قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ بِتَكْفِيرِهِ (شرح فقہ اکبر، صفحہ ۸) یعنی فخر کو حال سمجھنے اور یزید کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ میں نے قتل حسینؑ سے بد رکھا بدلہ لیا ہے شاید اس کی بنا پر امام احمدؒ نے اس کی تکفیر کی ہے۔ پھر حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں، امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے حضرت صالحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ یزید سے محبت کرتے ہیں، تو امام احمدؒ نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے! یزید سے کوئی ایسا آدمی محبت کر سکتا ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو؟ میں نے کہا اے اباجی! آپ کس وجہ سے اس پر لعنت نہیں کرتے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تو نے کب اپنے باپ کو کسی پر لعنت کرتے دیکھا ہے؟

(فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد ۳، صفحہ ۴۱۲، ایضاً، جلد ۴، صفحہ ۴۸۳)

مبنا فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ سے یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کے بارہ میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہی شخص ہے کہ جس نے مدینہ میں وہ کام کیا جو اس نے کیا۔ میں نے پوچھا کہ کیا کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو قتل کیا اور بھی کچھ کیا، میں نے پوچھا کہ اور کیا کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس نے مدینہ کو لوٹا، میں نے کہا کہ اس کی حدیث لی جائے تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ اس کی حدیث نہ لی جائے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ، صفحہ ۴۸۳، جلد ۴) اور ایک قول میں یہ بھی فرمایا کہ یزید کی روایت میں کوئی تکرم نہیں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد ۳، صفحہ ۴۱۲) لیجئے حافظ ابن تیمیہؒ کے بقول حضرت امام احمد بن حنبلؒ یزید کی محبت کو خدا اور آخرت پر ایمان سے متضاد سمجھتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ اور یزید:

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ یزید کے بارہ میں دو گروہ افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ ایک گروہ اس کو کافر کہتا ہے اور دوسرا گروہ اس کو امام عادل، ہادی، مہدی، مسیحی، ولی بلکہ بعض اس کو نبی تک کہتے ہیں۔ دونوں طرفوں کا یہ غلو اہل علم و ایمان کے اجماع کے خلاف ہے۔

(فتاویٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۱۰)

پھر فرماتے ہیں کہ یزید ان لوگوں میں سے نہیں تھا جو دین اور صلاح میں مشہور ہیں۔ (ایضاً، صفحہ ۴۱۰) اور فرماتے ہیں کہ وہ اپنے باپ کے بعد بعض مسلمانوں کی رضا اور بعض کی عدم رضا کے باوجود حاکم بن گیا۔ (ایضاً صفحہ ۴۱۰) نیز فرماتے ہیں کہ یزید سے قتل حسینؑ کے انکار کا ظہور نہیں ہوا اور اس نے اس کا انتقام اور قصاص جو اس پر واجب تھا نہیں لیا۔ پس اہل حق اس پر ترک واجب اور بہت سے امور کی بنا پر اس پر ملامت کرتے ہیں۔ (فتاویٰ، صفحہ ۴۱۰، جلد ۳) نیز فرماتے ہیں کہ جب اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑی اور اس کے نائبین کو مدینہ سے نکال دیا تو اس نے اہل مدینہ کی طرف لشکر بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ اگر یہ

تین دن تک اطاعت نہ کریں تو مدینہ میں سکوار داخل کی جائے اور اس کو تین دن کے لئے مباح قرار دیا جائے تو یزید کا لشکر مدینہ نبویہ میں قتل و غارت کرتا رہا اور حرام شرم گاہوں کے پردہ بکارت زائل کرتا رہا، پھر اس نے مکہ کی طرف لشکر بھیجا۔ انہوں نے مکہ کا محاصرہ کیا۔ اسی حال میں یزید فوت ہو گیا اور یہ سب ظلم و زیادتی یزید کے حکم سے ہوئی۔ (فتاویٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۱۲)

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ اہل سنت اور ائمہ امت کا عقیدہ یہ ہے کہ نہ اس پر سب کی جائے اور نہ اس سے محبت کی جائے۔ (فتاویٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۱۲) نیز فرماتے ہیں کہ یزید علمائے ائمہ المسلمین کے نزدیک ایک بادشاہ ہے، وہ یزید سے صالحین اور اولیاء جیسی محبت نہیں رکھتے اور نہ اس پر سب کرتے ہیں۔ (فتاویٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۱۲) اور فرماتے ہیں کہ اس کے باوجود اہل سنت کا ایک گروہ اس پر اہانت کو جائز قرار دیتا ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد ۳، صفحہ ۴۱۳)

اگرچہ جمہور کی طرح ابن تیمیہ اس رائے کو پسند نہیں کرتے مگر اس رائے رکھنے والوں کو اہل سنت کہتے ہیں جبکہ آپ ایسے عقیدہ والوں کو اسلام سے خارج کرنا چاہتے ہیں نیز وہ تین گروہوں میں سے رائج اس گروہ کو قرار دیتے ہیں کہ اس کی حسات بھی ہیں اور سعیات بھی وہ حضرت عثمان کے دور خلافت میں پیدا ہوا اور وہ کافر نہیں تھا لیکن اس کی وجہ سے حضرت حسینؑ شہید ہوئے اور اہل حرہ کے ساتھ اس نے جو سلوک چاہا کیا۔ وہ صحابی اور ولی نہیں تھا۔ یہ عام عقلاء و علماء اور اہل السنۃ والجماعت کا قول ہے، پھر ان اہل سنت کے تین گروہ نقل فرمائے۔ ایک وہ جو اہانت کرتا ہے اور دوسرا جو اس سے محبت رکھتا ہے، تیسرا نہ سب کرتا ہے اور نہ محبت، پھر اس تیسرے گروہ میں امام احمدؒ کو ذکر کیا کہ جو فرماتے ہیں کہ اللہ اور آخرت پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ یزید سے محبت نہ کی جائے اور اس کو صحابہ کرامؓ کا قاتل اور مدینہ کو لوٹنے والا اور پاک دامن عورتوں کی عصمتوں کو تار تار کرانے والا اور اس کی روایت کو

جائز قرار دیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ باتیں بیان کرنا سب نہیں بلکہ اظہار حقیقت ہے اور پھر یزید سے ترک محبت کے تحت لکھتے ہیں کہ خبث خاصہ تو صرف عینین، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ یزید ان چار جماعتوں میں سے کسی سے نہیں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے، اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے وہ اس بات کو اختیار نہیں کرے گا کہ وہ یزید یا اس جیسے ان بادشاہوں کے ساتھ ہو جو عادل نہیں۔ (فتاویٰ، جلد ۴، صفحہ ۴۸۴)

اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ یزید کو غیر عادل کہنا اور مومن کا یزید کی معیت کو پسند نہ کرنا یہ سب نہیں بیان حقیقت ہے۔ پھر یزید سے ترک محبت کے دوماً خذ ذکر کرتے ہیں:

اس سے کوئی ایسا عمل صالح صادر نہیں ہوا جس کی وجہ سے اس کی محبت واجب ہو، تو وہ ان بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ و واجوہ و زور مسلط ہونے والے ہیں اور اس قسم کے اشخاص کی محبت جائز نہیں۔

دوسری یہ بات ہے کہ اس سے ایسے افعال صادر ہوئے ہیں جو اس کے اوصاف میں ظلم و فسق کا تقاضا کرتے ہیں اور اس سے حضرت حسینؑ اور اہل حرہ کے معاملے کا صدور ہوا۔ (فتاویٰ، صفحہ ۴۸۵، جلد ۴)

اس کے بعد یزید سے محبت رکھنے والوں کے دوماً خذ ذکر کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ ساری اس کی خطائے اجتہادی تھیں اور کچھ تاریخی روایات کا درست نہ ہونا اور دوسرے اس کا امیر جمیش لشکر قسطنطنیہ ہونا اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ لعنت اور محبت والے دونوں قول اجتہادی ہیں اس لئے کہ مرتکب معصیت پر لعنت کرنے میں اجتہاد کی گنجائش ہے اور اسی طرح جو حسات اور سیئات دونوں کا مرتکب ہو اس سے محبت بھی ہو سکتی ہے بلکہ ہمارے

نزدیک اس میں منافات نہیں کہ ایک آدمی میں تعریف اور مذمت دونوں، اسی طرح اجر و ثواب دونوں کا اجتماع ہو جائے اور اسی طرح اس میں بھی منافات نہیں کہ دو مختلف اعتبار سے ایک شخص کے حق میں دعا بھی کی جائے اور لعن طعن بھی کی جائے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ، ص ۸۶، جلد ۴)

ابن تیمیہ کی مختلف عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جن کو انہوں نے اہل محبت کہا ہے وہ بھی یزید کو عادلین، صلحاء میں شمار نہیں کرتے بلکہ اس کی خطاؤں کو اجتہادی قرار دے کر فاسق نہیں قرار دیتے۔ ان عبارات سے ابن تیمیہ کا مسلک بھی واضح ہو گیا کہ وہ یزید کو عادل اور صالح ماننے کے لئے تیار ہیں اور امام احمد کا مسلک بھی انہوں نے بتا دیا کہ اگرچہ ان سے کفر کی روایت منقطع ہے مگر وہ اس کو فاسق، فاجر مانتے تھے۔

بارہ خلفاء:

آپ نے لکھا ہے کہ ابن تیمیہ، ابن حجر عسقلانی، ملا علی قاری، سید سلیمان ندوی جیسے حضرات اس کو بارہ خلفاء میں شمار کرتے ہیں۔ (الفتح) (صفحہ ۱۰)

محترم! بات فتنہ یزید کی ہو رہی ہے۔ ان میں سے کسی ایک شخص سے اس کا عادل ہونا ثابت کر دیں، مجھے تو آپ طعن دیتے ہیں کہ سند ذکر نہیں کرتا اور صدیوں کی چھلانگ لگاتا ہے مگر آپ نے تو یہاں حوالہ بھی ذکر نہیں کیا بلا سند اور بلا حوالہ آٹھویں صدی تک پہنچ گئے ہیں اور پھر یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ابن تیمیہ اس کو فاسق فاجر وغیرہ بہت کچھ مانتے ہیں، پھر ملا علی کی روایت کے مطابق لایزال الامور عزیزاً ہے کہ بارہ خلفاء تک اسلام کا غلبہ رہے گا۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ سارے عادل اور صالح ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ یزید کو ان بارہ میں داخل کرنے کے باوجود بھی ملا علی قاری اس کو مبتدعین میں شمار کرتے ہیں۔ (مرقاۃ، صفحہ ۵۲، جلد ۴)

اور اسی شرح فقہ اکبر کے آخر میں فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ اکابر، یزید، حجاج اور زیاد جیسے لوگوں سے خائف تھے اور ان ارباب عناد کے خلاف بغاوت بھی کامیاب ہوتی نظر نہ آتی تھی، بلکہ اس بغاوت پر بہت سے فساد مرتب ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن عمر، حضرت ابن زبیر کو دعویٰ خلافت سے روکتے اور منع کرتے تھے باوجودیکہ حضرت ابن زبیرؓ بااختلاف خلافت کے زیادہ لائق اور حق دار تھے ان ظالم امراء سے۔ (شرح فقہ اکبر، ص ۷۷) بہر حال بارہ خلفاء میں شامل کرنے والے بھی اس کو خلیفہ عادل نہیں کہتے تھے۔

مسئلہ لعنت:

شخص لعنت چونکہ کافر جس کا خاتمہ یقیناً کفر پر ہوا ہو اس پر جائز ہے، باقی کسی پر جائز نہیں۔ اس لئے اس کا عدم فتنہ یزید سے کوئی تعلق نہیں، جن لوگوں نے لعنت سے روکا ہے وہ اکثر اس یزید کو غیر عادل مانتے ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ وغیرہ کے حوالے پہلے گزر چکے ہیں۔

فاسق و فاجر بنانا یا بتانا:

آپ نے حضرت قاضی صاحب کے بارہ میں لکھا کہ یزید کو فاسق و فاجر کہنے اور بنانے کے لئے بزم خود خدمت دین کا عظیم کارنامہ سرانجام دیتے ہوئے سات آٹھ سو صفحات کی کتاب لکھ ماری۔ (خط، صفحہ ۱۱)

مرزائی وغیرہ تمام باطل فرقوں کا یہی طریق کار ہے کہ اہل حق جب ان کو ان کا کفر بتاتے ہیں تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لیں تو وہ عوام میں یہی شور مچاتے ہیں کہ دیکھو مولوی کا کفر بناتے رہتے ہیں لیکن یہ بات اس وقت توچی ہوگی جب کوئی مولوی ان کو کہے کہ تم مرزائی عقائد اپنا لو مگر علماء تو مرزائیت سے عوام کو بچاتے ہیں اور اگر کوئی اس یتاری میں مبتلا ہو جائے اس کا اس کو اس کا کفر بتاتے ہیں، جیسے ڈاکٹر عوام کو یتاریوں سے بچاتے ہیں مگر یتار

ہونے کے بعد اس کو اس کی بیماری بتاتے ہیں اور یہ ان کا فرض ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ذاکر لوگوں کو بیمار بناتے ہیں تو یہ غلط پروپیگنڈا ہوگا۔ اسی طرح پہرے دار عوام کو چوری سے بچاتا ہے، اگر کوئی چوری کا ارتکاب کر لے تو وہ اس کا چور ہونا بتاتا ہے مگر چور بھی شور مچائے گا کہ یہ پہرے دار لوگوں کو چور بناتا رہتا ہے۔

اگر تو حضرت قاضی صاحبؒ نے یزید کو مشورہ دیا تھا کہ تو یہ فسق و فجور کر اور وہ ان کے مشورہ کے بعد فسق و فجور میں مبتلا ہوتا تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ قاضی صاحبؒ نے اس کو فاسق بنایا، مگر افسوس ہے کہ آپ کو بنانے اور بتاتے کا فرق معلوم نہیں۔ یزید کو فاسق بنانے والوں میں تو سر جون بن منصور عیسائی تھا جس سے یزید نے حضرت حسینؑ کے بارہ میں مشورہ کیا تھا اور اس نے کوفہ عید اللہ بن زیاد کے سپرد کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو امام حسینؑ اور واقعہ کربلا، معتمد حافظ ظفر اللہ شفیق، صفحہ ۲۶۹ تا ۲۷۲) ششم (۱) و (ب) از صفحہ ۱۱

اس ساری بحث کا تعلق بھی تکفیر سے ہے جو ہمارا موضوع نہیں۔ حافظ ابن تیمیہ نے بدر کے بدلے کے بارہ میں یہ قول نقل کر دیا ہے کہ بدر میں حضرت علیؑ کے ہاتھوں اس کا ناقتہ اور عتبہ کا بھائی شیبہ اور اس کا ماموں ولید بن عتبہ قتل ہوئے تھے تو حضرت حسینؑ کی شہادت کے بعد اس نے اسی بدلے کا ذکر کیا تھا۔ باقی اگر ایسے الفاظ اس نے کہے تو سب لکھتے ہیں کہ یہ کفر یہ کلمات ہیں مگر چونکہ تاریخی روایات کی وجہ سے جمہور نے اس کے قبول کرنے میں احتیاط کی ہے۔

حضرت حسینؑ کا سر:

آپ نے لکھا ہے کہ حضرت حسینؑ کا سر مبارک یزید کے پاس نہیں گیا اور حافظ ابن تیمیہ کا حوالہ خارجی فتنہ سے دیا اور ابن کثیر کا بھی حوالہ دیا ہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے ابن تیمیہ کا قول نقل کیا ہے مگر ابن کثیر کی عبارت نقل کر کے فرمایا کہ ابن کثیر کی عبارت سے واضح

ہوتا ہے کہ سر کاٹنے جانے میں علماء کا اختلاف نہیں بلکہ یزید کے پاس لے جانے میں ہے اور خود ابن کثیرؒ کا رجحان اسی طرف معلوم ہوتا ہے کہ یزید کے پاس سر بھیجا گیا تھا۔ واللہ اعلم

(خارجی فتنہ، حصہ دوم، صفحہ ۳۷۹)

حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ، جلد ۸، صفحہ ۱۹۳ پر غازی بن ربیعہ جرشی حصری کی روایت یزید کے سامنے سر لانے کی نقل کی ہے اور پھر وہ شعر بھی نقل کیا ہے جس کا ترجمہ ہے کہ: "وہ تلواریں ان جوانوں کی کھوپڑیوں کو توڑ دیتی ہیں جو ہم پر گراں ہوتے ہیں اور وہ بڑے نافرمان اور ظالم تھے۔" (ابن کثیر، صفحہ ۱۹۳، جلد ۸)

پھر اگلے صفحہ پر ابن کثیرؒ نے حضرت مجاہد سے یزید کے سامنے سر جانے اور اس کے چند شعر پڑھنے کا ذکر کیا ہے، جن کے آخری شعر کا ترجمہ یہ ہے: "ہم نے تمہارے دگنے سر داروں کو قتل کیا ہے اور تم نے بدر کی کبھی کو سیدھا کیا ہے۔" اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ حضرت حسینؑ کا سر شام میں یزید کے پاس گیا یا نہیں؟ دو قولوں میں سے زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ابن زیاد نے اس سر کو یزید کے پاس بھیجا اور اس کے بارہ میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ (ابن کثیر، صفحہ ۱۹۳، جلد ۸)

یہ حوالہ حضرت قاضی صاحبؒ نے بھی خارجی فتنہ صفحہ ۳۷۹ حصہ دوم پر نقل کیا ہے۔ آپ کو ابن تیمیہ کا قول تو نظر آ گیا مگر وہیں یہ حوالہ نظر نہیں آیا کہ خارجی فتنہ کے حوالہ سے اس کو بھی نقل کر دیتے، ایک آنکھ سے دیکھنا اور دوسری کو بند کر لینا علمی خیانت ہے۔ پھر ابن کثیرؒ نے اسی صفحہ پر قاسم بن مخیت اور امام جعفر صادقؑ اور حضرت حسن بصریؑ سے بھی سر مبارک پر چھڑی مارنے کا ذکر کیا ہے اور پھر البدایہ صفحہ ۱۹۶ اور صفحہ ۱۹۷ پر پھر یزید کے سامنے سر جانے کا ذکر کیا ہے اور صفحہ ۱۹۹، جلد ۸ پر امام محمد باقرؑ کی روایت سر مبارک کو چھڑی مارنے والی ذکر کی ہے اور پھر امار اس الحسین کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں

کہ اہل تاریخ و اہل سیر کے نزدیک مشہور یہ بات ہے کہ ابن زیاد نے سر مبارک کو یزید کے پاس بھیجا تھا اور بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں اور میرے نزدیک پہلا قول ہی زیادہ مشہور ہے۔ (البدایہ والنہایہ، صفحہ ۲۰۵، جلد ۸)

پھر حضرت قاضی صاحبؒ نے یہ عنوان باندھا تھا "سرخسین یزید کے دربار میں" (مؤرخ خضریٰ) اس میں علامہ الخضرؒ کے محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ، جلد ۲، صفحہ ۲۹ سے ثابت کیا تھا کہ سر مبارک یزید کے پاس گیا تھا۔ آپ نے خط میں حضرت قاضی صاحبؒ کا حوالہ دے کر یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ حضرت قاضی صاحبؒ کا مسلک بھی تمہارے والا ہے اور آپ نے ابن کثیرؒ کی جو عبارت نقل کی ہے والصحیح انہ لم یبعثہا اس الحسین الی الشام یہ مذکورہ بالا ابن کثیرؒ کی عبارت کے خلاف ہے اور ابن کثیرؒ میں یہ عبارت ہمیں تلاش کرنے کے باوجود نہیں ملی۔ شاید غارِ مُرْمَن زانی میں چھپے ہوئے نسخے سے یہ نقل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل حق سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

چند سوالات کے جوابات

"الخیر" کے ایک قاری نے چند سوالات تحریر کر کے "الخیر" میں جواب کا مطالبہ کیا ہے۔ ان شاء اللہ ترتیب وار ان کے جواب تحریر کئے جائیں گے۔

"حضرت سید انور شاہ صاحب اور تحریف قرآن": ڈاکٹر صاحب نے داؤد ارشد غیر مقلد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ تحریف قرآن کے قائل تھے اور آگے انہوں نے فیض الباری صفحہ ۳۹۵، جلد ۳ کا حوالہ دیا ہے۔ جواباً عرض ہے: کہ ہمیشہ چور چوکیدار کا دشمن ہوتا ہے۔ حضرت سید انور شاہ صاحبؒ نے ساری زندگی قرآن و سنت کا دفاع کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن پاک کی آیات میں تحریف معنوی کی آیت ختم نبوت اور حیاتِ نبویؐ علیہ السلام پر دلالت کرنے والی آیات کے معنی بگاڑے، حضرت شاہ صاحبؒ نے "عقیدۃ الاسلام"، "اکفار الملحدین"، "خاتم النبیین" جیسی کتابیں لکھ کر اس کی تحریف معنوی کا قلع قمع کیا۔ اس لاندہب فرقے نے بھی قرآن پاک میں تحریف معنوی کی باتوں والی آیات اولیاء اللہ پر فٹ کیں۔ قرآن پاک نے خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کے ساتھ فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا تھا: ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر (الآیہ) لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم مگر انہوں نے یہود احبار اور یہان کی آیات کو ائمہ مجتہدین پر فٹ کر کے تھکید کو بدعت اور شرک وغیرہ قرار دیا اور یہ سارا کام برصغیر میں انگریز کے تسلط کے بعد ہوا تو غلامِ حق نے اس باطل فرقہ کی سرکوبی کی اور ان کی تحریفات معنویہ کی قلعی کھولی تو انہوں نے اپنی طرف

سے عوام کی توجہ بنانے کے لئے انہیں اکابرین پر تحریف لفظی کا بھی الزام لگادیا کہ یہ سب لفظی تحریف کے قائل ہیں۔ ایضاً الادلہ میں سبواً ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منکم (سورۃ نساء آیت ۸۳) کی جگہ ردوہ الی اللہ والی الرسول والی اولی الامر منکم لکھا گیا تو اس کو انہوں نے تحریف قرار دے دیا حالانکہ پہلی آیت کے پیش نظر اگر ایضاً الادلہ کے مقام کو پڑھا جائے تو ساری تقریر اسی جگہ کی ہے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایضاً الادلہ ۱۳۳۰ھ میں مطبع قاسمی سے چھپ گئی تھی۔ حضرت شیخ الہند نے ۱۳۳۵ھ میں ترجمہ قرآن لکھا جس میں یہ آیت بالکل درست چھپی، کیا اگر تحریف ہی غرض باندہ مقصد تھا تو پانچ سال بعد وہ آیت کیسے درست ہو گئی، کبھی اختلاف نسخ کو تحریف کے عنوان سے پیش کر رہے ہیں کہیں کتابت کی غلطی کو مصنف کی تحریف کہہ دیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اب یہ کتابت قرآن کی غلطیوں کو خدا تعالیٰ اور کتب حدیث کی کتابتی غلطیوں کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیں۔ (معان اللہ)

حقیقت حال:

اسی طرح حضرت سید انور شاہ صاحب کشمیری بخاری شریف کی حدیث ابن عباس: "قد حدثکم اللہ ان اهل الكتاب بدلوا ما كتب اللہ وغیروا ما یدبیرہم الكتاب یسئروا بہ نعمنا قلیلاً" تحقیق تم سے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کے نوشتہ کو بدل دیا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اپنے ہاتھوں سے تغیر کیا تا کہ اس کے ذریعہ دنیا کی قلیل پونجی کو حاصل کریں۔" کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:..... واعلم ان فی التحریف ثلاثة مذاهب ذہب جماعة الی ان التحریف فی الکتاب السماویۃ قد وقع بكل نحو فی اللفظ والمعنی جمعاً وهو الذی مال الیہ ابن حزم، وذہب جماعة الی ان التحریف قلیل، ولعل الحافظ ابن تیمیہ جنح

الیہ، وذہب جماعة الی انکار التحریف اللفظی راساً فالتحریف عندهم کلمہ معنوی، قلت: یلزم علی هذا المذهب ان یکون القرآن ایضاً محرفاً، فان التحریف المعنوی غیر قلیل فیہ ایضاً، والذی نحقق عندی ان التحریف فیہ لفظی ایضاً اما انه عن عمد منهم او لمغلطة فاللہ اعلم بہ "یعنی جان تو کہ ما کتب اللہ میں تحریف کے بارہ میں تین مذہب ہیں۔ ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ تحریف آسمانی کتابوں میں لفظوں اور معنوں میں ہر قسم کی واقع ہوئی ہے، اس مذہب کی طرف ابن حزم مائل ہوئے ہیں اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ تحریف بہت کم ہے اور شاید کہ حافظ ابن تیمیہ اس مذہب کی طرف مائل ہیں اور ایک جماعت کا مذہب تحریف لفظی کا بالکل انکار ہے تو ان کے نزدیک تحریف ساری کی ساری معنوی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی بناء پر لازم آئے گا کہ قرآن بھی محرف ہو اس لئے کہ تحریف معنوی قرآن میں بھی بہت ہے اور جو چیز میرے نزدیک محقق ہے وہ یہ ہے کہ ما کتب اللہ میں تحریف تحریف لفظی بھی ہے یا اہل کتاب کے قصد اور ارادہ کی وجہ سے یا غلطی کی وجہ سے۔"

بندہ نے حضرت شاہ صاحب کی عبارت مع بخاری شریف کے متن کے ذکر کر دی ہے اور بتا دیا کہ ان التحریف فیہ لفظی میں فیہ کی تفسیر واحد غائب کا مرجع بخاری شریف میں حضرت ابن عباس کا قول بدلوا ما کتب اللہ میں ما کتب اللہ ہے نہ کہ قرآن جیسا کہ داؤد دارشد غیر مقلد نے سمجھ لیا اور حضرت شاہ صاحب پر تحریف قرآن کے کفریہ عقیدے کا الزام لگادیا جس کی شاہ صاحب نے بھی تردید کی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا، اور اس فیہ کی تفسیر کا مرجع ما کتب اللہ اس لئے متعین ہے کہ والذی نحقق عندی سے حضرت شاہ صاحب اختلافی مذاہب مذکورہ میں قول محقق ذکر فرما رہے ہیں اور ماقبل میں اختلافی مذاہب کتب سماویہ یعنی ما کتب اللہ میں ذکر فرمائے ہیں نہ کہ قرآن پاک کے بارہ میں۔ نیز فیض

الباری کی عبارت: ... اما انه عن عمد منہم کی ضمیر غائب کا مرجع بھی اہل کتاب ہے جو بخاری میں قول ابن عباسؓ میں مذکور ہے اور فیض الباری کی عبارت میں وہ مرجع مذکور نہیں۔ داد وارشاد اور زمانہ حال کے غیر مقلد ضمیر مبہم کے مرجع میں غلط دیتے کہ عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی تحریف معنوی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ اور مسئلہ حفاظت قرآن:

حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک تو قرآن پاک کا متواتر اور محفوظ ہونا ان ضروریات دین سے ہے جن کا منکر کافر ہے۔ اسی فیض الباری میں حضرت فرماتے ہیں:

ان الایمان تصدیق بامور مخصوصة علی كونها من الدین ضرورة "یعنی ایمان امور مخصوصہ کی ان کے ضروریات دین میں سے ہونے کی بنا پر تصدیق ہے۔" (فیض الباری، صفحہ ۴۶، جلد ۱) پھر ضروریات دین کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں: والمواد

من الضرورة ما يعرف كونها من دین النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلا دلیل بان تواتر عنه واستفاض حتی وصل الی دائرة العوام وعلمہ الکواف منہم

"یعنی ضروریات دین سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے ہونا بلا دلیل معلوم ہوا، اس طرح کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ہوا اور یہاں تک پھیل جائے کہ عوام کے دائرے تک پہنچ جائے اور تمام عوام کو اس کا علم ہو جائے۔" (فیض الباری،

صفحہ ۶۹، جلد ۱) اور پھر اقسام متواتر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تواتر کی دوسری قسم تواتر من حیث الطبقة ہے جیسے قرآن پاک کا تواتر اس لئے کہ یہ قرآن روئے زمین پر مشرق و

مغرب میں درس، تلاوت و حفظ و قرأت کے اعتبار سے پھیل گیا ہے اور ہر ایک طبقے کے تمام لوگوں نے پہلے طبقے کے تمام لوگوں سے اس کو لیا ہے۔ پس یہ کسی سند معین کا محتاج نہیں کہ ان

عن ثلثاں سے اس کی سند ہو۔ (فیض الباری، صفحہ ۷۰، جلد ۱) لیجے شاہ صاحبؒ کی اسی کتاب

سے بدیہی طور پر $۳ = ۲ + ۲$ کی طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن پاک اپنے تواتر کی وجہ سے ان ضروریات دین میں داخل ہے جن کی تصدیق ایمان کے لئے ضروری ہے اور اس کے منکر کا ایمان ہی ختم ہو جاتا ہے تو حضرت کے نزدیک تو تحریف لفظی کا قائل ضروریات دین کا منکر ہو کر ایمان سے محروم ہے مگر یہ اہل اللہ سے سوہن کا نتیجہ ہے کہ ان کو ایک ضمیر مبہم کی وجہ سے قائل تحریف کہا جائے۔ نیز حضرت شاہ صاحبؒ کے شاگرد مولانا احمد رضا صاحبؒ بنوری

حضرت سید انور شاہ صاحبؒ کا ملاحظہ نقل فرماتے ہیں کہ فرمایا: "آیات قرآنی متواتر ہیں اور قرآن وحدیث جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچی ہیں اس کی وہ جانب ہیں ایک

ثبوت کی وہ سری دلالت کی، ثبوت قرآن مجید کا متواتر ہے، اگر اس تواتر کا کوئی انکار کرے تو پھر قرآن مجید کے ثبوت کی اس کے پاس کوئی صورت نہیں اور ایسے ہی جو شخص تواتر کی محنت کا

انکار کرے اس نے دین کو ڈھا دیا۔" (ملفوظات محدث کشمیری، صفحہ ۵۴) نیز حضرت شاہ

صاحبؒ فرماتے ہیں: "حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید سارا بسم اللہ سے لے کر والناس تک قطعی الثبوت ہے۔" (ملفوظات، صفحہ ۵۴) نیز فرمایا: "متواتر ات دین سے انکار کرنا

کفر مرتج ہے۔" (ملفوظات صفحہ ۵۶) ارتداد کی تعریف میں فرمایا: "ارتداد دین اسلام سے ایک مسلمان کا کفر کہہ کر یا ضروریات و متواترات دین میں سے کسی چیز کا انکار کر کے

خارج ہو جانا۔" (ملفوظات، صفحہ ۵۶) ملفوظات میں بھی حضرت شاہ صاحبؒ نے تواتر کی اقسام ذکر کی ہیں۔ دوسری قسم تواتر طبقہ کے بارہ میں فرمایا: تواتر طبقہ جب یہ معلوم نہ ہو

کہ کس نے کس سے لیا اور صرف یہی معلوم ہو کہ پچھلی نسل نے اگلی نسل سے سیکھا جیسا کہ قرآن مجید کا تواتر ہے۔" اس کے چند سطر بعد فرماتے ہیں: "ان جملہ اقسام کے تواتر کا

انکار کفر ہے، اگر متواترات کے انکار کو کفر نہ کہا جائے تو اسلام کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی، ان متواترات میں تاویل کرنا یا مطلب بگاڑنا کفر مرتج ہے۔" (ملفوظات، صفحہ ۵۷) ان

مانفوعات سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک تحریف لفظی، قرآن کے تواتر طبقہ کے خلاف ہے کفر ہے اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ اپنی مایہ ناز کتاب "اکفار الملحدين" میں قرآن پاک کے تواتر کو ذکر کر کے فرماتے ہیں: ہم آنے والی فصلوں میں زیادہ تفصیل اور تحقیق کے ساتھ ثابت کریں گے کہ ارباب حل و عقد علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ضروریات دین میں کوئی ایسی تاویل کرنا بھی کفر ہے جس سے اس کی وہ صورت باقی نہ رہے جو تواتر سے ثابت ہے اور جواب تک ہر زمانہ کے خاص و عام مسلمان سمجھتے سمجھاتے چلے آئے ہیں اور جس پر امت کا تعامل رہا ہے۔ علماء احناف تو اس پر اور اضافہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی بھی قطعی اور یقینی حکم شرعی یا عقیدہ کا انکار کفر ہے۔ (ترجمہ) اکفار الملحدين از مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی صفحہ ۷۴، ۷۵

واقعہ یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی عظمت علماء کے اذہان میں اتنی ہے کہ ان پر جرح کر کے داؤدار شد جیسے غیر مقلدین خود مجروح ہو گئے ہیں کیونکہ علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ اس بات میں ذرا شک نہیں کہ جو شخص ایسے پیشوا کے بارہ میں کلام کرے جس کی عظمت اذہان میں پختہ ہو چکی ہو اور عام رواۃ اس کی خوبیاں نقل کریں تو یہ جرح کرنے والا اپنے نفس ہی کی طرف ملامت کھینچ لائے گا۔ (قاعدہ فی الجرح والتعديل صفحہ ۵۶)

نیز فرماتے ہیں کہ: "جارج کی مفسر جرح بھی اس شخص کے حق میں قبول نہیں کی جاتی جس کی طاعات اس کے معاصی پر غالب ہوں اور اس کی مذمت کرنے والوں سے تعریف کرنے والے زائد ہوں اور اس پر جرح کرنے والوں سے اس کی صفات دینے والے زیادہ ہوں۔" (قاعدہ فی الجرح والتعديل صفحہ ۲۳)

جواب سوال نمبر ۲:

نور الانوار میں ہے کہ بعض اوقات جہالت تاسخ و منسوخ کی وجہ سے اول میں صورت

ہمارے ہاں تعارض پیش آتا ہے۔ واقع میں وہاں تعارض نہیں ہوتا تو اس صورتی تعارض کو ختم کرنے کے لئے وجود ترجیح کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس جیسی صورتیں اجتہادی ہوتی ہیں تو جہاں حدیث قرآن کے خلاف بظاہر نظر آتی ہو تو یا تو وہ حدیث صحیح نہیں ہوگی یا تعارض صرف صورتی ہوگا حقیقی نہیں ہوگا اور بعض اوقات آیت کے معنی میں دو احتمال ہوتے ہیں ایک معنی کے اعتبار سے مخالفت معلوم ہوتی ہے دوسرے معنی کے اعتبار سے مخالفت نہیں ہوتی، اسی طرح صحابہ کرامؓ کے اقوال اگر حدیث سے معارض معلوم ہوں تو وہ تعارض صورتی ہمارے عدم ظم کے اعتبار سے ہوگا نہ کہ حقیقی اور وہاں وجود ترجیح کی ضرورت ہوگی تو تجلیات مصدر میں نفی اختلاف حقیقی کی ہے اور احسن الکلام میں اختلاف صورتی کا اثبات ہے اس لئے کوئی اختلاف نہ رہا۔

جواب سوال نمبر ۲

تحقیق مسئلہ آئین مجموعہ رسائل میں شائع ہو چکا ہے۔ ادارہ خدام احناف نے اسے شائع کیا ہے۔ اس کے صفحہ ۱۱ پر یہ حدیث ہے: حضرت مغیرہ امام ثقی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جب تکبیر کہتے تو تھوڑا سا سکتہ فرماتے اور جب ولا الصالحین کہتے تو تھوڑا سا سکتہ فرماتے۔ اس سے استدلال آئین کے آہستہ ہونے پر کیا ہے کیونکہ بلند آواز سے آئین کہنا سکوت کے منافی ہے۔ اس رسالہ میں آئین بالجبر کے قائلین سے زبردست مطالبات کئے تھے کہ عملی طور پر غیر مقلدین کے دعویٰ کے تین حصے ہیں۔

۱: غیر مقلدین جب نماز اکیلے پڑھتے ہیں تو ہر نماز میں خواہ فرض، خواہ سنت یا نفل آئین آہستہ کہتے ہیں۔

۲: اگر فرض باجماعت ادا کریں تو امام اور مقتدی صرف چہرہ رکعتوں میں آئین بلند آواز سے کہتے ہیں باقی گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے کہتے ہیں۔

۳:۔۔۔ باقی تمام اذکار اور وظائف میں ہر حال میں آہستہ پڑھتے ہیں جیسے ثناء، تسبیحات رکوع اور سجود، تشہد، ورد، آخری وظائف وغیرہ۔ الغرض ان کے دعوے کے تین حصے ہیں۔ آج تک پہلے اور تیسرے حصے تو یہ زیر بحث نہیں لاتے ان کے آئین کے رسائل اس سے بالکل خالی ہیں، صرف دوسرے حصے پر یہ قلم اٹھاتے ہیں لیکن اس میں بھی چھ رکعات کی یہ کوئی تخصیص نہیں دکھاتے کہ ہمارے یہ دلائل چھ رکعات کے متعلق ہیں، باقی گیارہ رکعات اس حکم میں داخل نہیں۔ (تحقیق مسئلہ آئین مع مجموعہ رسائل، صفحہ ۱۰۰)

یہ اتنا زوردار مطالبہ تھا کہ پوری غیر مقلدیت مع داؤدار شد اس کے جواب سے عاجز تھی تو عوام کی توجہ اس سے ہٹانے کے لئے لکھ دیا کہ اس رسالہ میں ایک غلط روایت حضرت ابن مسعودؓ کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ اکبر کہتے تو تھوڑی دیر خاموش رہتے اور جب وہ ولا الضالین کہتے تو تھوڑی خاموش رہتے۔ (لغ اود بعد میں لکھا ہے کہ ایسی کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہیں یہ مولوی امین اوکاڑوی کی سید گزٹ ہے) (تحد حنفیہ، صفحہ ۶۸)

پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ گروہ کتابی غلطی کو تحریف سے تعبیر کرتا ہے۔ ولا الضالین کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سکتہ کرنا اسی رسالہ میں حضرت سرہ بن جندبؓ اور ابی بن کعبؓ سے نقل کیا ہے جس سے واضح طور پر یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے آمین نہیں کہتے تھے۔ جس روایت پر داؤد نے اعتراض کیا ہے اصل میں وہ حضرت ابراہیم کا موقف اثر تھا۔ گوجرانوالہ میں غیر مقلدین کی کتابت سے ابن مسعودؓ کی مرفوع روایت بنی ادارہ خدام احناف والوں نے اس کی تصحیح کر دی۔ تجلیات ملتان والوں نے غالباً وہ غیر مقلدین کی کتابی غلطی والے نسخہ سے حوالہ نقل کر دیا حالانکہ یہ حضرت اوکاڑوی نے پہلے رسائل کی عدم تصحیح کی بنا پر گوجرانوالہ والوں سے حقوق تمینیف لے کر مولوی جیل

لرٹن اختر کو دیئے۔ چنانچہ یہ اور کرم کا وہ خط مجموعہ رسائل جلد اول کے شروع میں شائع ہو چکا ہے اور یہ حضرت ابراہیم خفی کا اثر ابن ابی شیبہ، جلد ۱، صفحہ ۳۰۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان میں مذکور ہے جب مصنف نے خود غلطیوں کی نشاندہی کی ہے تو اب اس کو تحریف کہنا غیر مقلدیت کا ہی کرشمہ ہے۔ غیر مقلدین کی تصحیح شدہ کتب میں اس مسئلہ آئین پر حضرت اوکاڑوی نے (۷) جھوٹ تحریر کئے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں مجموعہ رسائل، صفحہ ۲۶۲، ۲۶۳ کہ ہدایہ شرح وقایہ درختار میں فقہاء کا نام لے کر جھوٹ بولے اور حافظ عبد اللہ صاحب روپڑی نے ایک آئین کی روایت نقل کر کے لکھا کہ اس حدیث کو دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اسناد اس کی اچھی ہے اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا کہ بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور کہا کہ حسن صحیح ہے۔

(امتیازی مسائل، صفحہ ۷۶)

اس پر برادر مکرّم نے لکھا تھا کہ یہ جھوٹ ہے۔ دارقطنی حاکم اور بیہقی نے اس حدیث کو روایت ہی نہیں کیا چہ جائیکہ اس کو حسن صحیح وغیرہ کہا، و نیز یہ بتایا تھا کہ نور حسین گر جاکھی اپنے رسالہ آئین بالجبر میں صفحہ ۲۲ پر سرخی لکھتے ہیں "یہود کا آمین بالجبر پر حسد کرنا" اور اس کے تحت دس نمبر دیئے ہیں جن میں سے ایک حدیث بھی صحیح نہیں اور جبر کا لفظ تو ان جھوٹی روایات میں بھی نہیں ہے۔ (مجموعہ رسائل، صفحہ ۲۶۲)

غیر مقلدوں کو یہ قرض ادا کرنا تھا یا انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ ان غلطیوں کو تسلیم کر لیتے مگر قبول حق کی بجائے کتابت کی ان غلطیوں کو تحریف کا نام دینا شروع کیا جن غلطیوں پر مصنف خود نوٹ بھی لکھ چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ خد سے بچا کر راہ حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

آپ نے داؤدارشد کے حوالہ سے حبیب الرحمن کا مدحیہ کے وضع حدیث کا حوالہ نقل کیا ہے کہ اس نے من ادرك الركوع مع الامام فقد ادرك الركعة روایت جعلی بنائی ہے۔ تو اصل مسئلہ سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ حبیب الرحمن کا مدحیہ منکر حدیث ہے جس کو خفی دیوبندی کے نام سے داؤدارشد نے عام کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس کی کتاب ”مذہبی داستانیں“ پڑھنے والے کو خوب معلوم ہے کہ اس نے بخاری و مسلم کی کتنی روایات کو جعلی قرار دیا ہے۔ اس کتاب کے حصہ نمبر ۴ میں لکھتا ہے:..... ”میں کسی ایسی روایت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں جس کا راوی کوئی سبائی ہو، خواہ اس سے بخاری روایت کرے یا مسلم کیونکہ میرے نزدیک یہ حضرات بھی انسان تھے اور انسان سے بھول چوک اور غلطی واقع ہو سکتی ہے۔“ (مذہبی داستانیں، صفحہ ۱۸، جلد ۴)

نیز لکھتا ہے:..... ”یہ بھی ذہن میں رہے کہ میں نے بخاری و مسلم پر اس طرح کبھی ایمان نہیں رکھا کہ ان کی یہ کتابیں قرآن کے برابر ہیں بلکہ میرے نزدیک ان روایات پر اس طرح نظر ڈالنی ہوگی کہ کس روایت کا راوی رافضی ہے وہ روایت خبر واحد ہے یا نہیں، اگر وہ خبر مشہور ہے تو راویوں کے الفاظ میں کیا کیا فرق ہے اور یہ کہ ابتدائی دور کے علماء نے اس راوی کو قبول کیا یا نہیں۔“ الغرض اس پر بحث ہوگی لیکن اگر خبر واحد ہے اور اس کا راوی کوئی رافضی ہے خواہ وہ حارث اعور ہو یا خالد بن خالد یا عبدالرزاق بن ہمام یا اور کوئی شیعوہ پھر تو اس کی روایت سے تو گندہ نالہ بھی ناپاک ہو جائے گا اور وہ بخاری و مسلم کے پاک کرنے سے ہرگز پاک نہ ہوگا۔ اس لحاظ سے بخاری و مسلم کو ان خبیث راویوں کی روایت سے پاک کرنا ہوگا۔ دیگر قسم کے جو راویوں پر اعتراضات ہیں ان کی حیثیت ایک جداگانہ ہے لیکن پہلے بخاری و مسلم کو اس گندہ نالہ سے پاک کر کے نکالنا ہوگا۔ میں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ بخاری و مسلم کی ہر روایت قابل قبول ہے اور نہ کبھی یہ دعویٰ کیا کہ ان کی ہر روایت قابل رد ہے۔ حاشا

و سخاوت میں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا لیکن تب بھی بخاری و مسلم کی وہ تمام روایات جن کے راوی سبائی ہوں وہ تو ہرگز ہی قابل قبول نہ ہوں گی خواہ اہل علم مجھے منکر حدیث ہی کہیں۔ یہ تو ان کا فتویٰ ہے وہ اپنے فتویٰ کے خود جواب دہ ہیں..... ان حضرات کے پروپیگنڈے سے یہ ضرور ہوا کہ اوکوں نے مجھے منکر حدیث سمجھ لیا۔ (مذہبی داستانیں، صفحہ ۱۹، ۱۸، حصہ ۴)

اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھا ہے:..... ”ایمانیات اور اعتقادات احکام دین اور امر و نواہی اور حرام حلال سے متعلق ہر چیز اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان فرمادی ہے۔ قرآن سے باہر دین کا کوئی حصہ نہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:..... انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون یعنی ہم ہی نے یہ قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں جبکہ احادیث کے لئے ایسی کوئی ضمانت نہیں۔“ (مذہبی داستانیں، صفحہ ۱۴، ۱۵، حصہ ۴)

بہر حال ایک منکر حدیث کو دیوبندی کہنا یہ بندیت پر بڑا بہتان ہے اور ایسے دھوکے اور فراڈ اس جماعت کے ضمیر میں داخل ہیں۔ محمد اشرف سلیم غیر مقلد نے مسئلہ رفع یدین پر تین لاکھ کا چیلنج شائع کیا ہے۔ اس اشتہار کی بائیں جانب ”محققین علمائے احناف کے فیصلہ کن فتوے“ کے عنوان کے تحت ستر و نام لکھ کر عام کو یہ ذہن دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ بڑے بڑے خفی بھی رفع یدین کے مسئلہ کو صحیح مان گئے ہیں۔ ان میں سب سے آخری نام حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ہے جن کے بار میں سارا عالم جانتا ہے کہ وہ حنبلی ہیں، خفی نہیں۔ ان سے پہلے مجد الدین فیروز آبادی کا نام ہے جو شافعی ہیں۔ اسی طرح نمبر ۱۴ پر محمد معین سندھی خفی کا نام لکھا ہے جو شیعہ ہے اور نمبر ۸ پر ابن عربی مالکی کا نام لکھا ہے اور نمبر ۴ پر ابوالحسن غیر مقلد کا نام لکھا ہے۔ ان تمام حضرات کو خفی بنا کر پیش کرنا انتہائی دجل و فریب ہے۔ یہی دجل و فریب داؤدارشد نے کیا ہے کہ منکر حدیث کو خفی دیوبندی لکھ دیا۔

اصل مسئلہ:.....

یہاں اصل مسئلہ یہ ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں ملنے سے رکعت مل جاتی ہے یا نہیں؟ ائمہ اربعہ بلکہ بعض غیر مقلدین کا بھی یہ مسلک ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت مل جاتی ہے۔ چنانچہ مولوی ولی محمد کوٹ کپوری غیر مقلد مولوی سعید خانہ والوی کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ جب آپ مولانا شرف الدین صاحب سے بخاری شریف پڑھا کرتے تھے تو اس وقت حدیث ابو بکرہ والی آئی تھی تو کیا آپ نے اس وقت مولوی صاحب سے یہ بات حل نہیں کروائی تھی جبکہ صحابی رسول رکوع میں شامل ہوتے تھے تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ... زادک اللہ حرصاً اللہ تیری حرص کو زیادہ کرے۔ بھلا بتائیے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کو دوبارہ رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا؟ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو سکوت فرما گئے جو کہ جواز پر وال ہے یا پھر آپ بخاری شریف میں وہ لفظ دکھائیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کہ دوبارہ رکعت پڑھیں اور وہ بخاری شریف کے کون سے صفحہ پر مرقوم ہے؟ یہ یاد رہے کہ غلطی پر نبی ہرگز سکوت نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ یہ تو ایک بکے مسلمان کی شان کے بھی خلاف ہے۔

(صحیفۃ الجمدیث، ۱۶ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ، صفحہ ۱۶)

آگے فرماتے ہیں: رکوع کی رکعت پر سکوت اس کو جائز ثابت کرتا ہے کہ رکوع پانے سے رکعت ہو سکتی ہے۔ (حوالہ بالا) اسی طرح مولوی عبداللہ ذریوی غیر مقلد لکھتے ہیں آج کل اخباروں میں رکوع کی رکعت کا مسئلہ درپیش ہے اور بڑا زور لگایا جاتا ہے کہ رکوع کی رکعت نہیں ہوتی، جب ان کے دلائل پر نظر کی جاتی ہے تو خیر سلا، سوا فاقہ خلف الامام کی حدیثیں پیش کرنے کے اور کوئی دلیل واضح پیش نہیں کی جاتی۔ پیش کریں کہاں سے جبکہ کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔ (صحیفۃ الجمدیث، یکم جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ، صفحہ ۵)

آگے فرماتے ہیں کہ:..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے: ... اذا جئتم الى الصلوة ونحن ساجدون فاسجدوا ولا تعدوا ولا تدرکوا ومن ادرك الركعة فقد ادرك الصلاة یعنی جب آدمی طرف نماز کے اور ہم سجدہ کی حالت میں ہوں تو تم سجدہ میں شامل ہو جاؤ لیکن سجدہ کو شمار نہ کرو اور جس شخص نے رکوع پایا اس نے رکعت پائی۔ (رسالہ بالا، صفحہ ۶)

پھر فرماتے ہیں: ... ماننا پڑے گا کہ من ادرك الركعة میں رکوع مراد ہے کیونکہ دارقطنی صفحہ ۱۳۲ پر صاف مدعی نبوی ہے:..... من ادرك الركعة من الصلوة فقد ادركها قبل ان يقيم الامام صلبه یعنی جس نے رکوع پایا امام کی کراٹھانے سے پہلے تو اس نے رکوع پایا۔ (رسالہ بالا، صفحہ ۶)

پھر فرماتے ہیں:۔۔۔ قبل ان يقيم الامام صلبه کی تائید صاف لغتوں میں بیہقی شریف جلد ۲، صفحہ ۸۹ پر موجود ہے۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جئتم والا امام راکع فارکعوا وان كان ساجداً فاسجدوا ولا تعدوا بالسجود اذا لم یکن مع الرکوع یعنی نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تم آدمی اور امام رکوع کی حالت میں ہو پس رکوع کرو تم اگر امام سجدہ کی حالت میں ہو پس سجدہ کرو تم اور سجدہ کو شمار نہ کرو جبکہ تم نے اس سجدہ کے ساتھ رکوع نہ پایا ہو۔ (رسالہ بالا، صفحہ ۶)

پھر فرماتے ہیں:۔۔۔ اب صحابہ کرام کے فتوؤں پر غور کریں۔ بیہقی جلد ۲، صفحہ ۹۰ میں ہے:۔۔۔ عن ابن عمرؓ انه كان يقول من ادرك الامام راکعاً فرکع قبل ان یرفع الامام راسه فقد ادرك تلك الركعة یعنی عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں جس شخص نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا اور امام کے سر اٹھانے سے پہلے جماعت میں شامل ہو گیا پس اس شخص نے یہ رکعت پائی۔ بیہقی جلد ۲، صفحہ ۹۱ میں ہے عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں

کہ جب تم اوگوں کو رکوع میں پاؤ تو دو تکبیریں کہو ایک تکبیر شروع نماز کے لئے دوسری واسطے رکوع کے، تحقیق اس نے رکعت پالی۔ (رسالہ بالا، صفحہ ۷)

پھر فرماتے ہیں:۔ ان دلائل سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ رکعت بمعنی رکوع ہے اور قبل ان یقیم الامام صلیہ یہ الفاظ بالکل صحیح اور درست ہیں۔ (حوالہ بالا)

غیر مقلدین کے یہ چند حوالے ذکر کر دیئے گئے ہیں جس سے معلوم ہو گیا کہ ان کے ہاں بھی ائمہ اربعہ کی طرح رکعت رکوع میں ملنے سے مل جاتی ہے تو اب اگر کسی نے ائمہ اربعہ کی تائید میں روایت بالمعنی کرتے ہوئے لکھ دیا کہ:۔ من ادرك الركوع مع الامام فقد ادرك الركعة تو اس میں کیا حرج ہے؟

حکم روایت بالمعنی:۔۔۔۔۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ روایت بالمعنی میں اختلاف مشہور ہے۔ اکثر علماء جواز کے قائل ہیں اور ان کی سب سے قوی دلیل غمی جاننے والے کے لئے غمیوں کے لئے غمی زبان میں شریعت کی تشریح کے جواز پر اجتماع ہے کیونکہ جب دوسری اُفت میں تبدیلی (ترجمہ) جائز ہے تو عربی اُفت میں اس کا بہ درجہ اولیٰ جواز ہو گا۔ (شرح نخبة الفکر، صفحہ ۸۴)

ابوالحسن سندھی فرماتے ہیں کہ:۔ علامہ عراقیؒ نے فرمایا کہ صحابہ کرامؓ کا ایک قسم کو مختلف الفاظ میں روایت کرنا روایت بالمعنی کے جواز کی دلیل ہے اور ابن دقیق العید نے فرمایا کہ تفسیفات سے ہمارے اجزاء اور ہماری تخریجات کی طرف نقل بالمعنی جائز ہے اور سخاویؒ نے شرح الفیہ میں کہا کہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی وجہ سے اپنی کتاب کو سات لغات پر نازل فرمایا تو کتاب اللہ کے ماسوائے میں بدرجہ اولیٰ اختلاف لفظ جائز ہے بشرطیکہ معنی میں تغیر نہ ہو اور اسی جیسا قول یحییٰ بن سعید قطان سے منقول ہے۔

(بہجة النظر، صفحہ ۱۶)

اس کے بعد زہری کا بھی اس جیسا قول نقل کر کے ابوالحسن سندھی فرماتے ہیں:

وهذا كله يدل على ان جواز الرواية بالمعنى عند هؤلاء لم يكن مقبداً بالضرورة على انه ربما يدعى ان الضرورة داعية اليه مطلقاً اذ لو لم يجوز لعسر ضبط الالفاظ وقل التحديث بها فربما ادى الى قلة نفعها بل الى فواته خصوصاً بالنسبة الى الازمنة المتأخرة (بہجة النظر، صفحہ ۱۶۸) یعنی یہ پوری کلام اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان اکابرین کے نزدیک روایت بالمعنی ضرورت کے ساتھ مقید نہیں ہے، علاوہ اس بات کے کہ بسا اوقات یہ دعویٰ کیا جاتا ہے ضرورت مطلق روایت بالمعنی کی دعوت دینے والی ہے اس لئے کہ اگر روایت بالمعنی جائز نہ ہوتی تو الفاظ کا ضبط کرنا مشکل ہوتا اور الفاظ کا بیان کرنا کم ہوتا تو یہ بات بسا اوقات احادیث کے قلعہ نفع بلکہ نفع کے فوت ہونے تک پہنچاتی، خصوصاً مؤخر زمانوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ سلف اور خلف کے اکثر گروہ جن میں سے ائمہ اربعہ بھی ہیں فرماتے ہیں کہ روایت بالمعنی تمام صورتوں میں جائز ہے جبکہ معنی کی ادائیگی یقینی ہو سکے، اس لئے کہ صحابہ کرامؓ اور اسلاف کے احوال اس کے گواہ ہیں اور اس پر دلیل صحابہ کرامؓ کا ایک قسم کو مختلف الفاظ میں روایت کرنا ہے اور اس مسئلہ میں حدیث مرفوعہ بھی آئی ہے جس کو ابن مندہ نے معرفۃ الصحابہ میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن سلیمان لیشیؒ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بے شک میں آپ سے حدیث سن کر اس کو آگے اس طرح بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا جیسا کہ میں آپ سے سنتا ہوں، اس میں کوئی حرف زائد یا کم ہو جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی حرام کو حلال اور کسی حلال کو حرام نہ کرو اور مقصد کو پا لو تو اس کی زیادتی میں کوئی حرج نہیں۔ تو یہ حدیث حضرت حسن بصریؒ کے سامنے ذکر کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو

ہم احادیث بیان کرنا چھوڑ دیتے۔ (تذریب الراوی، صفحہ ۵۸، جلد ۲)

بہیقی نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ میں اور ابو الازہر حضرت وائلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، ہم نے ان سے کہا اے ابو الاسقع! ہم سے ایسی حدیثیں بیان کریں جن کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو، اس میں کسی قسم کا وہم، زیادتی اور بھول نہ ہو تو حضرت وائلہ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی نے کچھ قرآن پڑھا ہے؟ ہم نے کہا ہاں، لیکن ہم اتنے اچھے حافظ نہیں۔ کبھی (متشابہ کے طور پر) ہم داؤد اور الف کی زیادتی اور کمی کر دیتے ہیں، تو حضرت وائلہ نے فرمایا کہ یہ قرآن تمہارے سامنے رکھا ہوا ہے تم اس کے حفظ میں کوتاہی نہیں کرتے (اس کے باوجود) تم کہتے ہو کہ ہم سے اس میں زیادتی یا کمی ہو جاتی ہے تو ان احادیث کا کیا حال ہوگا کہ جن کو ہم نے بوسکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک ہی مرتبہ سنا ہو۔ جب ہم تم تک حدیث کا مفہوم پہنچا دیں تو تمہیں کافی ہے اور مدخل میں بھی حضرت جابر بن عبد اللہ سے سند سے ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ بے شک ہم عرب قوم احادیث کو بار بار بیان کرتے ہیں تو اس میں ہم سے تقدیم تاخیر بھی ہو جاتی ہے اور شعیب بن النجاشی سے بھی سنا ذکر کیا گیا ہے کہ میں اور عبدان، حضرت حسن بصریؒ کے پاس آئے اور ہم نے کہا کہ اے ابو سعید! ایک شخص حدیث بیان کرتا ہے، اس دوران اس سے لفظی کمی یا زیادتی ہو جاتی ہے (اس کا کیا حکم ہے؟) تو حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ کذب علی النبی کا وبال اس پر ہوگا جو ارادۂ کی زیادتی کرے اور جریر بن حازم سے بھی سنا مذکور ہے کہ میں نے حضرت حسن بصریؒ سے بہت سی احادیث سنی ہیں۔ اصل مفہوم ایک ہوتا تھا اور الفاظ مختلف ہوتے تھے اور ابن عون سے سنا منقول ہے کہ حضرت حسن بصریؒ حضرت ابراہیم، امام شعیبی احادیث کو روایت بالمعنی کرتے تھے۔

(تذریب الراوی، صفحہ ۵۹، ۵۸، جلد ۲)

نیز علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ بیہقی نے ابو اویس سے سنا نقل کیا ہے کہ ہم نے زہریؒ سے حدیث میں (لفظی) تقدیم و تاخیر کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب یہ (متشابہ کے طور پر) قرآن میں ناجائز نہیں تو حدیث میں کیسے ناجائز ہوگی، جب تو مفہوم حدیث کو بیان کر دے اور کسی حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہ کرے تو کوئی حرج نہیں اور سفیان سے بھی سنا نقل ہے کہ عمرو بن دینار حدیث کی روایت بالمعنی کرتے تھے اور حضرت وکیعؒ سے بھی سنا منقول ہے کہ اگر روایت بالمعنی میں وسعت نہ ہوتی تو لوگ بے باک ہو جاتے۔ (تذریب الراوی، صفحہ ۵۹، جلد ۲)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ سلفاً خلفاً حدیث کی روایت بالمعنی چلی آ رہی ہے، اگرچہ بہتر یہی ہے کہ روایت باللفظ ہو اور روایت بالمعنی کی کچھ شرائط بھی ہیں اور بعض حضرات نے اس میں کچھ تفصیل بھی کی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے روایت بالمعنی جائز ہے نہ اوروں کے لئے یا الفاظ یاد ہونے کی شرط کے ساتھ روایت بالمعنی جائز ہے تاکہ اس معنی میں تصرف پر صحیح قدرت ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر الفاظ بھول گئے ہوں تو ضرورتاً روایت بالمعنی کر سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر آج تک کسی نے روایت بالمعنی کو وضع حدیث قرار نہیں دیا تھا۔ یہ نصیب داؤد ارشد اور آج کل کے غیر مقلدین ہی کا ہے کہ روایت بالمعنی کو جھوٹی اور جعلی حدیث قرار دیتے ہیں اور خاص الفاظ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اب ہم اس انتظار میں ہیں کہ داؤد ارشد کب جہور سلف خلف کو روایت بالمعنی کی وجہ سے جعلی حدیثیں گھڑنے والے قرار دے کر حضرت عبد اللہ بن سلیمان لکھنویؒ، حضرت وائلہ بن الاسقعؒ، جابر بن عبد اللہؒ، حضرت حذیفہؓ، اور حضرت حسن بصریؒ، ابن شہاب زہریؒ، عمرو بن دینارؒ اور حضرت وکیعؒ رحمہم اللہ کے خلاف اشتہار شائع کرے گا کہ یہ سارے لوگ روایت بالمعنی کر کے جعلی حدیثیں بنایا کرتے تھے۔

یہ تمام بحث ہم نے غیر مقلدین کی اصولی غلطی کو واضح کرنے کے لئے عرض کر دی ہے ورنہ حبیب الرحمن کا نہ حلوٰی کے بارہ میں ہم نے پہلے عرض کر دیا ہے کہ وہ منکر حدیث اور ترک تقلید کا قائل ہے اور اس کی صفائی دینا ہمارا مقصد نہیں۔

علامہ کشمیری حضرت سید انور شاہ صاحب پر بھی لفظی گرفت مبارکپوری نے کی تھی کہ حضرت علیؑ کی ان الفاظ کے ساتھ حدیث نہ ابو داؤد میں ہے اور نہ حدیث کی کسی اور کتاب میں ہے، ان الفاظ سے اس حدیث کا ابو داؤد یا حدیث کی کسی اور کتاب میں ثابت کرنا ضروری ہے۔ (تحفۃ الاحوذی)

معلوم ہوا کہ یہاں بھی صرف الفاظ کا مطالبہ ہے اور روایت باللفظی کا انکار نہیں، مبارکپوری نے تو صرف یہی الفاظ پر اعتراض کیا تھا مگر داؤد و ارشد نے اس کو موضوع اور گھڑی ہوئی روایت قرار دے دیا۔ اس کی جرأت مبارکپوری کو بھی نہیں ہوئی تھی۔ یہ حدیث کنز العمال میں ان الفاظ کے ساتھ ہے: عن علیؑ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الضحیٰ حین کانت الشمس من المشرق فی مکانہا من المغرب صلوۃ العصر (کنز العمال، صفحہ ۱۸۷، جلد ۸)

اللہ تعالیٰ اہل علم سے بدگمانی اور ان پر بدزبانی سے محفوظ رکھیں اور اہل سنت والجماعت سے ہمیشہ وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

مولانا حبیب اللہ صاحب ڈیروی مدظلہ پر اعتراض:

دور حاضر کے غیر مقلدین نے جن فروعی مسائل کو اصولی مسائل کا درجہ دے کر عوام میں سر پھنول کروائی ہوئی ہے، ان میں سے ایک رکوع کو جانے اور رکوع سے سر اٹھانے اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا مسئلہ ہے۔ ان علاقوں میں جب سے اسلام آیا اس وقت سے ترک رفع یدین والی نماز پڑھی جاتی تھی۔ انگریز کے ہندوستان پر تسلط کے بعد

جس طرح دوسرے مسائل میں اختلاف چلا اس مسئلہ رفع یدین کو مردہ سنت سمجھ کر زندہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ ابو یحییٰ خان نوشہروی غیر مقلد کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلے ہندوستان میں رفع یدین محمد یوسف پشنر نے امرتسر شہر میں ۱۸۶۰ء میں کی جس کی وجہ سے وہاں انتشار ہوا۔ یہ شخص انگریز کا ملازم تھا اور بقول مولوی محمد حسین بنالوی یہ بعد میں مرزائی ہو گیا تھا۔ اس شخص کا تعلق نہ کسی شافعی یا حنبلی سے تھا اور نہ ہی یہ کہیں سفر حرمین شریفین سے اس رفع یدین کو لایا تھا بلکہ خود لکھتا ہے کہ میں نے مشکوٰۃ کا اردو ترجمہ مظاہر حق دیکھ کر یہ کام شروع کیا تھا اور بقول اس محمد یوسف کے میاں نذیر حسین دہلوی کو بھی اسی نے رفع یدین کی ترغیب دی تھی اور پھر ان کے شاگردوں کے ذریعہ یہ سارے ہندوستان میں پھیل گئی اور گھر گھر جھگڑے شروع ہو گئے اور آج تک یہ انگریزی رفع یدین مسلمانوں میں تفریق کا سبب بنی ہوئی ہے۔ کبھی متواتر ترک رفع یدین والی نماز بدعت، گمراہی اور اس کا انجام جہنم بتایا جاتا ہے اور کبھی ترک رفع یدین کو فتنہ اور تارک کو مخایب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دروناک عذاب میں پڑنے والے اور ان کے عمل کو برباد کیا جاتا ہے۔

(ملاحظہ ہو جزاء رفع یدین خالد گھرجا کھی، صفحہ ۷)

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری لکھتے ہیں کہ اگر تو اتنی صریح اور صحیح احادیث کے بعد بھی رفع یدین کو سنت نہیں مانتا تو احادیث رسول کا منکر ٹھہرتا ہے، اگر سنت مان کر پر واہ نہیں کرتا تو اللہ اور اس کے رسول کی لعنت کا مستحق ٹھہرتا ہے جو تارک سنت پر رستی رہتی ہے۔

(رسائل بہاولپوری، صفحہ ۳۱۷)

آگے فرماتے ہیں کہ نبی کی اطاعت نبی کی سنت پر چلنے میں ہے، جتنی سنتیں چھوٹی جائیں گی اتنا اسلام گھٹتا جائے گا اور بالآخر بالکل ختم ہو جائے گا جیسا کہ آج کل نظر آ رہا ہے۔

(رسائل بہاولپوری، صفحہ ۳۱۹)

نیز پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:۔ خدا خوف خفیوں کو اب سوچنا چاہئے کہ جو رفیع یدین کو جو شفت رسول ہے اور قطعاً منسوخ نہیں صرف خفی ہونے کی وجہ سے ترک کئے ہوئے ہیں تو کیا یہ خفیت ان کو اللہ اور اس کے رسول کی اہانت سے بچالے گی۔ کیا ان کو اللہ اور اس کے رسول کی اہانت سے ڈر نہیں لگتا جو رفیع یدین والی اہم اور دائمی شفت کے صرف تارک ہی نہیں بلکہ مخالف بھی ہیں۔ (رسائل بہاد پوری، صفحہ ۸۱)

اسی طرح نور حسین گھر جاکھی غیر مقلد نے قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین صفحہ ۳ پر:۔ قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین آیت کا ترجمہ کر کے رفیع یدین سے اعراض کرنے والوں کو کافر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور پھر لکھا ہے:۔

یہی فیصلہ ہے کتاب بدئی کا

مخالف نبی کا ہے دشمن خدا کا

گو یا رفیع یدین کا منکر نبی اقدس کا مخالف اور خدا کا دشمن ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ من اقلدی ہی لہو منی ومن دغب عن سننی فلیس منی جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ میری امت سے ہے اور جو شخص میری سنت سے روگردانی کرتا ہے وہ میری امت سے خارج ہے۔ (قرۃ العینین، صفحہ ۳)

گو یا رفیع یدین کی شفت پر عمل نہ کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے خارج ہیں۔ نیز لکھتے ہیں:۔ فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنہ او یصیبہم عذاب البیم (سورۃ النور، پارہ ۱۸) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ ہمارے رسول کے حکم اور طریقہ کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس بات کا خوف کرنا چاہئے کہ کہیں ان کو کوئی بلا یا دردناک عذاب نہ پہنچ جائے۔ (قرۃ العینین، صفحہ ۳)

یعنی رفع یدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے، اس کے تارک حکم رسول کے مخالف اور فتنہ اور عذاب الیم کے مستحق ہیں اور اسی رسالہ کے صفحہ ۳ پر ابن خزیمہ سے نقل کیا ہے کہ جس نے نماز میں رفع الیدین چھوڑ دی وہ نماز کے رکن کا تارک ہے۔

نیز یکی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ رفیع یدین شفت مؤکدہ بلکہ واجب ہے اور اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتا (کتاب میں لفظ جاتا ہی ہے از ناقل) ہے (قرۃ العینین، صفحہ ۶۹) اسی طرح خالد گھر جاکھی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ مجھے علم ہے کہ ایک بھی صحیح حدیث سے عدم رفع ثابت نہیں ہے، نہ ہی کسی صحابی کا بعد صحیح بغیر رفع یدین کے نماز پڑھنا ثابت ہے تو جب مجھے اس کا علم ہوا تو میں اگر نہ کروں تو منکر رسول بننا ہوں جس کے لئے قرآن کا فیصلہ ہے:۔ ومن یشاقق الرسول کہ جو بھی علم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (حدیث اور غیر المحدث، صفحہ ۷)

غیر مقلدین کی ان جیسی بے اعتدالیوں کے پیش نظر مولانا حبیب اللہ صاحب ڈیروی مدظلہ نے ایک کتاب نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح لکھی جس میں اس علاقے کی متواتر ترک رفع یدین والی نماز کو صحیح ثابت کیا اور بتایا کہ سبکی کا نماز باطل ہونے والا قول نور حسین نے بے موقع رکوع والی نماز پر فٹ کیا ہے اور نووی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ رفع یدین کسی مقام میں بھی واجب نہیں۔ (نور الصباح، صفحہ ۲۱) اور اس بات کو صفحہ ۲۰ تا ۲۳ دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ غیر مقلدین کا غلو ہے۔ پھر غیر مقلدین کا یہ دوسرہ کہ رکوع کی رفع یدین پچاس صحابہ سے منقول ہے۔ مولانا حبیب اللہ صاحب نے شوکانی غیر مقلد علامہ زبلی، شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد اور امیر ایمانی غیر مقلد کے حوالوں سے ثابت کیا کہ یہ رفع یدین تکبیر تحریمہ والی ہے۔

(ملاحظہ ہو نور الصباح، صفحہ ۲۳، ۲۵)

نیز مولانا ڈیرہ دی نے ابن حزم، علامہ احمد شاکر، مولوی عطاء اللہ حنیف، محمد خلیل ہراس، علامہ شعیب الارناؤٹ اور محمد زبیر الشاوش جیسے غیر مقلدین کے بزرگوں سے ترک رفع یدین والی حدیث کی صحت کو دلائل سے ثابت کیا اور مرزا حیرت کا یہ قول بھی نقل کیا کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص رفع یدین نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور اس کو انصاف والا فیصلہ فرماتے تھے۔ (خلاصہ نور العباب، صفحہ ۲۶، ۲۷)

پھر بڑے بڑے محدثین و فقہاء سے ترک رفع یدین والا مسلک نقل کیا، بلکہ یہ ثابت کیا کہ ۱۹۴ھ سے پہلے ایک فقیہ بھی رفع یدین نہیں کرتا تھا اور اہل کوفہ (جہاں بقول جلی پندرہ سو صحابہ مستغل رہائش پذیر تھے اور حضرت علی کرم کا در الخلفا تھا) (ناقل) کا ترک رفع یدین پر اجماع نقل کیا۔ (نور العباب، صفحہ ۳۶۳) اور یہ بھی ثابت کیا کہ امام مالک متوفی ۱۷۹ھ نہ خود رفع یدین کرتے تھے اور نہ ان کے زمانے میں مدینہ میں رفع یدین ہوتی تھی۔ (نور العباب، صفحہ ۳۸، ۳۹)

پھر نور العباب میں صفحہ ۵۳ سے صفحہ ۱۶۹ تک ۱۹ مرفوع روایات سے اور صفحہ ۱۶۹ سے صفحہ ۱۸۹ تک صحابہ کرام کے ترک رفع یدین کے آثار نقل کئے ہیں جنہیں صفحہ ۷۰ پر صحابہ کرام کا ترک رفع یدین پر اجماع نقل کیا اور صفحہ ۱۸۹ سے لے کر صفحہ ۲۴۴ تک غیر مقلدین کے دلائل کا جواب نقل کیا تھا۔

بہر حال اس کتاب نور العباب سے عوام کے اکثر مغالطات دور ہوئے اور ان کو اپنی نماز کے بارہ میں اطمینان قلبی حاصل ہوا۔ اس کتاب کی انادیت سے خوفزدہ ہو کر غیر مقلدین نے عوام کو اس کتاب سے متنفر کرنے کے لئے لکھ دیا کہ اس کے صفحہ ۲۱۹ پر ایک جعلی روایت بنا ڈالی ہے جس کا وجود کتب احادیث میں قطعاً نہیں پایا جاتا۔ وہ یہ کہ امام ابوحنیفہؒ نے ترک رفع یدین والی نماز اپنے استاد حماد وغیرہ سے سیکھی ہے۔ انہوں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے اور انہوں نے حضرت اسود اور عاتقؒ سے اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے اور انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور انہوں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اور حضرت جبریل

ماہ السلام خدا تعالیٰ سے لے کر آیا۔ فلینذا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ نماز میں رفع یدین نہ کیا کر دے۔ (تحفہ حنفیہ صفحہ ۷۰) یہ خلاصہ ہے اور ارشد کے اعتراض کا تا کہ لوگ اس کتاب سے متنفر ہو جائیں۔

حقیقت حال:

ہم حقیقت حال واضح کرنے کے لئے عوام کے سامنے نور العباب کی عبارت باعظمت درج کرتے ہیں:۔۔۔ (تنبیہ) مولوی نور حسین صاحب گھر جا کھی غیر مقلد اپنے رسالہ قرۃ العینین صفحہ ۱۱ میں عنوان قائم کرتے ہیں۔ دوسری حدیث صدیق اکبرؓ پھر آگے لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے:۔۔۔۔۔ ابن جریج رفع یدین کرتے تھے، امام عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ ابن جریج نے نماز عطاء سے سیکھی ہے اور عطاء نے حضرت ابن زبیرؓ سے اور انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور انہوں نے جبریل علیہ السلام سے اور حضرت جبریل علیہ السلام خدا سے لے کر آیا۔ (تنبیہ، صفحہ ۷۰، جلد ۲)

گھر جا کھی صاحب نے اس کو حدیث سمجھ کر اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے، حالانکہ یہ امام عبدالرزاق کا قول ہے۔ چنانچہ خود گھر جا کھی صاحب لکھتے ہیں کہ امام عبدالرزاق فرماتے ہیں اور حافظ عنایت اللہ صاحب اثری گجراتی غیر مقلد منکر مجزات نے اپنے رسالہ زیہ الصلوٰۃ، صفحہ ۶ میں اسے عبدالرزاق کا قول کہا ہے۔ اگر اسی کا نام حدیث ہے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ترک رفع یدین والی نماز اپنے استاد حماد وغیرہ سے سیکھی ہے اور انہوں نے ابراہیم نخعیؒ سے۔ (لح) (نور العباب، صفحہ ۲۱۹)

قارئین کرام! خط کشیدہ الفاظ کو پڑھیں کہ مولانا ایسے استدلال کو جہالت قرار دے رہے ہیں اور یہ کہ گھر جا کھی صاحب نے قول عبدالرزاق کو حدیث بنا دیا، پھر اگر اسی کا نام حدیث ہے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان الفاظ سے گھر جا کھی صاحب کو الزام دینا ہے کہ اگر ہمارے اس قول کو وہ حدیث نہیں مانتے تو عبدالرزاق کے قول کو کیوں حدیث بنا دیا،

یعنی جس طرح یہ جاہلانہ استدلال ہے اسی طرح گھر جا کھی صاحب کا بھی جاہلانہ استدلال ہے۔ داؤد ارشد نے پوری عبارت پیش نہیں کی اور الزامی جواب کو ان کی تحقیق بنا کر جعلی حدیث گھڑنے کا الزام دے دیا، اگر اسی کا نام حدیث گھڑنا ہے تو حقیقتاً یہ اعتراض نور حسین گھر جا کھی پر ہوتا تھا کہ انہوں نے اس کو تحقیق کے طور پر پیش کیا ہے مگر اس کی طرف سے توبہ بنا کر اس کا کیا کرایا مولانا حبیب اللہ صاحب ذیروی مدظلہ کے گلے میں ڈال دیا تاکہ ان کی کتاب کا افادہ رک جائے، لیکن ان شاء اللہ۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجایا نہ جائے گا

ازالہ الرین کی عبارت بھی اسی طرح کی الزامی ہے۔

ننگے سر نماز کا مسئلہ:

جن چیزوں کو غیر مقلدین نے آج کل اپنا شعار بنا رکھا ہے ان میں سے ایک ننگے سر نماز ہے، حالانکہ حدیث پاک میں ہے کہ گھڑی کے ساتھ دو رکعتیں بغیر گھڑی کے ستر رکعت سے افضل ہیں۔ (کنز العمال، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۵) ایک روایت میں ہے نفل یا فرض نماز گھڑی کے ساتھ بغیر گھڑی کے پچیس نمازوں کے برابر ہے اور گھڑی کے ساتھ جمعہ بغیر گھڑی کے ستر جمعوں کے برابر ہے۔ (کنز العمال، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۵) نیز فرمایا کہ تم مسجدوں میں خود اتار کر اور کپڑا اڑھ کر آؤ۔ (کنز العمال، صفحہ ۱۳۳) حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کی قوم گھڑی اور ٹوپی پر سجدہ کرتی تھی۔ (بخاری، صفحہ ۵۶)

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ گھڑی کے بیچ پر سجدہ مکروہ ہے یا نہیں۔ امام بخاری کے استاد ابن ابی شیبہؒ نے پہلے عدم کراہت کا باب باندھا ہے اور اس میں عبد الرحمن بن یزید، حمید بن المسیب، حضرت حسن بصری، حضرت بکر، حضرت کمال، امام زہری، ابن ابی اوفی، رحمہم اللہ سے جواز کی روایات نقل کی ہیں اور پھر اس کے بعد کراہت کا باب باندھا ہے اور

درج ذیل روایات نقل کی ہیں۔

۱: ... حضرت عبادہ بن صامتؓ جب نماز کی طرف کھڑے ہوتے تو اپنی پیشانی سے گھڑی کو بٹالیتے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۰۰، جلد ۱)

۲: ... حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو گھڑی کو پیشانی سے بٹالے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۰۰، جلد ۱)

۳: ... حضرت ابن عمرؓ اپنی گھڑی کے بیچ پر سجدہ نہیں فرماتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۰۰، جلد ۱)

۴: ... محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میرے سر میں زخم ہو گیا، میں نے حضرت ابو عبیدہؓ سے مسئلہ پوچھا کہ کیا میں اس پٹی پر سجدہ کر لوں تو انہوں نے فرمایا نہیں۔

۵: ... عیاض بن عبد اللہ قرشیؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی گھڑی کے بیچ پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو اپنی پیشانی کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اپنی گھڑی کو اونچا کر لے۔

۶: ... حضرت ابراہیم نخعیؒ گھڑی باندھنے والے کے لئے پسند کرتے تھے کہ وہ اپنی گھڑی کے بیچ کو اپنی پیشانی سے بٹالے۔

۷: ... محمد بن سیرینؒ گھڑی کے بیچ پر سجدہ کو مکروہ سمجھتے تھے۔

۸: ... حضرت عروہؒ گھڑی باندھنے والے کے بارہ میں فرماتے تھے کہ وہ اپنی پیشانی کو زمین پر ٹکائے۔

۹: ... حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ایک شخص کو (انکار کے طور پر) فرمایا کہ شاید تو ان لوگوں میں سے ہے جو گھڑی کے بیچ پر سجدہ کرتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۰۱، ۳۰۰، جلد ۱)

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں ننگے سر نماز پڑھنے کا رواج نہیں

تھا، البتہ پکڑی کے بیچ پر سجدہ کرنے میں اختلاف تھا کہ یہ عمل مکروہ ہے یا نہیں اور عام حالات میں بھی نیگے سر پھرنے کا رواج نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ سے ہمکنار ہوئے تو ان کے سر پر ان کی ٹوپی تھی۔ (ترمذی شریف، صفحہ ۳۰۴، جلد ۱)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سیاہ پکڑی تھی۔ (ترمذی شریف، صفحہ ۳۰۴، جلد ۱) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب پکڑی باندھتے تو (شملہ) کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔ (ترمذی، صلی ۳۰۴، جلد ۱) حضرت ابن عمرؓ اور قاسم بن محمد اور سالم بھی اسی طرح شملہ لٹکاتے تھے۔ (ترمذی، صفحہ ۳۰۴، جلد ۱) ابو کبشہ انصاری کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی ٹوپیاں گول اور سروں سے چمکی ہوتی تھیں۔ (ترمذی، صفحہ ۳۰۸، جلد ۱) حضرت رکانہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، فرماتے تھے کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان (ظاہری) فرق ٹوپوں پر پکڑیاں باندھنا ہے۔ (ترمذی، صفحہ ۳۰۸) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اوگوں کو خطبہ دیا اس حال میں کہ آپ پر تیل سے آلودہ کپڑا تھا۔ (شمائل ترمذی، صفحہ ۸) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اکثر سر پر کپڑا رکھتے تھے، گویا آپ کا کپڑا تیلی کا کپڑا ہے۔ (شمائل ترمذی، صفحہ ۸)

ان روایات اور ان جیسی بہت سی اور روایات سے سر و ہاٹنے کا مسئلہ معلوم ہوتا ہے اور پوری امت ان روایات پر عمل کرتی تھی حتیٰ کہ غیر مقلدین کے اکابر مولوی اسماعیل سلفی (فتاویٰ علمائے حدیث صفحہ ۲۸۸، جلد ۴) داؤد غزنوی، میاں نذیر حسین، موادی ثناء اللہ، مولوی شرف الدین، موادی عبدالغفار سلفی، عبدالمجید سوہدروی وغیرہ بھی نیگے سر نماز کو ناپسند کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۸۱، جلد ۱، فتاویٰ نذر، صفحہ ۱۳۰، جلد ۱، فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۵۲۵، جلد ۱، صفحہ ۵۲۳، جلد ۱، فتاویٰ ستاریہ، صفحہ ۵۹، جلد ۳)

تحفہ اہلحدیث:

مولانا محمد اسماعیل صاحب محمدی نے تحفہ الہمدیث میں ایک مندی غیر مقلد سے رکالہ کی صورت میں اس مسئلہ کو شائع کر دیا۔ تو بجائے اس کے کہ غیر مقلدین اپنے غوام کو سر و ہاٹنے کی ہدایت کرتے داؤد ارشد نے بخاری سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کی روایت ذکر کر دی اور یہ نہیں بتایا کہ محمد بن المنکدر نے اعتراض کیا کہ یہ آپ کیسے نماز پڑھ رہے ہیں اور بخاری صفحہ ۵۲ کی روایت کہ کیا تم میں سے ہر ایک کے لئے دو کپڑے ہیں، سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت عذر کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ پھر بخاری صفحہ ۵۳ پر حضرت عمرؓ کا حکم ہے کہ جب اللہ نے وسعت دے دی تو تم بھی وسعت پیدا کرو اور امام بخاریؒ نے باب وجوب الصلوۃ فی الثیاب باندھا ہے۔ (بخاری، صفحہ ۵۱) اور حضرت حسنؓ کا قول (صلوۃ) فی الثیاب اور زہریؓ کا قول یلبس من لیاب الیمن (بخاری، صفحہ ۵۲) جمع کے الفاظ ذکر کئے ہیں اور جمع کا اطلاق تین سے کم پر نہیں ہوتا، پھر اگر ایک کپڑے سے سر کا ننگا ہونا ثابت ہوتا ہے تو باب فی کم تلتی المرأة میں حضرت نکرہ کا فرمان کہ لو وارت جسدھا فی ثوب جاز کہ عورت اگر اپنے جسم کو ایک کپڑے میں چھپالے تو (نماز) جائز ہے۔ (بخاری، صفحہ ۵۲، جلد ۱) کا مطلب غیر مقلدین کے نزدیک یہی ہوگا کہ عورت نیگے سر نماز پڑھا کرے۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں۔ آمین!

تحفہ الہمدیث میں مولانا محمد اسماعیل صاحب نے مشکوٰۃ شریف کے حوالہ سے یہ لکھ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو نیگے سر آدمی کے سلام کا جواب تک نہیں دیتے اور جب مسخ فرماتے ہیں تو ایک ہاتھ سے عمامہ مبارک کو معمولی اوپر اٹھاتے ہیں اور ایک ہاتھ سے مسخ فرماتے ہیں۔ اتنی دیر تک بھی نیگے سر رہنا پسند نہیں فرماتے کہ عمامہ کو اتار کر نیچے رکھ دیں اور مسخ فرمالیں اور امتی ہمیشہ نیگے سر نماز پڑھیں، اکثر گلیوں، بازاروں میں نیگے سر پھریں اور

کہا میں الحمد للہ۔ (تخفہ الجندی، صفحہ ۱۳)

بات تو مولانا کی بڑی مضبوط تھی، چاہئے تو یہ تھا کہ اس نصیحت کو قبول کر کے فیہ مقلدین ننگے سر پھرنے کی عادت ترک کر دیتے مگر ہوا یہ کہ داؤدار شد صاحب نے اس پر وضع احادیث کا عنوان باندھا اور لکھا کہ مولوی اسماعیل نے ایک صد سے کم صفحات کی کتاب تخفہ الجندی میں تحریر کی، اس کے ایک صفحہ میں دو روایات وضع کی ہیں۔ (تخفہ حنفیہ، صفحہ ۶۶)

اس کے بعد لکھتے ہیں یہ دونوں روایات مولوی ابوبال اسماعیل کی وضع کردہ ہیں۔ مشکوٰۃ تو کجا پورے ذخیرہ احادیث میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ (تخفہ حنفیہ، صفحہ ۶۶) پھر فرماتے ہیں کتب احادیث میں ان کا قطعاً کوئی وجود نہیں اور سینہ گزٹ روایات کا کوئی وجود نہیں ہوا کرتا۔ ہم آج بھی اپنے دین و ایمان کی خشکی اور خدا داد فراست کو بروئے کار لا کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ مولوی اسماعیل کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء ہے۔ (تخفہ حنفیہ، ۶۷، ۶۸) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کا عنوان دے کر لکھتے ہیں "اولاً" مشکوٰۃ کو ہم نے دیکھ لیا ہے اس میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جو آپ نے ذکر کی ہے۔ دوسری حدیث جو آپ نے ذکر کی ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ اس کا حوالہ دو کیونکہ ہمیں ایسی کوئی حدیث نہیں ملی۔ میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ بھی آپ نے جھوٹ بولا ہے۔ الغرض آپ نے یہ کذبات بول کر کاذب آل دیوبند میں مزید وافتراء علی الرسول کا اضافہ کیا ہے۔

(تخفہ حنفیہ، صفحہ ۱۳۷)

نوٹ:..... قارئین کرام کو اندازہ ہو رہا ہو گا کہ داؤدار شد کے غبارہ سے ہوا نکلتی جا

رہی ہے۔ پہلے قطعی حکم لگایا تھا کہ دو روایات وضع کی ہیں۔ (صفحہ ۶۶) اب فرماتے ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ بھی آپ نے جھوٹ بولا ہے۔ کسی نے سچ کہا کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ: "ہاں مؤلف تخفہ الجندی نے یہ کر دیا کہ اپنی طرف سے ایک حدیث بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی۔" (تخفہ حنفیہ، صفحہ ۱۵۱)

معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پہنچ کر ان کا غالب گمان یقین سے تبدیل ہو گیا ہے کہ دوسری حدیث ذخیرہ احادیث میں موجود ہے۔ مگر واضح طور پر انہیں حق نہیں کرتے کہ دو حدیثوں میں سے ایک حدیث مجھے مل گئی ہے اور رجوع الی الحق کو غار سمجھ کر تار کو ترجیح دے رہے ہیں۔ پھر پہلی حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ: "مشکوٰۃ کتاب اللباس میں ترمذی اور ابوداؤد کے حوالے سے ایک روایت ہے کہ:..... مرد رجل وعلیہ ثوبان احمران فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یرد علیہ یعنی ایک آدمی گزرا اور اس کے اوپر دوسری رنگ کے کپڑے تھے، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ علیہ السلام نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔" (مشکوٰۃ، صفحہ ۱۳۷، جلد ۲، الحمد للہ، صفحہ ۳۵۳)

(تخفہ حنفیہ، صفحہ ۱۳۸)

معلوم ہوتا ہے کہ پہلی حدیث کے بارہ میں بھی داؤدار شد کو یہ بات کھٹک گئی ہے کہ مولانا اسماعیل صاحب کا مستدل یہ روایت بن سکتی ہے کیونکہ عرف میں دو کپڑوں سے فراد قیض اور شلوار یا قیض اور تہبند ہوتے ہیں۔ لامحالہ اس شخص کا سر ننگا ہو گا اور سر ننگا ہونے کا احتمال تو بہر حال ہے اور حدیث میں سلام کے جواب نہ دینے کا واضح طور پر ذکر ہے تو جب اس حدیث کے مولانا محمد اسماعیل صاحب محمدی کے مستدل ہونے کا احتمال ہے تو اب یہ تمام قسم کے الزامات ختم ہو جاتے تھے مگر داؤدار شد صاحب اس استدلال پر مٹی ڈالنے کے لئے فرماتے ہیں، دیکھئے اس حدیث میں ترک سلام سرخ لباس پہننے کی وجہ بیان کیا گیا مگر مؤلف تخفہ الجندی کو جھوٹ کی اتنی کثرت سے عادت پڑ چکی ہے کہ اس نے اس روایت میں بھی تقلیدی آری چلا کر متن روایت میں رد و بدل کر دیا ہے۔ (تخفہ حنفیہ، صفحہ ۱۳۵)

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں کہ پہلے تو بڑے زور شور سے دعویٰ کیا تھا

کہ پورے ذخیرہ احادیث میں انہیں کوئی روایت نہیں ملی۔ اب کہتے ہیں کہ متن تبدیل کر دیا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے کون سا متن ذکر کیا ہے۔ انہوں

نے سرنگہ ہونے کے مفہوم کو ذکر کیا ہے اور ترک سلام کی یہ وجہ بیان فرمادی آپ نے ترک سلام کی وجہ سرخ لباس پہننا ذکر کر دیا، حدیث پاک میں ترک سلام کی کوئی وجہ ذکر نہیں فرمائی گئی۔ یہ سب امتیوں کی فہم ہے ورنہ داؤد ارشد صاحب کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے یہ ثابت کریں کہ اس عدم جواب کی علت صرف سرخ رنگ کا پہننا ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی علت نہیں۔ محدثین کے ابواب ان کی ذاتی رائے ہے، ان کی تقلید کرنا غیر مقلدین کے ہاں شرک ہے۔ پھر اگر ترک سلام کی علت ننگے سر کو بیان کرنا متین روایت میں رد و بدل ہے تو یہ داؤد ارشد کا سرخ رنگ کو علت بنا کر یہ کہنا کہ:..... "اس حدیث میں ترک سلام سرخ لباس پہننے کی وجہ سے بیان کیا گیا ہے۔" یہ متین میں رد و بدل نہیں۔ داؤد ارشد صاحب اپنے ذکر کردہ متن پر بھی نظر دوڑائیں (مرد جل وعلیہ لبان احمران فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یرد علیہ) اس میں کون سے الفاظ ہیں کہ جن میں ترک سلام سرخ لباس کی وجہ سے ذکر کیا گیا ہے، اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو وہ ساری کی ساری گردان جو مولانا محمد اسماعیل صاحب پر پڑھی ہے وہ اپنے اوپر پڑھ لیں کہ میں نے بھی یہ حدیث وضع کی ہے اور متن میں رد و بدل کیا ہے، وغیرہ۔

اصل بات:..... یہ ہے کہ اس حدیث کے تحت ملا علی قاری وغیرہ نے یہ تشریحی نوٹ لکھا تھا کہ یہ صریح دلیل ہے آدمیوں کے لئے سرخ لباس کے حرام ہونے کی اور اس بات کی بھی صریح دلیل ہے کہ منہی عنہ کا حلیہ سلام میں ارتکاب کرنے والا جواب اور سلام کا مستحق نہیں ہے۔ (مرقات، صفحہ ۲۵۷، جلد ۸) داؤد ارشد نے اس اُمتی کی تشریحی رائے کو حدیث بنا دیا اور قبول کر لیا اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کی رائے کو کذب علی الرسول قرار دیا حالانکہ دونوں باتیں حدیث سے مستنبط ہیں۔ پھر ملا علی قاری نے تو بات مزید بڑھادی تھا کہ منہی عنہ کے مرتکب کے سلام کا جواب نہیں دینا چاہئے اور ننگے سر پھرنا اور نماز پڑھنا بالخصوص آج کل کے نوجوان غیر مقلدوں کا سنت کے ساتھ استخفاف ہے اور درمختار میں ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا

سستی کی وجہ سے طردہ ہے اور اہانت کی بنا پر کفر ہے۔ (درمختار، صفحہ ۶۳۱، جلد ۱) علامہ شامیؒ بھی فرماتے ہیں کہ نماز کے ساتھ استخفاف اور تحقیر کی غرض سے ہو تو یہ کفر ہے۔ (رد المحتار، صفحہ ۶۳۱، جلد ۱ مع الدر) مولوی شرف الدین غیر مقلد بھی فرماتے ہیں یہ بعض کا جو شیوہ ہے کہ گھر سے ٹوپی یا پگڑی سر پر رکھ کر آتے ہیں اور ٹوپی یا پگڑی قصداً اتار کر ننگے سر نماز پڑھنے کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اور پھر اس کو سنت کہتے ہیں بالکل غلط ہے۔ یہ فعل سنت سے ثابت نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۵۲۳)

نیز فتاویٰ ثنائیہ میں ہے کہ صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالذوام ثابت ہوا ہے۔ یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا، پگڑی سے ہو یا ٹوپی سے۔ (صفحہ ۵۲۳، ۵۲۵)

مولوی اسماعیل صاحب سلفی فرماتے ہیں کہ کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز پڑھنا یا ضد سے ہوگا یا قلب عقل سے۔ (فتاویٰ علماء حدیث، صفحہ ۲۸۸، جلد ۳) نیز فرماتے ہیں کہ اگر حسن لطیف سے طبیعت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز پڑھنا ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ (فتاویٰ علماء حدیث، صفحہ ۲۸۹) مولوی داؤد غزنوی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ اس بد (بدی) رسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہئے۔ اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی، اگر تعبد اور خشوع و خضوع و عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تہبہ ہوگا۔ اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے تعبد یا خشوع و خضوع کی علامت نہیں اور اگر کسل یا سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہوگا۔ غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسندیدہ فعل ہے۔ (فتاویٰ علماء حدیث، صفحہ ۲۹۰، ۲۹۱، جلد ۳)..... جب نصاریٰ سے ننگے سر پھرنے میں تہبہ ہے تو ملا علی قاریؒ کے بقول منہی عنہ کا فرد ہونے کی وجہ سے اس حدیث میں داخل ہوگا خواہ گزرنے والا شخص ننگے سر نہ ہو کیونکہ ننگے سر پھرنا جب منافقوں کی عادت اور نصاریٰ سے تہبہ ہے تو اس کا منہی عنہ ہونا واضح ہے۔ عموم علت کی وجہ سے پائے جانے والے

حکم کی نسبت بھی قرآن و سنت کی طرف کر دی جاتی ہے اگرچہ وہ حکم قرآن یا سنت میں صراحتاً نہ پایا جاتا ہو۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے خوبصورتی کے لئے جسم کو دینے والیوں، چہرے کے بال اکھیرنے والیوں اور خوبصورتی کے لئے وانتوں میں فاصلہ پیدا کرنے والیوں یعنی اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے اعضاء میں تغیر کرنے والیوں پر لعنت کی تو اُمّ یعقوب نامی ایک عورت نے کہا کہ یہ لعنت کیسی ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اس شخص پر لعنت نہ کروں جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور وہ اللہ کی کتاب میں بھی ہے، تو اُمّ یعقوب نے کہا اللہ کی قسم! میں نے تو دو دھتوں کے درمیان پورا قرآن پڑھا ہے۔ میں نے اس قرآن میں نہیں پایا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! اگر تو نے قرآن پڑھا ہے تو تو نے یقیناً اس کو پایا ہو گا کہ: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا یعنی ”اللہ کے رسول جو تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس چیز سے وہ تمہیں روکیں اس سے رک جاؤ۔“ (بخاری، صفحہ ۸۷۹، جلد ۲)

اب یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ میں ان مذکورہ عورتوں پر لعنت نہیں مگر حضرت ابن مسعودؓ نے مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ (الفتح) کے عموم کی وجہ سے اس لعنت کو قرآن پاک کی طرف منسوب کیا ہے کہ چونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے اور قرآن کہتا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہیں دیں اس کو لے لو تو ان عورتوں کے لئے لعنت کا حکم قرآن سے ثابت ہو گیا اب کوئی داؤد ارشد کے ذہن والا آدمی کہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے قرآن کے متن میں رد و بدل کر دیا ہے یا قرآن پر نعوذ باللہ جھوٹ بولا ہے یا قرآن نیا بنا لیا ہے تو یہ غلط ہے۔ انہوں نے قرآن پاک کے عام حکم میں سے اس خاص جزئیہ کا حکم سمجھ کر اس جزئیہ کی قرآن پاک کی طرف نسبت کی ہے۔ اسی طرح مولانا محمد اسماعیل صاحب نے اسی مشکوٰۃ شریف

والی روایت سے معلوم ہونے والے عمومی اصول کہ منہی عنہ کے مرتکب کو سلام کا جواب نہیں دینا چاہئے کہ عموم میں ننگے سر پھرنے کے خالص جزئیہ کو تشبہ بالنصارائی منہی عنہ کی بناء پر اس حدیث کی طرف اگر منسوب کر دیا تو اس سے کوئی حدیث میں کمی یا زیادتی لازم نہیں آتی۔ اگر داؤد ارشد ایسے استدلال کو خدا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ممنوع ثابت کر دیں یا یہ ثابت کر دیں کہ یہ کذب علی الرسول ہے یا یہ روایت میں رد و بدل ہے تو درست ہے۔ ہم مولانا محمدی کی ترویج کریں گے اور اگر وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے تو پھر شریعت ساز بن کر خدا یا رسول خدا کا منصب سنبھالنے سے توبہ کر لیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرمائیں۔

ہر کرمیہاں کارھا دشوار نیست

پھر داؤد ارشد صاحب نے اس حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ”اس حدیث کو علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۳، جلد ۲ میں ضعیف کہا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس کی تضعیف کی ہے۔ (کذا فی تنقیح الرواۃ، صفحہ ۲۳۰، جلد ۳) وجہ ضعف یہ ہے کہ اس کی سند میں ابو یحییٰ التتات راوی ہے۔ (ابو داؤد، صفحہ ۲۰۷، جلد ۲) اور یہ لین الحدیث ہے۔ (تقریب، صفحہ ۴۳۲) تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۳۸

ہمارا سوال: یہ ہے کہ اگر یہ روایت مولانا اسماعیل صاحب کا مستدل ہی نہیں تو اس پر جرح کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے لئے چند امتیوں کو پیش کیا۔ (۱) البانی، (۲) ابن حجر مگر یہاں اپنا زور دار نعرہ۔

ابحدیث کے دو اصول

اطبعوا اللہ واطبعوا الرسول

ببول گئے۔ یہاں البانی اور ابن حجر کی تقلید شروع کر دی۔ ذرا سوچ کر جواب دیں کہ حجر پرستی شرک ہے تو ابن حجر پرستی شرک نہیں؟ پھر البانی نے ضعف کا حکم لگایا ہے کوئی دلیل نہیں دی اور

آگے اس نے کہا تھا کہ سرخ کپڑے کی ممانعت میں کوئی صحیح حدیث نہیں، اس کو داؤدار شدت قبول نہیں کیا جیسا کہ فرماتے ہیں کہ: ”اس حدیث میں ترک سلام سرخ لباس پہننے کی وجہ سے بیان کیا گیا ہے۔“ (تحفہ، صفحہ ۱۲۸) پھر ابن حجر کی تخریف کا حوالہ بھی غلط دیا ہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں:..... اخبر جہ ابو داؤد والنرمذی و حسنہ یعنی ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے اس کے بعد ابویحییٰ کو مختلف فیہ قرار دیا ہے۔ (فتح الباری، صفحہ ۳۷۶، جلد ۱۰) اور مختلف فیہ راوی کی حدیث حسن ہوتی ہے۔ (توانید فی علوم الحدیث، صفحہ ۷۶) علامہ مزی نے بھی ترمذی سے اس حدیث کی تحسین نقل کی ہے۔ (تحفہ الاشراف، صفحہ ۳۷۷، جلد ۲) علامہ ابن حجر نے النکت الطراف میں اس پر کوئی کلام نہیں کیا۔

دوسری حدیث:..... ربی دوسری حدیث جس کی وجہ سے وضع حدیث کا الزام لگایا ہے اور کہا ہے کہ کتب حدیث میں اس کا وجود نہیں۔ (خلاصہ تحفہ) تو عرض یہ ہے کہ یہ الزام بھی ان کا غلط ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے دیکھا اور آپ ﷺ کے اوپر قطری عمامہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ عمامہ کے نیچے داخل فرمایا پھر اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا۔ (ابوداؤد، صفحہ ۲۰) اسی طرح نابغ ابن عمرؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ جب اپنے سر کا مسح کرتے تو ٹوپی کو اٹھاتے اور اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح فرماتے۔ (دارقطنی، صفحہ ۱۰۷، جلد ۱) مواوی شمس الحق عظیم آبادی نے یہ مقلد فرماتے ہیں، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (التعلیق الحنفی، صفحہ ۱۰۸، مع الدارقطنی) نیز مسند امام شافعی میں ہے کہ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنی پگڑی کو بنایا اور اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا ”فرمایا“ کہ اپنی ناصیہ کا پانی کے ساتھ مسح کیا۔

(احیاء السنن، صفحہ ۱۱)

ان روایات سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب کا یہ فرمان کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسح فرماتے تو ایک ہاتھ سے عمامہ مبارک کو معمولی اوپر اٹھاتے

ہیں اور ایک ہاتھ سے مسح فرماتے ہیں۔ اتنی دیر تک بھی ننگے سر رہنا پسند نہیں فرماتے کہ عمامہ کو اتار کر نیچے رکھ دیں اور مسح فرمائیں اور امتی ہمیشہ ننگے سر نماز پڑھیں، اکثر گلیوں بازاروں میں ننگے سر پھریں اور کہلائیں ابلجہ دیت (تحفہ ابلجہ دیت، صفحہ ۱۳) یہ بہت مضبوط گرفت ہے، صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی یہ عمل نہیں صحابہ کرام کا بھی ہے۔ داؤدار شد صاحب نے مولوی اسماعیل صاحب سے ملاقات کر کے جو تو یہ نامہ لکھنے کا مخلصانہ مشورہ دیا تھا اب اس اخلاص سے اپنے ان الزامات سے توبہ کریں اور پھر اپنے تمام نو جوانوں کو جنہوں نے ننگے سر رہنے کو شعار بنا رکھا ہے توبہ کرنے کی تلقین کریں اور مولانا محمد اسماعیل صاحب سے پہلی ملاقات کی طرح ایک دوسری ملاقات کر کے ان سے معافی مانگ لیں اور وہ معافی نامہ آئندہ ایڈیشن میں شائع فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ حق بات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

حضرت شیخ الہندؒ پر وضع حدیث کا الزام:

داؤدار شد مولانا محمود حسن خان صاحب کے عنوان کے تحت لکھتا ہے کہ ان کا شمار آل دیوبند کے اکابرین میں ہوتا ہے۔ مولانا قاسم علی نانوتوی کے شاگرد و رشید اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے۔ اہل حدیث کی مخالفت ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مختلف فیہ مسائل پر ان کی ایک کتاب ایضاح الاولہ ہے، اس میں تحریر کرتے ہیں کہ:..... قول عبد اللہ بن مسعود رفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فرفعناہ و ترک فتنو کناہ (ایضاح الاولہ، صفحہ ۱۷) یعنی عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کی تو ہم نے بھی کی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دی تو ہم نے بھی چھوڑ دی۔ یہ سن گھڑت روایت فقہ حنفی کی ”مردف کتاب (بدائع الصنائع، صفحہ ۲۰۸، جلد ۱) میں موجود ہے مگر کوئی حنفی سیوت اور منکر شدت اس کا وجود کتب احادیث سے نہیں

ثابت کر سکتا۔ (تحد حنفیہ، صفحہ ۷۰-۷۱) قارئین کے سامنے داؤدار شد کی اصل عبارت مع اعتراض ہم نے تحریر کر دی ہے، اس میں لفظ آل دیوبند منکر منقذ جیسے الفاظ سے اس کی شائستگی اور قاسم علی نالوتوی سے علمی استعداد پر ہنسنے والوں پر خوب واضح ہوگئی ہوگی۔ بہر حال میں اصل مسئلہ کی طرف آتا ہوں۔

حقیقتِ حال:

یہ ہے کہ انگریز کے دور میں جنم لینے والے اس فرقہ نے صدیوں سے متواتر چلی آنے والی نماز اور فقہ حنفی کے دوسرے چند دیگر مسائل پر ایک اشتہار محمد حسین بنالوی کے ذریعہ امامائے لدھیانہ کے نام بالخصوص اور حنفیان پنجاب اور ہندوستان کے نام بالعموم شائع کیا، جس میں دس مسئلے لکھے گئے ہیں۔ ”اگر ان لوگوں میں سے کوئی صاحب مسائل ذیل میں کوئی آیت قرآن یا حدیث صحیح جس کی صحت پر کسی کو کلام نہ ہو اور وہ اس مسئلہ میں جس کے لئے نص صریح، قطعی الدلالة ہو پیش کریں تو فی آیت اور فی حدیث کے بدلے دس روپیہ بطور انعام کے دیں گے۔“ (نقل اشتہار از اولہ کلامہ، صفحہ ۹)

ان میں پہلا مسئلہ رفع یدین نہ کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بوقت رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے (حوالہ بالا صفحہ ۱۰) تھا۔ اس کے جواب میں حضرت شیخ الہندؒ نے ایک چھوٹا سا رسالہ ”اولہ کلامہ“ تحریر فرمایا، اس میں حضرت فرماتے ہیں کہ: ”آپ ہم سے رکن یدین نہ کرنے کی حدیث صحیح متفق علیہ مانتے ہیں جو دربارہ عدم رفع ”نص صریح“ بھی ہو۔ جناب من ہم آپ سے وہام رفع کی نص صریح حدیث متفق علیہ کے طالب ہیں، اگر ہو (تو) لائیں اور دس کی جگہ بیس لے جائیں ورنہ کچھ تو شر مایے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو آپ آخری وقت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں کسی نص سے آپ کا رفع یدین کرنا ثابت کیجئے اور اگر نہ ہو سکے تو پھر کسی کے سامنے منہ نہ کیجئے۔ زیادہ وسعت چاہئے تو ہم صحیح کی بھی قید نہیں لگاتے چہ جائیکہ متفق

علیہ ہو، اگر اس پر بھی آپ سے کچھ نہ بن آئے تو پھر آپ ہی فرمائیں کہ قبیح حدیث و سنت کون ہے؟ آپ یا ہم؟“ (اولہ کلامہ، صفحہ ۱۲-۱۳)

حضرت شیخ الہندؒ کی گرفت مضبوط تھی کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہوتی ہے۔ مولوی محمد حسین اور اس کا گروہ رفع یدین کا مدعی ہے اور مدعی بھی دوام اور بقائے رفع یدین کا ہے اسی لئے تو وہ اس مسئلہ پر ایک آیت یا ایک حدیث کا مطالبہ کرتا ہے کہ اس میں رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہو اور سلب جزئی ایجاب کلی کی نفی نہیں ہے، معلوم ہوا کہ محمد حسین کا دعویٰ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر رفع یدین کی ہے اور رفع یدین آخر عمر تک باقی رہی۔ تو حضرت شیخ الہندؒ نے یہ بتایا کہ مولوی محمد حسین نے ہم منکرین رفع یدین سے دلیل کا مطالبہ کیا ہے، حالانکہ اصولاً دلیل منکر کے ذمہ نہیں ہوتی مدعی کے ذمہ ہوتی ہے۔ آپ دوام رفع یدین کے مدعی ہیں تو اس پر اپنی شرائط کے مطابق نص صریح حدیث متفق علیہ پیش کریں اور مزید ذمیل دیتے ہوئے حضرت نے متفق علیہ اور صحت کی قید بھی ختم فرمادی کہ تمہارے دوام رفع یدین یا آخر تک بقائے رفع یدین اگر غیر متفق علیہ اور غیر صحیح حدیث بھی آپ پیش کر سکتے ہیں تو کریں ہم اس کو بھی قبول کر لیں گے اور یہ بھی متنبہ کر دیا تھا کہ غیر مقلدین کے پاس اپنے دعویٰ کے مطابق کوئی ضعیف حدیث بھی نہیں ہے۔ غیر مقلدین رفع یدین کے بارہ میں جو احادیث پیش کرتے ہیں ان میں اثبات رفع یدین ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا مگر وہ باقی رہا اور آپ آخری نماز تک رفع یدین کرتے رہے، اس کی غیر مقلدین کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ محض قیاس کی ایک ادنیٰ قسم استحباب حال سے یہ بقا کو ثابت کرتے ہیں کہ جب ثابت ہو گیا تو پھر ہوتا رہا ہو گا مگر ہمارے پاس ترک رفع یدین کی احادیث ہیں تو ہم نے حدیث پر عمل کیا اور غیر مقلدین قیاس پر عمل کر رہے ہیں، پھر حضرت نے یہ بھی بتایا تھا کہ ثبوت رفع یدین بقائے رفع یدین اور نسخ

رفع یدین سے سکت ہے کہ ایک دفعہ ہونے کے بعد باقی رہا منسوخ ہو گیا، غیر مقلدین نے تو قیاس کیا کہ باقی رہا ہوگا اور ہم نے ترک رافع یدین والی حدیث سے عدم بقا والے احتمال کو ترجیح دی۔ لہذا ہم تو حدیث کو ماننے والے ہوئے اور غیر مقلد صرف قیاس کو ماننے والے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے یہ اصولی مطالبات اتنے قوی تھے کہ مولیٰ محمد حسین بٹالوی اپنے رسالہ "اشاہۃ السنہ" میں جواب شائع کرنے کا بار بار اعلان کرتا رہا مگر ان فولادی مطالبات کے سامنے آنے کی ملامت نہ ہوئی، بالآخر اس جماعت کے احسن المناظرین مولوی محمد احسن امرودی نے غائب پوری کرنے کے لئے مصباح الادلہ لرفع الادلۃ الاذلیہ نامی رسالہ لکھا۔ اس میں حضرت شیخ الہندؒ کے کسی اصولی مطالبہ کو پورا نہیں کیا بلکہ عام غیر مقلدوں کی طرح اپنے دوام رافع کے دعویٰ کو چھوڑ دیا اور لکھا کہ ہم تو دوام کے مدعی نہیں، نیز لکھا ہم وجوب رافع یدین کے بھی مدعی نہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ثابت کیا کہ ہم سے یہ مطالبہ کرنا کہ سلب جزئی کے طور پر ترک رافع یدین ثابت کر دو، نیز فرمایا اگر وجوب رافع یدین کا دعویٰ نہیں تو سلبیت و استحباب کا دعویٰ ہی ثابت کر دیتے۔ مولوی محمد احسن نے سلبیت رافع یدین کی جو دلیل پیش کی اس میں اثبات رافع یدین فی الجملہ تھا بقا اور دوام کا اس میں ذکر نہیں تھا۔ نیز شیخ الہندؒ نے یہ بھی فرمایا کہ احادیث ترک رافع یدین میں ترک بمعنی عدم فعل ہی نہیں بلکہ بعض احادیث رواج رافع یدین کے بعد رافع یدین کے موقوف ہونے پر دلالت کرتی ہیں جیسے روایت، ابوداؤد میمون کی نے حضرت ابن زبیرؓ کو رافع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو ابن عباسؓ کے پاس شکایت لگائی کہ میں نے ان کو ایسی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ کسی کو ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ (اللم) اس میں میمون کی کا یہ جملہ کہ: "میں نے ساری زندگی کسی کو ایسی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہؓ کے زمانے میں رافع یدین متروک ہو چکی تھی، مکہ میں رہنے والا میمون کی یہ کہتا ہے کہ میں نے ساری عمر رافع یدین دیکھی

تک نہیں اور مکہ وہ شہر ہے جس میں حج کے موقع پر ساری دنیا کے مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ رافع یدین صرف مکہ میں ہی متروک نہیں بلکہ دنیا میں کسی خطہ پر رواج نہ تھا کہ مسنون فعل کو یک لحظہ صحابہؓ کا چھوڑ دینا یہ نسخ رافع یدین کے احتمال کی ترجیح کے لئے کافی دلیل ہے۔ نیز فرمایا حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا قول کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رافع یدین کی توہم نے بھی کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دی تو ہم نے بھی چھوڑ دی اور حضرت ابن عباسؓ، عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ کے اقوال جو کتب فقہ میں مذکور ہیں وہ ترک رافع یدین پر دلالت کرنے والے ہیں اور چند احادیث کی کتابوں کے حوالے دیئے کہ طبرانی و مصنف ابن ابی شیبہ اور امام بخاریؒ کا رسالہ رافع یدین اور طحاوی وغیرہ کو دیکھ لیا جائے۔ ان میں بعض احادیث مرفوعہ و موقوفہ و آثار متعدد ہمارے دعویٰ کی تائید کرتے ہیں اور معنی طلبی شارح منیہ نے بھی ان میں سے بہت سے دلائل نقل کئے ہیں۔

خدائی گرفت:

محمد احسن امرودی نے حضرت شیخ الہندؒ کے خلاف انتہائی غلیظ زبان استعمال کی تھی جس کی نحوست اس پر یہ پڑی کہ وہ مرزا کی ہو کر مرا۔ اس بات کا اقرار داؤد ارشد نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ادلہ کاملہ کا جواب مولوی محمد احسن امرودی (جنوابع صدیق حسن ذہن مرحوم کا ملازم تھا اور بعد میں مرتد ہو کر قادیانی ہو گیا) نے مصباح الادلہ کے نام سے لکھا۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۳۵)

بہر حال مولوی محمد حسین نے اشتہار ۱۲۹۰ھ میں لکھا، حضرت شیخ الہندؒ کے سوالوں کا جواب نہ ہی مولوی محمد حسین دے سکا نہ محمد احسن امرودی اور نہ ہی آج تک کسی غیر مقلد نے ان کو ہاتھ لگایا۔ صادق سیالکوٹی نے صلوات الرسول میں دوام ثابت کرنے کے لئے یہ عنوان باندھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک رافع یدین کرتے رہے، اس

میں حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت نقل کی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں:..... فلما زالت تلك صلوة حتى لقي الله تعالى (تخصيص الحجير) اور ترجمے کے بعد لکھا کہ یعنی وفات تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع یدین کرتے تھے۔ (صلوة الرسول، صفحہ ۲۳۳) مگر اولاً تو یہ حدیث سنداً صحیح نہیں، مولوی عبدالرؤف غیر مقلد نے صلوۃ الرسول کی احادیث کی تخریج کی ہے جو مدینہ یونیورسٹی کے فاضل ہیں، وہ فرماتے ہیں حافظ ابن حجر نے تخصیص الحجير (صفحہ ۱، جلد ۲۱) میں اس روایت کو بیہقی منسوب کیا ہے مگر مجھے یہ سنن بیہقی میں نہیں ملی، حافظ زبیریؒ نے نصب الراية (صفحہ ۴۰۹، جلد ۱) میں اسے سنن بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے۔ نصب الراية کے محقق نے کہا کہ یہ روایت سنن بیہقی کے مطبوع نسخہ میں ہیں، شاید کہ یہ کتاب المعرفة وغیرہ میں ہو۔ ملی کل حال یہ روایت انتہائی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں عبدالرحمن بن قریش بن خزیمہ ہے اور یہ معتم ہے (صلوة الرسول مع التخریج، صفحہ ۲۷۳)۔

دوسرے ایڈیشن میں یہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں فلما زالت تلك صلوة حتى لقي الله کا اضافہ انتہائی ضعیف ہے بلکہ باطل ہے۔ (صلوة الرسول مع حاشیہ عبدالرؤف، صفحہ ۴۱۴) اس روایت پر پوری جرح ”تجلیات صفر“ جلد ۴ پر زیر عنوان رفع یدین کی چار روایات کی تحقیق کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔ زمانہ حال کے بعض غیر مقلدوں نے حضرت شیخ الہندؒ کا چیلنج قبول کرتے ہوئے دوام رفع یدین کی ایک اور حدیث تلاش کی جو سند اور متن کے ساتھ درج کی جاتی ہے:..... قال محمد بن عصفہ ناسوار بن عمارہ و اردیح بن عطیہ عن ابی زرعة بن ابی عبد الجبار ابن معج قال رایت اباہریرا فقال لاصلین بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ازید فیہا ولا انقص فاقسم باللہ ان کانت ہی صلوۃ حتی فارق الدنیا (اللم) ترجمہ:..... ”حضرت

ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں ضرور ضرور تمہیں نبی پاک والی نماز پڑھاؤں گا نہ اس میں کچھ کمی کروں گا نہ زیادتی، پھر انہوں نے قسم اٹھا کر کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا چھوڑ گئے تو میں ان کی دائیں طرف کھڑا ہوا تو انہوں نے نماز شروع کی تو تکبیر کہی تو اپنا ایک ہاتھ اٹھایا، پھر کچھ دیر بعد رکوع کیا، اس کے بعد تکبیر کہہ کر رفع یدین کی، پھر سجدہ کیا، پھر تکبیر کہی، پھر سجدہ کیا اور تکبیر کہی یہاں تک کہ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔ ”راوی نے کہا کہ انہوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے یہاں تک کہ آپ دنیا چھوڑ گئے۔ (کتاب المعجم، صفحہ ۹۷، جلد ۱)

قارئین! ملاحظہ فرمائیں کہ اس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والی رفع یدین کہاں ہے اور تیسری رکعت کی رفع یدین کہاں ہے۔ غیر مقلدین نے ان تین رفع یدین کا دوام ثابت کرنا تھا۔ اس حدیث پاک میں ان میں سے کسی ایک کا دوام تو دُرور کی بات ہے نفس ذکر ہی نہیں، اگر دوام ثابت ہوا ہے تو رکوع کے اندر کی رفع یدین ثابت ہوتی ہے جس کے غیر مقلدین قائل نہیں۔ اس کی تفصیلی بحث بھی آپ ”تجلیات صفر“ جلد ۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔ بہر حال حضرت شیخ الہندؒ کی بات آج تک کہی ہے کہ غیر مقلدین دوام رفع یدین والے احتمال کو قیاس سے ترجیح دیتے ہیں نہ کہ حدیث سے اور ہم عدم بقاء رفع یدین والے احتمال کو احادیث کثیرہ سے ترجیح دیتے ہیں۔ بہر حال اس گرفت پر غیر مقلدیت پریشان تھی، اس پریشانی کو دُرور کرنے کے لئے حضرت شیخ الہندؒ پر کچھ جھوٹے الزام لگانے شروع کئے۔ مثلاً:

..... مولوی محمود حسن خان حنفی دیوبندی دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث تھے، حنفی انڈین

شیخ الہندؒ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے معروف سلفی عالم حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بنالوی مرحوم کے ایک اشتہار کا جواب ”اولہ کاملہ“ کے عنوان سے لکھا، جس میں انہوں نے ایک سطر عربی عبارت اپنی طرف سے بنا کر اسے قرآن کریم کی آیت باور کرنا کر تقلید کا

وجوب ثابت کیا۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۳۵)

نوٹ: اولہ کاملہ میں بحث تقلید میں سرے سے کوئی عربی عبارت ہی نہیں چہ بائیکہ اسے آیت قرار دے کر وجوب تقلید کو ثابت کیا ہو۔

۱۲: اسی طرح دوسرا الزام سائل کے سوال کے شروع میں گزرا کہ ابن مسعودؓ کی من گھڑت روایت پیش کی ہے۔ (خلاصہ تحفہ حنفیہ، صفحہ ۷۱)

الجواب: بندہ یہ پہلے عرض کر چکا ہے کہ داؤد وارشد کے نزدیک کتابت کی غلطی بھی تحریف ہے، روایت بالہنی بھی تحریف ہے، ان کو روایت بالہنی اور تحریف میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا اور یہ بات خود تسلیم کر چکا ہے کہ یہ روایت بدائع الصنائع میں موجود ہے۔

قارئین کرام! علامہ کاسانی مؤلف بدائع ۵۸۷ھ میں فوت ہو گئے تھے، ان کے فوت ہونے کے بعد ۱۲۲۱ھ میں داؤد وارشد نے اس روایت کو من گھڑت کہا۔ ۹۳۳ سال تک کسی نے اس کو من گھڑت نہیں کہا تھا بلکہ اس کے ہم معنی روایت حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ سے بخاری کی شرح میں علامہ عینی نے نقل کیا ہے اور اس کو دلیل نسخ بنایا ہے۔ (دیکھئے مدۃ القاری، صفحہ ۹۸، جلد ۵) نیز اس کے اور بھی شواہد ہیں جن میں ابن عمرؓ کی درج ذیل روایت ہے:

حدثني عثمان بن محمد قال قال لي عبدالله بن يحيى حدثني عثمان بن سودة بن عباد عن حفص بن ميسرة عن زيد بن اسلم عن عبدالله بن عمر قال كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بمكة نرفع ايدينا في بدء الصلوة وفي داخل الصلوة عند الركوع فلما هاجر النبي صلى الله عليه وسلم الى المدينة ترك رفع اليدين في داخل الصلوة عند الركوع وثبت على رفع اليدين في بدء الصلوة (اخبار المتحجبين، جلد ۱، صفحہ ۲۱۳)

معلوم ہوا کہ کی زندگی میں رفع یدین تھی اور مدنی زندگی میں متروک ہو گئی، بہر حال حضرت ابن عباسؓ والی روایت کی طرح یہ روایت بھی حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کی مؤید

ہے، لہذا اس روایت کو من گھڑت کہتا حضرت شیخ البند اور صاحب بدائع الصنائع پر بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ اسلاف سے بدگمانی اور بدزبانی کے مرض سے محفوظ فرمائیں۔ آمین۔

صاحب ہدایہ پر وضع حدیث کا اعتراض:

قارئین کرام! صاحب ہدایہ چھٹی صدی ہجری کے آدمی ہیں۔ آپ کی وفات ۵۹۳ھ میں ہوئی۔ مولانا عبدالحی صاحب ان کی توثیق ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ آپ امام فقیہ، حافظ، محدث، مفسر، جامع للعلوم، ضابطہ للفتون، متقن، محقق، نظار، مدقق، زاہد، ورع، بارع، فاضل، ماہر، اصولی ادیب تھے۔ (الافوائد الحمیہ، صفحہ ۱۴۱) صاحب ہدایہ نے ۵۷۳ھ کو ہدایہ لکھنا شروع کیا اور ۵۸۶ھ میں اس کا اختتام ہوا۔ اس ۱۳ سال ہدایہ کی مدت تخیف میں آپ نے مسلسل روزے رکھے اور روزے بھی ایسے رکھے کہ کسی کو خبر نہ ہو۔ صبح کا کھانا آتا تو آپ خادم کو فرماتے، یہاں رکھ دو اور کسی طالب علم کو کھلا دیتے۔ خادم بعد میں برتن خالی لے جاتا اور سمجھتا کہ کھانا آپ نے کھالیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ اس وقت سے لے کر آج تک نصاب میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔

حضرت سید انور شاہ صاحب کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ مذہب اربعہ کی کتب میں کوئی کتاب ہدایہ کے مرتبہ کی نہیں۔ فقہاء کی کلام کے خلاصہ ذکر کرنے میں اور اس کی عمدہ تفسیر میں اور مفاسد نفس میں اہم مسائل کے اہم کلمات کے ساتھ جمع کرنے میں جو مقام کے قیام چمکدار موتیوں کی طرح ہیں۔ نیز حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ایک (غیر مذہب) شیعہ فاضل نے یہ سچی بات کہی کہ مسلمانوں میں ادب عربی کی تین کتابیں ہیں۔ (۱) قرآن پاک، (۲) صحیح بخاری، (۳) ہدایہ نیز حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نجد سے بعض فضلاء نے سوال کیا کہ آپ فتح القدر جیسی کتاب لکھنے کی قدرت رکھتے ہیں؟ میں نے کہا، ہاں انہوں نے کہا کہ ہدایہ جیسی کتاب؟ میں نے کہا، ہرگز نہیں۔ اگرچہ اس کی چند

سطریں ہی کیوں نہ ہوں۔ (مقدمہ نصب الراية صفحہ ۱۴)

غیر مقلدین کی حالت:

انگریز کے دور میں پیدا ہونے والے اس فرقہ نے فقہ حنفی کے مقابلہ میں بہت سی کتابیں لکھیں۔ مثلاً (۱) نزل الابرار من فقہ النبی المختار، (۲) ہدیۃ المبدی، (۳) کنز الحقائق، (۴) عرف الجادی، (۵) فقہ محمدی وغیرہ۔ مگر ان کتابوں کو غیر مقلدین نے ہی قبول نہیں کیا۔ چنانچہ ان کتب میں سے کوئی کتاب آج ان کے انصاب میں داخل نہیں، البتہ ہدایہ انگریز یونیورسٹیوں کے علاوہ ان غیر مقلدین کے انصاب میں بھی داخل ہے۔ اس سے اس کی قبولیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مگر نیک حرامی کی یہ حالت ہے کہ اگر پوچھا جائے کہ آپ فقہ حنفی کی کتابیں کیوں پڑھاتے ہیں۔ تو کہیں گے کہ ہم تردید کے لئے پڑھاتے ہیں۔

بہر حال بقول مولانا رومؒ۔

مہ فشانہ نور و سگ عو عو کند ہر کسے بر طینت خود سے تند

غیر مقلدین اس مقبولیت عامہ پر جلتے بھی ہیں۔ چنانچہ داؤد ارشد صاحب فرماتے ہیں:..... "صاحب ہدایہ ان کا شمار فقہائے احناف کے ان لوگوں میں ہوتا ہے جن پر تمام مقلدین کو فخر ہے۔ انہوں نے موضوع و من گھڑت روایات اس قدر بیان کی ہیں کہ اگر ہم ان کو شمار کریں تو چالیس اربعین بنا سکتے ہیں۔ مگر ہمارا مقصود استیعاب نہیں صرف یہ بتانا مطلوب ہے کہ وضائیں میں ان کا بھی شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ اپنے مذہب کی وکالت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:..... لقلولہ علیہ السلام من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف النبی (ہدایہ صفحہ ۱۲۲، جلد ۱) پورے ذخیرہ حدیث میں اس کا قطعاً کوئی وجود نہیں، یہ صاحب ہدایہ نے اللہ کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر وضع کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے (درایہ صفحہ ۱۶۱، جلد ۱) میں لم اجد کہا ہے۔ مثلاً علی قاری حنفی نے (موضوعات ۱۲۱) میں لا اصل

لہ کہا ہے۔ علامہ زبیدی حنفی نے (نصب الراية، صفحہ ۲۶، جلد ۲) میں غریب لکھا ہے۔ علامہ البانی نے لا اصل لہ کہا ہے۔ الفقیہ رقم الحدیث ۵۷۳ علامہ نقشی نے لم انف علیہ بھلذا اللفظ کہا ہے۔ تذکرہ صفحہ ۴۰ (تحت حنفیہ، صفحہ ۷۵، ۷۶)

قارئین کرام! صاحب ہدایہ کو آج تک کسی ناقد نے وضاع نہیں کہا۔ داؤد ارشد نے اس کو وضاع کہہ کر اس راہِ رجال کے پورے فن سے اعتماد اٹھا دیا ہے کہ فقہ رجال کا یہ گوشہ تمام محققین سے پوشیدہ رہا ہے، تو معلوم نہیں کتنے وضاع حدیث پر کتب رجال میں پردہ ڈال دیا گیا ہوگا۔ یہاں بھی روایت بالمعنی کا چکر ہے۔ جو حوالہ جات داؤد صاحب نے ذکر کئے ہیں اگر وہ پورے ذکر کر دیئے جائیں تو کسی کو کوئی اشکال پیش نہ آتا۔ حافظ ابن حجرؒ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ:..... "میں نے اس حدیث کو نہیں پایا۔" اور حاکم اور طبرانی نے مرشد بن ابی مرشد غنویؒ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ:..... "اگر تمہیں یہ بات اچھی لگے کہ تمہاری نماز مقبول ہو تو تمہارے نیک لوگ تمہاری امامت کرائیں۔" اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ:.....

"تمہارے علماء تمہاری امامت کرائیں کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان تمہارے قاصد ہیں۔" اور اس حدیث کو دارقطنی نے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ:..... "اپنے امام اپنے بہتر لوگوں کو بناؤ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان تمہارے سفیر ہیں۔" (الدرایہ بر حاشیہ ہدایہ، صفحہ ۱۱۳)

معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث سے اپنی لائیک کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ الفاظ مجھے نہیں ملے اور پھر معنا حضرت مرشد اور حضرت ابن عباسؓ کی دو حدیثیں اس کی تائید میں ذکر کر دیں اور بتا دیا کہ اگر الفاظ نہ بھی ملیں تو حرج نہیں، یہ روایت بالمعنی ہوگی۔ اسی طرح مثلاً علی قاریؒ کا لا اصل لہ کہنا الفاظ کے اعتبار سے ہے کیونکہ اس سے قبل مثلاً علی قاریؒ نے اس کو غیر معروف کہا ہے اور علامہ سخاویؒ کا قول:..... لم انف علیہ بھلذا اللفظ (یعنی ان

الفاظ پر مجھ کو اقیقیت حاصل نہیں ہوئی) نقل کر کے فرماتے ہیں: "ولکن معناه صحيح لما رواه الديلمي من حديث جابر مرفوعاً بلفظ قدموا اخباركم تزكوا اعمالكم وللحاكم والطبراني بسند ضعيف عن مرثد بن ابی مرثد الغنوي رفعه ان سرکم ان تقبل صلواتکم فليؤمکم اخبارکم (موضوعات، صفحہ ۷۸) یعنی اس حدیث کا معنی صحیح ہے۔ اس حدیث جابر کی وجہ سے جس کو دہلی نے مرفوعاً ان الفاظ سے نقل کی ہے کہ اپنے بہتر لوگوں کو آگے کر دینا کہ تم اپنے اعمال کو پاکیزہ بناؤ اور حاکم اور طبرانی میں سند ضعیف سے مرثد بن ابی مرثد غنوی کی مرفوع روایت ہے کہ اگر تمہیں یہ بات اچھی لگے کہ تمہاری نماز قبول ہو تو اپنے اچھے لوگوں کو امام بناؤ۔

علامہ زیلعی نے بھی اس حدیث کو غریب کہا کہ حضرت مرثد اور حضرت عبداللہ بن عمر کی روایات سے اس کی تائید کی ہے۔ (ملاحظہ: ونصب الراية، صفحہ ۲۶، جلد ۲) البانی غیر مقلد ہے۔ اس کی جرح کا اعتبار نہیں، اس نے تو صحاح اربعہ سمیت اکثر کتب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ضعیف صحیح علامہ محمد طاہر عینی نے بھی الفاظ سے لائیلی کا اظہار کیا ہے۔ صاحب ہدایہ پر اعتراض نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ جن حضرات کے حوالے نقل کئے ہیں ان میں سے کسی نے اس حدیث کو موضوع نہیں کہا بلکہ دوسری روایات سے اس کے معنی کو درست قرار دیا اور روایت بالمعنی کو وضع سے تعبیر کرنا یہ غیر مقلدیت ہی کا نتیجہ ہے ورنہ پہلے بندہ نے روایت بالمعنی کے جواز کو بقدر قدرت ذکر کر دیا ہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ کسی حدیث کا غریب ہونا جرح نہیں، بخاری شریف کی پہلی اور آخری دونوں روایات غریب ہیں۔

فائدہ: اسی طرح ضعیف روایت فضائل میں ذکر کی جاسکتی ہے اور اگر وہ ضعیف روایتیں مل جائیں تو وہ حدیث حسن بن جاتی ہے۔ (کذافی کتب الاصول) بہر حال

صاحب ہدایہ پر ارشد صاحب نے وضع حدیث کا الزام لگایا، اس پر لازم تھا کہ اس کو دلیل سے ثابت کرنا اور دلیل ان کے نزدیک صرف کتاب اللہ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ وہ الجحدیث کا تعارف ان الفاظ میں کر داتے ہیں: "جو ان نوایا و تحقیقات اور تصورات سے دور رہ کر صرف اور صرف کتاب و سنت پر عمل کرتے ہیں، کتاب و سنت کے مقابلہ میں ان کو کسی ایک کے قول و رائے سے کوئی سروکار نہیں۔ اس جماعت کا نام طائفہ منصورہ، اہل سنت اہل حدیث ہے۔" (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۲۱) اسی طرح وہ ابن قیم کا قول نقل کرتے ہیں کہ: "وہ کسی ایک کے قول اور قیاس کی تقلید نہیں کرتے۔" (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۲۱) یہ تو بچی گوند لوی کے اقوال انہوں نے ذکر کئے ہیں اسی طرح مبشر بانی فرماتے ہیں کہ: "تمام شرعی احکام کا دار و مدار قرآن و حدیث پر ہے۔" (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۵)

نیز داؤد صاحب فرماتے ہیں کہ: "واجب الاطاعت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور انبیاء کی اتباع اور پیروی درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔" (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۳۷) نیز فرماتے ہیں کہ: "ہمارے نزدیک احکام شرعیہ میں قرآن و حدیث ہی کافی ہے۔" (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۲۸) نیز فرماتے ہیں کہ: "دین مبارک ہے قرآن و حدیث سے۔" (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۸۰) تو صاحب ہدایہ کے مضاعف حدیث ہونے کے دعویٰ کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنا تھا مگر بجائے قرآن و حدیث کے پیش کرنے کے چند امتیاع کے اقوال قطع و برید کر کے پیش کئے جو داؤد صاحب کے نزدیک بے دینی اور شرک ہے۔ اب اس کتاب کو پڑھنے والے بھی داؤد کی تقلید کر کے مشرک بن جائیں گے تو بعض فقہاء کی کیسی مار پڑی کہ خود بھی ایمان کو بیٹھے اور دوسروں کو بھی شرک کی راہ پر ڈال دیا اور دعویٰ خدا اور خدا کے رسول کو ماننے کا ہے۔ تمام غیر مقلدین عوام کو یہی کہتے ہیں کہ ہم خدا اور خدا کے رسول ہی کے فیصلے کو مانتے ہیں۔ اب داؤد ارشد کے اس فیصلے کو ماننا داؤد ارشد کو خدا

یا رسول کا درجہ دینا ہے جو شرک فی التوحید یا شرک فی الرسالہ ہے۔ سنو: ہوا کہ اس کتاب پر اعتماد کرنے والے شرک فی التوحید یا شرک فی الرسالہ کے مرتکب ہوں گے۔ اگرچہ عوام کو ہزار بار توحید کے نام پر دھوکہ دیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو فہم سلیم عطا فرمائیں۔ آمین

نسخہ ابن ابی شیبہ:

ہندو نے پہلے بھی یہ لکھا تھا کہ داؤد ارشد کا کام یہ ہے کہ روایت بالمعنی کو تحریف یا کتاب کی لٹلی ہو تو اس کو تحریف اسی طرح اختلاف نسخہ ہو تو اس کو بھی تحریف کے عنوان سے عوام میں پھیلائے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر کتاب کے مختلف نسخے ہوتے ہیں اور نسخوں میں کمی اور زیادتی بھی ہوتی ہے۔ بخاری شریف کے مختلف نسخے ہیں جن کا تعارف بخاری شریف کے دیباچہ میں کرایا گیا ہے اور بخاری شریف کے حواشی پر متعدد جگہ نسخوں کے اختلاف کی وضاحت کی گئی ہے۔ مؤطا امام مالک کے تقریباً ۱۶ نسخے ہیں اور ہر نسخہ کا دوسرے نسخہ سے اختلاف ہے۔ آج تک کسی نے اس کو تحریف نہیں کہا۔ اسی طرح ابن ابی شیبہ کے تحت السرة کے الفاظ حضرت وائل بن حجر کی روایت میں موجود ہیں اور بعض نسخوں میں نہیں۔ علامہ محمد ہاشم سندھی متوفی ۱۷۷۴ھ محمد حیات سندھی کے جواب میں لکھتے ہیں کہ تحت السرة کا لفظ مصنف ابن ابی شیبہ کے تین نسخوں میں پایا گیا ہے۔ (۱) شیخ محمد قاسم محدث دیار مصر یہ کا نسخہ، (۲) محمد اکرم نصر پوری کا نسخہ جس کو ہم نے سندھ میں دیکھا، (۳) مفتی مکہ شیخ عبدالقادر کا نسخہ جس کو ہم نے مکہ میں دیکھا ہے۔ البتہ شیخ عبداللہ بن سالم بصری کے نسخہ میں تحت السرة کے الفاظ ساقط ہیں۔ (خلاصہ ترصیح الدرۃ، صفحہ ۸۲)

اصل میں یہاں دو مسئلے ہیں۔ (۱) نماز میں باتوں کا باندھنا، (۲) ناف کے نیچے باندھنا۔ ایک نسخہ میں صرف ہاتھ باندھنے کا ذکر ہوا اور تین نسخوں میں باندھنے کے مقام یعنی تحت السرة کو بھی ذکر کر دیا۔ ہم دونوں باتوں کو مانتے ہیں اور ہمارے نزدیک دونوں نسخوں

میں تعارض نہیں ہے۔ ہم ہاتھ باندھنے کے بھی قائل ہیں اور ناف کے نیچے باندھنے کے بھی قائل ہیں۔ غیر مقلدان نسخوں میں تعارض سمجھتے ہیں حالانکہ تعارض تب ہوتا کہ عبداللہ بن سالم کے نسخہ میں تحت السرة کی نفی ہوتی حالانکہ اس میں تحت السرة کی نفی نہیں ہے۔ البتہ محمد حیات سندھی نے تعارض پیدا کرنے کے لئے یہ کہا کہ عبداللہ بن سالم کے نسخہ میں علی الصدر کے الفاظ ہیں تو مولانا محمد ہاشم صاحب فرماتے ہیں کہ یہ صریح کذب ہے جیسا کہ ہم نے خود اس نسخہ کو دیکھا ہے۔ (ترصیح الدرۃ، صفحہ ۸۲)

پھر اگر بغرض محال تعارض ہوتا بھی تو تین نسخوں کو ایک پر ترجیح ہونی چاہئے نہ ایک کو تین پر بالخصوص جبکہ مکہ والا نسخہ بھی تحت السرة والا ہے تو مکہ کا نام لینے والے آج کل لوگوں کو کئی نسخہ چھڑا کر بصری نسخہ کی طرف لے جانا چاہئے ہیں تو طیب اکیڈمی ملتان والوں نے اگر بصری نسخہ کے ساتھ ہی ابن ابی شیبہ کا فوٹو لگا دیا تو غیر مقلدوں کو تو کئی نسخہ پر خوشی کا اظہار کرنا چاہئے تھا مگر وہ مکہ کے نام سے چڑتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ تحت السرة والا نسخہ طیب اکیڈمی سے پہلے کراچی سے بھی چھپ چکا ہے۔

تنبیہ:..... دور حاضر کے غیر مقلد عالم مولوی عبدالرؤف خریج کلید الشریعہ الجامعۃ الاسلامیہ المدینۃ المنورہ نے بھی اس نسخہ کو صحیح تسلیم کیا ہے اور اس حدیث کی سند کو بھی صحیح مانتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:..... "مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخہ میں حدیث وائل بن حجر کے ایک طریق میں تحت السرة کے الفاظ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔ احناف میں سے بعض نے زیر ناف ہاتھ رکھنے پر اس سے بھی دلیل لی ہے۔" (ملاحظہ ہو اشباح النور، حاشیہ صلوٰۃ الرسول، صفحہ ۲۳)

چور مچائے شور:

چور مچائے شور کا محاورہ مشہور ہے۔ یہاں بھی کچھ حال۔ یہی ہے کہ اپنی چوریوں پر

پر وہ ڈالنے کے لئے امت کے دو تہائی سے زائد احناف مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ میں تحریف کا التزام لگا دیا تاکہ اس مسئلہ میں ان کی خیانتوں سے صرف نظر کر لیا جائے۔

محل وضع یدین میں غیر مقلدین کی بددیانتیاں اور خیانتیں

مواوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ وہ ایت فصل لربک والنحر کا معنی کرتے ہیں کہ نماز پڑھو اور سینہ پر ہاتھ باندھو۔ (فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۵۳۳، فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۹۵، جلد ۳) حالانکہ یہ تفسیر مردود ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں اور جمہور مفسرین نے اس سے قربانی مراد لی ہے۔ چنانچہ حافظ صاحب کے الفاظ یہ ہیں: وقیل المراد بقوله والنحر وضع اليد اليمنی علی اليسری تحت النحر بروی هذا عن علیؑ ولا بصح (تفسیر ابن کثیر، صفحہ ۳۸۸، جلد ۷) پھر اور اقوال تفسیر یہ نقل کر کے فرماتے ہیں: وکل هذه الاقوال غریبة جدا والصحيح القول الاول ان المراد بالنحر ذبح المناسک یعنی یہ تمام تفسیری اقوال بہت ہی غیر مانوس ہیں۔ صحیح پہلا قول ہے کہ نحر سے مراد قربانی کے جانور ذبح کرنا ہے۔ (ابن کثیر، صفحہ ۳۸۹، جلد ۷) تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اکثر مفسرین اس مسلک پر ہیں کہ نحر سے مراد قربانی ہے۔ (روح المعانی، صفحہ ۴۳۳، جلد ۱۵) علامہ طبرکیؒ فرماتے ہیں کہ نحر کے مختلف تفسیری اقوال میں سے میرے نزدیک درستگی کے زیادہ لائق ان لوگوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ اپنی قربانی اللہ ہی کے لئے کرنے بتوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی اس تکریم کا شکر ادا کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی۔ (جامع البیان، صفحہ ۲۱۲) غیر مقلدین کے وحید الزمان کے ترجمہ پر عبدالفتاح کے حواشی فوائد سلفیہ کے نام سے شائع کئے ہیں۔ اس میں لکھا ہے یعنی نماز کی طرح آپ کی قربانی بھی خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ صحیح مسلم میں ہے

کہ جس نے اللہ کے سوا کسی اور کے لئے قربانی کی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (فتح البیان) اکثر مفسرین نے وانحر کے معنی قربانی کرنا ہی لئے ہیں اور یہی رائج ہے وہ قال غیور واحد من السلف مگر بعض نے اس کے معنی نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا بھی کئے ہیں۔ یہ حضرت علیؑ سے ایک روایت ہے ولا بصح (فوائد سلفیہ بر حاشیہ ترجمہ قرآن، صفحہ ۷۱۸)

عجیب بات یہ ہے کہ فتاویٰ علمائے حدیث جلد ۳ میں تو اس آیت سے سینہ پر باندھنے پر استدلال کیا مگر جلد ۱۳ میں عبدالرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں: فصل لربک والنحر پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ تقریباً تمام قدیم جدید مفسرین کے نزدیک والنحر سے مراد دس ذوالحجہ کی قربانی ہے۔ چنانچہ فخر الدین رازی شافعی متونی ۶۰۶ھ، امام ابن کثیر متونی ۷۷۳ھ، مفسر شوکانی ۱۲۵۰ھ، مفسر محمود آلوسی حنفی ۱۲۷۰ھ، مفسر قرطبی مالکی ۶۷۱ھ، نواب سید صدیق حسن اور شیخ احمد مراغی ۱۹۳۵ء وغیرہ نے اس کو ترجیح دی ہے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ مفسرین نے اس کے علاوہ اور معنی بھی کئے ہیں، لیکن وہ صحیح نہیں ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۱۹، جلد ۱۳)

جھوٹ نمبر ۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۳۵۷، جلد ۱)

تبصرہ ۵:..... یہ بخاری شریف پر صریح جھوٹ ہے۔ بخاری شریف میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی کوئی روایت نہیں، یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا تھا: ”وہ خلیفہ جسکی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لئے آواز آئے گی ہذا خلیفۃ اللہ المہدی (شہادۃ القرآن، صفحہ ۳۴) جس طرح یہ روایت بخاری میں نہیں اسی طرح سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت بخاری شریف میں نہیں۔“

جھوٹ نمبر ۲:

سینہ پر ہاتھ باندھنا نماز میں صحیح احادیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہے: حدثنا يحيى بن هلب عن ابيه قال رايت النبي صلى الله عليه وسلم ينصرف عن يمينه وعن شماله ويضع يده على صدره ووصف يحيى اليمنى على اليسرى فوق المفصل رواه الامام احمد فى سنده (فتاوى ثنائيه صفحہ ۳۲۵، ۳۲۶، جلد ۱) عن قبيصة بن هلب عن ابيه قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينصرف عن يمينه وعن يساره ورايته يضع يده على صدره (لحم: قبيصة بن هلب سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) دائیں بائیں طرف پھرتے اور (نماز میں) سینہ پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۳۵۸، جلد ۱)

تبصرہ:..... پہلے حوالہ میں قبیصہ بن ہلب کی جگہ یحییٰ بن ہلب بنا دیا ہے، اگرچہ دوسرے حوالہ میں قبیصہ بن ہلب درست کر دیا مگر اس حدیث میں بضع ہذہ علی صدرہ تھا۔ (مسند احمد، صفحہ ۲۲۶، جلد ۵) مگر ان دونوں حوالوں میں بضع یدہ علی صدرہ کر دیا اور ترجمہ بھی یہ کہ ہاتھ کر دیا اور پھر دوسرے حوالہ میں ترجمہ کرتے ہوئے بریکٹ میں (نماز میں) کا لفظ بڑھا کر اپنا استدلال بنایا حالانکہ اصل روایت میں فی الصلوٰۃ کا لفظ نہیں ہے اور پھر یہ بھی نہیں بتایا کہ اس روایت میں صدرہ کا لفظ ساک بن حرب کے چھ شاگردوں (زہیر، سفیان، شریک، شعبہ، ابوالاحوص، زائدہ) میں سے صرف سفیان کے طریق میں ہے اور پھر سفیان کے شاگرد یحییٰ اس کو نقل کرتے ہیں۔ وکیع کی روایت میں صدرہ کے لفظ نہیں پھر اہمال اور تفصیل میں مطابقت نہیں۔ ہذہ علی صدرہ کی تفصیل خود یحییٰ نے الیمنی علی

اليسرى کے ساتھ کی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل الفاظ ہذہ علی ہذہ تھا کہیں کاتب کی غلطی سے صدرہ بن گیا اس کو غیر مقلدین نے ملاقات کے متواتر عمل کے خلاف پیش کرنا شروع کر دیا، اور اگر ہذہ علی صدرہ کے الفاظ تسلیم کر لئے جائیں تو ہذہ اسم اشارہ مفرد ہے تو ایک ہاتھ کا سینہ پر رکھنا ثابت ہوگا، دونوں ہاتھوں کو سینے پر باندھنے کا مسئلہ پھر بھی ثابت نہ ہوگا۔

نوٹ:..... ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اس روایت کو ذکر کیا ہے مگر اس میں سینہ کے الفاظ نہیں۔ صاحب مشکوٰۃ نے بھی صفحہ ۷۶ پر ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے اس روایت کو سینہ کے لفظ کے بغیر ذکر کیا ہے۔

جھوٹ نمبر ۴

ابن خزیمہ کی روایت میں علی صدرہ کا لفظ تھا جس کی سند درج ذیل ہے: اخبرنا ابو طاهر نا ابو بکر نا ابو موسیٰ نا مؤمل نا سفیان عن عاصم بن کلب عن ابيه عن وائل بن حجر اس ضعيف سند کی جگہ مولوی عبدالرحمن مبارک پوری مولوی عبید اللہ مبارک پوری اور مولوی علی محمد سعیدی نے مسلم شریف کی یہ سند لگا دی: عن محمد بن يحيى عن عفان عن همام عن محمد بن جحاده عن عبد الجبار بن وائل عن علقمة بن وائل و مولیٰ لهم عن ابيه التميمي اور اسی سند سے مسلم میں یہ متن بغیر زیادت علی الصدر کے بائیں الفاظ مروی ہے: ثم وضع يده اليمنى على اليسرى (صفحہ ۱۷۳، جلد ۱) (فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۳۳۳، فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۹۱، ۹۲) (اصل لفظ ظن ہے نہ کہ من)

نوٹ:..... مسلم شریف کی سند میں بھی گڑبڑ کر دی ہے۔ مسلم شریف میں سند اس طرح ہے: زهير بن حروب قال لاعفان قال لاهمام قال لامحمد بن جحاده قال حدثني عبد الجبار بن وائل عن علقمة بن وائل و مولیٰ لهم (لحم یعنی امام

مسلم کے استاد اور عفان بن مسلم کے شاگرد زہیر بن حرب تھے۔ ان حضرات نے زہیر کو محمد بن یحییٰ بتا دیا۔

جھوٹ نمبر ۵:

مولوی ثناء اللہ صاحب ابن خزیمرہ کی روایت کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ (ابن خزیمرہ نے) اس کو صحیح بھی بتلایا ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۴۵، جلد ۱) یہ بھی جھوٹ ہے۔ ابن خزیمرہ نے اس کی تصحیح نہیں کی۔

نوٹ:..... واضح رہے کہ یہ فتاویٰ ثنائیہ وہ فتویٰ کی کتاب ہے جس کے بارہ میں علامہ احسان الہی ظہیر فرماتے تھے کہ اردو فتاویٰ میں جامع اور صحیح ترین مجموعہ ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۱۵) نیز فرماتے ہیں کتاب وسنت کے اس قدر قریب اور مسلک سلف کے اس قدر مطابق فتاویٰ کا اور کوئی مجموعہ اردو میں موجود نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۱۵)

ع جس کی بہار یہ ہو اس کی خزاں نہ پوچھ

جھوٹ نمبر ۶

سننے پر ہاتھ باندھنے کی روایت صحیح ہے۔ باوجود المرام، صفحہ ۴۶، و تخریج زیلعی ملاحظہ ہو۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۹۵، جلد ۳) یہ ابن حجر اور زیلعی پر سفید جھوٹ ہے۔ انہوں نے صرف حدیث کو نقل کیا، اس کی تصحیح نہیں کی۔

جھوٹ نمبر ۷

حضرت مولیٰ اللہ علیہ وسلم کے تاویفات سینہ پر ہاتھ باندھنے کے سوال کا جواب دیتے ہوئے مولوی شرف الدین دہلوی فرماتے ہیں: ”دوام کے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس نماز پڑھنے پر دوام کیا ہے اور یقیناً کیا ہے تو پھر ان امور مذکورہ بالا پر (یعنی سینہ پر ہاتھ رفع یدین، آمین بالجہر، ناقص) جو احادیث متفقہ سے ثابت ہے

دوام ان کا بھی ثابت ہے۔“ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۹۱، جلد ۳) ان مسائل ثنائیہ میں دوام کی ایک روایت بھی صحیح نہیں۔ یہ ایک ہی سانس میں تین جھوٹ ہیں اور پھر احادیث متفقہ سے عرف میں بخاری اور مسلم کی متفق علیہ روایات مراد ہوتی ہیں جبکہ سینہ پر ہاتھ باندھنے اور آمین بالجہر کوئی صریح روایت نہ بخاری میں ہے نہ مسلم میں چہ جائیکہ متفق علیہ ہو۔

جھوٹ نمبر ۸

علمائے حنفیہ مثلاً مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم بکثرت اور مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم بھی ان کے قائل تھے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۹۱، جلد ۳) یہ بھی دونوں بزرگوں پر جھوٹ ہے۔ حضرت مولانا عبدالحی صاحب ”تحت السرة“ کے حاشیہ میں حدیث علیؑ سے استدلال کرتے ہیں اور حدیث وائل تحت السرة والی کو ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث علیؑ کے لئے شاہد ہے، پھر فرماتے ہیں کہ سینہ والی روایت ہمارے نزدیک عورتوں کے حق میں ہے کیونکہ یہ ان کے لئے زیادہ ستر والی چیز ہے۔ (خلاصہ حاشیہ شرح وقایہ، صفحہ ۱۳۵، حاشیہ نمبر ۲) اسی طرح مولانا عبدالحی صاحب حدیث علیؑ میں عبد الرحمن بن ابی نعیم کا ضعف نقل کر کے فرماتے ہیں: ”لکن لا شواہد لیکن اس زیر ناف والی حدیث کے بہت سے شواہد ہیں، پھر حضرت علیؑ کے اپنے عمل اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کو شاہد کے طور پر ذکر کیا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ: ”تحت السرة والا مسلک اقرب الی التعظیم اور اہل کتاب کے تحبہ سے زیادہ بعید اور ستر عورت اور حفظ ازار کے زیادہ قریب ہے۔“ (خلاصہ اسماعیہ، صفحہ ۱۵۶) اسی طرح حضرت گنگوہیؒ اس مسئلہ میں ائمہ کے دونوں قسم کے اقوال نقل کر کے فرماتے ہیں۔ پس اب تقلید جس پر چاہے عمل کرے اور اولیٰ جانب کی کوئی گنجائش زد و قدح کی نہیں۔ البتہ ان جملہ مسائل میں بندہ کے نزدیک رائے امام ابو حنیفہؒ کی ہی رائج ہے۔

(سبیل الرشاد مع التالیفات رشید، صفحہ ۵۱۵) اسی طرح حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں تیسیر الوصول میں روایت ہے: عن ابی جحيفة ان علیاً قال السنة وضع الکف فی الصلوة تحت السررة (اخرچہ رزین) اور سنت فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے تو بس اس روایت سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے خوب روشن ہیں۔ انکار اس کا بجز تصعب اور کیا ہوگا۔ (فتاویٰ رشیدیہ مع التالیفات، صفحہ ۲۱۶) اسی طرح حضرت فرماتے ہیں:

”ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مستحب ہے اور اس مسئلہ میں خلاف امام شافعیؒ صاحب کا ہے۔ وہ ناف کے اوپر مستحب فرماتے ہیں۔“ (فتاویٰ رشیدیہ مع التالیفات، صفحہ ۲۱۳) اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت گنگوہیؒ کا اپنا مسلک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے احتساب کا ہے، البتہ ترک مستحب گناہ نہیں اس لئے حضرت نے دوسرے ائمہ کی تقلید میں اگر کوئی دیا ہے اس کو ترک کرے تو اس کو جائز لکھا ہے اور اگر ہوائے نفسانی کی وجہ سے ترک کرے تو ناجائز لکھا ہے۔ بہر حال حضرت گنگوہیؒ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائل تھے یہ محض بہتان ہے۔

جھوٹ نمبر ۹

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف ہے۔ (ہدایہ، صفحہ ۳۵، جلد ۱)

جھوٹ نمبر ۱۰

سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین صحیح ہے۔ (صفحہ ۳۵، جلد ۱)

(شرح وقایہ، صفحہ ۹۳)

جھوٹ نمبر ۱۱

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں ہے۔ وہ قول حضرت عائشہ سے

ہے اور ضعیف ہے۔ (شرح وقایہ، صفحہ ۹۳، حقیقۃ الفقہ، صفحہ ۱۹۳، حصہ دوم) یہ تینوں سفید جھوٹ ہیں۔ ہدایہ اور شرح وقایہ میں یہ تینوں باتیں موجود نہیں بلکہ ہدایہ میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث ہے۔ قدوری کے قول تحت السررة کو مدلل کیا ہے اور امام مالکؒ کے ارسال یدین والے مسلک کی اور امام شافعیؒ کی سینے والی روایت کی تردید کی اور پھر قیاس سے بھی اس حدیث کی تائید کی ہے کہ نماز میں مقصود تعظیم خداوندی ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا اقرب الی تنظیم ہے۔ (ملاحظہ ہو ہدایہ، صفحہ ۸۶، جلد ۱) اور یہ اصول صرف فقہا کا نہیں بلکہ محدثین کا بھی ہے کہ جب کوئی فقیہ کسی حدیث سے استدلال کرے تو وہ اس کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح ہوتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ مہتمی کی جرح کردہ ایک حدیث کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:..... وقد احتج بهذا الحديث احمد و ابن المنذر وفي جزمهما بذلك دليل على صحة عندهما (الخصائص الجبر، صفحہ ۱۷، جلد ۱)

(بحوالہ مقدمہ اعلاء السنن، صفحہ ۳۸، مع الحاشیہ) یعنی اس حدیث سے امام احمدؒ اور ابن المنذرؒ نے استدلال کیا ہے اور ان کے اس استدلال کے یقین کر لینے میں ان کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ ابن جوزیؒ اپنی کتاب التتبع میں فرماتے ہیں:..... فاذا ورد الحديث محدث واجتج به حافظ لم يقع في النفوس الا انه صحيح (انصب الراية، صفحہ ۱۳۷، جلد ۲) کہ جب کوئی محدث حدیث کو ذکر کرے اور کوئی حافظ اس سے استدلال کرے تو دونوں میں یہی بات آتی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نماز میں سورۃ کی چند آیات پر اکفاء کے جائز ہونے پر حضرت حسن بصریؒ کا یہ اثر ذکر کرتے ہیں:..... قال غزونا خراسان ومعنا ثلاث مائة من الصحابة فكان الرجل منهم يصلي بنا فيقرأ الآيات من السورة ثم يركع اور فرماتے ہیں:..... اخبرني ابن حزم محتجاً به يعني ابن حزم نے اس اثر کو استدلال کے طور پر ذکر کیا ہے۔ (فتح البارئ،

صفحہ ۳۲۶، جلد ۲) مگر یوسف جے پوری اس کی طرف تضعیف کی نسبت کرتا ہے اور صاحب ہدایہ نے سینے پر ہاتھ باندھنے کی تردید کی ہے اور وہ کہتا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اسی طرح شرح وقایہ میں صرف ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا مسئلہ ہے، سینے پر ہاتھ باندھنے کا مسئلہ ہی ذکر نہیں کیا اور فریقین کے استدلال کو ذکر ہی نہیں کیا چر جائیکہ تحت السرة والی حدیث کو ضعیف اور سینے والی کو قوی قرار دیا ہو۔ شرح وقایہ اور ہدایہ عربی کی کتابیں ہیں کوئی غیر مقلدان کی عربی عبارت پیش نہیں کر سکتا جس میں یہ تینوں مسئلے ہوں۔

غیر مقلدین کا عذر گناہ بدتر از گناہ

آج کل بعض غیر مقلد یہ کہتے ہیں کہ حقیقۃً الفقہ کے ہر فرقہ پر لکھا ہے کہ کتب مندرجہ فقہ سے مراد ان کے تراجم ہیں اور صفحہ ۱۳۷ پر لکھا کہ حوالہ میں عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ اور نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ کے صفحات قلم بند کئے ہیں۔ (طنین، صفحہ ۱۳۷، حقیقۃً الفقہ) تو جواباً عرض ہے کہ عین الہدایہ امیر علی کی کتاب ہے جو میاں نذیر حسین صاحب دہلوی غیر مقلد کے شاگرد ہیں۔

مولانا عبدالحی صاحب الحسنی لکھتے ہیں: ثم سافر الی دہلی واخذ الحدیث عن الشیخ المحدث نذیر حسین الدہلوی وقرء علیہ الصحاح والسنن قراءۃ تدبر واتقان (نزہۃ الخواطر، صفحہ ۸۵، جلد ۸) یعنی پھر امیر علی نے دہلی کا سفر کیا اور علم حدیث نذیر حسین محدث دہلوی سے پڑھا اور صحاح اور سنن ان کو تدریس اور مضبوطی سے سنائیں۔ نیز لکھتے ہیں: غیر متصلب فی المذہب الحنفی یتبع الدلیل وینتوک التقليد اذا وجد فی مسئلۃ نصاً صریحاً مخالفاً للمذہب غیر منسوخ (نزہۃ الخواطر، صفحہ ۸۵، جلد ۸) یعنی مذہب حنفی میں پختہ نہیں تھے۔ جب کسی مسئلہ میں مذہب کے خلاف نص صریح غیر منسوخ پاتے تو تقلید چھوڑ دیتے۔ ابوبیحنی خان نوشہروی

غیر مقلد فرماتے ہیں: ”یہ بزرگ اہل حدیث عقیدے پر تھے۔“ (حاشیہ تراجم علمائے حدیث، صفحہ ۵۳۶) پھر عجیب بات یہ ہے کہ عین الہدایہ میں بھی امیر علی غیر مقلد نے فتح القدیر اور عینی سے تلمیح کر کے نووی کا یہ قول نقل کیا کہ: ”اس روایت کے ضعیف ہونے پر ابنہ۔ حدیث متفق ہیں۔“ (عین الہدایہ، صفحہ ۳۵۰) اور پھر اس روایت کے ضعف کو زور کرنے کے لئے ابن ابی شیبہ کی روایت ذکر کی ہے، اور پھر فائدہ کے عنوان پر فرماتے ہیں: ”اس اثر (تحت السرة) سے مسنون ہونا منصوص ہے جس کی تائید بہ شہادت اہل علم صحابہ و تابعین موجود۔“ علاوہ اس کے حدیث ابن ابی شیبہ صحیح الاسناد ہے اور اثر مذکور میں کوئی ایسا ضعف نہیں جو دفع نہ ہو حتیٰ کہ امام احمد نے اس کو روایت کیا ہے۔ (عین الہدایہ، صفحہ ۳۵۰)

قارئین کرام! غور کریں کہ یہ غیر مقلد بھی تسلیم کرتا ہے کہ ناف کے نیچے والی روایت سے مسنون عمل کا ثبوت ملتا ہے (اور سینہ والی روایت میں ثبوت کا لفظ نہیں) اور اس ناف سے نیچے والے مسئلہ میں اہل علم صحابہ اور تابعین کی تائید موجود ہے اور ابن ابی شیبہ والی ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث صحیح الاسناد ہے اور ہدایہ میں ذکر کردہ اثر میں کوئی ایسا ضعف نہیں جو دفع نہ ہو سکے۔ امام احمد کا اس اثر کو نقل کرنا بھی صحت کی دلیل ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود ہدایہ یا عین الہدایہ کی طرف قول مذکور کو منسوب کرنا کتنی بڑی بددیانتی ہے۔ صاحب ہدایہ پر تو جو بوٹ بولا ہی تھا اپنے غیر مقلد کا ہی خیال کر لیتے۔

تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

اسی طرح شرح وقایہ کا ترجمہ نور الہدایہ بھی غیر مقلد وحید اثرمان کی کتاب ہے جیسا کہ ابوبیحنی خان نوشہروی غیر مقلد نے علمائے اہل حدیث کی علمی خدمات، صفحہ ۵۹ میں اس کا ذکر کیا ہے تو نور الہدایہ کے حوالہ کو شرح وقایہ کے نام سے پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے مرزائی یا نیچری تفسیر کو قرآن کے نام سے پیش کیا جائے۔

جھوٹ نمبر ۱۱

محمد یوسف جے پوری لکھتا ہے، حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی حنفی سینہ ہاتھ باندھنے کو حدیث کی بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ مقدمہ ہدایہ جلد ۱، صفحہ ۱۱۱، صفحہ ۳۵۱، (حقیقۃ الحقہ، صفحہ ۱۹۳)

تارکین کرام! مرزا مظہر جان جاناں کی وفات ۱۲۵۶ھ میں ہوئی تو یہ تیرہویں صدی کے شخص کا عمل ہدایہ کے مقدمہ میں کیسے آگیا کیونکہ ہدایہ ۵۸۶ھ میں لکھا گیا۔ یہ عقدہ سارے غیر مقلد مل کر حل کریں کہ تقریباً سات سو سال اپنے پیدا ہونے سے پہلے یہ بات حضرت مرزا صاحب نے صاحب ہدایہ کو کیسے بتادی کہ میں سینے والی حدیث قوی ہونے کی وجہ سے سینہ پر ہاتھ باندھتا ہوں۔

فائدہ:..... آج کل اکثر غیر مقلدین بعض احناف کے شاذ اقوال جو غیر مفتی ہیں ان کو عوام میں پھیلا کر عوام کو گمراہ کرتے ہیں کہ فلاں فلاں حنفیوں نے بھی فقہ کو چھوڑ دیا ہے تم بھی چھوڑ دو، حالانکہ یہ بات اسی طرح غلط ہے جیسے کوئی شاذ قرأتیں اکٹھی کر کے عوام کو کہے کہ فلاں فلاں صحابی نے اس موجودہ قرآن کو چھوڑ دیا تھا تم بھی چھوڑ دو۔ غیر مقلدین کی یہ حرکت نہ تحقیقاً صحیح ہے نہ اثرانہ۔ تحقیقاً اس لئے کہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ دلیل صرف قرآن و حدیث ہے۔ اب جن بزرگوں کو وہ پیش کرتے ہیں ان کو قرآن کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں یا حدیث کی حیثیت سے، اگر تحقیقی طور پر پیش کرتے ہیں تو وضاحت کریں کہ ہم ان کو خدا یا رسول سمجھتے ہیں اور اگر ہمیں الزام دینے کے لئے پیش کرتے ہیں تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ الزام مد مقابل کے مسلمات سے ہوتا ہے۔ حنفیوں کے ہاں فقہ حنفی کا مفتی بہ قول جت ہوتا ہے، غیر مفتی بہ روایت اگر امام صاحب کی بھی ہو تو وہ ہمارے لئے الزام نہیں بن سکتی۔ بالفاظ دیگر ہم فقہ حنفی کے مفتی بہ اقوال کے مقابلہ میں دوسرے مجتہدین کے اقوال کو چھوڑ دیتے ہیں تو

مقلدین کے غیر مفتی بہ اقوال ہمارے خلاف کیسے پیش ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ کلام:..... یہ کہ غیر مقلدین کے جب اس مسئلہ پر ایسے جھوٹ مجموعہ رسائل وغیرہ میں شائع ہوئے تو انہوں نے اپنے ان جھوٹوں سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے یہ حربہ اختیار کیا کہ طیب اکیدی والوں نے اپنی طرف سے تحت السرة اولی روایت کا جعلی ورق لگا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ضد کو چھوڑ کر صحیح بات پر غور کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

فارسی میں قراءۃ کا مسئلہ:

۶: باطل فرقوں کا کام یہ ہے کہ قرآن پاک کی شاذ اور متروک قراءتوں سے متواتر قرآن پر اعتراض کرتے ہی منکرین حدیث ضعیف اور متروک روایات کو لے کر پورے خیرہ احادیث پر اعتراض کرتے ہیں اسی طرح فقہ کی غیر مفتی بہ روایات کو لے کر غیر مقلد خیرہ احادیث پر اعتراض کرتے ہیں فارسی میں قراءۃ والی روایات بھی غیر مفتی بہ اور متروک ہیں۔ نوح بن ابی مریم نے امام صاحب کا اس سے رجوع نقل کیا۔ (کما فی کتب الفتاوی) ۷:..... مسند امام اعظم پوری دنیا میں پھیل چکی ہے اور اس میں امام اوزاعی سے امام ابو حنیفہ کا مناظرہ مذکور ہے جن کتابوں کی شہرت ہو جائے ان کے راویوں کی بحث خلاف اصول محدثین و فقہاء ہے۔

۸:..... محمد بن اسحق کے بارہ میں محدثین کا اختلاف ہے کوئی تو اس کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتا ہے اور کوئی سخت جرح کرتا ہے۔ ذہبی نے اس کے بارہ میں آخری فیصلہ یہ لکھا ہے کہ غازی اور تاریخ میں اس کیلئے روایت معتبر ہے فرائض اور عقائد میں اس کا تفرؤ معتبر نہیں۔

۹:..... حضرت سید انور شاہ کشمیری کا فرمانا کہ عرضائع کروں گا مطلب ان کے پورے بیان سے واضح ہے کہ شافعییت حلیت اور مالکیت جو مذہب حق ہیں ان کی تردید کی بجائے

قادیانیت اور لاندہیت (جو قادیانیت پکڑ الویت انکار حدیث اور دہریت میں داخل ہونے کا ذریعہ ہیں) کی تردید کی ضرورت تھی یہ مطلب نہیں کہ فقہ حنفی میں مشغولیت زندگی کا ضیاع ہے کیونکہ اس قول کے باوجود حدیث کی طرح آخر تک فقہ پڑھاتے رہے۔

۱۰..... شہنشاہ کا معنی بڑا بادشاہ ہے اگر یہ مراد ہو کہ ساری کائنات کے تابع فرمان ہے تو اس کا مصداق اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی غیر اللہ پر اس کا بولنا شرک ہوگا اور اگر پوری کائنات کا مقبوع مراد نہ بلکہ علم حدیث یا علم فقہ کے بادشاہوں کا بادشاہ مراد ہو تو امام اعظم ابوحنیفہ کو حدیث شاہد کہنا جائز ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ محدثین و فقہاء کے بادشاہ تھے جیسے اللہ اکبر میں اگر اکبر من کل شئی مراد ہے تو غیر اللہ پر اکبر کا اطلاق شرک ہے اور اگر قوم کے سردار پر اکبر القوم کے اعتبار سے بولا جائے تو یہ کوئی شرک نہیں۔ مگر فرق مراتب نہ کئی زندیق۔

۱۱..... محمد بن اسحق کے بارہ میں آخری فیصلہ بندہ نے نمبر ۸ میں لکھ دیا ہے ان پر صرف تہ لیس کا الزام نہیں کہ صرف تہ لیس کی اقسام سے اس کا حکم بیان کیا جائے بلکہ اس پر تشیع اور منکر تقدیر ہونے اور مرغ باز وغیرہ جیسے اور بھی الزام ہیں جو تقریب اور تہذیب وغیرہ میں منقول ہیں اور یہ بات بھی یاد رہے کہ تہ لیس کی تعریف اور اس کی اقسام خدا یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ نہیں بلکہ امتوں کے اصطلاحی امور ہیں جو لوگ یہ نعرہ لگاتے ہی ہم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے علاوہ کسی امتی کے قول کو ماننا شرک سمجھتے ہیں تو وہ تو ان اقسام کو تسلیم کر کے مشرک بن جائیں گے۔

فائدہ:..... یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ کسی روایت یا راوی کے صحیح یا ضعیف ہونے کے اصول منصوص نہیں بلکہ اجتہادی ہیں اس لئے غیر مقلد جو صرف قرآن و حدیث کے دلیل ہونے کا مدعی ہے وہ کسی حدیث یا راوی کو صحیح یا ضعیف نہیں کہہ سکتا ہم چونکہ اہتمام اور قیاس مجتہد کے حجت ہونے کے بھی قائل ہیں تو ہم جس روایت یا راوی کی صحت پر امت کا

اجماع ہو اس کو دین اجماع سے صحیح کہیں گے اور جس روایت یا راوی میں ائمہ کا اختلاف ہو تو ہم اپنے امام صاحب کے اصول کے مطابق اس راوی یا روایت کو صحیح یا ضعیف کہیں گے۔ اس کے خلاف کسی امام کا قول بھی ہمارے لئے حجت نہیں ہوگا چہ جائیکہ ابن حجر جیسے مقلد کی رائے ہمارے سامنے پیش کی جائے۔

۱۲..... بریلوی جو عبارات پر اعتراضات کرتے ہیں ان کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ فرمائیں:.....

(۱) المہند علی المہند معروف بہ عقائد علمائے دیوبند، (۲) سیف یمانی فتوحات نعمانی اگر مل جائے تو اس میں مولانا منظور احمد صاحب نعمانی کے سارے مناظرے آجائیں گے۔
(۳) مجموعہ رسائل سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری ۲ جلدیں (۴) مقامع الہدید (۵) براہین قاطعہ (۶) عبارات اکابر (۷) اشہاب الثاقب (۸) المجدد لائل السنۃ (۹) مطالعہ بریلویت۔
عیسائیت کی تردید کے لئے:.....
(۱) بائبل سے قرآن تک (۲) اعجاز عیسوی (۳) رسائل مولانا عبداللطیف مسعود مسکے شائع کردہ مجلس تحفظ ختم نبوت (۴) کتب مولانا بشیر احمد حسینی شورکوٹ (۵) تریاق اکبر بربان صفدر (۶) مقدمہ انجیل برنباس شائع شدہ در تجلیات صفدر (مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

۱۳..... آپ نے مجھے دور حاضر کے بعض غیر مقلدین کی کتب کے مطالعہ کی ترغیب دی ہے بندہ آپ کے مبلغ علم سے اچھی طرح واقف نہیں البتہ آپ کے خطوط سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان غیر مقلدین کے وسوسوں سے کچھ مرعوب ہیں اس لئے بندہ آپ کو اور تمام اہلسنت والجماعت عوام ترغیب نہیں بلکہ تاکید کرتا ہے کہ جس طرح کسی ماہر ڈاکٹر کے مشورہ کے بغیر کوئی دوا نہیں کھاتے کیونکہ اس میں جان کا خطرہ ہے اسی طرح آپ بغیر کسی ماہر عالم کے ہر لٹریچر نہ پڑھیں کیونکہ اس میں ایمان کا خطرہ ہے۔ آج پندرہویں صدی میں کوئی نیا

حکیم نازل نہیں ہوا کہ اس کی اب تحقیق کی ضرورت ہو پہلے بزرگوں میں علم کی پہنچ اور امانت دو یا نہ آج کے لوگوں سے زیادہ تھی اور ان کی تحقیق پر پوری امت کو اعتماد ہے ان کی اتباع میں بڑے بڑے اولیاء، محدثین اور فقہاء پیدا ہوئے، بخلاف آج کے محققین کے جن کی نہ اصول کی کتاب ہے اور نہ ہی کوئی فردغ کی کتاب اپنے مدارس میں قدوری اور ہدایہ پڑھاتے ہیں اور فقہائے احناف کے فتاویٰ جاری کرتے ہیں اور پھر ان کو مشرک بھی کہتے ہیں اگر انہوں نے کوئی فقہ کی کتاب مثلاً الروضۃ الندیہ یا منزل الابرار، کنز الحقائق، عرف الجادی، ہدیۃ المہدی لکھی تو انہوں نے اپنی کتب کو اپنے مدارس میں داخل نصاب نہیں کیا۔ امام ابوحنیفہؒ جن کی امامت پر اتفاق ہے سے لوگوں کو متنفر کرتے ہیں اور اپنی جماعت کے اس مولوی کی کتاب پڑھواتے ہیں جن کو ان کی اپنی جماعت فقیر تو کیا مسلمان ماننے کے لئے بھی تیار نہیں جو اس علاقے کی متواتر فقہ ہے اس کو چھڑوا کر اپنے توجہات کے پیچھے لگاتے ہیں۔ امانت دیانت کا یہ حال ہے قرآن کی آیت اور حدیث پوری نہیں لکھیں گے بلکہ اپنی نفسانی خواہش کے مطابق بعض تحریر کریں گے یا شاؤ روایت کا انتخاب کریں گے اور عملی تواتر والی آیات اور احادیث کو چھوڑ دیں گے اور اپنے اس غلط انتخاب کو اللہ اور اس کے رسول کا انتخاب کہیں گے یعنی ہر جاہل خدا یا رسول ہونے کا دعویٰ کرے گا تو ایسے توہمات کو پڑھنے کی بجائے اپنے اکابر کی علمی تحقیق پر اعتماد میں سلامتی ہے۔

اللہ تعالیٰ صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔ آمین!

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا امام ابوحنیفہؒ کا اسم گرامی نعمان اور والد کا نام ثابت ہے آپ کی کنیت ابوحنیفہ اور لقب امام اعظم ہے۔ آپ کے سن ولادت میں مختلف اقوال ہیں زیادہ مشہور قول ۸۰ھ ہے خطیب بغدادی نے زوادی بن علیہ سے ۱۶۰ھ سن پیدائش نقل کیا ہے۔ ابن حجر، ابن طہون اور ابن جوزی نے امام صاحب کی بعض ایسے صحابہ کرام سے بلا واسطہ روایات نقل کی ہیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۶۰ھ تسلیم کی جائے کیونکہ اس کے بغیر ان صحابہ کرام سے بلا واسطہ روایات ممکن نہیں بنتیں۔ ابن حبان نے آپ کا سن ولادت ۱۶۰ھ ذکر کیا ہے۔ ابوالقاسم سمنانی خطیب بغدادی کے معاصر نے آپ کی ولادت کے بارہ میں ۷۰ھ، ۸۰ھ، ۹۰ھ دو قول نقل کیے ہیں۔ حافظ عبدالقادر القرشی نے جواہر المصنوعہ میں ۱۶۰ھ، ۱۶۳ھ اور ۸۰ھ کی تین روایات نقل ہیں۔ علامہ بدر الدین عینی نے ۱۶۰ھ، ۱۶۳ھ اور ۸۰ھ کی تین روایات نقل کی ہیں۔ علامہ زہد الکوثریؒ فرماتے ہیں کہ ولادت کے بارہ میں جو ۸۰ھ کی شہرت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی ولادت تدوین تاریخ رجال کے زمانہ سے پہلے ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ولادت میں احداث التواریخ اور وفات میں اقدم التواریخ کو لیا جائے تاکہ روایات کے اتصال وانقطاع میں احتیاط پر عمل ہو سکے۔ لیکن یہ قیاس وہاں چلے گا جہاں کسی روایت کے وجود ترجیح نہ پائے جائیں اور یہاں ۸۰ھ کو سن ولادت قرار دینے کے خلاف بہت سے قرائن ہیں جو ۸۰ھ والے قول کو مستحکم کرتے ہیں۔

(۱) ابو عبد اللہ محمد بن الخلد الطار متوفی ۳۳۳ھ (جو دارقطنی کے اساتذہ میں سے بڑے حافظ

اور فائق ہیں) نے اپنی کتاب مارواہ الاکابر بن مالک میں امام ابوحنیفہ کے صاحبزادے کو ان اکابر میں شمار کیا ہے جنہوں نے امام مالک سے روایت نقل کی ہے۔ تو ابن خلد کا حوالہ اکابر بن مالک سے شمار کرنا اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جبکہ ان کی ولادت امام مالک سے پہلے ہوئی ہو اگر امام ابوحنیفہ کی ولادت ۸۰ھ میں مانیں تو حضرت حماد امام مالک کے اکابر بن مالک میں داخل نہیں ہو سکتے۔ (۲) عقلی نے حماد بن ابی سلیمان کے ترجمہ میں یہ بات ذکر کی ہے کہ ابراہیم نخعی کی وفات پر اہل کوفہ میں سے پانچ آدمی جن میں عمر بن قیس اور ابوحنیفہ بھی تھے انہوں نے چالیس ہزار روہم اکٹھے کر کے حماد بن سلیمان کو دیکر مسند علم پر بٹھایا۔ حضرت ابراہیمؒ ۹۵ھ میں فوت ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر میں کوئی شخص ایسا اہتمام نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوا کہ اس وقت حضرت امام ابوحنیفہؒ کی عمر کافی بڑی تھی جس میں یہ مسند علم کا اہتمام کیا۔

بشارات:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی: **وآخرین منہم لسانہ خفوا بہم** تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کون لوگ ہیں تو حضور ﷺ نے جواب نہیں دیا یہاں تک کہ تین دفعہ سوال کیا اور ہمارے درمیان سلمان فارسی بھی تھے حضور ﷺ نے حضرت سلمان پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ پھر فرمایا کہ اگر ایمان ٹریا ستاروں تک پہنچ جائے تو ان میں سے چند آدمی یا فرمایا کہ ایک آدمی اس کو حاصل کر لے گا۔ شیخ جلال سیوطیؒ وغیرہ نے تسلیم کیا ہے کہ اس پیشین گوئی کے بڑے مصداق حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ العمان ہیں (تفسیر عثمانی ص ۲۳) چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ تہذیب العصبہ مناقب الامام ابی حنیفہ میں ذکر بشیر النبی ﷺ یہ کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ یہ بات تحقیقی ہے کہ حضور ﷺ نے امام ابوحنیفہؒ کی اس حدیث میں بشارت دی ہے جس کو ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے

کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر علم ٹریا ستاروں تک پہنچ جائے تو فارس کے لوگوں میں سے کچھ لوگ اس کو حاصل کر لیں گے۔ اور شیرازی نے القاب میں قیس بن سعد بن عبادہ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر علم ٹریا ستاروں سے مطلق ہو تو ابنائے فارس میں سے ایک قوم اس کو حاصل کر لے گی۔ پھر سیوطیؒ حضرت ابن مسعودؓ سے بھی یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ صحیح اصل ہے، جس پر امام صاحبؒ کی بشارت اور فضیلت پر اعتماد کیا جاتا ہے (تہذیب العصبہ ملخصاً ص ۲۱، ۲۰) علامہ غلام الدین محمد بن علی الحسکلیؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو مجھ پر نضر ہے اور مجھے میری امت کے ایک شخص پر نضر ہے جس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے دو میری امت کا چراغ ہے۔ اور حضور ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ سارے نبی مجھ پر نضر کرتے ہیں اور میں ابوحنیفہؒ پر نضر کرتا ہوں۔ جو اس سے محبت کرے گا اس نے مجھ سے محبت کی اور جو اس سے بغض رکھے گا اس نے مجھ سے بغض رکھا شرح مقدمہ والی الیث کے دیباچہ میں اسی طرح ہے (قاضی ابوالبقاء نے) **الضیاء المنوی** میں فرمایا کہ ابن جوزی کا اس حدیث کو موضوع کہنا تعصب ہے، کیونکہ یہ مختلف سندوں سے نقل کی گئی ہے (الدر المختار مع الشامی ص ۵۲، ۵۳ ج ۱)

ابن حجر مکیؒ نے ان روایات پر کچھ کلام نقل کیا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ان روایات میں سے جو امام ابوحنیفہؒ کی عظمت شان پر دلالت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں دو حدیث بھی ہے، کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ۱۵۰ سال میں دنیا کی زینت اٹھ جائے گی اسی وجہ سے شمس الاممہؒ کروری نے فرمایا کہ یہ حدیث امام ابوحنیفہؒ پر محمول ہے کیونکہ ان کی وفات اسی سال ہوئی ہے (الخیرات الحسان ص ۳۳) موفق بن احمد مکی متوفی ۵۶۸ھ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا غفر رب ایک شخص نعمان بن ثابت پیدا ہو گا جس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی و اللہ تعالیٰ کے دین اور میری سنت کو زندہ

کرے گا۔ (مناقب موفق ص ۱۲) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد ایک شخص ظاہر ہوگا جو ابوحنیفہ سے معروف ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر میری سنت کو زندہ کرے گا (مناقب موفق ص ۱۴) ابن ابیہرہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی ہر صدی میں کچھ لوگ سبقت لے جانے والے ہیں ابوحنیفہ اپنے زمانے میں سبقت لے جانے والا ہے (مناقب موفق ص ۱۶) (ج ۱)

ابن احمد بن محمد بن نعیم فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک کو اکھنڈ کر آپ کی ہڈیوں کو اپنے سینے کے ساتھ لگا رہے ہیں تو اس خواب نے آپ کو خوفزدہ کر دیا آپ نے ہمرہ جاکر محمد بن سیرینؒ سے اس کی تعبیر پوچھی تو ابن سیرین نے کہا یہ خواب تیری نہیں یہ خواب تو ابوحنیفہؒ کی ہے تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں ابوحنیفہ ہوں تو انہوں نے کہا کہ اپنی پشت سے کپڑا اٹھا آپ نے کپڑا اٹھایا تو ابن سیرین نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک تل دیکھا پھر ابن سیرین نے ان سے فرمایا کہ تو وہ ابوحنیفہ ہے کہ جس کے بارہ میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کو ابوحنیفہؒ کہا جائیگا۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان تل ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر سنت کو زندہ کرے گا۔ (مناقب موفق ص ۱۶) (ج ۱) عبدالکریم بن مسعر فرماتے ہیں کہ میں نے اہل علم کی ایک جماعت کو فرماتے سنا ہے کہ تو رات میں کعب احبار نعمان بن ثابت اور مقاتل بن سلیمان کی صفات مذکور ہیں۔ یحییٰ قسری فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن سائب کلبی کو امام صاحبؒ کی بہت تعریف کرتے سنا ہے اور وہ ذکر کرتے تھے کہ میں نے ان کی صفات کو بعض کتب میں پایا ہے اور یہ کہ وہ حکمت سے اس طرح پر ہوں گے جیسے انار دانیوں سے پر ہوتا ہے (موفق ص ۱۷) (ج ۱) کعب احبار سے ہے کہ میں ہر ہر زمانے کے علماء اور فقہاء کے نام صفات اور نسب لکھے پاتا ہوں اور میں ایک شخص کا نام نعمان بن ثابت پاتا ہوں جس کی کنیت

ابوحنیفہ ہوگی میں اس کی علم، فقہ، حلم، عبادت، اور زہد میں بڑی عظیم شان پاتا ہوں وہ اپنے زمانے کے اپنے جیسے علماء کا سردار ہوگا وہ ان میں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا اس کی زندگی اور موت دونوں قابل رشک ہوں گی (موفق ص ۱۷) (ج ۱) حضرت عبداللہ بن مغفلؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سنا فرماتے تھے کہ میں تمہیں کوٹا جو تمہارے اس شیر کو ذی سرزمین سے ہے کہ ایک آدمی کی خبر نہ دوں جس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی اس کا دل علم و حلم سے بھرا ہوگا اور اس کی وجہ سے آخر زمانے میں ایک قوم ہلاک ہوگی جن میں باہمی عیب لگانا غالب ہوگا ان کو بتانیہ کہا جائے گا۔ وہ ایسے ہی ہلاک ہوں گے جیسے روافض ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں (موفق ص ۱۸) (ج ۱)

نخاک ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے بعد تمام خراساں پر ایک چودھویں رات کے چاند جیسا شخص پیدا ہوگا جس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی (موفق ص ۱۸) (ج ۱) حمزہ حاز فرماتے ہیں کہ میں حضرت حمادؒ کے پاس تھا کہ ان کے پاس ابوحنیفہؒ آئے تو حضرت حمادؒ نے ان سے کہا کہ اے ابوحنیفہؒ تو وہی نعمان ہے جس کا تذکرہ ہم سے ابراہیمؒ نے کیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس زمانے کو سیراب کرے جس میں ایک نعمان نامی شخص ہوگا جس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو زندہ کرے گا اور وہ احکام اس کے بعد جب تک اسلام باقی رہیگا جاری رہیں گے۔ جو شخص ان احکام کو لے کر عمل کریگا وہ ہلاک نہیں ہوگا۔ اگر تیری اس سے ملاقات ہو جائے تو اس کو میرا سلام کہنا (موفق ص ۱۸، ۱۹) (ج ۱) حضرت نخاکؒ ابن عباسؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ اچھی رائے یہی ہے کہ اس رائے والا اس کے مطابق فتویٰ دے سکے اور تحقیق ہمارے بعد ایک ایسی رائے ہوگی جو باطل سے پھر کر حق کی طرف آئی ہوگی وہ اسلام کے باقی رہنے تک احکام کو جاری کرے گی اور تحقیق وہ ہماری رائے اور ہمارے احکام کی طرح ہوگی۔ اس رائے کے قائم

کر نیوالے کو نعمان بن ثابت کہا جائے گا اس کی کنیت ابو حنیفہ ہوگی وہ کوفہ والوں میں سے ہوگا
اسلام اور فقہ میں کھرے کھوٹے میں امتیاز کرنے والا ہوگا۔ احکام کو صحیح طریقوں پر جاری
کرے گا۔ دین حنیف اور اچھی رائے والا ہوگا۔ (موفی ص ۱۹ ج ۱) حضرت عبداللہ بن
مبارکؒ سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے دادا قیس بن مرزبان بیت المقدس میں کعب احبار
کے پاس سے گزرے تو کعب احبار نے کہا کہ جو شخص بخت نصر کو دیکھنا چاہے اس شخص کو دیکھ
لے تو کعب احبار کے شاگردوں میں سے ایک شخص اس کی طرف اٹھا اور اس کو آواز دی تو
کعب احبار نے اس سے پوچھا کیا تو عراقی ہے؟ تو اس نے کہا ہاں تو انہوں نے پوچھا کس شہر
سے ہے؟ تو اس نے کہا کوفہ سے۔ کعب احبار نے پوچھا فارسی النسل ہے انہوں نے کہا ہاں۔
کعب احبار نے پوچھا بخت نصر کی اولاد سے ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ کعب احبار نے کہا
تیری اولاد میں ایسی ایسی صفحات اور ایسی ایسی خوبیوں والا کوئی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو
کعب احبار نے کہا کہ غفریب تمہاری اولاد میں ایسا شخص پیدا ہوگا جو زمین کو ظلم سے بھر دے
گا۔ جیسا کہ تیرے باپ (بخت نصر) نے زمین کو ظلم و کفر سے بھر دیا تھا (مقدمہ کتاب التعليم
ص ۱۱) ابوبلی جبائی نے مبتدا کتاب میں ابن المقفع سے ایک طویل حکایت میں ذکر کیا ہے
کہ بخت نصر نے خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک بہت بڑا پتھر ایک ایسے درخت پر گرا جس کا
تنا سونے کا اور شاخیں چاندی، تانبے، لوہے اور قلعی کی ہیں۔ اس پتھر نے اس درخت کو ریزہ
ریزہ کر دیا صرف اس کا ایک پتہ ہزرہ گیا وہ پتہ کچھ زمانہ کے بعد روئے زمین پر پھیل گیا اور
شرقا اور غوام اس کے سایہ میں ہیں اور اس کے ساتھ ایسے چٹے ہوئے ہیں جیسے کینر۔
درخت کے چوں سے چٹے ہوتے ہیں۔ حضرت وانیال علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر یہ
دی کہ پتھر وہ نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام ہیں جو ملک فارس پر غلبہ کریں گے۔ اور ان کے
مختلف طبقات کو مغلوب کریں گے اور اس بخت نصر کی اولاد میں سے ایک شخص اس نبی کے



دین کو قبول کرے گا اور وہ اس نبی کی امت کا فقیہ ہوگا روئے زمین کے لوگ اس کی اتباع
کریں گے اور قیامت قائم ہونے تک اشرف اس کی اتباع میں رہیں گے۔ بخت نصر نے یہ
تعبیر سن کر کہا کہ پھر مجھے کوئی پروا نہیں (مقدمہ کتاب التعليم ص ۱۱۸، ۱۱۹)
نوٹ: امام اعظم ابو حنیفہؒ بخت نصر کی اولاد میں سے ہیں۔ ساتویں صدی ہجری کے بزرگ
مسعود بن شیبہ سندھی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اطلبوا العلم ولو بالحصین (علم طلب
کرو اگرچہ حصین میں ہو) اور حصین میں صرف امام ابو حنیفہؒ کا علم آیا ہے۔ کیونکہ اس میں فقہ
حنفیہ کے علاوہ اور کوئی فقہ نہیں اور حصین میں اسلام غالب ہو گیا ہے اور اس میں مساجد اور
مدارس بن چکے ہیں اور وہاں کے لوگوں نے سامانیوں اور سیاریوں کے زمانہ میں بہت سے
علوم شریعہ میں تصانیف لکھی ہیں (مقدمہ کتاب التعليم ص ۱۰۵، ۱۰۶) امام ابو حنیفہؒ کے پوتے
اسامیل بن حماد نے ایک لمبی بات میں یہ فرمایا کہ (امام صاحب کے والد) ثابت کو حضرت علی
بن ابی طالبؓ کی خدمت میں بچپن میں لایا گیا تو حضرت علیؓ نے انہیں اور ان کی اولاد میں
برکت کی دعا فرمائی۔ اسامیل فرماتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے بارہ میں حضرت علیؓ کی دعا
کی قبولیت کی امید رکھتے ہیں۔ ابو عبد اللہ احمد بن کرام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کی
دعا کو قبول فرمایا کہ زمین کے خلفاء اور جہانوں کے بادشاہ اور اکثر مسلمانوں کو دین میں ان
کے تابع کر دیا اور فقہ میں ان کے محتاج بنادیا (مقدمہ کتاب التعليم ص ۱۱)

بشکریہ ماہنامہ "ملیہ" فیصل آباد

فضائل امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت:

شیخ الاسلام ابن حجرؒ کے فتاویٰ میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کو اپنی ۸۰ھ کی پیدائش کے بعد کوفہ میں پایا ہے۔ پس وہ تابعین میں سے ہیں اور یہ فضیلت امام صاحب کے معصراۓ میں سے کسی کو حاصل نہیں۔ جیسے شام میں امام اوزاعی اور بصرہ میں دو حاد اور کوفہ میں ثوری اور مدینہ شریف میں امام مالک اور مصر میں لیث بن سعد وغیرہ (الخیرات الحسان معنفہ ابن حجر مکی ص ۴۸) واضح رہے کہ ابن حجر مکی شافعی نے الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان نامی کتاب میں چھٹی فصل کا عنوان یہ دیا ہے کہ ان صحابہؓ کے ذکر میں جن کو امام ابوحنیفہؒ نے پایا ہے اس میں فرماتے ہیں کہ جیسا علامہ ذہبی نے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے بچپن میں حضرت انسؓ کو دیکھا ہے صحیح ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت انسؓ کو کئی مرتبہ دیکھا وہ مہندی کا خضاب لگاتے تھے (الخیرات الحسان ص ۴۷) ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ جب امام صاحب نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو پایا ہے تو اس وقت وہ ان تابعین کی جماعت میں سے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ کا قول۔

”وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَوَضَعَهُمْ أَعْدَاءَ لَهُمْ جَنَّاتُ نَجْرِی تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ“ شامل ہے۔

یعنی امام صاحبؒ سابقین اولین مہاجرین و انصار کی بھلائی میں اتباع کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے

ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔ (الخیرات الحسان ص ۴۸)

علامہ صمیری متوفی ۴۳۶ھ من لقی ابوحنیفہ من الصحابة رضى الله عنهم و مارواه عنهم کے عنوان میں قاضی ابو یوسف تک اپنی سند متصل سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے سولہ سال کی عمر میں ۹۳ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کیا تو اچانک ایک شیخ کے پاس پہنچے جن کے پاس کافی ہجوم تھا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ یہ کون شخص ہے انہوں نے کہا کہ یہ حضرت محمدؐ کے صحابی ہیں جن کو عبد اللہ بن الحارث بن جزمہ کہا جاتا ہے۔ تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا ان کے پاس کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ حدیثیں ہیں جو انہوں نے نبیؐ سے سنی ہیں میں نے کہا مجھے آگے کیجئے میں بھی آپ سے احادیث سنوں تو میرے والد مکرم میرے آگے چلے لوگوں کو مجھ سے ہٹا کر کشادگی کرتے تھے یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ تو میں نے ان کو سنا فرما رہے تھے کہ میں نے حضور اکو یہ فرماتے سنا کہ ”مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ كَفَّاهُ اللَّهُ هِمَّ وَرِزْقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ“ (یعنی جو اللہ کے دین میں فقاہت حاصل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے غم میں اس کو کفایت کریں گے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی عطا فرمائیں گے جہاں اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا)

دوسری روایت بھی اپنی سند سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت انسؓ بن مالکؓ کو سنا فرماتے تھے کہ میں نے نبیؐ کو سنا فرماتے تھے کہ خیر پر دلالت کرنے والا بھی اس خیر کے کرنیوالے کی طرح (اجر میں شریک) ہے اور اللہ تعالیٰ غمزدہ کی مدد کو پسند فرماتے ہیں (اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ ص ۴)

پھر علامہ صمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو بکر ہمال نے بیان کیا کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ میں سے عبد اللہ بن ابی اوفیؓ اور ابو اطلیلؓ عامر بن وائلؓ کو بھی پایا ہے اور وہ دونوں صحابی

ہیں اور پھر اپنی سند سے ابو نعیم سے نقل کیا کہ امام ابو حنیفہؒ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ایک سو پچاس میں وصال فرمایا اور آپ نے حضرت انسؓ بن مالکؓ کو چچانوے میں دیکھا اور ان سے حدیث بھی سنی۔ (مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ ص ۴)

اور پھر سبب متصل سے امام صاحب سے نقل فرماتے ہیں کہ ہمارے (کوئٹہ کے) سب علماء یہی کہتے ہیں کہ سب کے دونوں مجددے سلام کے بعد ہوں گے اور ان میں التحیات پڑھ کر سلام پھیرا جائے گا۔ حماد بن ابی سلیمان نے فرمایا کہ حضرت انسؓ اسی طرح فتویٰ دیتے تھے۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت انسؓ بن مالکؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ مسئلہ اسی طرح ہے۔

نیز علامہ مصممی نے اپنی سند متصل سے امام صاحبؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ گویا میں ابو قافؓ (والد گرامی حضرت صدیق اکبرؓ) کی ڈاڑھی کو دیکھتا ہوں کہ وہ مرجعِ درخت کے چنکارے کی طرح تھی (اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ ص ۵) علامہ متوفی بن احمد اسکی متوفی ۵۶۸ھ اپنی کتاب مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ میں اپنی سند متصل سے ذکر فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے انسؓ بن مالکؓ کو مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا (مناقب متوفی ص ۲۵ ج ۱)

نیز علامہ موفّق اپنی سند متصل سے امام ابو حنیفہ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا کہ حضور افرماتے تھے کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ نیز فرماتے تھے کہ مجھے جابر بن عبد اللہؓ کے واسطے سے روایت پہنچی کہ ایک انصاری صحابیؓ حضور اکی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تو کثرت صدقہ اور کثرت استغفار سے دور ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرماتے ہیں۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس شخص نے صدقہ اور استغفار کثرت سے شروع کیا حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے نولڑکے

ہوئے۔ علامہ موفق فرماتے ہیں کہ یہ روایت عن سے ہے اس لئے متصل نہیں اور حضرت جابر سے امام ابوحنیفہ کی ملاقات بھی نہیں۔ اس بات پر اشکال اس وقت ہوگا جب کہ قول شبہہ کی بنا پر امام صاحب کی پیدائش ۸۰ھ مانی جائے مگر علامہ زاہد الکوثری کے بقول اگر پیدائش ۷۰ھ مانی جائے تو اس حدیث کے متصل ہونے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا اور ظاہر بھی یہی ہے۔ کیونکہ حضرت جابر سے ملاقات تو بہت سے حضرات نے نقل کیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ امام ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد الطبری المقرئ الشافعی ایک جزء ان روایات کے بارہ میں لکھا ہے جن کو امام ابوحنیفہ نے صحابہ کرام سے (بلا واسطہ نقل کیا ہے اس میں وہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کے صحابہ کرام میں سے سات سے ملاقات کی ہے اور وہ (۱) انس بن مالک (۲) عبداللہ بن جزالہ بیدی (۳) جابر بن عبداللہ (۴) معقل بن یسار (۵) داؤد بن الاسقع (۶) عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہم ہیں (تہذیب الصحیحہ ۲/۲۲۱)

اس میں عبداللہ بن افسس کا ذکر رہ گیا ہے کمانی الحاشیہ اس میں حضرت جابرؓ کو
 دیکھنے کی خود امام صاحبؒ نے تصریح فرمائی ہے۔ اسی طرح ابوالکارم عبداللہ بن حسین نیشاپوری
 اپنی سند سے ابوالعلاء سے نقل فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرمؐ
 صحابہ کرامؓ میں سے سات سے ملاقات کی اور ان میں سے ہر ایک سے حدیث سنی۔ پھر ان
 صحابہ کرامؓ کی احادیث ذکر کرتے ہوئے پانچویں نمبر پر فرمایا کہ میں نے جابر بن عبداللہ
 انصاریؓ سے ملاقات کی تو میں نے ان کو سنا فرما رہے تھے کہ ہم نے رسول اکرمؐ سے آپ کا
 حکم سن کر اطاعت کرنے پر اور ہر مسلمان مرد اور عورت کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی (۔
 الرسائل المشاہدۃ الحدیثہ ص ۷۰) اس میں بھی عن سے ارسال والے الفاظ نہیں بلکہ ملاقات کی
 تصریح ہے اور محمد بن احمد السراج الحنفی کی رباعی بھی ہے۔ ابو حنیفہ زین التابعین روی
 عن جابر و ابن حزمہ و الرضیٰ انس و معقل و حرثی و وائلہ و بنت عہد و عہد

ہم نے نفع حاصل کیا اور جو مال ہم نے پیچھے دنیا میں چھوڑا اس میں خسار اٹھایا ہم پر وہ پوشی کرنے والے پروردگار کے پاس آئے ہیں (الرسائل الشامیہ ص ۱۷۰) نیز امام صاحب فرماتے ہیں کہ میری ملاقات معقل بن یسار مرثی سے ہوئی۔ میں نے ان کو سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا فرماتے تھے

علامة المومن ثلاث اذا قال صدق و اذا وعد وفى و اذا اتمن لم يخن

(یعنی مومن کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے گا تو سچ بولے گا اور جب وعدہ کرے گا تو پورا کرے گا اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت نہیں کرے گا) (الرسائل الشامیہ الحدیثیہ ص ۱۷۰) نیز امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے واہل بن الاستیعاب سے ملاقات کی انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لا یغش احدکم ان یتقرب الی اللہ باقرب من ہذہ الركعات یعنی العلوات الخمس (تیم میں سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرب ان پانچ نمازوں سے زیادہ قریب کرنے والے چیز سے حاصل کریگا) (الرسائل الشامیہ الحدیثیہ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین ص ۱۷۰) ابن حجرؒ کی فرماتے ہیں کہ علامہ بخاری وغیرہ جو صحابہ کرامؓ سے امام صاحبؒ کے سماع کے قائل ہیں وہ روایات کو متصل مانتے ہیں اور جو ملاقات کے قائل نہیں وہ ان روایات کو منقطع کہتے ہیں اور محدثین کا اصول یہ ہے کہ اتصال کا راوی انقطاع کے راوی پر مقدم ہو گا۔ کیونکہ اس کے پاس علم کی زیادتی ہے (الخیرات الحسان ص ۵۵)

مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے ۲۳ صحابہ کرامؓ کا زمانہ پایا ہے اور ان کے نام بھی تحریر فرمائے ہیں۔



بشکر یہ ماہنامہ ”ملیہ“ فیصل آباد

امام ابو حنیفہؒ کی ذہانت

اور ان کے

حیرت انگیز واقعات

حکایت نمبر ۱: علامہ گردری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی ابو یوسفؒ سخت بیمار ہو گئے۔ امام ابو حنیفہؒ ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں اپنے بعد تجھ سے مسلمانوں کے نفع کی بڑی امید رکھتا تھا، اگر تو فوت ہو گیا تو بہت سائل علم فوت ہو جائے گا۔ جب قاضی ابو یوسفؒ رحمۃ اللہ علیہ تندرست ہوئے تو اپنی املاء مسائل کی مجلس طبعہ منعقد کر لی اور اپنے استاذ امام اعظم ابو حنیفہؒ کو اطلاع نہیں کی، تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ہوئی تو آپؒ نے ایک شخص کو بھیجا، اس نے امام ابو یوسفؒ سے پانچ مسئلے پوچھے۔

مسئلہ نمبر ۱: کسی شخص نے دھوبی کو دھونے کے لئے کپڑا دیا۔ دھوبی نے انکار کر دیا کہ تو نے مجھے کوئی کپڑا نہیں دیا۔ اس انکار کے کچھ وقت بعد دھوبی نے وہ دھلا ہوا کپڑا مالک کو واپس کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت میں دھوبی دھلائی کی اجرت کا مستحق ہو گا یا نہیں؟ قاضی ابو یوسفؒ نے جواب دیا کہ اجرت کا مستحق نہیں ہو گا۔ اس شخص نے کہا کہ یہ مسئلہ غلط ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے دوبارہ کچھ سوچ کر فرمایا کہ دھوبی اجرت کا مستحق ہو گا۔ اس شخص نے کہا کہ یہ بھی غلط ہے، پھر اس آدمی نے بتایا کہ اگر دھوبی نے کپڑے کا انکار کرنے سے پہلے اسے دھویا تھا تو اجرت کا مستحق ہو گا اور اگر انکار کرنے کے بعد دھویا تو (غاصب بن کراپی ذات کے لئے دھویا) لہذا اجرت کا مستحق نہیں ہو گا۔

مسئلہ نمبر ۲:..... اس نے پوچھا کہ نماز کے اندر دخول فرض کے ساتھ ہوتا ہے یا سنت کے ساتھ؟ تو قاضی صاحبؒ نے فرمایا فرض کے ساتھ۔ اس شخص نے کہا کہ غلط ہے۔ قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہ سنت کے ساتھ، تو بھی اس شخص نے کہا، غلط ہے۔ قاضی صاحبؒ حیران ہوئے تو اس شخص نے بتایا کہ فرض اور سنت دونوں کے ساتھ نماز میں داخل ہوتا ہے کیونکہ تکبیر تحریمہ فرض اور رفع یدین سنت ہے۔

مسئلہ نمبر ۳:..... اس شخص نے پوچھا کہ ایک پرندہ آگ پر چڑھی ہوئی اس ہنڈیا میں گر گیا جس میں گوشت اور شوربا تھا، آیا گوشت اور شوربا کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہ نہیں، کھائے جائے سکتے ہیں، تو اس شخص نے کہا غلط ہے۔ پھر قاضی صاحبؒ نے فرمایا نہیں کھائے جائیں گے تو اس شخص نے کہا غلط ہے۔ پھر اس شخص نے بتایا کہ اگر پرندہ گوشت پکنے کے بعد گرا ہے تو گوشت کو تین دفعہ دھو کر استعمال کیا جاسکتا ہے اور شوربا گرا دیا جائے گا اور اگر گوشت پکنے سے پہلے گرا تھا تو پوری ہنڈیا گرا دی جائے گی۔

مسئلہ نمبر ۴:..... اس شخص نے پوچھا ایک مسلمان کی ذمیہ (اسلامی حکومت کے تحت رہنے والی عیسائی یا یہودیہ) بیوی حاملہ ہونے کی صورت میں فوت ہو گئی اور حمل مسلمان کا ہے، اس کو کس قبرستان میں دفن کیا جائے گا؟ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا مسلمانوں کے قبرستان میں (بچہ کے مسلمان ہونے کی وجہ سے) اس شخص نے کہا کہ آپ نے غلطی کی تو قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ذمیوں کے قبرستان میں (عورت کے ذمی ہونے کی وجہ سے) اس شخص نے کہا آپؒ نے غلط جواب دیا تو امام ابو یوسفؒ حیران ہوئے تو اس شخص نے کہا کہ اس کو یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا لیکن اس کا چہرہ قبلہ سے پھیر دیا جائے گا تاکہ بچہ کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے اس لئے کہ پیٹ میں بچہ کا چہرہ اپنی ماں کی پشت کی طرف ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵:..... کسی آدمی کی ”ام ولد“ نے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر

لیا، پھر آقا مر گیا تو اس ام ولد کو آقا کی عدت گزارنی پڑے گی یا نہیں؟ تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس پر عدت گزارنا واجب ہے۔ اس شخص نے کہا غلط ہے۔ پھر قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس پر عدت واجب نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا غلط ہے، پھر اس شخص نے بتایا کہ خاوند نے اس سے ہمبستری کی ہے تو آقا کی عدت واجب نہیں اور اگر خاوند نے ہمبستری نہیں کی تو عدت واجب ہے۔۔۔۔۔ تو امام ابو یوسفؒ کو اپنی کوتاہی کا یقین ہو گیا اور امام ابو حنیفہؒ کی مجلس کی طرف لوٹے تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ تیری مثال ایسے ہی ہے جیسے انکور کچا ہونے سے پہلے کشمش بننے کی خواہش کرے اور ایک روایت میں ہے کہ جب امام ابو یوسفؒ امام صاحبؒ کے پاس آئے تو امام صاحبؒ نے فرمایا تجھے دھوبی والا مسئلہ ہی یہاں لایا ہے۔ تعجب ہے اس آدمی پر جو اللہ کے دین کے بارہ میں لب کشائی کرے اور (مسائل کی) مجلس منعقد کرے حالانکہ وہ اجارہ کے ایک مسئلہ کو اچھی طرح نہیں جانتا۔ پھر امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے آپ کو حصولِ علم سے مستغنی سمجھ لے اس کو اپنے اوپر رونا چاہئے۔ (الاشباہ)

حکایت نمبر ۲:..... امام صاحبؒ سے اس شخص کے بارہ میں سوال کیا گیا جو کہے کہ میں جنت کی امید نہیں رکھتا اور جہنم سے ڈرتا نہیں اور خدا کا خوف نہیں رکھتا اور مردار (بغیر ذبح کئے ہوئے جانور) کو کھاتا ہوں اور بغیر قراءۃ کے نماز پڑھتا ہوں اور رکوع، سجدہ نہیں کرتا اور بن دیکھے گواہی دیتا ہوں اور حق سے بغض رکھتا ہوں اور فتنہ سے محبت کرتا ہوں تو امام صاحبؒ کے شاگردوں نے کہا کہ اس شخص کا (دینی) معاملہ بڑا مشکل ہے تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کو جنت کی امید نہیں بلکہ اللہ سے امید قائم ہے اور جہنم سے نہیں ڈرتا بلکہ خدا سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے عذاب میں ظلم کا خوف نہیں رکھتا اور مچھلی اور نڈی (بغیر ذبح کئے) کھاتا ہے اور نماز جنازہ (بغیر قراءۃ اور رکوع اور سجود کے) پڑھتا ہے اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی (بن دیکھے) دیتا ہے اور موت (جو برحق ہے) سے بغض رکھتا ہے اور

مال اور اولاد سے محبت کرتا ہے جو فقہ ہیں تو مسائل نے انہیں کرا آپ کے سر کو بوسہ دیا اور کہا کہ آپ بہت وسیع علم والے ہیں۔ (الاشباہ)

حکایت نمبر ۳: حضرت قتادہ کوفہ میں تشریف لائے اور وہاں ایک مجلس قائم کی اور لوگوں سے اعلان کیا کہ فقہ کا جو مسئلہ پوچھنا چاہو پوچھو۔ امام ابوحنیفہ کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ ایک آدمی بیوی چھوڑ کر کہیں گم ہو گیا، بیوی کو کسی نے اس کے مرنے کی خبر دی، بیوی نے موت کی عدت گزار کر دوسرے خاوند سے شادی کر لی اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔ پھر پہلا خاوند آ گیا، اس نے کہا اے زانیہ! میں تیرا خاوند موجود ہوں اور تو نے دوسری جگہ شادی کر لی ہے۔ دوسرے خاوند نے کہا، اے زانیہ! تیرا خاوند موجود ہے تو نے مجھ سے کیوں شادی کی؟ تو کیا اس صورت میں دوسرے خاوند پر جس سے اولاد پیدا ہو چکی ہے حد واجب ہوگی یا نہیں؟ تو حضرت قتادہ بہت متفکر ہوئے، پھر فرمایا کہ کیا یہ مسئلہ کہیں پیش آیا ہے؟ امام صاحبؒ نے فرمایا نہیں، لیکن ہم مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے اس کے (وقار) کی تیاری کرتے ہیں (غمز عبون الابصار) ایک روایت میں ہے کہ حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ جب تک یہ لڑکا کوفہ میں ہے کوفہ میں مجلس علم منع نہیں کروں گا اور فرمایا کہ مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ کوئی شخص مجھ سے یہ مسئلہ پوچھے گا۔ (غزمیون الابصار)

حکایت نمبر ۴: ایک رومی سردار نے اپنے قاصد کو بہت مال دے کر خلیفہ المسلمین کے پاس بھیجا اور یہ پیغام بھی دیا کہ اپنے علماء سے میرے تین سوالوں کا جواب پوچھو۔ اگر انہوں نے تجھے جواب دے دیا تو یہ مال ان کو دے دینا اور اگر انہوں نے تجھے جواب نہ دیا تو مسلمانوں کو کہنا کہ میری حکومت کے ماتحت ہو کر مجھے خراج (ٹیکس) ادا کیا کرو، تو اس نے علماء سے سوالات کئے، مگر کسی نے اطمینان بخش جواب نہ دیا۔ امام ابوحنیفہؒ اس وقت بچے تھے۔ اپنے والد کے ساتھ وہ بھی مجلس میں حاضر تھے۔ انہوں نے اپنے والد محترم سے رومی سردار کو جواب دینے

کی اجازت مانگی، انہوں نے اجازت نہ دی تو انہوں نے خلیفہ المسلمین سے اجازت مانگی تو ان کو اجازت مل گئی۔ رومی اب تک منبر پر بیٹھ کر سوال کر رہا تھا تو امام صاحبؒ نے اسے کہا کہ کیا تو (مجھ سے) سوال کرے گا؟ اس نے کہا ہاں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تو نیچے آ اور میں منبر پر بیٹھوں گا۔ رومی منبر سے نیچے اترا، امام صاحبؒ منبر پر چڑھ گئے اور فرمایا کہ سوال کر، اس نے کہا کہ (۱) اللہ تعالیٰ سے پہلے کیا چیز تھی؟ امام صاحبؒ نے فرمایا تجھے کتنی آتی ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک (واحد) سے پہلے کیا ہے؟ اس نے کہا کہ واحد پہلا عدد ہے، اس سے پہلے کچھ نہیں تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جب ایک جو واحد مجازی ہے اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تو خدا تعالیٰ جو واجب حقیقی ہیں ان سے پہلے کیا ہو سکتا ہے؟ رومی نے کہا (۲) اللہ تعالیٰ کس جہت میں ہے، تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جب چراغ جلایا جائے تو اس کا نور کس طرف ہوتا ہے؟ اس رومی نے کہا کہ چراغ کا نور تو ہر جہت کو روشن کرتا ہے، اس کی روشنی کی جہت متعین نہیں ہو سکتی تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جب چراغ کے مجازی عدم سے وجود میں آنے والا اور بالآخر معدوم ہو جانے والے نور کی جہت متعین نہیں ہو سکتی تو آسمانوں اور زمین کے خالق ہمیشہ باقی رہنے والی تمام مخلوق پر فیضان عام کرنے والی ذات جو حقیقی نور ہے اس کی جہت کیسے متعین کی جاسکتی ہے؟ رومی نے کہا (۳) اللہ تعالیٰ کس کام میں مشغول ہیں؟ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تیرے جیسا ملحد منبر پر ہوتا تو اس کو نیچے اتار رہے ہیں اور میرے جیسا موحد جو زمین پر تھا اس کو منبر پر بٹھا رہے ہیں۔ وہ ہر دن ایک خاص شان میں ہوتے ہیں تو وہ مال چھوڑ کر رہا واپس چلا گیا۔ (الاشباہ)

حکایت نمبر ۵: امام صاحبؒ کو حج کے سفر میں پانی کی ضرورت پڑی تو ایک دیہاتی سے ایک مشکیزہ پانی کا بھاؤ معلوم کیا، اس نے کہا کہ میں پانچ درہم سے کم میں نہیں دوں گا۔ امام صاحبؒ نے وہ سارا مشکیزہ خرید لیا، پھر امام صاحبؒ نے ستواں کے سامنے رکھ دیئے۔ اس نے حسب خواہش وہ ستو کھائے تو اس کو پیاس لگی تو اس نے امام

صاحب سے پانی مانگا، امام صاحب نے فرمایا پانی مفت نہیں ملے گا۔ بالاخر اس نے پانچ درہم کا ایک پیالہ لے کر پیا۔

حکایت نمبر ۶:..... ایک مرتبہ اتفاق سے بنی ہاشم کے ایک سردار کے بیٹے کے جنازے میں درج ذیل حضرات اکٹھے ہو گئے۔ سفیان ثوری، ابن شبرمہ، قاضی ابن ابی لیلیٰ، ابوالاحوص مندل، امام ابوحنیفہؒ اور دیگر علماء بھی تھے۔ اچانک جنازہ رک گیا۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ لڑکے کی ماں بھی جنازے کے ساتھ بے چین ہو کر تحیر کے عالم میں نکل آئی ہے اور پردے کا بھی کچھ خیال نہیں کیا تو اس کے خاوند نے اسے واپس جانے کا کہا تو اس نے جانے سے انکار کیا۔ خاوند نے قسم کھا کر کہا کہ اگر تو واپس نہ گئی تو تجھ کو طلاق۔ بیوی نے بھی قسم کھا کر کہا کہ اگر اس کی نماز جنازہ سے پہلے میں واپس جاؤں تو میرے سب غلام آزاد۔ جنازہ یکدم رک گیا کہ اب مسئلہ کا کیا حل ہو۔ اگر جنازہ گاہ تک جنازہ گیا اور والدہ واپس نہ گئی تو اس کو طلاق ہو جائے گی اور اگر وہیں سے واپس ہو جائے تو تمام غلام آزاد ہو جائیں گے۔ سب علماء حیران ہیں کہ اب کیا کیا جائے؟ امام صاحبؒ نے عورت اور خاوند کے الفاظ کی تحقیق کر کے فرمایا کہ چار پائی یہیں رکھ دو اور میت کے باپ سے کہا کہ جنازہ یہیں پڑھا دو اور بعد میں فرمایا کہ عورت واپس چلی جائے کہ اس کی قسم پوری ہو گئی اور اس کے خاوند سے کہا کہ میت کو قبرستان میں دفن دو، تیری قسم بھی پوری ہو گئی کہ تیری بیوی یہیں سے واپس چلی گئی ہے۔ ابن شبرمہ بے اختیار پکار اٹھے کہ تیرے جیسا ذہن اور سرِ بُعِ انہم بچے جننے سے مائیں عاجز آ چکی ہیں۔ خدا بھلا کرے تیرے لئے علمی مشکلات کے حل کرنے میں کوئی کلفت نہیں۔

حکایت نمبر ۷:..... ایک مرتبہ ایک عورت امام صاحبؒ کے حلقہ میں آئی، امام صاحبؒ اپنے شاگردوں میں تشریف فرما تھے۔ عورت نے ایک سیب جس کا نصف رنگ سرخ تھا نصف زرد امام ابوحنیفہؒ کے سامنے چپکے سے رکھ دیا۔ امام صاحبؒ نے سیب کو کاٹ کر دو ٹکڑے کر دیے۔

اور عورت کے حوالے کر دیا۔ عورت اسے لے کر چلی گئی۔ یہ ایک معرکہ تھا جس پر حاضرین متعجب تھے۔ حاضرین کی دریافت و اصرار پر امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اس عورت کو حنفی کا خون کبھی سرخ اور کبھی زرد آتا تھا تو اس نے سیب کے ذریعے سے اپنی حقیقت حال بیان کر دی اور اپنی طہارت کا مسئلہ پوچھا کہ زردی کی حالت میں ظاہر شمار کی جاؤں گی یا نہیں تو میں نے سیب کاٹ کر مسئلہ بتا دیا کہ جب تک سیب کی اندرونی سفیدی کی طرح سفید پانی نہ آئے اس وقت تک پاک نہیں ہوگی۔ (حدائق حنفیہ)

حکایت نمبر ۸:..... ایک آدمی کے گھر میں چور آئے اور سارا سامان لوٹ لیا۔ وہ چور محلہ ہی کے تھے، جاتے ہوئے اس آدمی سے قسم لی کہ اگر میں کسی کو بتاؤں تو میری بیوی پر تین طلاق۔ صبح کو چور سامان بیچنے گئے، وہ آدمی ان کو سامان بیچتے دیکھ رہا تھا مگر قسم کی وجہ سے کسی کو بتا نہیں سکتا تھا، پریشان ہو کر امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورہ کیا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اس محلے کے مشکوک لوگوں کو کسی مکان یا مسجد میں جمع کر دو اور پھر اس کے سامنے ایک ایک کو نکالو۔ ہر آدمی کے بارہ میں اس سے پوچھتے جاؤ کہ کیا یہ تیرا چور ہے؟ جو چور نہ ہو تو صراحتاً کہہ دے کہ یہ چور نہیں اور اگر چور کو نکالا جائے تو یہ خاموش رہے اور اس کو گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہوا تو وہ چور پکڑے گئے اور سامان بھی برآمد ہو گیا اور طلاق بھی نہ ہوئی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں تین طلاقیں کو تین ہی سمجھا جاتا تھا جیسا کہ جمہور اہل سنت و الجماعت حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی اور موجودہ سعودی حکومت کا فتویٰ ہے۔ اگر ایک آدمی بھی ایسا ہوتا جو ایک مجلس کی تین طلاقیں کو ایک شمار کرنے والا ہوتا تو اس کو سمجھا دیتا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک رجعی کے حکم میں ہیں، لہذا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایک طلاق کے بعد حق رجوع خاوند کو باقی رہتا ہے، عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ قرآن پاک کی آیات اور احادیث سے یہ مسئلہ خوب روشن ہو چکا ہے۔ امام بخاریؒ نے باب من اجاز الطلاق الثلاث میں ایک آیت کریمہ اور تین احادیث سے اس حرمت کو مدلل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مسلک حق سے تادم آخر وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

ایک خط کا جواب

مکرمی جناب رضوان المصطفیٰ صاحب دیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ نے جو چند سوالات غیر مقلدین کے ارسال فرمائے ہیں ان کے شروع میں لکھا ہے کہ ان سوالوں کے جوابات قرآن و حدیث سے دیں اور آخر میں بھی لکھا ہے کہ ان سوالوں کا جواب صرف قرآن مجید اور صحیح حدیث سے دیں اور پھر حنفی مذہب کو یہ چیلنج دیا ہے کہ قیامت تک ان سوالوں کے جواب قرآن و حدیث سے نہیں دے سکتے۔

تمہید جواب:..... مکرمی! سوال صحیح وہ ہوتا ہے جو مدعی کے دعویٰ کے موافق ہو۔ احناف نے یہ دعویٰ کب کیا ہے کہ دلائل صرف قرآن و سنت میں منحصر ہیں۔ احناف کی تو تمام کتب میں دلائل اربعہ، (۱) کتاب، (۲) سنت، (۳) اجماع، (۴) قیاس کا ذکر ہے۔ یہ دعویٰ غیر مقلدین کا ہے کہ مسئلہ صرف قرآن و حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ ہم ان کے دعویٰ کے ذمہ دار نہیں۔ جیسے منکر حدیث کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم صرف قرآن کو مانتے ہیں اور وہ غیر مقلدین کو چیلنج دے دیں کہ نماز کا پورا طریقہ، اسی طرح روزہ، حج، زکوٰۃ کے تفصیلی احکام قرآن سے ثابت کر دو تو صحیح ورنہ تمہارا مذہب باطل ہے تو غیر مقلد بھی کہیں گے کہ یہ سوال ہمارے دعویٰ کے خلاف ہے، ہم اس کے ذمہ دار نہیں بلکہ تمہارا ساغر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ شرط نہ قرآن سے ثابت ہے نہ سنت سے کہ مسئلہ صرف قرآن و سنت سے ثابت ہوتا ہے بلکہ یہ سوال کر کے سائل ان تمام آیات و احادیث مانکر ہو گیا ہے جن میں حجیت اجماع و اجتہاد کا ذکر ہے۔ ہمارا بھی غیر مقلدیت کو چیلنج ہے کہ ایک آیت یا ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں جس میں یہ ہو کہ ہر جاہل آدمی عالم سے دلیل کا مطالبہ کرے اور پھر دلیل بھی صرف

قرآن و حدیث ہے اجماع اور قیاس مجتہد دلیل نہیں۔ تو چونکہ یہ سوال غلط ہے اس لئے جواب ہمارے ذمہ لازم نہیں مگر پھر بھی ترخیم العنان کے طور پر جواب دیتے ہیں۔

واللہ المستعان علیٰ ما تصفون

سوال نمبر:..... دعائے قنوت سے پہلے رفع یدین؟

جواب:..... (۱) حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس تکبیر میں جو رکوع سے پہلے ہوتی رفع یدین کرتے تھے یہاں تک کہ اپنی نماز پوری کرتے۔ (ابوداؤد، صفحہ ۱۰۴، جلد ۱) تکبیر دعائے قنوت اور تکبیرات عیدین رکوع سے پہلے ہیں اس لئے اس حدیث پاک سے یہ دونوں رفع یدین تکبیر تحریمہ کی رفع یدین کی طرح ثابت ہو گئیں۔

۲: ابو عثمان کہتے ہیں کہ ہم اور حضرت عمرؓ اکٹھے تھے۔ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر ہمارے ساتھ رکوع کے وقت دعائے قنوت پڑھتے یہاں تک ہاتھ اٹھا کر کہ آپ کی دونوں ہتھیلیاں ظاہر ہو جائیں اور آپ کے بازو باہر نکل آتے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری، صفحہ ۷۸)

۳: حضرت اسودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ و تروں کی آخری رکعت میں قل ھو اللہ پڑھتے، پھر رفع یدین کرتے، پھر رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے۔ (یہ احادیث صحیح ہیں جزء رفع یدین، صفحہ ۷۸)

۴: حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں سات جگہوں میں رفع یدین کی جائے گی۔ و تروں کی دعائے قنوت کی تکبیر میں اور عیدین میں، حجر اسود کے استلام کے وقت اور صفا اور مردہ پر اور مزل و لفظ اور عرفات میں اور دونوں جہروں کے پاس ٹھہرنے میں۔ (طحاوی، صفحہ ۳۱، جلد ۱) اس کی سند صحیح ہے۔ (مستدلات حنفیہ، صفحہ ۱۲۴)

۵: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات جگہوں میں ہاتھ اٹھائے جائیں گے۔ تکبیر تحریمہ میں اور دعائے قنوت کی تکبیر میں اور تکبیرات عیدین میں اور چار کاج میں ذکر فرمایا۔ (ہدایہ کتاب اصول و فروع) علامہ زبیدیؒ اور ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ غریب بهذا اللفظ نا۔

ولم یحییٰ حضرت ابن عباسؓ کی لائرفع الایدی الا فی سبع مواطن والی روایت جس میں دعائے قنوت اور عیدین کی تکبیروں والی رفع یدین کا لفظ نہیں ان سات جگہوں میں صحر کی نفی کرتے ہوئے فرماتے ہیں وقد تواترت الاخبار بالرفع فی غیرہا کثیراً منها الاستسقاء ودعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وورفعہ علیہ السلام یدہ فی الدعاء فی الصلوات وامر بہ ورفع البیدین فی القنوت فی صلوة الصبح والوتر (نصب الرایہ صفحہ ۳۹۱، جلد ۱)

اس عبارت میں وتروں کی دعائے قنوت میں رفع یدین کو متواتر کہا گیا ہے۔ علامہ خوارزمی رکوع والی اختلافی رفع یدین کی بحث میں فرماتے ہیں کہ اس بارہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فعلی روایات متعارض ہو گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی طرف رجوع واجب ہے اور وہ حدیث مشہور ہے لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن افتتاح الصلوة وقنوت والوتر وتکبیرات العیدین وعند استلام الحجر وعند الصفا والمروة وعند الموقفین وعند الجمرتین ای الاولیٰ والوسطیٰ (کتاب فی مع الفتح، صفحہ ۲۷۱، جلد ۱) یہاں علامہ خوارزمی نے اسے حدیث مشہور کہا ہے تو جب یہ رفع یدین متواتر اور مشہور ہے اور نماز بھی متواتر ہے تو تلقی بالقبول کی وجہ سے اس کی صحت میں شک نہیں ہوگا۔ بحکم للحديث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم یکن له اسناد صحیح (تدریب الراوی، صفحہ ۲۹، جلد ۱) نیز صاحب ہدایہ متوفی ۵۹۳ھ اور علامہ سرخسی متوفی ۴۸۳ھ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور فقیہ کا کسی حدیث سے استدلال اس حدیث کی صحیح ہوتی ہے اور علامہ سرخسی نے تو اس کو حدیث معروف کہا ہے۔ فرماتے ہیں (ویرفع یدہ حین یفتح القنوت) للحديث المعروف لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوة وقنوت والوتر وفي العیدین وعند استلام الحجر وعلى الصفا والمروة وبعرفات وجمع وعد

الجمرتین (مبسوط، صفحہ ۱۶۵، جلد ۱)

یاد رہے کہ ان روایات میں حصر حقیقی نہیں اضافی ہے۔

(۲) حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ (خیر القرون والے) "تحتب تکبته حتیٰ کہ توتروں کی تیسری رکعت میں قل هو اللہ پڑھے پھر تکبیر کہے، پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے، پھر تواتر دعائے قنوت پڑھے۔ (قیام اللیل، صفحہ ۲۳۰)

سوال نمبر ۲: مرد اور عورت کا ہاتھ باندھنے میں فرق؟

جواب: عورت کے بارہ میں: تو اجماع ہے کہ انہوں نے سینہ پر ہاتھ باندھنے ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحبؒ فرماتے ہیں واما فی حق النساء فاتفقوا علی ان السنة لهن وضع الیدین علی الصدر لانه استرلھن (السعیہ، صفحہ ۱۵۶، جلد ۲) اور قرآن پاک میں غیر سبیل المؤمنین (اجماع) کے تارک پر چلنے والے کو جہنمی کہا گیا ہے۔ (سورہ نساء، آیت ۱۱۶) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اجماع سے ایک بالشت بھی کٹ کر جدا ہوا اس نے اسلام کا پھندہ اپنے گلے سے نکال دیا۔ (مشکوٰۃ، صفحہ ۳۱) نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ہاتھ جماعت پر ہے جو جماعت سے علیحدہ: داود جہنم میں بھی علیحدہ کر کے تنہائی میں ڈال دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۰) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان انسان کے لئے بھیڑیا ہے جیسے بکری کے لئے (بھیڑیا دشمن ہے) اور وہ ریوز کی بکریوں سے نفرت کر کے جدا ہونے والی یا چارے کے لالچ میں غفلت کی وجہ سے ریوز سے جدا ہونے والی بکری پر حمل کرتا ہے، تم گھائیوں (میں جدا ہونے سے بچو) اور جماعت کو لازم پکڑو۔ (مشکوٰۃ، صفحہ ۳۱)

مردوں کے بارہ میں: حضرت وائلؒ کی حدیث ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھے ہوئے دیکھا ہے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۹۰، جلد ۱) حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ نمازی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر ناف کے نیچے رکھے۔

(ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۸، جلد ۱) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نماز کی سنت یہ ہے کہ ہاتھوں کو ہاتھوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۹۱، جلد ۱) ابو جہلؓ بھی فرماتے تھے کہ نمازی اپنی دائیں ہتھیلی کے اندر کے حصہ کو اپنی بائیں ہتھیلی کے ظاہر پر رکھے اور ان کو ناف کے نیچے رکھے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۹۱، جلد ۱) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں تمام انبیاء کے اخلاق سے ہیں۔ افطار جلدی کرنا، بحری موٹر کرنا اور ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا۔ (مسند امام زید، صفحہ ۱۸۳) یہی مضمون حضرت انسؓ سے بھی منقول ہے۔ (الجوہر النقی) حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی تحت السرة کی روایت ابوداؤد میں منقول ہے۔ (الجوہر النقی) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ (فیض القدر، صفحہ ۲۷۱، جلد ۵)

سوال نمبر ۳۴:..... مسئلہ تلفظ نیت نماز دروزہ.....؟

جواب:..... تلفظ نیت ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مستحسن ہے۔ صرف امام مالکؒ اس کے قائل نہیں ہیں۔ علامہ محمد بن عبدالرحمن شافعیؒ جو آٹھویں صدی ہجری کے عالم ہیں، فرماتے ہیں:..... ومحل النية القلب والکمال ان ينطق بلسانه بمانواه بقلبه (رحمۃ اللامہ، صفحہ ۱۲) ترجمہ:..... ”محل نیت قلب ہے اور کمال یہ ہے کہ جس چیز کی دل میں نیت ہے اس کا تلفظ کر لے۔“ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ فرماتے ہیں:..... وان لفظ بمانواه کان تاکيداً (معنی ابن قدامہ، صفحہ ۵۰۹، جلد ۱) یعنی جس چیز کی نیت کی ہے اگر اس کا تلفظ کر لے تو معاملہ پختہ ہو جائے گا۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بھی وضو، نماز، روزہ وغیرہ کی نیت کے تلفظ کو مستحب قرار دیا ہے۔ (غنیۃ الطالبین) البتہ مستحب کو لازم قرار دینا درست نہیں ہے۔ مطلق نیت کے تلفظ کو صرف آج کل کے نام نہاد عامل بالحدیث نے بدعت کہنا شروع کیا ہے اس سے قبل کسی نے اس کو بدعت نہیں کہا ہے۔

دلائل:..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یستقیم قلبہ حتی یتقیم لسانہ (مسند احمد، صفحہ ۱۹۸، جلد ۳) یعنی آدمی کا دل سیدھا نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کی زبان سیدھی ہو۔ نیت جب دل کا فعل ہے تو اس کی استقامت زبان کی استقامت (یعنی تلفظ) سے ہے۔

۲:..... حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے حج کی آواز بلند کرتے ہوئے۔ (مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۲۲۳)

۳:..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے پوچھا جب تو نے حج فرض کیا تو کیا کہا تھا؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ اے اللہ! میں نے اس چیز کا احرام باندھا جس کا تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔ (مشکوٰۃ، صفحہ ۲۳۴) یہاں قلت اور قلت کے الفاظ بھی تلفظ پر دلالت کرتے ہیں۔

۴:..... حضرت انسؓ فرماتے ہیں:..... کنت ردیف ابی طلحہ وانہم لیصو خون بہما جمیعاً الحج والعمرة (مشکوٰۃ، صفحہ ۲۲۳) اس میں بھی حج اور عمرے کا تلفظ بآواز بلند ثابت ہوتا ہے۔ قل ان صلاتی ونسکی الایۃ (الانعام) میں بھی نماز اور قربانی کے احکام نیت کے اظہار کا حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کے شروع میں انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفاً اور مذکورہ بالا آیت کا پڑھنا بھی اظہار احکام نیت کی دلیل ہے۔

لطیفہ:..... پورے والا کے ایک دوست بندہ کے پاس آئے کہ ہمارے چک کے ایک حافظ صاحب غیر مقلد ہو گئے ہیں اور وہ یہ چیلنج کرتے ہیں کہ حنفی نماز قرآن و سنت سے ثابت نہیں ہے۔ اس پر مناظرہ کر لیں۔ میں نے کہا غیر مقلدوں کی نماز تو کیا ان کی نیت بھی قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے، پھر میں نے ان کو چند سوالات لکھ کر دیے کہ ان کے جوابات صحیح صریح غیر معارض مرفوع حدیث سے غیر مقلد دیں۔

۱۔ نیت کا معنی جو قرآن اور حدیث میں ہے وہ باحوالہ لکھیں، فقہ یا لغت سے چوری نہ کریں۔

۲۔ نیت فرض ہے یا واجب یا سنت ہے یا مستحب یا مباح، حدیث صریح پیش کریں۔

۳۔ جو حکم ہو اس کی یہ تفصیل بیان کریں کہ اس کے منکر کیا حکم ہے؟ کافر ہے یا فاسق ہے۔ اس پر شرعی حد کیا جاری ہوگی، قتل کیا جائے گا یا کوڑے لگائے جائیں گے؟ کوڑوں کی کیا تعداد متعین ہے اور اگر نیت کا منکر تو نہیں عمدانیت نہیں کی یا سہوانیت نہیں کر سکا تو اس کی کیا سزا ہے؟

۴۔ ادا اور قضا کی نیت ایک ہی ہے یا جُدا جُدا، صریح حدیث پیش کریں۔

۵۔ فرض نماز، واجب وتر، سنتوں اور نفلوں کی نیت ایک ہی ہے یا فرق ہے اور پھر فرضوں میں سے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی تعین نیت میں ضروری ہے یا نہیں؟ صریح حدیث پیش فرمائیں۔

۶۔ نماز کی شرائط کا دل کی نیت میں استحضار ضروری نہیں تو بھی صریح حدیث پیش کریں۔

۷۔ اسی طرح نماز کے ارکان، واجبات، سنن مستحبات کا ارادہ بھی نیت میں ضروری ہے یا نہیں۔ صحیح حدیث پیش کریں۔

چند دن کے بعد اس دوست سے ملاقات ہوئی تو بتایا کہ ہم نے آپ کے سوالات دیئے تھے اور مسلسل دو تین دن ان سے جوابات کا مطالبہ کیا تو انہوں نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ تم جیتے ہم بارے، اگر آپ ہم سے لکھوانا بھی چاہیں تو ہم لکھ کر دیئے کو تیار ہیں۔ آپ ہمارا پیچھا چھوڑ دیں۔ میں نے پوچھا پھر آپ نے ان سے یہ تحریر لے لی تو انہوں نے کہا کہ ہمیں ان پر ترس آ گیا تھا اس لئے ہم نے ان سے تحریر نہیں لکھوائی۔ میں نے کہا تحریر لکھوا لیتے تو آپ کو بعد میں کام دیتی، تحریر نہ لکھوا کر آپ نے اپنی محنت ضائع کر دی۔ واضح رہے کہ احناف کے نزدیک دل میں نیت کرنے سے بھی نماز ہلا کر اہت درست ہے۔

سوال نمبر ۵:..... بریونی، دیوبندیوں کا مذہب خفی کس آیت یا حدیث میں ہے.....؟

جواب:..... قرآن پاک میں قرآن پڑھنے کا حکم ہے جس کی سات متواتر قراءتیں

ہیں۔ ان سات قاریوں کی قراءتوں کے نام نہ قرآن میں ہیں نہ حدیث میں، پوری امت کا اجماع ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ قرآن ہی لوگوں کو دیا ہے، اپنی طرف سے قرآن نہیں بنایا۔ اسی طرح اطیعوا الرسول کا حکم قرآن میں ہے مگر قرآن پاک کی کسی آیت یا حدیث سے صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث کا ذکر نہیں۔ اسی طرح اہل استنباط کی اطاعت کا حکم سورہ نساء آیت ۸۳ اور فقہاء کی طرف رجوع سورہ توبہ آیت ۱۲۲ سے ثابت ہے اور ان فقہاء کی تعین امت نے کی ہے کہ اس وقت جن فقہاء کا مذہب اصولاً اور فروعادون ہو کر تمام عالم میں پھیلا ہے وہ چار فقہاء ہیں۔ (۱) امام ابو حنیفہ، (۲) امام مالک، (۳) امام شافعی، (۴) امام احمد بن حنبل..... اگر یہ دسوسہ ڈال کر کہ ان کے نام قرآن و حدیث میں نہیں ان کی فقہ کو چھڑ دیا گیا تو صرف فقہ ہی نہیں چھوٹے گی دین ہی چھوٹ جائے گا۔ جس طرح سات قاریوں کے چھڑانے سے قرآن چھوٹ جائے گا اور محدثین کی کتب کے چھڑوانے سے حدیث ہی چھوٹ جائے گی تو غیر مقلدین کا مقصد صرف اماموں کو چھڑوانا نہیں دین کو چھڑوانا ہے۔ اس علاقہ میں تو اتر سے فقہ خفی ہی آئی ہے اور کوئی فقہ یہاں متواتر نہیں، اگر یہاں فقہ خفی چھوڑی تو اسلام ہی چھوٹ جائے گا۔

غیر مقلدین جواب دیں کہ:..... جب آپ کا دعویٰ ہے کہ ہمارا ہر مسئلہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے تو یہ بتائیں کہ یہ حکم قرآن و حدیث کا ہے کہ جس کا نام قرآن و حدیث میں ہو اس کو ماننا ہے اور جس کا نام نہ ہو تو اس کو نہیں ماننا؟ صریح آیت یا حدیث پیش کریں؟ نیز درج ذیل مسائل پر بھی روشنی ڈالیں۔ (۱) جن رسولوں، فرشتوں اور صحیفوں کے نام قرآن پاک اور احادیث میں نہیں آپ ان کو مانتے ہیں یا نہیں؟ اگر مانتے ہیں تو کس دلیل سے اور اگر کوئی کہے کہ میں تو ان رسولوں، فرشتوں اور صحیفوں کو نہیں مانوں گا جن کے نام نص میں نہیں ملیں گے

تو اس شخص کا شرعی حکم کیا ہے؟ (۲) جن دوائیوں کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں ان کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟ (۳) کتب تفسیر، کتب اصول تفسیر، کتب اصول حدیث غیر مقلدین کی تمام کتب فتاویٰ ساریہ، فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ ثنائیہ وغیرہ جن کا کتب حدیث میں ذکر نہیں ان کو ماننا کس دلیل سے ثابت ہے؟ (۴) آپ مختلف جماعتیں ہیں، غرباء، اباحدیت، جمعیت اباحدیت، جماعت اباحدیت، شبان اباحدیت، تحریک محمدی وغیرہ ان کا ذکر کس حدیث میں ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ (۵) کیا آپ آسمان سے نازل شدہ غذاائیں اور دوائیں استعمال کرتے ہیں یا زمینداروں کا کاشت کردہ غلہ بھی استعمال کرتے ہیں، اگر کوئی یہ کہے کہ میں تو اس زمیندار کی زمین کا غلہ استعمال کروں گا جس کا نام قرآن میں ہو، میں اس ڈاکٹر سے دوائی لوں گا، میں اس مٹھائی کو کھاؤں گا جس کا ذکر قرآن وحدیث میں ہو، میں وہ پھل کھاؤں گا جس کا قرآن وحدیث میں ذکر ہو، میں وہ بھری استعمال کروں گا جس کا ذکر قرآن وحدیث میں ہو، یہ تحقیق ہوگی یا وسوسہ اور اس سے صرف حقیقت نہیں چھونے کی بلکہ زندگی سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔

وسوسہ نمبر ۶:..... حنفی مذہب والے دائمی امام ابوحنیفہؒ کو مانتے ہیں اس کا ثبوت قرآن کی کس آیت یا حدیث میں لکھا ہے حالانکہ دائمی (یعنی قیامت تک کے لئے) امام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں!

جواب:..... سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ اعتراض صرف حنفی مذہب والوں پر کیوں ہے کہ وہ ہمیشہ حنفی رہتے ہیں، حنبلیوں پر کیوں نہیں حالانکہ حنبلی بھی دائمی حنبلی رہتے ہیں۔ کیا اس کا سبب یہ تو نہیں کہ حنبلیوں پر اعتراض کرنے سے ریال بند ہونے کا خطرہ ہے۔ یاد رہے کہ مذہب کا معنی راستہ ہوتا ہے جیسے ملکی راستے ہیں جو منزل تک پہنچاتے ہی، اگر کوئی ساری زندگی ایک راستے سے کسی شہر میں داخل ہوتا ہو تو کوئی وجہ اعتراض نہیں، یہ بالکل ایسے ہے جیسے کوئی ساری زندگی قاری عاصم کوئی کی قراءہ پڑھے اور کسی قاری کی قراءہ نہ پڑھے تو یقیناً وہ

پورا قرآن پڑھنے والا ہے، ساری زندگی کوئی ایک ڈاکٹر کی دوائی کھائے، ساری زندگی ایک انجینئر سے نقشے بنوائے، ایک ہی عدالت میں مقدمات لے کر جائے یہ قابل اعتراض نہیں، پھر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اس ملک میں ایک فقہ حنفی ہی متواتر ہے اور کوئی فقہ یہاں آئی ہی نہیں اس لئے جب تک یہاں فقہ حنفی ہے اس پر عمل کرنا پڑے گا، پھر آخر میں جو لکھا ہے کہ امام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس میں بظاہر امام صاحب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تقابل دیا جا رہا ہے، یہ بالکل غلط ہے۔ امام ابوحنیفہؒ مجتہد ہیں، نبی نہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں، امام بمعنی مجتہد نہیں۔ یہ وسوسہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ قیامت تک تو خدا کو ماننا ہے تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں مانتے ہو؟

وسوسہ نمبر ۷:..... حنفی مذہب میں کئی فرقے ہیں۔ مثلاً سنی، وہابی، دیوبندی، بریلوی، نقشبندی، قادری، چشتی وغیرہ حالانکہ ان سب کا امام ایک، مذہب ایک، پھر یہ فرقے کیوں؟ ان سب میں حق پر کون ہے؟

الجواب:..... اختلافات کئی قسم کے ہیں۔ ۱:..... بہت سے اختلاف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں اختلاف، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اختلافات، مجتہدین کے اختلافات، قراء کے اختلاف، محدثین کے اختلاف۔ یہ اختلافات ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں جیسے غذاؤں، دواؤں کے اختلافات۔

۲:..... اور کچھ اختلافات عذاب خداوندی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی اور اس کو نیکیوں کو موٹنے والا قرار دیا۔ ان کی مثال مضر صحت غذاؤں اور جعلی دواؤں کی ہے۔ پہلے اختلاف کے نتیجے میں پیدا ہونے والے فرقے یعنی جماعتیں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں جس طرح جسمانی مزاجوں کے اختلاف کی بناء پر ایک مزاج کے لئے ایک غذا اور دوا موافق ہے تو دوسرے کے مزاج سے دوسری غذا اور دوا میل کھائے گی۔ بعض

اوقات ایک آدمی تلذذ کے طور پر مختلف غذا کھیں اور پھل استعمال کرتا ہے۔ یہی طرح ایک روحانی مزاج کے موافق ایک مسئلہ یا ایک ذکر ہوگا تو دوسرے کے روحانی مزاج کے موافق دوسرا مسئلہ اور دوسرا ذکر ہوگا۔ بعض اوقات وقت کی تبدیلی یا شخص کی تبدیلی سے بھی حکم تبدیل ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا افضل ہے یا استغفار؟ تو حضرت نے فرمایا کہ درود پاک کی مثال عطر کی ہے اور استغفار کی مثال صابون کی ہے جو گناہوں کی میل کچیل کو دور کرتی ہے۔ اگر آدمی گنہگار ہے تو اس کو پہلے گناہوں کی گندگی دور کرنے کے لئے استغفار کے صابون کو استعمال کرے۔ چاہئے اور بعد میں درود پاک کا عطر لگاتا چاہئے اور اگر اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے محفوظ رکھا ہے تو اس کو درود پاک کے عطر سے روح کو معطر کرنا چاہئے۔

سائل نے جو مطلق گروہ بندی اور فرقوں کو غلط کہا ہے کہ صحیح نہیں، ہاں اہل بدعت اور غیر مقلدین جو حقیقت سے کٹے ہیں یہ فرقے غلط ہیں باقی کسی بدعتی فرقہ کا حقیقت کا دعویٰ کرنے سے خفی ہونا لازم نہیں آتا جیسے مرزائیوں کے دعویٰ اسلام سے ان کا واقعہ میں مسلمان ہونا لازم نہیں آتا۔

سنتی:..... اہل سنت والجماعت کے مسلک پر چلنے والوں کو کہتے ہیں۔ اگر سنت پر عمل نہ کرے تو زبانی مدعی سنت ہے واقع میں وہ سنتی نہیں ہوگا۔ اہل قرآن بمعنی منکر حدیث اور اہل حدیث بمعنی منکر فقہ کا اہل قرآن یا اہل حدیث کہلانا غلط ہے اور اہل سنت والجماعت خفیوں کا فرقہ نہیں بلکہ حقیقی اہل سنت والجماعت کی ایک شاخ ہیں کیونکہ مالکی، شافعی اور حنبلی بھی اہل سنت ہیں۔

وہابی:..... نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں کہ:..... وہابی بھی مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

۱ دشمن گورنمنٹ (برطانیہ) (ترجمان وہابیہ، صفحہ ۳)

۲ بعض رسوم فقہ انگیز کو موقوف کرنے والے (مثلاً تعزیہ سازی، پیر پرستی، گور پرستی وغیرہ، ترجمان وہابیہ، صفحہ ۵)

۳ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے قسین (ترجمان وہابیہ، صفحہ ۱۰)

۴ میان دو آب میں وہابی وہ ہے جو قبر میں پوجنے اور تعزیہ رکھنے اور دیوں سے مدد چاہنے اور مولود کی مجلسوں سے منع کرے اور یا رسول اللہ اور یا علی کہنے سے باز رکھے۔ (صفحہ ۱۲)

۵ حیدر آباد کن میں وہابی وہ ہے جو سند ہی نے پئے اور پا جامہ ٹخنوں سے اونچا رکھے اور ڈاڑھی نہ منڈوائے اور نماز درود ادا کرتا رہے۔ (صفحہ ۱۲)

۶ اور ہمیں میں وہابی وہ ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جن کا مذہب حنبلی ہے اور ایک عالم دیندار تھے، ان کو مالک سارے جہاں کا نہ جانے اور محفل مولود کو بدعت اور شی ترش مسلمانوں کی بتا دے۔ (ترجمان وہابیہ، صفحہ ۱۲)

۷ پوریوں کے نزدیک مشرق کے ہندوستانی شہروں میں وہابی وہ ہے جو ان پر چار مذہبوں میں سے کسی مذہب خاص کا مقلد و متقید نہ ہو بلکہ سچے اور اچھے طریقہ پر پیغمبر ﷺ کے چلتا ہو اور ان نئی باتوں سے جو پیغمبر ﷺ کے بعد لوگوں نے اپنی عقل سے تراش لیں دور رہتا ہو اور بعض لوگوں کے نزدیک وہابی وہ ہے جس میں یہ سب باتیں موجود ہوں اور اکثر ہند میں وہابیہ بدعتوں کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ (ترجمان وہابیہ، صفحہ ۱۲)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ وہابی محمد بن عبدالوہاب کے قسین کو اور غیر مقلدوں کو بھی کہا جاتا ہے جو خفی نہیں اور بدعات کی تردید اور کافر حکومت کے مخالفین کو بھی جہاد کو بدنام کرنے کے لئے کہا جاتا ہے اور بدعت کی تردید جو حکیم نبوی ﷺ ہے جیسا کہ جہاد حکم شرعی ہے یہ کوئی امام ابوحنیفہؒ کا اجتہاد ہی مسئلہ نہیں اگر خفیوں نے ان دونوں مسئلوں پر عمل کیا

ہے تو حکم نبوی کی بناء پر کیا ہے نہ کہ اجتہاد ابوحنیفہؒ کی وجہ سے، بہر حال اس خفی میں خفی محمدی فرقہ ہے۔

بریلوی: سائل نے بریلویوں کو خفی کہا ہے۔ یہ صرف دعویٰ با و دلیل ہے۔ بریلویوں کی بدعات اگر فقہ خفی کے ملوثی بہ اقوال سے سائل ثابت کر دے تو واقعی وہ خفی ہوں گے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو وہ اپنی خفی بدعات میں غیر مقلد ہوں گے۔ فرق صرف اتنا ہو گا کہ وہ ادب میں حد سے بڑھنے والے غیر مقلد ہوں گے اور نام نہاد اہل حدیث بنے ادب غیر مقلد ہیں۔

دیوبندی: یہ اہل سنت والجماعت کا گروہ ہے جو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع اُمت اور امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کے ملوثی بہ اقوال کو ماننے والے ہیں۔ یہ نسبت اہل بدعت (خواہ بدعت مکلفہ کے قائل ہوں جیسے مرزائی، منکر حدیث، منکر معجزات وغیرہ یا بدعت غیر مکلفہ کے قائل ہوں جیسے منکرین فقہ وغیرہ) سے امتیاز کے لئے ہے۔

چشتی، قادری، نقشبندی: یہ ترکیہ افس یعنی تصوف کے ساسل ہیں۔ فقہی نسبتیں نہیں، نہ ان کا کوئی آپس میں تضاد ہے۔ ایک شخص ایک ہی وقت میں ساسل اربعہ میں لوگوں کی اصلاح کر سکتا ہے اور نہ ہی ان کا فقہ خفی سے تضاد ہے۔ یہ نسبتیں مختلف امتیازات کے لئے ہوتی ہیں۔ جیسے ایک پاکستانی قوم کے بعض افراد پنجابی، بلوچ، سرحدی، بلوچ، بلوچی، بعض سندھی ہیں اس کے باوجود وہ پاکستان سے کہنے نہیں۔ اب کوئی کہے کہ ملک ایک، بادشاہ ایک پھر یہ اختلاف اور فرقہ بندی کیسے؟ تو ہر آدمی کہے گا کہ یہ فرقہ بندی نہیں۔

سائل کو ان فرقوں کی فکر ہے مگر اسے اس کی فکر نہیں کہ مدعیان اہل حدیث کے کتنے فرقے ہیں جو ایک دوسرے کو کافر تک کہتے ہیں۔

..... پروفیسر محمد مبارک صاحب جماعت غربائے اہل حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں: "جماعت غربائے اہل حدیث باقی جماعت ہے جس کا جماعت اہل حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ پوری جماعت مع امام کے واجب القتل ہے۔ افسوس! سید احمد شہید

کی تحریک کامیاب ہو جاتی تو ضرور جماعت غرباء اہل حدیث کو مع امام کے قتل کیا جاتا جس طرح سیدنا امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مسیابہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا تھا۔ جس طرح مسیابہ کذاب کی حمایت کرنے والے مجرم تھے اسی طرح وہ علماء جو جماعت غرباء اہل حدیث کے جلسوں کو رونق بخشتے ہیں وہ بھی مجرم ہیں۔"

(علمائے احناف اور تحریک مجاہدین، صفحہ ۵۳، ۵۴)

مولوی عبدالحق غزنوی مولوی ثناء اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ثناء اللہ امرتسری محدثین کے مذہب پر نہیں، نجد شین فی الدین میں سے ہے۔ مثل دیگر فرق ضالہ جمیہ اور معتزلہ اور قدریہ وغیرہ کے جو تحریف کرنے والے ہیں۔

نیز لکھتے ہیں آج کل ایک تفسیر عربی مولوی ثناء اللہ کشمیری الاصل امرتسری الوطن میری نظر سے گزری۔ تفسیر کیا ایک اغلاط کا مجموعہ تاویلات کا ذخیرہ دیکھا۔ تعجب ہے یونیورسٹی کے فاضل کی فضیلت اور لیاقت پر کہ الفاظ غلط، معانی غلط، استدلال غلط بلکہ تحریفات میں یہودیوں کی بھی ناک کاٹ ڈالی۔ (الاربعین، صفحہ ۳)

مولوی عبد الاحد خانپوری نے مستقل کتاب لکھی اظہار کفر ثناء اللہ بجمیع ما امنت باللہ بلکہ ترک تقلید نے اکثر گمراہ جماعتوں کو جنم دیا ہے۔ حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب مدرس اول و مفتی مدرسہ عربیہ رائے پور گوجرانوالہ بزرگوار حضرت مولانا عبد اللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ و حضرت مولانا حبیب اللہ ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ ساجوال فرماتے ہیں: "واہ رہے چودھویں صدی کے اہل حدیث تو تم سے خدا کیجئے! نیچری، مرزائی، چکڑالوی سب فرقے غیر مقلدی ہی کی شائیں ہیں۔ ان کے بانی سب غیر مقلد ہی تھے ترقی کر گئے۔" (مباحثہ زیرہ، صفحہ ۱۵) مزید قتل کے لئے الفیصلۃ الحجازیہ، فیصلہ مکہ، فقہ ثنائیہ، مظالم روپڑی کا مطالعہ فرمائیں۔

وسوسہ نمبر ۸: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ تکبیروں کا ثبوت ملتا ہے۔ (یہ ثبوت ابو داؤد شریف میں ہے) چھ تکبیروں کا ثبوت کہاں ہے؟

الجواب:..... آج تک تو یہ سنتے تھے کہ تعصب سے متعصب کی بصیرت متاثر ہوتی

ہے مگر غیر مقلد کی بصارت بھی متاثر ہوگئی ابو داؤد سے بارہ تکبیروں والی روایت نظر آگئی مگر ساتھ ہی چھ تکبیروں والی روایت تھی وہ نظر نہیں آئی۔ لیجئے شاید ہماری راہنمائی کمال الجواہر ثابت ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد ابو عاصم فرماتے ہیں کہ سعید بن العاصؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعرئؓ اور حذیفہ بن یمانؓ سے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں تکبیریں کیسے کہتے تھے؟ تو حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ جنازہ پر تکبیروں کی طرح چار تکبیریں کہتے تھے تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ ابو موسیٰؓ نے سچ کہا، پھر حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ میں بصرہ میں جب اہل بصرہ کا امیر تھا تو ایسے ہی تکبیریں کہتا تھا۔ ابو عاصم فرماتے ہیں کہ میں سعید بن العاصؓ کے پاس موجود تھا۔ (ابو داؤد صفحہ ۱۶۳، جلد ۱) حاشیہ میں ہے کہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریر کے ساتھ تکبیرات زوائد مل کر چار اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع کے ساتھ چار بنتی ہیں۔ تفصیل کے لئے شوال ۱۳۲۵ھ کا ”الخیر“ اور ”حدیث اور ابجد“ کا مطالعہ فرمائیں۔

سوسہ نمبر ۹:..... تم خفی کیوں کہلاتے ہو؟ نعمانی کیوں نہیں کہلاتے جبکہ امام صاحب کا نام نعمان ہے۔

الجواب:..... کیا اگر ہم نعمانی کہلاتے تو آپ نے راضی ہو جانا تھا؟ امام صاحبؒ کے نام کی طرف نسبت کر دیں یا کنیت کی طرف اس میں کوئی فرق نہیں۔ کنیت چونکہ زیادہ مشہور ہے اس لئے اس کی طرف نسبت ہو جاتی ہے۔ کیا آپ کو کوئی آیت یا حدیث مل گئی ہے کہ کنیت کی طرف نسبت ناجائز ہے۔ ذرا آپ بھی اپنے علماء سے پوچھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی احمد بھی ہے۔ آپ احمدی کیوں نہیں کہلاتے؟ ۱

سوسہ نمبر ۱۰:..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آئیں گے تو مذاہبِ اربعہ میں سے کس کی پیروی کریں گے؟

الجواب:..... غیر مقلد وحید الزمان نے تو حضرت امام مہدی کے لئے ہدیۃ المہدی

لکھ دی تھی اور وصیت کر دی تھی کہ:..... ”اگر ہم فوت ہو جائیں تو ہر ایک مسلمان بھائی کو ہماری وصیت یہ ہے کہ ہمارا اسلام حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچا دے اور ہماری کتاب ہدیۃ المہدی آپ کے ملاحظہ میں گزار دے۔“ (اغات الحدیث مادہ صفحہ ۷۵، جلد ۱) لو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ غیر مقلدوں نے اس البھمن کا حل پیش کر دیا ہے۔ غیر مقلدین اگر وحید الزمان سے تالاں ہیں تو وہ بھی اجلاس بلا کر اس کی تحقیق کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قراءِ سبعہ میں سے کس قاری کی قراءۃ میں اتباع کریں گے جواب قرآن اور حدیث صحیحہ صریحہ غیر محارض سے ہو؟ قرآن و سنت کا مفہوم وہ ”غرباء الحدیث“ سے یکسوئیں گے یا ”جماعت اہل حدیث“ سے یا ”جمیعت اہل حدیث“ سے، ”شان اہل حدیث“ سے یا ”اہل حدیث پوتھ فورس“ سے ”تحریک محمدی“ سے یا ”جماعت المسلمین“ سے؟

توضیح:..... علامہ شانیؒ نے علامہ سیوطیؒ کے رسالہ ”الاعلام“ سے نقل کیا ہے کہ یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مذاہبِ اربعہ میں سے کسی مذہب کے مطابق فیملہ کریں گے باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں اور کسی نبی کے بارہ میں کیسے خیال کیا جاتا ہے کہ وہ کسی مجتہد کو جو اس امت کا فرد ہے اس کی تقلید کریں، وہ تو صرف اجتہاد سے فیصلے کریں گے یا اس وحی کے ذریعہ سے جو ہماری شریعت کے بارہ میں پہلے سے ان کو معلوم ہو چکی ہے یا آسمان میں ان کو اس کی تعلیم دی گئی ہے یا وہ قرآن میں غور و فکر کر کے قرآن کو ایسے سمجھیں گے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن سے احکام کو سمجھتے تھے۔ علامہ سبکیؒ نے صرف آخری احتمال کو ذکر کیا ہے اور ملا علی قاریؒ نے ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ سے یہ سوال کیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام قرآن و سنت کے حافظ بن کر نازل ہوں گے یا اپنے زمانے کے علماء سے قرآن و سنت حاصل کریں گے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس بارہ میں کوئی صریح بات منقول نہیں۔ جو عیسیٰ علیہ السلام کے مقام کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چیزیں سیکھ کر اس کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں فیصلے فرمائیں گے کیونکہ حقیقت میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں (اھ) اور جو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت

امام مہدی امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کریں گے۔ اس کی ملا علی قاری نے اپنے رسالہ المشرب الوردی فی مذہب المہدی میں تردید کی ہے۔ (شامی، صفحہ ۵۷، جلد ۱) قبستانی کا قول درمختار میں یہ نقل کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مذہب ابی حنیفہ کے موافق فیصلے فرمائیں گے۔ علامہ شامی نے اس بات کی تردید کر دی کہ وہ امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہوں گے۔ البتہ ان کے اجتہاد کا امام صاحبؒ کے اجتہاد سے توافق بعید نہیں جو علامہ شعرانی شافعی کے کشف سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب تدوین کے اعتبار سے سب سے پہلا ہے اور ختم ہونے کے اعتبار سے سب سے آخر میں ختم ہونے والا ہے۔ (شامی، صفحہ ۵۷، جلد ۱) اس توافق کو تقلید نہیں کہا جاتا بلکہ اس سے امام صاحبؒ کے مذہب کی حقانیت واضح ہوتی ہے کہ ایک نبی کا اجتہاد ان کے اجتہاد کے موافق نکلا۔

وسوسہ نمبر ۱۱:..... امام ابو حنیفہؒ کس کی فقہ پر عمل کرتے تھے؟

الجواب:..... قرآن و سنت اور اجتماع صحابہؓ پر عمل کرتے تھے اور اجتہاد میں مسائل میں خود اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے جیسے مقتدیوں کو تو امام کی اقتداء کی نیت ضروری ہے مگر امام کسی کی اقتداء کی نیت نہیں کرتا۔ مریض کو ڈاکٹر کی اتباع ضروری ہے۔ ڈاکٹر خود اپنی مرض کا علاج تجویز کر سکتا ہے۔ اب مریض کہے کہ ڈاکٹر کسی کے پاس دوائی لینے نہیں جاتا تو میں ڈاکٹر کے پاس کیوں جاؤں تو اس کا جو نقصان مریض کو ہوگا وہ واضح ہے۔

وسوسہ نمبر ۱۲:.....

جس آیت یا حدیث کی دلیل پر ہم نے مذہب بنا لئے ہیں ان پر عمل کر کے صحابہؓ نے، صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی مذہب کیوں نہ بنائے۔ کیا صحابہؓ سے ان آیتوں یا حدیثوں پر عمل کرنا رہ گیا تھا؟

الجواب:..... صحابہ کرامؓ نے اجتہاد اور تقلید والی آیتوں پر عمل کیا کیونکہ ابن قیم نے کل فتویٰ دینے والے صحابہؓ کی تعداد تقریباً (۱۵۱) ذکر کی ہے جن میں سے سات کثیر الفتویٰ تھے۔ باقی صحابہ کرامؓ کو مذہب مدون کرنے کا موقع نہیں ملا جس طرح ان کو قرأتیں مدون

کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ائمہ اربعہ نے ان کے مسائل کو اپنی اپنی فقہ میں لے لیا۔ اب فقہ پر عمل کرنے والا قرآن و سنت اور صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ اور فقہاء کے اجتہاد پر عمل کرنے والا ہے۔ یہ وسوسہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ قراء سبعہ اور اصحاب صحاح ستہ نے جن آیات اور احادیث پر عمل کر کے سات قراء توں اور صحاح ستہ کو مدون کیا، کیا صحابہ کرامؓ نے ان پر عمل کر کے قراءۃ صدیقی، قراءۃ فاروقی، قراءۃ عثمانی، قراءۃ علوی اور صحیح صدیقی، صحیح فاروقی، سنن عثمانی، سنن علوی کیوں مدون نہ کیں۔ کیا صحابہؓ سے ان آیات اور احادیث پر عمل کرنا رہ گیا تھا؟ تو واضح ہے کہ یہ وسوسہ قرآن و سنت چھڑوانے کا ذریعہ بنے گا۔ اسی طرح غیر مقلد کا مذکورہ وسوسہ معانی قرآن سے متفرک کرنے کا ذریعہ ہے۔

وسوسہ نمبر ۱۳:.....

اسلام کا انکار کفر ہے تو پھر تمہارے مذہب کا منکر کفر ہے یا نہیں اگر کافر نہیں تو پھر مذہب حنفی اسلام کیسے ہوا؟

الجواب:..... اسلام اور کفر کا مدار ایسے مسائل ہیں جن کا ثبوت اور دلالت دونوں قطعی ہوں۔ ان کا اقرار اسلام اور ان میں سے کسی ایک مسئلے کا بھی انکار کفر ہے۔ قرآن پاک اور احادیث متواترہ قطعی الثبوت ہیں۔ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ میں سے بعض کی دلالت ظنی ہے۔ اخبار آحاد میں سے ہر ایک حدیث ظنی الثبوت ہے اور دلالت میں بعض منہجیم میں قطعی اور بعض میں ظنی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن و سنت کے بھی جو منہجیم ظنی ہیں ان کا انکار کفر نہیں، قطعیات کا انکار کفر ہے۔ اب اگر کوئی منکر حدیث یہ کہے کہ اسلام کا انکار کفر ہے اور خیر واحد کا انکار کفر نہیں لہذا خیر واحد اسلام نہ ہوئی یا کوئی منکر قرآن کسی آیت ظنی الدلالتہ کے مفہوم کو لے کر کہے کہ اسلام کا انکار کفر ہے اور اس ظنی المفہوم کا انکار کفر نہیں تو انکار قرآن کا دروازہ کھل جائے گا اور واقعہ بھی یہی ہے کہ تمام منکر قرآن اور منکر حدیث ایسے ہی وسوسوں سے منکر قرآن اور منکر حدیث بنے ہیں۔ باقی فقہ حنفی کی کتب میں قرآن و سنت کے قطعی مسائل بھی ہیں اور اجتہادی مسائل بھی۔ ان قطعیات کا انکار کفر ہے، البتہ اجتہادی مسائل میں اگر نفس اجتہاد کا منکر ہے تو وہ قرآن و سنت کے قطعی مسئلہ کا منکر ہے

تو وہ فائق و فاجر اور مستحقِ تعزیر ہوگا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جاہل انسان بلا دہند اور بلا داور انہر میں ہو اس حال میں کہ یہاں کوئی شافعی، مالکی اور حنبلی عالم نہیں اور نہ ان مذاہب کی کتب میں سے کوئی معتبر کتاب ہے تو اس پر امام ابو حنیفہؒ کی تقلید واجب ہے اور آپ کے مذہب سے اس کا خروج حرام ہے کیونکہ وہ اس وقت اس کا طوق اپنی گردن سے اتار دے گا اور بیکار اور مبہل ہو جائے گا۔ (الانصاف، صفحہ ۲۲)

سوسہ نمبر ۱۴:..... مذہب حنفی اسلام ہے تو صحابہؓ نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟
الجواب:..... یہ سوال ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ صحابہ کرامؓ کے فتوے اگر اسلام میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کیوں عمل نہیں کیا۔ احادیث نبویہ سے ثابت ہونے والے مسئلے اگر اسلام میں تو قرآن نے ان کو کیوں ذکر نہیں کیا؟ قرآن سب سے زیادہ اہم ہے اگر اسلام میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرامؓ نے یہ قراءتیں کیوں نہیں پڑھیں؟ صحاح ستہ کا پڑھنا اگر اسلام ہے تو صحابہؓ نے صحاح ستہ کیوں نہیں پڑھی؟ کیا صحابہؓ مسلمان نہیں تھے؟ ایسے سوال وہی کر سکتا ہے جو حدیث کو قرآن کے خلاف اور صحابہؓ کو حدیث کے خلاف اور قراءتوں کو قرآن کے خلاف تصور کرے جبکہ واقعہ یہ ہے کہ حدیث قرآن کی شرح ہے اور صحابہ کرامؓ نے مزید احادیث کی وضاحت فرمائی اور ائمہ مجتہدین نے قرآن و سنت اور اقوال صحابہؓ کو لے لیا اور مزید اجتہادی مسائل کو ان سے مستنبط کر لیا۔ صحابہ کرامؓ کے اجماعی مسائل کو تو بلا چون و چرا لے لیا اور اختلافی مسائل میں اپنے اجتہاد سے کسی فقیہ صحابی کے قول کو ترجیح دی اور نئے پیش آمدہ سوالات میں بھی اجتہاد کر لیا۔ طلب کی ترقی سے آئے دن نئی سے نئی ادویات سامنے آ رہی ہیں۔ کوئی کہے کہ ان ادویات سے صحابہ کرامؓ نے شفا حاصل نہیں کی تو ہم بھی نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ جان لیوا عذابت ہوگا، یہ کوئی علمی تحقیق نہیں ہوگی۔

سوسہ نمبر ۱۵:..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ۳ فرقوں میں سے ایک حق پر ہوگا لیکن تم چار یا پانچ کو حق پر مانتے ہو تم سچے ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم؟

الجواب:..... سائل نے یہ حدیث آدمی پڑھی ہے۔ اگر پوری پڑھ لیتا تو پریشان نہ

ہوتا۔ علامہ شہرستانی نے اس حدیث کے آخر میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ تابعی گروہ کون سا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل السنۃ والجماعت۔ پوچھا گیا کہ اہل سنت والجماعت کون ہیں؟ تو فرمایا کہ جس پر آج کے دن میں ہوں اور میرے صحابہ (الملل والنحل ہر حاشیہ الفصل فی الملل والاهواء والنحل، صفحہ ۵، جلد ۱) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں حق اور باطل کا ذکر فرمایا ہے اور حق یقیناً ایک ہے مگر حق تک پہنچنے کے لئے اجتہادی راستے مختلف ہو سکتے ہیں۔ مجتہدین کا اختلاف حق اور باطل کا نہیں ثواب اور خطا کا ہے اور خطا بھی اجتہادی جس پر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اجر کا وعدہ فرمایا۔ (بخاری) اور راستوں کا متعدد ہونا قرآن نے بھی بیان فرمایا:.....
والذین جاہدوا فینا لنھدینھم سبیلنا (احکمت) یدھی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبیل السلام (مائتہ: ۱۶) وما لنا الا ننوکل علی اللہ وقد ہدانا سبیلنا (ابراہیم: ۱۲) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سب (مذاہب) کا ذکر کیا ہے۔ اب کوئی منکر حدیث پوچھے کہ نبی پاک حق ایک مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت سے مذاہب یعنی راستوں کا ذکر فرماتے ہیں تو نعوذ باللہ ہمارے خدا سچا ہے یا رسول؟ تو ہم اس کو بھی اور منکر فقہ کو بھی ایک ہی جواب دیں گے کہ خدا بھی سچا ہے اور خدا کا رسول بھی سچا ہے اور مذاہب اربعہ حق ہیں، غیر مقلد اور منکر حدیث جھوٹے ہیں اور فریبی۔

اللہ تعالیٰ اگر سائل جاہل ہے تو اس کو علم کا نور عطا فرمائیں اور اگر متعصب اور ضدی ہے تو اس کی اصلاح فرمائیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز اور تمام اہل سنت والجماعت کو آخرۃً تک مسلک حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

الخیر الساری فی تشریحات البخاری

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم
صدر مدرس جامعہ خیر المدارس، ملتان

کے درسی افادات کا مجموعہ

استاذ مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم (صدر مدرس جامعہ خیر المدارس، ملتان) کا شمار استاذ العلماء، عارف باللہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہ کے مایہ ناز اور قابل فخر تلامذہ میں ہوتا ہے۔ آپ ۱۹۴۳ء میں ایک طالب علم کی حیثیت سے خیر المدارس، ملتان میں آئے اور آج تک اسی مادر علمی سے وابستہ ہیں۔ آپ کو یہ سعادت و خصوصیت حاصل ہے کہ فارسی سے دورہ حدیث تک "امہات الکتاب" آپ نے بانی جامعہ قدس سرہ کی نگرانی و سرپرستی میں پڑھائیں۔ جامع المعقول والمعتقول حضرت علامہ مولانا محمد شریف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد خیر المدارس کی صدارت تدریس کے لئے مجلس شورائی نے آپ کا انتخاب کیا جو بلاشبہ آپ کے علمی و عملی کمالات اور جامعہ کے لئے آپ کی خدمات، غیر متزلزل وابستگی اور وفاؤں کا اعتراف و اظہار تھا۔

اگرچہ حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ کی حیات شریفہ کے آخری دور میں ان ہی کے حکم سے بخاری شریف کا اکثر حصہ آپ کے زیرِ درس رہا، لیکن شیخ الحدیث کی مسند پر آپ کا باضابطہ تقرر میں ہوا۔ اُس وقت سے تا حال آپ تشنگانِ علوم حدیث کو اپنے علوم و معارف سے سیراب فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تفہیم و تدریس اور بیان کا جو سلیقہ اور

صلاحیتیں آپ کو عطا فرمائیں ہیں وہ بہت کم مدرسین میں نظر آتی ہیں۔ مشکل سے مشکل فن اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ کو اس حسن ترتیب سے بیان فرماتے ہیں کہ سنتے ہی ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ تحقیق و تدقیق، نکتہ ری، ترتیب و تفہیم اور دلنشین انداز بیان میں آپ اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ کی تدریسی خصوصیات اور علوم و معارف سے علمی حلقے بخوبی متعارف ہیں جن کی ایک طویل عرصہ سے خواہش تھی کہ آپ کی درسی تقاریر بالخصوص جو آپ نے درس بخاری شریف کے دوران ارشاد فرمائیں زیورِ طبع سے آراستہ ہوں تاکہ خیر المدارس ملتان سے دور افتادگان بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب کے علوم و معارف اور کمالات سے مستفیض ہو سکیں۔ ان دروس کی افادیت و اہمیت اس لحاظ سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے بقول یہ تقاریر درحقیقت حضرت الاستاذ مولانا خیر محمد قدس سرہ کے مضامین ہیں۔ ان میں کچھ اضافے حالات حاضرہ کے پیش نظر کئے گئے ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ نے جامعہ کے استاذ اور حضرت والا کے شاگرد رشید مولانا خورشید احمد صاحب تونسوی کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ انہوں نے آپ کے دروس بخاری پر تخریج و مراجعت اور نظر ثانی کا کام شروع کیا اور محنت شاقہ کے بعد ان تقاریر کو تحریر کے سانچے میں ڈھالا، جس کی اشاعت اہل علم حضرات اور طلبہ و اساتذہ حدیث شریف کے لئے ایک علمی خزانہ اور نعمت غیر مترقبہ ہے۔ یہ درسی افادات ان شاء اللہ اہل علم کو بہت سی شروح و تعلیقات سے بے نیاز کر دیں گے جو حضرت شیخ الحدیث کی ساٹھ سالہ تدریسی زندگی کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں۔

کتاب کے آغاز میں بطور مقدمہ علم حدیث کی تعریف، غرض و غایت، تدوین و حفاظت حدیث، آداب علم حدیث، مقاصد صحاح ستہ، منکرین حدیث کے ہفوات اور ان کے جواب، ثلاثیات بخاری، امام بخاریؒ کے تفصیلی حالات، امام بخاریؒ کے حنفی اساتذہ کا تعارف اور وجوہ ترجیح فقہ حنفی سمیت دیگر متعلقہ مباحث کا تحقیقی و تفصیلی تذکرہ ہے۔

پہلی جلد ”باب بدء الوحی“ سے ”کتاب العلم“ تک ہے۔ کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ احادیث کے ترجمہ و تشریح کے ساتھ مکمل متن بھی درج کیا گیا ہے تاکہ قارئین کو مراجعت میں سہولت رہے۔ اس کے علاوہ مشکل لغات کا حل، مطالب حدیث کی دلنشین وضاحت، مذاہب فقہیہ کی تحقیق و تنقیح اور تفصیل، ترجمۃ الباب پر تسلی بخش کلام، امام بخاریؒ کے رجحان کی تعیین، احادیث منکرہ کی نشاندہی، متعلقہ احادیث کی امہات کتب سے تخریج، رواۃ حدیث بالخصوص صحابہؓ کے حالات اور عصر حاضر کے متنازعہ مسائل (بین اہل السنۃ و اہل البدعۃ) میں علمائے دیوبند کے مسلک و مزاج کی شافی و دوانی وضاحت کی گئی ہے۔

پانچ سو صفحات پر مشتمل اس علمی مجموعہ کو معروف اشاعتی ادارہ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ، ملتان۔ نے اپنے روایتی ذوق طباعت کے مطابق خوبصورت انداز میں شائع کیا ہے۔ ان درسی افادات نے نام ”الخیر الساری“ سے نیک فال کے طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ سلسلہ خیر طلبہ و اساتذہ حدیث میں تا ابد جاری و ساری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث استاذ مکرم حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم کے ان علمی افادات کو اہل علم و فضل اور طلبہ و اساتذہ حدیث کے لئے نافع اور ذریعہ حصول خیر بنائیں۔ آمین۔

تکلیف و قدر

جلد ۷

سائبر اسلام بزمیان اہلسنت وکیل اصناف
فہم شمس الدین محمد اور کاروانی

ترتیب تہمیل و تصحیح

مولانا نعیم احمد

مدرسہ جامعہ میر اندلس انشائے شہر

منکے پبلشرز

ملک پاکستان لاہور